ترجمہ حضرت مفتی علام مولانا السید محمد عباس الموسوی الشوشتری ؒ

(مؤلفہ)

فاضل باکمال ادیب بیمثال جناب مولوی مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی زاد کمالہ

باہتمام احقر العباد محمد جواد

در نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ طبع گردید

فہرست مضامین

باب سوم

اجازات و اسانید

باب چہارم

مشاغل زندگی

باب پنجم

جامعیت علوم

باب ہفتم

خصوصیات حیات

باب ہشتم

اسفار

باب نہم

مفتی صاحب اور بعض اکابر

باب سیزدہم

وفات

مقدّمہ

مغربی تعلیم نے مادی ترقیات اور دماغی ارتقا کی عمارتون کو اسقدر مستحکم کر دیا ہے، کہ مشکل سے اوسکی چار دیواری مین روحانی ہوائین گزر سکتی ہین اسی سبب سے روز بروز علماء کے آثار دلون سے محو ہو رہے ہین اور ہمارا مستقبل بجاے اسکے کہ روشن ہو تیرہ و تاریک ہوتا جاتا ہے۔

اسلام مین ایک عہد تو علماء کیلئے ایسا خونریز تھا جسمین فضل و کمال کی زمینون پر چارون طرف خون کا سیلاب جاری تھا اور ناکردہ گناہون کی لاشین تیرتی نظر آتی تھین ان کے نام پر تلوارین نیام سے کھنچی رہتی تھین، اور قتل کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا، پھر بھی ظالمون کی پیاس کسی طرح نہ بجھتی تھی۔

ایک دور ایسا بھی رہا کہ صدیون تک علما نے حکومت کی اور جو کچھ علمی ترقیان کین تاریخ کا ایک ایک ورق اسکو بتا رہا ہے۔ ان کے ہاتھون مین حکومت کی عنان تھی۔ ان کی ایک نگاہ سلطنت کے ہلا دینے کو کافی تھی۔ تاج شاہی انھین کے عمامے اور سکۂ رائج الوقت انھین کی مہرین تھین سلاطین زیر اثر تھے انکے فرمان صور اسرافیل کی طرح قیامت کا منظر پیش کر دیتے تھے

و۔ در زمین تمام ملک منقلب ہو جاتا تھا۔

خصوصاً ایران کی عظیم الشان سلطنت اور بادشاہان اودھ کے عہد دولت مہد مین جب کہ آسمان سے ہُن برس رہا تھا اور زمین دولت کے خزانے اُگل رہی تھی اہل کمال کا دور تھا اور علماء کی حکومت تھی سلاطین نے ہمیشہ اپنے خیال پر اُن کی رائے کو فضیلت دی۔

اسلامی سلطنتین مٹ گئین اور افراد ملت کی اجتماعی قوتین ٹکڑے ٹکڑے ہو گئین سیاسیات نے خیالات مین انقلاب عظیم پیدا کر دیا جادہ معرفت کے چلنے والے ڈگمگا گئے ایسے ہنگامے مین کہ اُن کی نظرون مین احادیث رسول اور بزرگانِ دین کے اقوال سے فلاسفہ مغرب کے اقوال زیادہ وقیع ہو گئے تو ان گوشہ نشینون اور قال اللہ اور قال الرسول کہنے والون کی کیا عزت ہو سکتی ہے یا اُن آسودگان خاک کے مزارون پر کون شمع جلائے گا جنھون نے تمام زندگی خوف خدا مین رو رو کر کاٹ دی، آج جب کہ ہدایت و اصلاح کی آڑ مین ذاتی مقاصد نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ایمانی قوت کمزور ہو چکی ہے راستبازی کا علم ٹھنڈا کر دیا گیا۔ تو کیا توقع ہو سکتی ہے کہ ان خدا پرستون کی عزت کی جائے گی حالانکہ وہ اس راز سے بیخبر ہین۔

لا فضل الا لاهل العلم انهم[۱] علی الهدی لمن استهدی ادلاء

دریاؤن کے سرچشمے جب خشک ہو جاتے ہین تو ایک بوند پانی کی گوہر نایاب ہو جاتی ہے طبقہ علما ء ملت کا عضو رئیس اور ترقیون کا سرچشمہ اور طاقتون کی بنیاد ہے موت العالِم موت العالَم، عالم کی موت تمام افراد ملت کی موت اور اُسکی حیات حیات ملی ہے، نصب ہے

[۱] بزرگی صرف اہل علم کیلئے ہے کیونکہ یہ لوگ خود راہ راست پر ہین اور طالبان ہدایت کے رہنما ہین

وہ قوم جسنے اپنے علما کی منزلت نہ کی اور بہادیون کا خیرمقدم کیا!

ترقیِ اقوام کا راز صرف اکابرِ ملت کا زندہ رکھنا اور اُن کے آثار کو محفوظ رکھنا ہے یورپ گو مذہب سے آزاد ہے مگر جذبۂ قدامت پرستی اُسکے دل سے محو نہین ہوا اوسکو یقین ہے کہ اوسکی عزت کا راز اِسی جذبہ مین مستتر ہے۔

شکسپیر کی ولادت کے روز ہر سال ایک عظیم الشان میلا ہوتا ہے، اُسکے بیٹھنے کی کرسی کو لوگ آکر بوسہ دیتے ہین اور گرد طواف کرتے ہین۔ اِسیطرح مشہور علما و کملا کے ہاتھ کے لکھے ہوے مسودے خاص احترام سے عجائب خانون مین رکھے ہوے ہین جسے دور و دراز کا سفر طے کرکے لوگ دیکھنے آتے ہین لارڈ ٹینیسن مشہور انگریزی "ملک الشعرا" جس کی وفات حال مین ہوئی ہو اُسکے لکھنے کی میز اور قلم دوات کے لوگ ہزارون روپئے دینے کو تیار ہین۔ لیکن ورثا اوسکے خود مستطیع ہین لہذا نہین دیتے۔

اگر ان حالات کا موازنہ اپنی بدقسمت قوم سے کرون تو یقینا یہ جمود اور بے حسی مین ایک سالخوردہ میت سے زیادہ دقیع نہو گی اور ہماری آبادی حقیقۃً گورِ غریبان کی آبادی ثابت ہو گی جسقدر دوسری قومین اپنے اسلاف کے زندہ رکھنے مین سرگرم ہین اُسی قدر ہم اپنے اکابرِ ملت کے مٹانے مین کوشان ہین حالانکہ اُن مرنے والون نے جہد اللبقا مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا المؤلف

اُس قوم سے پڑا ہے مجھے سابقہ جہان
دستورِ اعترافِ کمالات ہی نہین

ہمارے اسلاف صالحین کی عظمت و جلالت صرف مقبرون اور خاک کے پامال ذرّون مین ملیگی اون کی موت کے وقت تو برسم زمانہ بادل ناخواستہ چار آنسو بہالئے اور گڑھا کھود کر

اُن کو دفن کر دیا لیکن پھر کبھی کروٹ نہ لی نہ یہ سمجھے کہ ہمارے فرائض مرنے والے کے ساتھ کیا گیا ہین اُسکے تصانیف اسکی روحانی ذخیرے جنکو اُسنے رات رات بھر دماغ سوزی سے لکھا تھا جب کہ شمعین ختم ہوگئین تھین اُسکے دماغ کا روغن مشتعل تھا۔ آج وہ ذخیرے کیڑون کے نذر ہوگئے اور اُن سے کمالات کی تصویرین اسقدر دُھندلی ہوگئین کہ رفتہ رفتہ نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے محو ہوگیا۔

اگر قوم کی جاہ و منزلت کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو مقبرون مین جاؤ دیکھو خاک کے ڈھیر مین کیسے کیسے خزانے پنہان ہین جو اپنے اخلاف کے ہاتھون گمنامی و بے نشانی کا شکار ہین اے حی لایموت! تو ہم مین قومی زندگی کی روح پھونک کہ اپنے علمار کی حقیقی معرفت حاصل کرین اور "ہم کیا ہین" اِس حقیقت کو بے نقاب کرین۔

شاگردان آل محمد کا گروہ دنیا مین جس اعزاز کا مستحق ہے وہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو کبھی حاصل نہین ہوسکتا۔ اُن کے بوسیدہ عمامے تاج فغفور و اکلیل جمشید سے کہین بہتر اُن کا حصیر قناعت جواہر نگار اور مرصع کار تختون سے کہین برتر اُن کی عظمت و جلالت شان کا اندازہ معمولی افراد کا کام نہین اُن کی سیرت آیندہ نسلون کے لئے ایک موعظہ ہے تذکرۃ الاولین مواعظ الآخرین حامل رسالت رسول محترم نے مختلف پیرایہ مین اُن کی جلالت کا اظہار کیا ہے:۔

کبھی فرمایا:۔ مِدادُ العُلَماءِ اَفضَلُ مِن دِماءِ الشُّهَداءِ

علمار کی سیاہی شہدار کے خون سے بہتر ہے

کبھی فرمایا عُلَماءُ اُمَّتِی کَاَنبِیاءِ بَنِی اِسرائیل

میری امت کے عالم انبیاء بنی اسرائیل کے مانند ہین

کبھی فرمایا من اکرم عالما فقد اکرمنی جسنے عالم کی عزت کی اُسنے میری عزت کی

کبھی ارشاد ہوا الفقہاء امناء الرسل مالم یدخلوا فی الدنیا

فقہا رسولون کے امانت دار ہین جب تک دنیا مین داخل ہنون

اسکی تفصیل پوچھی گئی کہ دنیا مین داخل ہونا کیا معنی فرمایا متابعت کرنا سلطان کی جب وہ ایسا کرین تو اُن سے حذر کرو۔

کبھی فرمایا نوم العالم افضل من الف رکعۃ

عالم کی ایک نیند ہزار رکعتون سے بہتر ہے

یہ ہین وہ منزلین جن سے اُن کے علوم رتبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ البتہ اُن لوگون سے دھوکا نہ کھاؤ جو لباس اہل علم مین تم کو فریب دینا چاہتے ہون اور طرز عمل سراسر رضائے آلہی کے خلاف ہو جسکی نسبت آواز نفرین بلند ہے" ویل للعالم یتکلم بھواء الناس لا یکون احد اشد عذابا منہ یوم القیٰمۃ ویل ہو اُس عالم پر جو رضائے خلق کیلئے بات کرے روز قیامت کسی کا عذاب اُس سے شدید تر نہ ہوگا۔

دوسری آواز ان العالم اذا لم یعمل بعلمہ زلت موعظتہ عن القلوب کما یزل المطر عن الصفا جب عالم اپنے علم پر عمل نہین کرتا تو اُسکا موعظہ بھی دلون پر اثر نہین کرتا اور اِس طرح دلون سے محو ہو جاتا ہے جس طرح کہ پانی پتھر سے بہ جاتا ہے۔

کہین نگاہِ غضب سے تنبیہ کی جاتی ہے من تعلم علما لغیر اللہ واراد بہ غیر اللہ فلیتبوا مقعدہ من النار جو شخص خدا کے لئے علم نہ سیکھے اور ارادہ کرے اُس سے غیر خدا کا اسکو چاہیئے کہ اپنی جگہ نار مین مہیا کرے۔

غرر الحکم مین حضرت امیرؑ فرماتے ہین صلاح العمل بصلاح النیۃ وصلاح المعاد بحسن العمل نیکی عمل کی نیک نیتی سے ہے اور نیکی آخرت کی نیکی عمل سے ہے۔

اِس معیار پر جانچنے کے بعد آج طبقۂ اِسلام کے روشن دماغ حضرات کے سامنے ایسی زندگی کا مرقع پیش کرنا چاہتا ہون جسنے کرۂ اِسلام کو اپنی تجلیون سے منور کیا جس کی زندگی کی ہر ساعت ذخیرہ تصنیف تھی جس کی ہستی عرفا وسالکین کے لئے خدا شناسی کی ایک نمایان مثال تھی۔ یہ ترجمہ ایسا نہین جس سے صرف فقہا یا صلحا دلچسپی حاصل کر سکین بلکہ ہر طبقہ کے با مذاق اپنے ذوق کے موافق بہرۂ وافر حاصل کر سکتے ہین۔

اِس کتاب مین جس بزرگ کا جلوہ پیش نظر ہے وہ محفل ادبا کا صدر نشین مجلس شعرا مین ملک الشعرا۔ بزم فقہا کا مجتہد جامع الشرائط بذلہ سنجون کی بزم طرب مین بلبل ہزار داستان۔ شبستان معرفت مین عابد شب زندہ دار جس کی سادی اور بے ریا زندگی اس شعر کا ماحصل تھی۔

لیس الجمال باثواب تزینها
ان الجمال جمال العلم والادب

لکھنؤ کی سرزمین بلکہ ہندوستان کی شیعہ آبادی اِس مقدس ہستی پر نازان ہے اور کیون نہ ہو اس لئے کہ ایسا ہمہ دان جسکو ہر فن کے ائمہ صدر محفل مین فخریہ جگہ دیتے ہین آپ ہی اپنی نظیر تھا قسام ازل کے دربار عام مین روز ازل جب جواہر علوم کا خزانہ عامرہ کھولا گیا اور قسمت کے لئے سربستہ کیسون کی مہرین توڑی گئین تو بقدر مشیت ہر مستحق بہرہ مند ہوا مگر اِس علامۂ روزگار کو سب سے زیادہ حصہ اس موہبت عظمی سے مرحمت ہوا اُدھر عطاے منعم ادھر ذوق تحصیل دست شوق نے اپنے جیب ودامن مین وہ انمول موتی اور بیش قیمت لعل ویاقوت بھر لیے جو دوسرون کو دقت سے دستیاب ہوے عالم اسباب کی نمایشگاہ مین ان نعمتون کو بمصداق اما بنعمة ربك فحدث ظاہر وآشکار کیا اور ثابت کر دیا کہ میرے تمام ملکات علوم وہبی ہین

اکتسابی نہین۔

انھین وہبی قوتون نے اُن کو علامۂ روزگار بنایا اور اپنے کمالات کیوجہ سے عام طور پر جو ہر دلعزیزی اُن کو حاصل ہوئی اُن کے امثال مین ایسی کوئی نظیر نہین ملسکتی۔ آج تک علمی وادبی حلقون مین اُن کے واقعات نہایت خلوص اور عقیدت سے بیان کئے جاتے ہین اُن کے لطائف علمیہ زبان زد خاص و عام ہین روزمرہ کی باتین لوگون کے دماغون مین محفوظ ہین لکھنؤ کی پرانی معاشرت کا جب کہین تذکرہ ہوتا ہے تو اُن کا نام ضرور آتا ہے۔ شاعری کے میدان مین اُن کا اشہب خامہ بڑے بڑے نامی شہسوارون کے ہمعنان رہا۔ اُسوقت کے اساتذہ فن نے اُن کو مسلم الثبوت استاد مانا۔

نہایت افسوس تھا کہ ایسے بزرگ کے واقعات زندگی پردۂ خفا مین رہین اور ایسے ہنگامے مین جب کہ خزف پارے لعل و جواہر بنا کر دکھائے جائین اور اصلی موتیون کی آب و تاب سے نگاہین ناآشنا ہون۔

میرے والد مرحوم نے علماے امامیہ کا ایک مبسوط تذکرہ نجوم السماء کے نام سے تالیف کیا جسکی ایک جلد اُن کی حیات مین شایع ہوگئی دوسرے زیر تالیف تھی کہ اُنکا انتقال ہوگیا برادر مرحوم حکیم مرزا محمد مہدی صاحب مرحوم نے اوسکی تکمیل کی یہ سب جلدین فارسی زبان مین ہین ایک وقت مین میرا خیال تھا کہ اسکا ترجمہ بھی شایع ہوجائے چنانچہ اسی نظر سے اُس کو دیکھنا شروع کیا تمام و کمال مطالعہ کے بعد یہ خیال ہوا کہ اگر چند مخصوص علما کی مفصل سوانح عمری لکھی جائے تو اس سے زیادہ مفید ہوگی یہ خیال اسقدر راسخ ہوا کہ مین نے رئیس المتکلمین مولانا السید حامد حسین صاحب طاب ثراہ مصنف عبقات الانوار کے حالات لکھنا شروع کئے لیکن حالات اور واقعات کی فراہمی مین دقتین پیش آئین ادھر مین عدیم الفرصتی سے تجسس و

وتحقیق کے ذرایع حاصل نکرسکا کتاب ناتمام رہگئی اسی اثنا مین ایک روز حضرت صدر الشریعۃ استاذی ملاذی مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ کی خدمت مین مدرسۂ مشارع الشرایع مین حاضر تھا اور مولانا سید محمد ہارون صاحب قبلہ طاب ثراہ بھی تشریف رکھتے تھے علما اور اُنکے کارنامونکا تذکرہ تھا اوسی سلسلہ مین جناب مفتی صاحب کے فضائل علمیہ کا بھی ذکر ہوا مین نے کہا کہ ایسے بزرگون کے حالات زندگی پر گمنامی کا پردہ پڑا ہوا ہے اگر اس وقت تک آپ توجہ فرماتے تو ایک مفصل سوانح عمری مرتب ہوچکی ہوتی حضرت نجم العلما نے فرمایا کہ اگر تم اس بار کو اپنے ذمۂ ہمت پر لو تو مین اُسکے متعلق کافی مدد دون گا۔ اُس وقت باوجود اپنی بے مایگی اور قلت بضاعت کے اِس مہتم بالشان خدمت کا وعدہ کرلیا اور ایک فہرست ابواب کتاب کی ایسے مرتب کرکے جناب مولانا کی خدمت مین پیش کی آپنے اُسی ترتیب کے موافق اوقات فرصت مین اپنی یادداشت سے مجھکو حالات لکھ کر دئے۔

مفصل سوانح عمری جس کو یورپ نے آج ایک مستقل فن بیاگرافی قرار دیا ہے درحقیقت کوئی معمولی کام نہین کسی کی زندگی پر بالاستیعاب ایسی نظر کرنا کہ کوئی جزو ہستی نظر انداز نہ ہو تصنیف سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے

اِس کتاب کی تدوین سالہا سال کی محنت وجانفشانی کا نتیجہ ہے انسان کیسا ہی مستقل مزاج اور باہمت کیون نہو مگر حوادث روزگار کی سخت ضربین اُسکے استقلال کی مسلسل کڑیون کو توڑ دیتی ہین اور مضبوط ارادون مین فرق آجاتا ہے اِس کتاب کی دوران تالیف مین بعض ایسے جانکاہ حادثے پیش آئے جو جادہ استقلال مین سدِ راہ ہوے اور عرصہ تک کام ملتوی رہا۔ حضرت صدر الشریعۃ مدظلہ جنکی توجہ سے ان اوراق پریشان کی شیرازہ بندی ہوئی بمفاد البلاء للولاء گوناگون مصائب مین مبتلا رہے جن مین سخت تر واقعے دو جوان

فرزندون کی موت تھی جو علم و عمل مین نہایت بلند پایہ رکھتے تھے صرف زندگی ہی کے سرمایہ نہ تھے بلکہ چراغ مزار بھی تھے۔

لکل شیء آفۃ وللعلم آفات

جامع اوراق کیلئے بھی بعض ایسے حادثے درپیش آئے جس سے دل و دماغ کو ایک مانہ تک بیکار کردیا اہلیہ کے انتقال نے خانہ بربادی کا منظر عرصہ تک پیش نظر رکھا دو لڑکیون کو پیوند زمین کیا اسکے بعد اہم ترین واقعہ والدہ محترمہ کا انتقال ہوا جس نے میری نوعیت حیات کو بدل دیا ان مسلسل واقعات نے درمیان مین بہت رخنہ اندازی کی اور مدت تک سلسلۂ تالیف ملتوی رہا ورنہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔

واقعات و حالات کا ذخیرہ بغیر کسی کاوش کے فراہم ہوا صاحب ترجمہ کی متعدد کشکولین اور سفرنامے اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ملے جو اس کتاب کے حق مین خزانۂ عامرہ ثابت ہوئے اگلے علما اپنے پاس ایک سادی بیاض رکھا کرتے تھے حالت سفر مین اُس کا نام "زاد السفر" ہوتا تھا۔ یہ بیاضین نہایت دلچسپ ہوتی تھین اسیطرح پانچ چھہ ضخیم مجلدات مفتی صاحب کی کشکولون کو مین نے اول سے آخر تک پڑھے کسی صفحہ کو دلچسپی سے خالی نہ پایا کہین کوئی مکتوب کہین پر افادات و تحقیقات کسی صفحہ پر دلنشین اشعار کہین کوئی نکتہ عروضی کہین کوئی اصلاح خاص احباب کے خطوط کو کبھی ضائع نہین کرتے تھے بعض خطوط صفحات کشکول پر چسپان ملے جنمین اکثر مرزا غالب کے مراسلات بھی ہین۔

ان کشکولون کے علاوہ جناب نجم العلما مدظلہ نے اپنے دست مبارک سے لکھ کر بہت سے حالات دیئے اصل یہ ہے کہ اس مقدمہ مین حمد و نعت کے بعد اگر کوئی ذات مستحق شکریہ ہے تو جناب مولانا کی ذات ہے جو باوجود اُن مسلسل موانع کے اِس خیال سے

غافل نہین رہے اور برابر مجھ سے تقاضا فرماتے رہے۔ کثرت افکار سے اگر میری حاضری مین تاخیر ہوتی تھی تو خود زحمت تشریف آوری گوارا فرماتے تھے اور یہ بات میرے افتخار کے لئے کم نہین۔

یون تو یہ کتاب اول سے آخر تک حرف بحرف اُن کی نظر سے گزری ہے مگر دو مضمون خصوصیت سے اُنھین کے قلم کے تحریر کئے ہوے تبرکاً درج کتاب کئے گئے (۱) تتمہ ص (۲) باب التلامذہ مین اپنے حالات خود تحریر فرمائے ہین جو ۲۰۱ لغایت ۲۲۴ تک مشتمل ہین۔

جن حضرات نے اس کتاب کی تالیف اور بعض واقعات بتانے مین مدد دی اُنمین ایک بزرگ مرزا محمد ذکی علی خان صاحب مرحوم تھے جن کو جناب مفتی صاحب سے خاص اختصاص تھا افسوس کہ اس کتاب کے دوران تالیف مین اُن کا انتقال ہوگیا اب بجاے شکریہ اُن کے حق مین دعاے مغفرت کرتا ہون

اللّٰھم اغفر لھم وارحمنا

میرا دل چاہتا ہے کہ صاحب ترجمہ کی ذات سے بوسائط جو خصوصیات مجھے حاصل ہین اختصاراً اُن کا بھی اظہار کرون جس سے مجھے اس کتاب کی تالیف مین دلچسپی پیدا ہوئی۔

(۱) جناب مفتی صاحب کے کمالات علمیہ اور شاعرانہ مذاق۔

(۲) قومی فرض

(۳) میرے والد مرحوم اُن کے مخصوص تلامذہ اور اصحاب صحبت مین تھے اور ایک خصوصیت خاصہ رکھتے تھے۔ چنانچہ نجوم السماء فی تراجم العلماء کی تقریظ مین

تحریر فرماتے ہیں :—

"قد طالما اساء الدهر الی سادته ورمی بسهام المصائب الی اولیائه وقادته وکان ذلک من قدیم عادته واستمر العلماء یشکون رواج الجهل فی کل جبل وسهل ولو انهم کانوا فی هذا الزمان لتمنوا زمانهم وعلموا انهم وصفوا الوجدان بالاعواز وحملوا شکواهم علی المجاز فکانهم نعوا الینا العلم فی حیاته ولم یدرکوا زمن وفاته والان قد تحقق نعیهم حیث لا یشکر سعیهم والیوم مات العلم وماله ناع ولا الیه ساع وداع وارتحل من غیر وداع فمن المغتنم وافضل النعم ذکر الماضین الاساطین فان ذکر النعم بضاعة المساکین وممن جد فی تجدید عهودهم واحضار سعودهم واخطار صعودهم الحبیب اللبیب الادیب الاریب الفائز من الفضل بالمعلی والرقیب النائل من الشرف اوفر نصیب الالمعی اللوذعی الاریحی الاحوذی الواقف علی اخبار الفقها وحالات العلما والباحث عن حقائق الانباء زبدة الاحباب وسلالة الانجاب المقتفی باثار السادة الاطیاب الناظر فی الحدیث والکتاب الفطن اللوذعی والصفی الوفی المولوی میرزا محمد علی رقاه الله الی اوج الکمال ووقاه عین الکمال

وهو ممن قرء علیّ بعض الکتب الادبیۃ وشطرًا من کتابی روائح القران فی فضائل امناء الرحمان قد الف کتابا رائقا رائعا ابان لہ فضلا شایعا فیہ للناظرین تذکرۃ وللمحصلین تبصرۃ فانہ بذل وسعہ ومجھودہ فی تتبع اخلاقھم المحمودۃ واحوال ولادتھم ووفاتھم وکیفیۃ انسابھم واحسابھم وصفاتھم وذکر مولفاتھم ومصنفاتھم بتدقیق النظر وتعمیق الفکر والرکون الی کل خبر معتبر احیاء لذکرھم واقتفاء لآثارھم فجاء بحمد اللہ بین تراجم اھل العلوم کالشمس بین النجوم لیستفیض منہ المجتدی ویستضئ بہ المھتدی فیالھا من مجموعۃ کانھا فی حسنھا وصفائھا وخلودھا وبقائھا جنۃ عالیۃ فیھا سرر مرفوعۃ واکواب موضوعۃ ونمارق مصفوفۃ وزرابی مبثوثۃ حل فیھا اماجد من العلماء العاملین اخوانا علی سرر متقابلین فجزاہ اللہ خیر الجزاء عن ھؤلاء المصطفین واقربہ العین فی الدارین

(۴) میرے بڑے بھائی حکیم مرزا محمد مہدی صاحب مرحوم نے بھی اُن کے حضور مین عرصہ تک زانوے تلمذ تہ کیا

(۵) مجھے بدنصیبی سے وہ عہد ہی نہین نصیب ہوا کہ اُن کی زیارت سے مشرف ہوتا لیکن اُن کے کمالات کے جانشین حضرت نجم العلماء مدظلہ کے سایۂ تربیت مین

میرا نشو و نما ہوا اور اسوقت تک اُنسے افادات حاصل کرنے کا شرف رکھتا ہون۔ اور ممدوح بھی مجھ سے خاص محبت فرماتے ہین :۔

(۶) جناب مفتی سید محمد علی صاحب خلف الرشید صاحب ترجمہ کا اور میرا گھوارۂ تربیت ایک ہے۔ میری عمر سات یا آٹھ سال کی ہوگی جب برادر مرحوم نے مجکو جناب نجم العلماء کے سپرد کیا اُسوقت مدرسۂ مشارع الشرائع کا آغاز تھا۔ مین جناب مولانا کے ذرجہ مین اُن کے سامنے بیٹھا کرتا تھا اور میرے ساتھ مفتی محمد علے صاحب بھی اپنی کتابون کا بستہ لیکر بیٹھتے تھے آپس مین غیر معمولی اتحاد تھا۔ مدرسے کے علاوہ زیادہ تر اُن کے اوقات میرے یہان صرف ہوتے تھے آج بھی بحمد اللہ وہ مجھ سے اُسی بے تکلفی اور محبت سے ملتے ہین۔

نظر بروجوہ بالا مین نے اِس کتاب کی تالیف کو اپنا فرض سمجھا اور اوسکی صورت یہ رہی کہ جس قدر اجزا مین لکھتا گیا وہ پریس پہونچتے گئے۔ اسلئے دوبارہ کتاب پر تنقیدی نظر مین خود نہ ڈال سکا اور بہت سی فروگذاشتین رہگئین مجھے اعتراف ہے کہ کتاب کی ترتیب مین اکثر نقائص ملین گے جس کی نسبت قدیم مصنفین کا وہ فرسودہ مگر اخلاقی فقرہ "در ذیل عفو بپوشند" استعمال کرنا چاہتا ہون لیکن اِس سے بہتر یہ سمجھتا ہون کہ ناظرین کرام جہان کہین لغزش دیکھین تو مجھے مطلع فرمائین تاکہ طبع ثانی مین وہ نقائص دُور کردیئے جائین۔

خیال تھا کہ کتاب کی ضخامت زیادہ ہوجائے گی اِسلئے باب السّبرۃ سے دوسری جلد علیحدہ کردی گئی۔ لیکن ختم کتاب کے بعد ضخامت کا اندازہ غلط ثابت ہوا اس لئے دونون جلدین ایک کردی گیئن

کتاب مین کتابت وطباعت کے اغلاط بھی زیادہ ملینگے جس کا انتظام معقول نہ ہوسکا۔

مجھے اِس کتاب کو ختم کرکے بیحد مسرت ہے کہ مین نے اپنے واسطے ایک بہترین یادگار چھوڑی ہے۔ کیا عجب ہو کہ صاحب ترجمہ کے طفیل مین ناظرین مجھے بھی دعاے خیر سے یاد کرین اور یہ کتاب آیندہ نسلون کے لئے سبق آموز ہو۔ خصوصاً ایسے وقت مین جبکہ مغربی تعلیم نے مشرقی تہذیب کے خط وخال تک باقی نہین رکھے
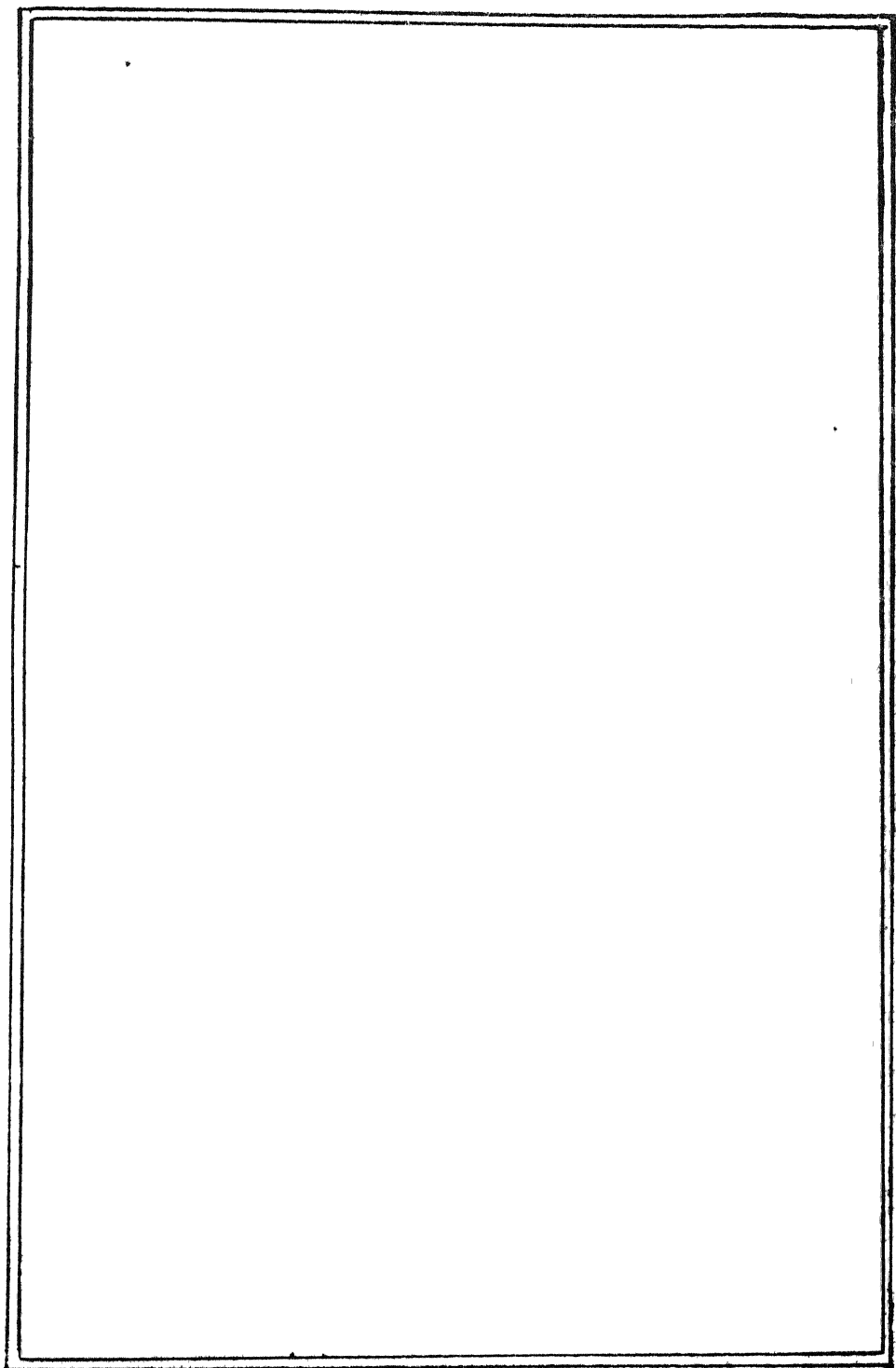
عزیز

۲ مئی سنہ ۱۹۲۵ء

شبیہ مبارک جناب مفتي میر محمد عباس صاحب اعلي اللہ مقامہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سیّد نعمت اللہ جزائری جدِّ اعلیٰ

علمائے ارباب تصنیف سے تھے علامۂ مجلسی کے معاصر اور اُن کی مشہور تصنیف بحار الانوار مین معین رہے۔ شیخ یوسف بحرانی (صاحب حدائق و اُستاد بحر العلوم سیّد مہدی طباطبائی) کتاب حدائق کے مقدمہ مین ایک مسئلہ کے ضمن مین تحریر کرتے ہین۔

"اِس مسئلہ مین مین نے کسی کو مخالف نہین پایا، سوا محقق مدقق سیّد نعمت اللہ جزائری (طیّب اللہ تعالیٰ مرقدہ) کے جنھون نے اپنے مصنّفات مین چند مقام پر رد و قدح اسمین کی ہی منجملہ اُنکے کتاب انوار نعمانیہ ہی اور وہ ایک جلیل القدر کتاب ہی جس سے اُنکے تبحر علمی کے دائرہ کی وسعت اور احادیث و اخبار پر کثرت اطلاع اور عبور اور وسعت نظر ثابت ہوتی ہی، چنانچہ وہ فرماتے ہین اور فرمانا اُن کا حق ہی جسمین کوئی شبہ تک نہین ہو سکتا"

سادات جزائر کے قدیم نسب نامہ مین ان کے حالات ملے ہین انکی ولادت ۱۰۵۰ھ اور وفات ۱۱۱۲ھ مین ہوئی سیّد موصوف مقتدائے عالم و ملجائے اراکین تھے، تقریبًا اکیسو کتابین مبسوط علم معقول و منقول مین انکی تصنیف و تالیف سے ہین جو عراق عجم و عرب کے مجتہدین مین مروّج ہین۔ نسب نامۂ جدید مین انکا سلسلہ حسب ذیل ہے۔

"سید نعمت اللہ صاحب التالیف و التصنیف امام الجمعۃ والجماعۃ ابن السید عبد اللہ ابن السید محمد ابن السید حسین ابن السید احمد ابن السید محمود ابن السید غیاث الدین ابن السید مجد الدین ابن السید نور الدین ابن السید سعد الدین ابن السید عیسیٰ ابن السید موسیٰ ابن السید عبد اللہ ابن الامام ابی الحسن موسیٰ الکاظم علیہ السّلام۔

سیّد نور الدین محمّد ابن سیّد نعمت اللہ

یہ بھی اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھے اور انھین فضائل و معارف کے مالک تھے تقریباً ستر مجلد مختلف علوم مین ان کے تصنیفات سے ہین بلاغت و حُسن گفتار مین نہایت خوش سلیقہ اور یگانۂ روزگار تھے فن انشاپردازی مین خاص قدرت تھی۔ نسب نامہ جدیدہ مین ہے کہ سیّد نور الدین محمّد امام جمعہ و جماعت اور شیخ الاسلام تھے ان کے آٹھ لڑکے تھے، دو باپ کے سامنے مر گئے۔ اور چھ لڑکے چراغ افروز انجمن فضل و کمال ہوئے۔ سید عبد اللہ صاحب التالیف مجتہد، سیّد محمد حسین، سیّد محمّد سید مرتضیٰ سیّد ابو طالب، سیّد محمّد رضی جو شوشتر مین تھے، انمین سیّد ابو طالب علمائے اعلام کا مرجع تھے اور انکے چھ فرزند تھے۔ جنمین سیّد محمّد شفیع جو مجتہد العصر آقا محمد باقر صاحب بہبہانی کے ساتھ تالیفات مین شریک رہے اور سیّد محمد جعفر عہد نواب سعادت علیخان مین ہندوستان آئے۔

شوستر سے ہندوستان آنا مفتی صاحب کے جد امجد سیّد محمّد جعفر آخر عہد نواب عرش منزل آصف الدولہ بہادر ۱۲۱۱ھ مین شوستر سے وارد لکھنؤ ہوئے اور نواب سعادت علیخان اور غازی الدین حیدر بادشاہ کے عہد تک نہایت عزت و احترام سے بسر کی نواب سعادت علیخان کے مصاحبین خاص مین ان کو خاص امتیاز حاصل تھا اور وزارت مآب انکا بہت ادب کرتے تھے تمام اعیان سلطنت اور رؤسا شہر کو ان سے خاص عقیدت تھی یہانتک کہ ۱۲۳۶ھ مین نقد حیات خازن قضا کے سپرد کیا۔ ان کے مختصر حالات تاریخ تحفۃ العالم مین

هذه شجرة السادات النورية الحسينية العاملية الجزائرية السيدية كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين باذن ربها ويضرب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون
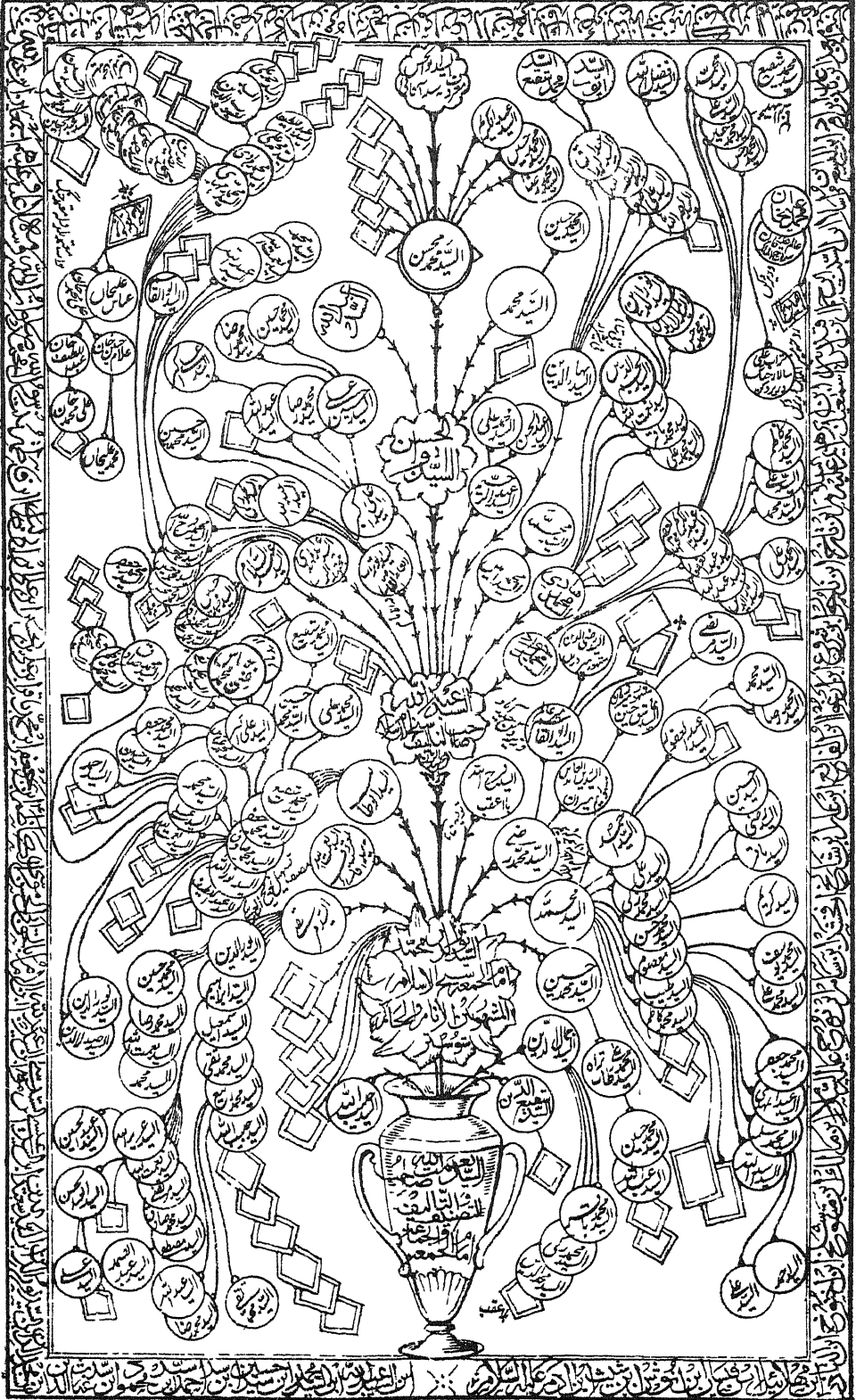
حسب ذیل لکھے ہین۔

"ذوالنور الازہر السیّد محمّد جعفر بن السیّد طالب سلمہ اللہ از عباد و پارسایان روزگار و در حسن خلق و همت فطری نادرہ ادوار و بخیر خواہی عباد از اعالی وادانی معروف و وجہ ہمّتش بانجاح مطالب سائلین مصروف و در آداب مجلس و رنگین صحبتی سلیقہ اش بکمال رسائی و در جود وایثار دانی ناسخ افسانۂ حاتم طائی است فیاض متعال خلقے باو کرامت کردہ است کہ باوجود بے بضاعتی ہرگز سائل را محروم نداشتہ است در بدایت حال تحصیل مقدمات را در شوستر نمودہ و در فارس۔ عراق تحصیل طب و نجوم پرداخت و در ہر دو بکمال رسید از انجا بہ ہندوستان اُفتادہ بناکامی بسر می برد حقیر او را بآن نواح ندیدہ بودم مراسن رضاع بود کہ او بر آمد بکلکتہ کہ رسیدم از وفور اشفاق برادرانہ از لکھنؤ باینجا رسید و باین سعادت مستفیض گردانید و حالیا ہم دران بلدہ روزگارے بعزت دارد بطبابت مشہور و بغایت درویش و آزادہ است۔ توفیق عود بوطن نگشتہ اللہم بارک بعمرہ"

سیّد محمد جعفر نے باقیات الصالحات مین دو اولادین چھوڑین۔ سیّد علی اکبر[1] (والد مفتی صاحب) سیّد عبّاس[2]۔

سیّد علی اکبر

مفتی صاحب کے والد ماجد تھے اور صفات حسنہ سے متصف اور اپنے عہد مین قناعت و توکل و عبادت مین آپ اپنی نظیر تھے۔ مفتی صاحب مرحوم لکھتے ہین کہ ۲۷ سال مین اُن کے ساتھ رہا ہمیشہ مین نے اُن کو پچھلے پہر سے بیدار پایا اور عبادت الٰہی مین مصروف دیکھا جب کبھی رات کو میری آنکھ کھل جاتی تھی تو میرے کانون مین آواز اُنکی گونجا کرتی تھی اور صدا لے یا سبوح یا قدوس پیہم آیا کرتی تھی

[1] اِس خاندان مین بلکہ شوشتر مین قدیم رسم تھا کہ اولاد کا نام بجاے نام پدر رکھتے تھے چنانچہ تیمّناً سیّد علی اکبر صاحب نے مفتی صاحب کا نام سیّد عباس رکھا تھا

ماہ صیام مین ہر روز ثلث قرآن نہایت خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے اور بعد زوال سید العلماء کے موعظہ مین جاتے تھے۔ طبیعت مین نہایت سادگی نہ لباس پُر تکلف کا خیال اور نہ خود داری پر نظر محفل مین جہان کہین جگہ پاتے تھے بیٹھ جاتے تھے۔ مفتی صاحب کہتے تھے کہ جب مین وعظ کہتا تھا تو نہایت خلوص سے زیر منبر آکر سُنتے تھے اور رویا کرتے تھے اکثر میری جماعت مین شریک ہوجاتے تھے۔ نہایت نازک مزاج اور با ہمّت شخص تھے اُمرا کی طرف سے بے پروا طبیعت مین استغنا ابتدائے شباب مین نہایت فراغ حالی سے بسر کی اور اپنے بذل و ایثار سے اہل حاجت کو فیض پہونچایا آخر عہد مین بوجہ قلت معاش و تنگدستی پریشان حال رہے مگر نہایت صبر و استقلال سے وہ زمانہ بھی بسر کیا اور اپنی سوکھی روٹیونکو خوان نعمت سے بہتر سمجھا۔ خط نہایت پاکیزہ تھا۔ روزمرہ کی فارسی عبارت بامحاورہ لکھتے تھے مرحوم کے مصنّفات حسب ذیل ہین۔

(۱) لسان العجم بزبان فارسی (۲) شرح شافیہ (۳) تعلیقات شرح تہذیب وتلخیص۔

(۴) مکاتیب فارسیہ۔ شعر سے بھی ذوق تھا چنانچہ اُنکی ایک غزل نظر سے گزری۔

تا خیمۂ کبود زمین آسمان بود	صد کس خراب حال و یکے کامران بود
با دلق پارہ پارہ و نان جوین بساز	خوشنودی حبیب درین دوران بود
یا در رکاب باش کہ عمر سبک روان	مانا بشکل تیر رہا از کمان بود
مشکل شدہ ست جنبش مژگان مین علی	بیمار عشق بین چہ قدر ناتوان بود

ایضاً

دل خون شدہ بعشق مداوا چہ میکنی	خونابہ میچکد ز سر آستین ما
سودیم سر زبسکہ علی بر در حبیب	شمع مزار گشت در آخر جبین ما

جب مرض الموت لاحق ہوا تو مفتی صاحب کو بلا کر اپنے دیون کے متعلق وصایا کیئے اور

اولاد صغار کو اُن کے سپرد کیا جو کتابین زیادہ عزیز تھین وہ بھی اُن کو دین اپنے شدت مرض کے زمانے مین بھی نماز کسی حالت مین ہون ضرور پڑھتے تھے یہانتک کہ روز پنجشنبہ ۱۰ رجب سنہ ۱۲۶۱ھ ہجری (روز ولادت امام محمد تقیؑ) مین دُنیا کو خیرباد کہا اور شب جمعہ مدفون ہوئے۔ جناب مفتی صاحب نے مثنوی گوہر شاہوار مین اُن کے مختصر حالات حسب ذیل نظم کیے ہین،

کنون یاد مے آیدم از پدر — کہ مے ماند در ذکر شب تا سحر
درآن عہد سن صغر داشتم — ببالین آرام سر داشتم
صدا ایش مرا چون بگوش آمدے — دل از سکر غفلت بہوش آمدے
چہ گویم چہ تحمید و تکبیر داشت — عجب آہ و فریاد شبگیر داشت
بہ تسبیح و تہلیل بالائے بام — گہے در قعود و گہے در قیام
بپا ایستادہ گہے در نماز — گہے سر فگندہ بہ خاکِ نیاز
گہے راہ میرفت و بر ہر قدم — ثنا خوان و تسبیح گو دمبدم
عجب ذکر قدوس و سبوح بود — کہ فرحت فزائے دل و روح بود
چو در حال بیماریش دیدہ ام — ہمان قسم بیداریش دیدہ ام
پس از نصف شب چشم وامی نمود — دعاؤ ثنا دیگامے نمود
بنودست کارش مگر این سہ تا — چہ ایّام صیف و چہ فصل شتا
دم مرگ ہنگام نزع روان — زبان از گرانی نمی شد روان
ولیکن بلکنت ہمان ذکر داشت — بدل فکر حق بر زبان ذکر داشت
بسطحے کہ بودش مقام نماز — زحسرت گہے میکنم دیدہ باز
بران سقف شب یا سحر میروم — برآن بام تا حال گرمی روم

بخاطر چه رنج و الم می رسد — صدا ایش بگوش دلم می رسد

عبادات او یاد می آمدم — ز عادات او یاد می آمدم

بآن رفعت و قرب باری که داشت — چه گویم ازان خاکساری که داشت

بہ ادنیٰ کسش بود افتادگی — ز اوضاع مرسومہ آزادگی

خلوصش بہ بیگانہ دور از ریا — سلوکش بزرگانہ با اغنیا

نہ شاکی ز توہین اہلِ ستم — نہ راضی بہ تعظیم خود از خدم

زہے غمگسار دل افسردگان — تسلّی دہِ خاطر آزردگان

اگر جنگ دیدے میانِ دو کس — ہمی ساخت با ہدگر ہم نفس

دگر عقدۂ کار کس مے کشاد — بشکرانہ در سجدہ مے اوفتاد

قطعۂ تاریخ از مفتی صاحب

چون جنابِ والد والا مقام — آسمانِ عز و شان و احترام

حضرتِ سید علی اکبر لقب — آنکہ بودی نیکنام اندر انام

کرد در طاعاتِ یزدانی بسر — ماند مصروفِ عبادت صبح و شام

میرسد آواز در گوشم ہنوز — بامداد و نیم شب بالائے بام

تسبیحش

رہگراے جادۂ صبر و رضا — مبتلائے غصہ و رنج و سقام

از قناعت خانمان سوز ہوا — در سخاوت آبرو ریز غمام

از رہ شیرین زبانیہا نگفت — حرف تلخی با کنیز و با غلام

دشمنان ہم زو نرنجیدند او — میکشید از دوستان رنج تمام

بر سرش جو از عزیزان رفت وگاہ | در سرش نامد خیال انتقام
حیرت حسان ثابت در سخن | غیرت سحبان وائل در کلام
با لباس کہنہ و با نان خشک | تر زبان از شکر حق بودے مدام
در شرافت تاج سرہائے سران | واز تواضع خاک پائے خاص و عام
بذلہ سنج و خندہ رو با ہمدمان | گرم آہ و گریہ در بزم امام
رفت واز خار وخس دُنیا کشید | دامن و شد رہے دار المقام
خامہ تاریخ وفاتش زد رقم | شد مقیم گلشن دار السلام

سنہ ۱۲۶۱ ہجری

سال ولادت مفتی صاحب

شب شنبہ آخر ربیع الاول سنہ ۱۲۲۴ھ مین مفتی صاحب بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے خود بھی جو حالات جناب مرحوم نے تحریر کئے ہین۔ اُسمین وقت ولادت آخر شب شنبہ سلخ ربیع الاول سنہ ۱۲۲۴ھ تحریر کیا ہی اور خورشید کمال و ادب (۱۲۲۴ھ) تاریخ ولادت ہے،

شرافت نسبی | مفتی صاحب کا نسب ۲۷ واسطون سے امام موسی کاظم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہی اس نسب عالی کی شرافت چند وجوہ سے ہے۔

(۱) یہ نسب جس خاندان کی طرف منسوب ہے وہ خانوادہ بلاد عجم وعرب مین نہایت معزز و محترم ہے۔ اور سادات نوریہ کے لقب سے ممتاز ہے۔

(۲) یہ نسب امام علیہ السلام تک منتہی ہونے کی حیثیت سے نہایت کم واسطے رکھتا ہی اور ایسے نسب کو اصطلاح مین **نسب عالی** کہتے ہین جسطرح قلت وسائط کی حیثیت سے وہ روایت جسکے سلسلہ مین رواۃ کا عدد کم ہو عالی کہلاتی ہی کیونکہ روایت کا شرف اُسیقدر زیادہ ہوگا،

جس قدر اُسکی تصدیق کے اسباب زیادہ ہون اور منجملہ اسباب تصدیق کے سبب قوی قلت وسائط ہی۔ علاوہ برین سلسلہ کا اتصال جسقدر قریب تر ہوگا اُسیقدر سلسلہ کی شان زیادہ ہوگی، مثلاً پانچ برس کی مدت مین ایک سلسلہ مین بسبب قلت اعمار دس وسائط ہوئے اور دوسرے مین بسبب طول عمر کے پانچ یا چار واسطہ ہوئے تو قلیل الوسائط مین متاخر شخص متقدم کو جدالجد کہے گا اور کثیر الوسائط مین جد جد جدالجد کہے گا اسیوجہ سے پہلا نسب عالی کہلائیگا۔

(۳) اِس نسب مین جتنے وسائط ہین اُنمین اکثر حضرات علما، زہّاد مقدسین اہل کمال ہین، مثلاً سید نعمت اللہ جزائری وغیرہ جنکا ذکر سابق مین ہوا۔

خصوصیات عہد طفلی

سالے کہ نکوست از بہارش پیدا

مفتی صاحب کے بچپنے کے حالات جو سُنے گئے ہین اُس سے اُنکی آئندہ زندگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ سے سریع الفہم اور انتہا کے ذکی الطبع تھے لہو ولعب اور کھیل کود سے ہمیشہ نفرت رہی عبادت کا ذوق فطری تھا اُنکے اشغال بچپنے مین اپنے ہمسنون کے ساتھ یہ تھے کہ سجدے کیا کرتے تھے اور اِس پر اصرار تھا کہ دیکھین کون زیادہ سجدے کرتا ہی۔ طفلی مین جسکے ایسے جذبات ہون اُسکو مرتبہ معرفت حاصل ہونا کیا مشکل ہی۔ وہ ہمیشہ دوسرونکو اپنے ساتھ عبادت کی طرف توجہ دلاتے تھے، کبھی دوپہر کی چلچلاتی دھوپ مین بالائے بام جاتے تھے، اور خاک پر پیشانی رکھکر اللہ اکبر کی تکرار کیا کرتے تھے اکثر ہزار سے زائد تعداد ہوجاتی تھی سجدہ مین اسقدر طول ہوجاتا تھا کہ پسینے پسینے ہوجاتے تھے اور خاک پر قطرات ٹپکتے جاتے مگر اُن کو عالم محویت مین خبر بھی نہ رہتی تھی جس کی روحانی ریاضت بچپنے مین ایسی ہو اُسکی انتہا کا اندازہ کرنا چاہیئے۔

طفولیت مین تصنیف روائح القرآن کی تمہید

جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے تو حاشیہ پر حرف فا سرخی سے کھینچتے جاتے تھے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ حرف فا علامت فائدہ کی ہی، کیا کلام مجید مین بھی فائدے فائدہ ہونا چاہیئے، مفتی صاحب نے کہا یہ علامت فضائل کی ہی، میرا ارادہ ہی کہ عنقریب ایک کتاب فضائل اہلبیت مین لکھون، چنانچہ اُسی زمانے مین روائح القرآن فی فضائل امناء الرحمان کی تصنیف کی بنیاد پڑی اس کتاب کے متعلق مفتی صاحب نے ایک خواب دیکھا تھا جو اپنے کشکول مین تحریر کیا ہی وہ بعینہ درج کیا جاتا ہے، اور یہ خواب غالباً تصنیف کے بعد کا ہے،

رویاء عجیبۃ رایتہا قبیل الفجر الاول من یوم الاحد ۲۹۔ محرم الحرام سنۃ ۱۲۶۷ھ

کانی انظر الی السماء فاذا فیہا سطور مکتوبۃ بالفارسیۃ قراتہا ومعی ابی فلما استیقظت نسیت مضمونہا الا الکلمۃ الاخیرۃ وھی ھذا انچہ مرتضی گفت حق است ثم انی عرضتہا علی الاستاذ العلامۃ سید العلماء دام ظلہ الی یوم القیمۃ فقال خیرا رائیت ھذا یدل علی ان ما الفتہ من کتاب روائح القرآن فی فضائل مولانا علی علیہ السلام فہو ثابت محفوظ فی اللوح المحفوظ وانک ستظہر مناقبہ علیہ السلام

فضائل اہلبیت اور نصرت دین محمدی کے لیئے جو لوگ خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہین اُنکے خیالات ابتداہی سے ایسے ہوتے ہین جزاہ اللہ خیر الجزا مفتی صاحب کو طالب علمی کے زمانے مین بھی کوئی شغل سوائے درس و تدریس

۲۹۔ محرم ۱۲۶۷ھ روز یکشنبہ فجر اول سے قبل مین نے عجیب خواب دیکھا کہ آسمان کی طرف دیکھ رہا ہون یکایک معلوم ہوا کہ وہان چند سطرین بزبان فارسی تحریر ہین جنھین مین نے پڑھ لیا اور اُسوقت میرے والد بھی میرے ہمراہ تھے اسکے بعد جب مین بیدار ہوا تو تمام مضمون اُن سطرون کا بھول گیا، فقط آخری کلمہ یاد رہا اور وہ یہ تھا، انچہ مرتضی گفت حق ست، اس خواب کو مین نے اپنے اُستاد سید العلماء کی خدمت مین عرض کیا، فرمایا خیر ارایت، یہ خواب اس بات پر دلالت کرتا کہ تمنے جو کتاب روائح القرآن فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام مین لکھی ہی وہ لوح محفوظ مین ثبت ہی اور انشاء اللہ تمھارے ذریعہ سے اُن حضرت کے فضائل و مناقب عالم مین عنقریب پھیلنے والے ہین،۔

و افادات و تحشی نہین رہا۔

لطیفہ ایام طالب علمی مین ایک شخص کسی دوسرے مذہب کا ان کے ہم سبق تھا اور وہ ہمیشہ ان سے پہلے سبق پڑھنے آجاتا تھا اِن کو کسی قدر تاخیر ہوجاتی تھی۔ وہ اِس سبقت پر تفاخر کرتا تھا ایک دن مفتی صاحب نے اُسکا جواب ایک شعر مین نظم کرکے اُسکو دیا۔

صبح کاذب پیشتر از صبح صادق مے شود	از منافق پیشدستی بر موافق مے شود

جو اُمور متعلق زہد و ورع و توکل و مکارم اخلاق مفتی صاحب کو عہد طفلی مین حاصل تھی لوگونکو آخر عمر مین بھی میسّر نہین ہوسکتی جسکا ذکر باب الزہد مین ہوگا۔

لطیفہ غالبًا چار پانچ برس کے سن مین مولوی عبدالقوی صاحب سے تعلیم متعلق کی گئی، مولوی صاحب نے اوّل سورۂ حمد تبرکًا زبانی پڑہا کر قاعدہ بغدادی شروع کرایا، فقط تین دن الف با تا کا درس دیا چوتھے دن پندنامۂ سعدی ترجمہ کے ساتھ شروع کرادیا، مولوی صاحب نے اُسوقت یہ بھی بتایا کہ یہ نظم شیخ سعدی کی تصنیف ہے مفتی صاحب نے کہا مولوی صاحب اسکے پہلے آپنے نہین بتایا کہ الف ب ت کس کی تصنیف سے ہے مولوی صاحب نے ہنسکر کہا کہ یہ تو مجکو بھی نہین معلوم۔

تتبع گلستان مین ایک نثر لکھی۔ مفتی صاحب کو ابتدائے سن سے لہو ولعب سے نفرت رہی اور تحصیل علوم و تصنیف سے رغبت رہی شروع زمانہ تعلیم مین جب گلستان و بوستان پڑھتے تھے تو ایک نثر تتبع گلستان مین لکھی جسکا پتہ اُنکی کتابون مین نہین لیکن اِس نثر کے متعلق خود تحریر کرتے ہین، ہر چند نسبتے باو نداشت، اما از حوصلہ اتراب من زائد بود،

ایک سال تک فارسی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، اِس کے بعد میزان الصرف پڑھی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاپردازی و عبارت آرائی کا شوق اُن کو بچپن ہی سے تھا،

مولوی عبدالقوی صاحب

مولوی عبدالقوی مولوی صدرو صاحب کے شاگرد اور قناعت صدق و دیانت سے موصوف

طرز تعلیم

اور مفتی صاحب کے والد کے یہان تعلیم اطفال پر مامور تھے، آداب تعلیم مین نہایت اچھی مہارت رکھتے
تھے لڑکون پر انکا رعب بہت تھا مفتی صاحب کی تعلیم کے متعلق انکو نہایت اہتمام تھا، انکی ذہانت نے انکی توجہ مین خاص
اضافہ کر دیا تھا، کبھی کسی جگہ انکو تنہا نہین جانے دیتے تھے۔ اس طرز تعلیم اور احتیاط کا اتنا اثر تھا کہ مفتی صاحب خود
تحریر کرتے ہین کہ مین اٹھارہ برس کی عمر مین جب حکیم مرزا علی حسن خان صاحب سے طب پڑھا کرتا تھا ایک روز واپسی کے وقت
کوئی آدمی ساتھ نہین تھا مین اپنا مکان بھول گیا اور پھر حکیم صاحب کے یہان واپس آیا جب
حکیم صاحب نے آدمی ساتھ کیا تو مکان پہونچا،

الحیاء جزء من الایمان

ابتدا سے مزاج مین نہایت عفت و حیا تھی والدین کے ہمراہ جب کبھی کھانا
کھانے بیٹھتے تھے تو دسترخوان پر جو کچھ ہوتا تھا سر جھکا کر کھا لیتے تھے کبھی سوال نہین کیا جیسا کہ بچون
کی عادت ہوتی ہے خود ایک مقام پر لکھتے ہین کہ بعض اوقات بمفاد الحیاء مانع الرزق
مال و منال سے مین محروم رہا لیکن کبھی اسکا خیال بھی نہین آیا۔ کتب درسیات سے فراغت پا کر
رفتہ رفتہ جناب سید العلماء[1] کی صحبت مین داخل ہو کر شرف خاص اور امتیاز مخصوص حاصل کیا
اکثر فقراء مساکین و اہل غرض انکی وساطت سے اپنا عرض حال جناب مجتہد العصر کی خدمت مین
پیش کرتے تھے یہ بات بھی شدت حیا سے مفتی صاحب کی طبیعت پر گران تھی کہ دوسرونکی جانب
سے کوئی سوال پیش کیا جائے مگر بمصداق افضل الاعمال احمزها رفتہ رفتہ
لوگون کے سوال پیش کرتے کرتے وہ کراہت جاتی رہی۔ مولوی عبدالقوی کی نسبت جناب مفتی
صاحب تحریر کرتے ہین کہ نہایت مستغنی المزاج تھے اور فقر و استغنا مین بسر کرتے تھے اس لیے
میری طبیعت مین [illegible] اور استغنا اور عزلت نشینی [illegible]

---

[1] سید العلماء کے مختصر حالات بھی اس کتاب مین آپ کو ملینگے۔

ابواب الجنان کے انداز پر ایک کتاب تصنیف کی

اُسی زمانے مین کتاب ابواب الجنان کا مطالعہ رہتا تھا جس کے اثر سے طبیعت مین انتہا کی گوشہ نشینی اور انقطاع الی اللہ کا مادہ پیدا ہو گیا ابواب الجنان کے دوران مطالعہ مین ایک کتاب اُسی انداز پر خود تصنیف کی جو ابھی تک شائع نہین ہوئی ہی یہان اُس کا دیباچہ بطور نمونہ درج کیا جاتا ہی جس سے اُن کے اُن جذبات معرفت اور ادبی ذوق کا پتہ ملے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی قہر العباد بالموت والفناء وخص العباد بالمحنۃ والبلاء ولم یترک الانسان سدی والصلوٰۃ علیٰ سید الانبیاء المخلصین والاصفیاء المکرمین الممتحنین بالفتن الصابرین فی المحن سما المجد والعلی محمد المصطفیٰ وسائر آل العبا والائمۃ النجباء بدور الدجی وشموس الہدی سفن النجاۃ ومنقذی الغرقی الذین کرموا بالسعادۃ وختموا بالشہادۃ **وبعد** فقال العبد المعیب لذی بردہ المشتری عباس بن السید علی بن السید جعفر الشستری کفر اللہ سیاتہم وضاعف حسناتہم بحق ساداتہم وہداتہم وقادتہم وولاتہم، بر دانایان صاحب بصیرت و بینایان نیکو سیرت مخفی و محتجب نماند کہ بیوفائی دُنیائے فانی و بے ثباتی رشتۂ زندگانی افسونگری روزگار ناہنجار و شعبدہ بازی خلک دوار نہ بمنزلہ ہین وظاہر و نہ بمثابہ روشن و باہر است کہ حاجت دلیل آوردن و مخافت انکار کردن داشتہ باشد موت طبیعی باختلاف عبارۃ و بیانات برائے جمیع حیوانات مقدر و لازم و ثابت و متحتم است و در دفع آن تدابیرے واز وقوع آن گزیری نیست و علاوہ بر آن امراضے کہ برخی از ان در کتب طبیہ ضبط گشتہ از حصر و حد و احصاء و عد گذشتہ اند و ہر یکے از انہا مہلک مے تواند بود

ومع ہذا از مفسدات خارجیہ مثل غرق وخنق وغیرہا کہ موجب آجال اخترامیہ اند بالکلیہ قطع نظر
نمی توانند نمود **قطعہ**

تا درین گلہ گوسفندے ہست
زنشنیند اجل ز قصابی
تو چراغی نہادہ در رہ باد
خانہ در ممر سیلابی
خفتنت زیر خاک خواہد بود
ایکہ در خواب گاہ سنجابی
خشت بالین گور یاد آور
ایکہ سر در کنار احبابی

اما ہوائے نفسانی ووسوسہ ہائے شیطانی انسان را در ورطہ ہلکات وہلکہ بلیات می اندازد
و بہ مکر وحیل فکر اجل را از خاطر با فتور دور میسازد وچون وقت موعود ومرگ روز معہود رو
می آرد مسکین غیر از ندامت وپشیمانی وحسرت وحیرانی چیزے بدست ندارد و نعم ما قیل

اَلدَّهْرُ سَاوَمَنِیْ عُمْرِیْ فَقُلْتُ لَهٗ
مَا بِعْتُ عُمْرِیْ بِالدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا
ثُمَّ اشْتَرَاہُ بِتَدْرِیْجٍ بِلَا ثَمَنٍ
تَبَّتْ یَدَا صَفْقَةٍ قَدْ خَابَ شَارِیْهَا

وعن علی بن الحسین علیہ السلام فی حدیث طویل قال اشد ساعات بن آدم ثلث ساعات
الساعة التی یعاین فیہا ملک الموت والساعة التی یقوم فیہا من قبرہ والساعة
التی یقف فیہا بین یدی اللّٰہ " یعنی سخت ترین ساعتہائے آدمی سہ ساعت ست
اول ساعتیکہ دران مرگ را مشاہدہ کند دوم ساعتیکہ از گور بر خیزد سوم وقتیکہ روبروئے خداوند
قہار ایستادہ شود انتہی ودرین ہر سہ ساعت چہ قدر بر روزہائے وشبہائے غافلی افسوس خورد
ونفعے ندہد اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر ظاہر المعنی۔ آیا عمری
بشما عطا نہ کردیم کہ دران میتوانید پند بگیرد وکسیکہ پند بگیرد واز مولانا امام ابو عبد اللّٰہ جعفر بن محمد
علیہما السلام منقول است کہ فرمود این آیہ سرزنش است کسی را کہ ہیژدہ سال داشتہ باشد

اللهم ایقظنا من رقدة الغفلة مثنوی

آه که فرصت همه برباد رفت | عمر نه بر قاعدهٔ داد رفت

باغ جهان بوی وفائی نداشت | سبزهٔ او مهر گیاهی نداشت

چرخ ستمگر ز جفا بس نه کرد | عمر چنان رفت که رو پس نه کرد

نقل عن بعض الحکماء ان الموت کسهم یرسل الیک وعمرک بقدر مسیرة الیک
یعنی مرگ مثل تیری ست که بسوی تو انداخته شده و عمر تو بمقدار رسیدن آن تیر ست بجانب تو کدام کسی است که از خدنگ قضا مصئون است و کدام تنفسی که از خدنگ بلا مامون **مثنوی**

بیا تا بعبرت نگاهی کنیم | وزین کوچ که رو براهی کنیم

ببین تا ز آغاز آدم چه کرد | چو زد خیمه بیرون ز عالم چه کرد

چه شد نوح و هرچه بودش نشست | بکشتی که طوفان مرگش شکست

کجا شد خلیل و نمکدان او | که از مرگ شد بی نمک خوان او

چه شد حال یعقوب و یوسف کجاست | از و جز نفیر تاسف کجاست

ز مصر از چه رو کوس تحویل زد | که مصر از غمش جامه در نیل زد

سلیمان کجا رفت و کو آصفش | چرا خاتم ملک رفت از کفش

کلیم و عصا کو و آن طور نور | چه شد فرعونیان از پی آشوب شور

محمد که خورشید افلاک بود | در آخر مقامش ته خاک بود

ز بیداد این سبز گنبد گزند | نگوییم بر ایشان که بر خود گری

برین رفتگان گریه بس درخور است | ولی از همه بر خود اولی تر است

بکار جهان بند بودن که چه | بدین شعله خورشید بودن چه

چو زاول ترا مادر از مهر زاد — بجز دست خالیت چیزے نداد
ازین ورطه چون پائے بیرون نهی — بود در راه تو دست تهی
مکن در میان دست خود را گرو — چه چیزیکه گویند بگذار و رو
چو در دخمه خاک جا کردنی است — رها کن رهی کو رها کردنی است
چه پیچی درین چار گوشه سرائے — که جز چار گز را نه کتخدائے
اگر تاجداری و گر سرفراز — بتاج و سر خویش چندان مناز
که یک صدمه زین باغ نیلوفری — رباید بسی تاج بر سر سری

لطیفه دنیاے که خون چندین برادران ایمانی، و دوستان جانی بر گردن داشته باشد و با ما هیچ دقیقه غدر و بیوفائی، و ظلم و زور آزمائی، نگذاشته آیا لائق انتقام است، یا قابل احترام چه غفلت و جاهلیت است، که در عقب عدوے جانستان میرویم، و کدام غیرت و حمیت که با دشمن دوستان دوست میشویم **مثنوی**

کنده پیریست جهان عشوه نما — دل صد تازه جوان کنده زجا
دل خورشید دلان خون کردهٔ — تا ازان چهره شفق گون کردهٔ
لبش از ماتم شوهر خندان — تیز در زخم کسانش دندان
نیست از شیوهٔ بالغ نظری — که پے دنبالهٔ چشمش نگرے
چند ازو روے نهی در پستی — بجه از وے که چو جستی جستی
هست ازان بند اهل گسستن — بخدا عز و جل پیوستن

روی رئیس المحدثین رح فی الفقیه انه نزل جبرئیل علیه السلام علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم فقال له یا جبرئیل عظنی فقال یا محمد عش ما شئت فانک میت

واحبب من شئت فانک مفارقہ واعمل ماشئت فانک ملاقیہ،،

یعنی جبرئیل برسید المرسلین وخاتم النبیین صلوات اللہ علیہ وآلہ الطیبین نازل شد

پس آنجناب التماس کرد کہ اے جبرئیل مرا پندی بدہ روح القدس در مقام موعظہ گفت

ای محمد ہر قدر بخواہی زندہ باش بدرستیکہ تو خواہی مرد وہر کسی را کہ بخواہی دوست بدار بدرستیکہ

از و جدا خواہی شد وہر عملیکہ خواہی بکن بدرستیکہ آنرا خواہی یافت، **فرد**۔

آن راہ دو تلخ است کہ ابلیس میرود | راہی بسوئے عاقبت اکنون مخبری

و اعتماد و اغترار بہ وفائے زندگانی وبقای جوانی کار بیست جاہلانہ لائق بشان عقلا نہ **نظم** خوش است

عمر چہ حاصل کہ جاودانی نیست پس اعتماد برین پنجروز فانی نیست + درخت قد صنوبر خرام انسان را

مدام رونق از بادہ جوانی نیست + گلی ست خرم وخندان وتازہ وخوشبو دلی امید نباشش چنانکہ زانی

نیست + مدام پرورش اندر کنار مادر دہر + طمع مکن کہ درو بوئے مہربانی نیست + مباش غرہ و

غافل چو میش سر در پیش + کہ در طبیعت این گرگ گلہ بانی نیست + چہ حاجت است عیان را

باستماع بیان + کہ بیوفائی دور فلک نہانی نیست + کدام باد بہاری وزید در بستان + کہ باز در عقبش

نکہت خزانی نیست + دل اے رفیق بااین کاروان سرائے مبند + کہ خانہ ساختن آئین کاروانی

نیست + کف نیاز بدرگاہ بے نیاز برآر + کہ کار مرد خدا جز خدائے خوانی نیست + خوشا بحال

کسانیکہ دل برعروس جہان ننہادہ اند واین عروس خشک پستان را طلاق دادہ قبل

از مرگ مردہ اند وگوی سبقت بردہ چہ مرارت روزگار غدار با لاضطرار کشید نیست

وشربت ناگوار اجل چار ناچار چشیدنے سبحان اللہ چشم از حوادث بستہ و غافل بیخبر

نشستہ **قطعہ**۔

مرگ اینک اژدہاے دہانست پیچ پیچ	لیکن ترا چہ غم کہ بخواب خوش اندری

فارغ نشسته بفراخات کام دل ۔ بار سے ز تست گذار سے بحدیا د نادے

چه بسیار جوانان دلربا، و سرو قدان گلگون قبا، گلعذاران غنچه دهن، و یاقوت لبان سیمین تن، شیرین سخنان شکر گفتار، و یکه تازان چابک سوار، که بدست قضا پیمانهٔ عمر را فاکردند، و بر لب غنچه آسا مهر خموشی زدند، یکبار از کنار یاران برکنار رفتند، و هم آغوش گور تنگ و تار گشتند مناسب این مقام محنت انجام بلکه اصل مرام و مبنای کلام قصه پر غصه ایست که درین ایام سراسر آلام روداده و داغ تازه بر جگر احباب نهاده خارها یکسر در سینه شکسته و تیرها تا پر در دل نشسته، مثنوی،

ما هم ازین پیش کسے داشتیم ۔ همدمے و همنفسے داشتیم

زان همه گلزار گیاهی نماند ۔ اهل چه جوئیم جو جاهی نماند

حال کرا گویم و هم حال کو ۔ همنفس یار من امسال کو

رفته بغار ان همه یاران غار ۔ ای من مسکین سگ یاران غار

خاک شد آن صورت زیبای شان ۔ اے سر من خاک کف پای شان

موے ز سر در و چو آشفتگان ۔ گام زدم بر سر آن خفتگان

خاک نجائیدم و آبم نبود ۔ نعره زدم هیچ جوابم نبود

همنفسے نیست درین بوستان ۔ باکه توان گفت غم دوستان

فاخته هر صبح که کوکو زند ۔ سوختنی از جگرم بو زند

وه که نماند از دل پرخون نشان ۔ گم شدگان راز که جوئیم نشان

صورت این معنی آن که جناب مستطاب معلی القاب سلالة الاطیاب ممدوح الاقاصی والادانی، صاحب الکمال الرائق والجمال الشعشانی، المرزا محمد علی التاجر الاصفهانی بلغه الله

الآمال والامانی که از احیاے عالی وقار و اسدقاے صداقت شعار این خاکسار می باشند فرزند سعادتمند ہی داشتہ اند سمی خامس آئمہ کرام و قدماے اہلبیت نبوت علیہم السلام بسن چہاردہ سالگی که اگر گویند ماہ چہاردہ شبہ از حسرت رخسارش سراسر داغی بودہ بجاست یا خورشید عالمتاب بر طلعت با انوارش چشم حیرت کشودہ روا گل رعنا را ہمرنگ چہرہ اش شمردن تشبیہ مرغوبیست و نرگس شہلا را بیمار چشمش گفتن تشخیص خوبی لراقمہا ؎

نو گلی تازہ روے خندانی	عندلیب ہزار دستانی
لالہ روے و یاسمن بوے	راست بالائی و کج ابروے
رشک طوطی لب شکر شکنش	جان شیرین فداے ہر سخنش
وہ چہ قدسے رسائی رعنائی	غیرت سرو رشک طوبائی

و با صورت حسن حسن معنی و سیرت راجمع کردہ و در عبادات و ریاضات شبہا بروز و روزہا بشب آوردہ و خصوصاً در لیالی متبرکہ و ایام شریفہ مصروف ادعیہ لطیفہ و اوراد منیفہ بودہ بالاستمرار در طلوع اسحار تذکار اذکار و تکرار استغفار می نمودہ در حیا و حجاب بنہایتی کہ گاہے در تخاطب سر از جیب بر نداشتہ و در حلم و تحمل بغایتی کہ دشنام را جواب بغیر از دعا نپنداشتہ پوشیدہ بر و صدقات بارباب حاجات میرسانیدہ و ہرگز خاطر کسے را نہ رنجانیدہ و در تجرد و آزادگی بے بدل و در تواضع و افتادگی فرد اول چنانکہ گفتہ اند ؎

کوش کہ باشی بہ رضائی ہمہ	دست ہمہ بوسی و پائی ہمہ

از علائق دنیوی آزادہ، و بر سفر اخروی آمادہ، دائماً در اکتساب عمل و پیوستہ در اشتیاق اجل بامر واجب الائتمار والد بزرگوار خود پیش این ہیمقدار مباحثہ و تکرار شروع کردہ قدرے از علوم عربیہ و پارہ از فن میزان بمطالعہ در آوردہ طبعی بغایت سلیم و ذہنی نہایت مستقیم

شام و سحر ہمراہ برادر کہ در شکل و شمائل تصویر او و در فواضل و فضائل نظیر او ست رونق فرمائے
محفل احباب و زینت افزائے مجلس اصحاب می شد ؎

دو پاکیزہ صورت چو حور و پری | چو خورشید و ماہ از سہ دیگر بری
دو صورت کہ گفتی یکی نیست بیش | نمودہ در آئینہ ہمتائے خویش

عاصی کثیر المعاصی با قلت متاع و قصر اغ در مقام تربیت آن دو گل رعنا نشستم و کمر
سعی بر میان جان بستم و چون طبع ایشان را مناسب مطالب علمیہ و مقاصد حکمیہ و مائل
علوم دینیہ و فنون یقینیہ دیدم در ابلاغ شان باقصائے درجۂ فضیلت و منتہائے رتبۂ علمیت
میکوشیدم و بسیاری از مروارید ناسفتہ و فرائد نہفتہ بگوش ہوش شان میکشیدم اما برادر
بزرگ از علوم عقلیہ حظی اوفر و بہرہ اکثر می ربودہ و این غریق رحمت یزدانی و مرغ جنّت آشیانی
در اکثر اوان بلب قندفشان از احوال ہوال روز محشر و سوال نکیر و منکر بتکرار استفسار می نمودہ
و زبان شیرین بیان او بمضمون این اشعار ملالت آثار شکر بار بودہ قطعہ

اَلَا مَوْتٌ یُبَاعُ فَاَشْتَرِیْہِ | فَہٰذَا الْعَیْشُ مَالَا اَشْتَہِیْہِ
اِذَا اَبْصَرْتُ قَبْرًا قُلْتُ شَوْقًا | اَلَا یَالَیْتَنِیْ اَمْسَیْتُ فِیْہِ
اے عمر خوش انست گر سرائے | ورے جان چہ بود اگر برائے

بظاہر ہمیشہ شگفتہ رو و خندہ پیشانی بود، و بزبان حال این مقال ترنم می نمودہ ؎

صاحب نظری کو کہ بدو بنمایم | صد گریہ زار زیر ہر خندہ خویش

القصہ مست بادہ غفلت بودیم و ساغر طرب می پیمودیم کہ بیک گردش لاجوردی بزم خرّمی
برچیدند، و بساط نشاط را در نوردیدند، روزگار نکوہیدہ کردار سنگ تفرقہ در میان یاران
وفادار انداختہ، از فیض صحبت یکدگر محروم ساختہ، ریاحین افادات را پژمردہ، و ازہار خواطر

را افسرده کرده برین هم اکتفا نموده طرحی دیگر ریخته خاکی بر سر احباب بیخته، سینه یاران را از
سیلاب بلا خراب کرده و دل هواداران را بر آتش غم کباب توضیح این مقال و تفصیل این اجمال
اینکه چون آن گل گلستان جمال و نهال بوستان آمال لاله صحرای ناکامیها، محمد باقر ملقب بملا
از سن ترعرع گذشته، پا بسن رهاق گذاشته، حسنش دوبالا شده و بالایش رعناتر از طوبی، چنانکه گویند ه

دل زکفت دادهٔ سروت شمشاد　　بندهٔ قد تو سرو آزاد
وه چه قد همت ارباب کرم　　شاخ گل سرو روان نخل ارم

مرزای مصدر الالقاب با زمرهٔ احباب بفکر دامادیش نشستند، و از حقه بازی فلک بازیگر
چشم بستند ه

همه غافل ز لعبت باز گردون　　که تا آرد چه نقش از پرده بیرون

هنوز شاخ تمنای ایشان برگ و بری بهم نرسانیده بود و چمن مدعا گلی ننماینده که هوای
صرصر خزانی در گلزار زندگانی آن گلبن امانی وزیده شرحش اینکه روزی آن غریق بحر رحمت
از خدمت والد والا منزلت رخصت و اجازت گرفته بر لب آب با جمعی از احباب و اتراب
رفته شنیدم در وقت وداع پدر لب خنده نموده گویا اشاره بمفاد این اشعار بود قطعه

وَلَدَتْكَ اُمُّكَ يَا ابْنَ آدَمَ بَاكِيًا　　وَالنَّاسُ حَوْلَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا
فَاجْهَدْ لِنَفْسِكَ اَنْ تَكُوْنَ اِذَا بَكَوْا　　فِيْ يَوْمِ مَوْتِكَ ضَاحِكًا مَسْرُوْرًا

بالجمله چون این طاؤس زیبای جنت و بط دریای رحمت همراه یاران زمان گردیده بر لب
دریا رسیده از جریان آب چشمی داده چون قطره بآب در آمده مشغول آب بازی شده که ناگاه
بگردش قلزم نگون و جنبش این دریای خون سرش گردیده یا پایش الغزیده یا آفتی دیگر رسیده
مانند عکس ماه چنان سبک بدریا افتاده که از حرکت آب هم باصحاب آگاهی نداده از بسکه

دست از زندگی شسته بود و بینیاے دنی سرپا زده دست و پاے نزد و سر از آب برنیاورد قهمه

زجان ولسرو شد یکباره در آب | فرو بنشست آتش پاره در آب

یاران وقتی بخود آمدند که یار را گم کرده بودند اول آن غریق بلا را بساحل نجات جستند و آخر
چون بخت برگشته خود بدریا برگشتند و بکمال تشویش کالغریق یتشبث بکل حشیش تفتیش دست و
پا زدند اما آبے بروے کار نیاوردند مصرع

نتوان کرد آب رفته بجو

بهرحال غرق عرق انفعال گردیدند و قطره زنان پیش والد آن خجسته خصال رسیدند پدر بغم مبتلا
از شنیدن این واقعه جانگزا و هاله هوش ربا دست و پا راگم کرده چون ماهی بے آب در اضطراب
افتاده خود را در گرداب بلا دیده ول دل کنان بلب دریا رسیده خواست که باو ملحق شود
مگذاشتند و غواصان و دامداران را طلبداشتند قریب بربع روز بجستجوے آن گوهر یدانه
و درشاهوار کوشیدند تا اینکه کشتئ زر به پشت ماهی پشت داده و طشت سیمین بدریائے قیر افتاد
نعش آن ماه پری پیکر را چون ماهی در دام کشیدند و **قوعی** ؎

چو عکس آفتاب از موج آبش | برآوردند با چندین طنابش

نوعی

خروشش از چرخ نیلی پوش برخاست | چو گفتی صد قیامت جوش برخاست

سید

برامدان درِ غلطان ز دریا | فتاد از چشم غواصان گهرها
نبودش آب رنگ زندگانی | فسرده چون گل فصل خزانی

و در لب سرخش کبود رنگ شده بود شاید که درمیان دریا لعلش به سنگ خورده ؎

شد از آشوب این فیشرزه دریا عقیق ناب او فیروزه آسا

خلاصه از آبش برداشتند و بر خاکش گذاشتند پدر چه خاکی که بسر نکرده و چه سری که بسنگ و خاک نزده، لراقمها

ان جگر پاره رابرکشید سر آه از جگر بکشید
در دهان پسر زبان بگذاشت شورش و شیون و فغان برداشت
ناله برکشید کاسے ملا پسر تو رسید این چه بلا
لب لعل تو نیلگون شده است سر تو لاله گون زخون شده است
از شکر خواب چشمکے واکن عیش تلخ مرا تماشا کن
باید سر گذشت آب بگو نعره ها منزنم جواب بگو
رونق بزم من کجا رفتے چه شنیدی زمن چرا رفتے
باز آگل عذار من باز آ طوطے جوئبار من باز آ
تو گل خنده روئی من چه شدت نکہتی روی سوی من چه شدت
ساخت آب از برات خاک مکان زہوا سے تو آتشم درجان
در دل و چشم و بر سر احباب بیرخت باد خاک و آتش و آب

قریب بود که خود را در ورطه ہلاکت اندازد، و جان را فدائے آن جان جہان سازد، لکن در حدیث آمده که در وقت وفاتِ مومن کسی که از اہل و متعلقین او غمگین تر باشد حقتعالی فرشته پیش او میفرستد که دل او را مسح میکند و سوزش غم رامی نشاند و اگر چنین نباشد دنیائے خراب خراب تر شود و انتظام عالم بر باد رود الغرض عیش صافی یاران مکدر شده، و زندگی شیرین از مرگ تلخ تر خونابه از فواره دیده ہا روان گردیده و سیلاب سرشک ہمچشم طوفان

تا شائیان از مشاهدہ آن پسر خاک بسر و بازاریان از استماع این خبر نوحہ گر ہر کس کہ آن دو نور دیدۂ

را تمع دیدہ از انفراد و یکے بے اختیار نالیدہ ؎

وکل اخ یفارقہ اخوہ لعمر بیك الا الفرقدان

چون این واقعۂ ہائلہ بسمع ناصحی رسیدہ بر خود لرزیدہ نالہ ہائے چند کہ موزون کردہ درین مصیبت نامہ

آوردہ مرثیہ

غرق آبی شدمی و نار فشانم بے تو سیل خونین شدہ از دیدہ روانم بے تو

بودۂ رنج فزای دل افسردۂ من نیمجان ماندہ ام ای جان جہانم بے تو

تو اگرچند کہ در خاک بمانی بے من خاک بر زندگیٔ من کہ بمانم بے تو

با تو بودہ است مرا زمزمہ پردازیہا کہ کند گوش بفریاد و فغانم بے تو

تو حیات ابد از مرگ گرفتی بے من من ازین عمر کہ فانی ست بجانم بے تو

با تو دیروز مرا نغمۂ شادی بودست وہکہ امشب یکے از نوحہ گرانم بے تو

سید اگر بتوانی برسان این سخنش میتوان کرد تماشا کہ چسانم بے تو

انا للہ وانا الیہ راجعون وکان ذلك لست خلون من المحرم الحرام من شہور السنۃ الثامنۃ والاربعین عن ہجر سید الانام علیہ والہ الصلوۃ والسلام

افسوس ہی کہ جو رسالہ گلستان سعدی کے انداز پر تحریر کیا تھا وہ باوجود تفحص و تلاش کہین دستیاب نہین ہوا ورنہ بعض مقامات اسکے بھی نذر ناظرین کیۓ جاتے۔

کمسنی کے تصنیفات جہان تک معلوم ہو سکے اُنمین ایک دلیل قوی فارسی زبان مین ہی جسکا ذکر مولوی عبد القوی صاحب کے حالات مین مفصل ہو گا۔ ایک مثنوی بنیاد اعتقاد ہے

جسمین خود فرماتے ہین ؎

تصنیف کمسنی مین کیا اِس کتاب کو	یہ ہدیہ ردیہ دیا ہے شیخ و شاب کو
دیکھے بہت رسالے حدیث و کلام کے	لکھے ہین چند حرف مناسب مقام کے

اسکے علاوہ کئی حاشیے ملا حسن اور حمد اللہ اور ملا جلال اور دیگر کتب درسیہ پر حداثت عمر مین تحریر کیئے۔ مثنوی من و سلوی بھی کم سنی اور عنفوان شباب کی تصنیف ہی جسمین ایک مقام پر فرماتے ہین ؎

تو نظر بر خورد سالیم مکن — بین چسان پیرانہ گفتم ہر سخن

قابل لحاظ یہ بات ہی کہ مفتی صاحب نے جو کارہائے نمایان کئے اور جو علمی حیرت انگیز امور اُن سے ظاہر ہوئے اور کمسنی مین جو جودت فہم اور استقامت طبع اور حسن سلیقہ اور جدت و ذکاوت اُنمین موجود تھی یہ اُن کے اساتذہ کی تعلیم کا اثر نتھا بلکہ یہ فیضان الٰہی اور اُنکی ذاتی طباعی کا اثر تھا اور اُنکے خاندان کے علم کے برکات تھے مفتی صاحب کا خاندان اگرچہ علم و ورع و تقوی کے ساتھ ہمیشہ سے معروف تھا لیکن علامہ زمان سید نعمت اللہ جزائری طاب ثراہ کے وقت سے یہ خاندان بالخصوص خاندان علم و کمال ہوگیا اور تعلیم و ہدایت و تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے اطراف عالم مین اسکے برکات پھیل گئے اور زہد و قناعت و طاعت و عبادت و ورع و پرہیزگاری اور علمی کارنامے اِس خاندان کے ضرب المثل ہوگئے انھین بزرگون کے برکات تھے جو کمسنی ہی مین مفتی صاحب سے ظہور پذیر ہونے لگے اور انھین اکابر کے کمالات کا اثر تھا جو خون کیطرح مفتی صاحب کی رگ رگ مین پہونچا تھا اور خاندانی میراث تھی جو بالاستحقاق انھین ملی تھی اور یہی سبب تھا کہ جو کچھ پڑھا تھا اُس سے دو چند بلکہ ہزار چند زیادہ برکات ظہور مین آئے وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اسپر

جناب سید العلماء طاب ثراہ کی پاکیزہ اور گرانقدر صحبت کا اضافہ ہوا اور تعلیم و استفادہ بھی فرمایا نورٌ علیٰ نور کے مصداق ہو گئے۔

تحصیل علوم

(باب)

ابتدائی کتابین پڑھ کے ساتوین برس مولوی عبد القدوس صاحب (شاگرد ملا حسن صاحب شرح سلّم) سے مصباح شروع کی اُسکے بعد مولوی قدرت علی صاحب (شاگرد رشید بحر العلوم مولوی عبد العلی) سے کتب معقولات و حساب و فلسفہ و ہیئت و ہندسہ پڑھکر چودہ سال کی عمر مین فارغ التحصیل ہوئے اور کتب بینی کا سلسلہ شروع ہوا۔

تحصیل علم طب تھوڑے دن کے بعد مولوی عبد القوی صاحب کی ترغیب و تشویق سے فن طب کا شوق ہوا موجز اور اقصرائی حکیم مرزا عوض علی صاحب شاگرد حکیم آغا صاحب سے پڑھکر نفیسی شرح اسباب قانون طبیب الملوک اور مسیح الدولہ سے پڑھا ایک زمانہ تک مطب بھی کیا یہانتک کہ فن طب مین بہرہ تام حاصل ہوا اور اکثر مایوس العلاج مریض جن کو اطبائے عصر نے جواب دیا تھا مفتی صاحب کے علاج سے صحت یاب ہوئے ایک شخص کو ان کے معالجات کا ایسا عقیدہ ہوگیا تھا کہ جب بیمار ہوتے تھے انھین کا علاج کرتے تھے اور خداوند عالم انھین کے علاج سے اُنھین صحت عطا فرماتا تھا یہانتک کہ وہ انھین مسیحائے وقت کہنے لگے۔ ایک مرتبہ ایک مستسقی کا معرکۃ الآرا علاج کیا اُس زمانے مین اسی فن کے متعلق زیادہ مشاغل رہے طلبہ کو درسیات طبیہ بکثرت پڑھائے جنمین اکثر کامل طبیب نکلے۔

خوف الٰہی ایک روز مطالعہ کتب اخبار مین مصروف تھے کہ یہ حدیث نظر سے گزری الطبیب ضامن ولو کان حاذقا اسکو دیکھتے ہی دل خوف خدا سے کانپنے لگا اُسی دن سے طب کا

مشغلہ بالکل چھوڑدیا، اور معالجہ مرضی سے دست بردار ہوگئے پھر عمر بھر کسی کا علاج نہین کیا!

شاعرانہ تخئیل | مستقل طریقہ سے مفتی صاحب نے مولوی عبدالقوی مولوی قدرت علے مولوی عبدالقدوس سے کتب درسیّہ ختم کئے۔ چنانچہ ایک قطعہ مین اسکو نہایت لطف سے ظاہر کرتے ہین ؎

در عرصہ گاہ علم کہ خیلے وسیع بود | باضعف و عجز پا چو نہادیم درمصاف
قدوسی و قوی لقب قدرت علے | از قاف تا بقاف رسیدیم زین سہ قاف

مفتی صاحب کو ہمیشہ کتب بینی اور تصنیف و تالیف کا ذوق رہا طالبعلمی کے زمانے مین بھی علمی مباحثات اور تحریر مطالب مین اہتمام تھا اور تحقیقات و تدقیقات اور حل مشکلات مین برابر مصروف رہتے تھے۔ چودھوین برس انھون نے مستقل طور سے کتب بینی شروع کردی اور اس مشغلہ سے اپنی معلومات کے دائرہ کو بلا اعانت غیرے اسقدر وسیع کیا کہ اٹھارھوین برس وہ ایک زبردست عالم ہوگئے اسی اثنا مین چند رسائل بھی تصنیف کیے جنمین بعض کا اجمالی ذکر اس سے قبل لکھا گیا اور مفصل ذکر باب تصانیف مین ہوگا۔

واقعہ | مفتی صاحب کے ایام طالبعلمی مین ایک شخص مرزا محمد علی نامے تاجر صفہانی مفتی صاحب کے احباب خاص سے تھے اور نہایت سخی اور دریادل تھے انھون نے اپنے اطفال کے متعلق چاہا کہ مفتی صاحب کی تعلیم سے انھین شرفیابی حاصل ہو مفتی صاحب نے قبول فرمایا لڑکے رات کو پڑھا کرتے تھے اور وہ خود بھی سبق کے وقت آکر لڑکونکا پڑھنا سُنا کرتے تھے اور بیحد خوش ہوتے تھے۔ بڑے لڑکے کا نام آقا محمد اور منجھلے کا نام مُلّا باقر تھا مفتی صاحب اُن لڑکونکے نسبت تحریر فرماتے ہین۔

"پسرانش کہ ذہین و فطین بودند آناً فاناً در تحریر و تقریر علم ادب ترقی می کردند و باوجود

امیرزادگی میلے بتواضع و انقیادگی داشتند و باوصف حداثت سن در عبادت وصوم وصلوٰۃ

صرف اوقات می نمودند و اکثر لیالی متبرکہ را احیا می کردند علی الخصوص وسطی کہ ملا باقر میش

می گفتند خیلے آرمیدہ وجامع صفات پسندیدہ و اکثر متذکر مرگ و اہوال قیامت و بیشتر

ساکت وصامت بود"

ان لڑکون نے مفتی صاحب کے فیضان صحبت سے خاص قابلیت حاصل کی خصوصًا

مُلا باقر نے جسکا ذکر مرحوم نے خاص الفاظ مین کیا ہو اُسی زمانے مین ملا باقر دریا مین ڈوب کر

غریق رحمت ہوا۔ اس مرگ جوانی اور واقعۂ ناگہانی سے آپ کا دل داغ داغ ہو گیا اور

مفتی صاحب پر بھی بیحد اثر ہوا اُسی عالم مین ایک رسالہ تنبیہ الغریق[1] تصنیف کرکے مرزا

محمد علی کو دیا جس سے اُنکو بیحد تسلی ہوئی تھوڑے دن کے بعد یہ جمعیت اور یہ صحبت پریشان ہو گئی

مرزا محمد علی کو ایک دور دراز سفر کا اتفاق ہوا بڑا لڑکا جسکا نام آقا محمد تھا اُسنے عرصہ دراز کے

بعد مفتی صاحب کیخدمت مین ایک عریضہ بھیجا جس کے عنوان پر یہ شعر لکھا۔

شد مدتے کہ الفت و شنوا تو رو نداد ۔۔۔ اے بے نصیب گوشم واے بے نوالہم

مفتی صاحب نے اُسکے جواب مین ایک غزل تحریر کی جسکے دو شعر حسب ذیل ہین۔

صد جان تازہ دادازین خط لقا لہم ۔۔۔ گویا رسید بر لب آب بقا لبہم

صبحے کہ بست بر تو شتر سفر ۔۔۔ خون جگر چکید دم ناشتا لبہم

آقا محمد کی شادی ایک رئیس کی لڑکی سے ہوئی اور کئی لاکھ روپیہ نقد ملے۔ خدا نے

اولاد بھی دی مگر تھوڑے ہی عرصہ مین زمانہ نے ایسا ورق اُلٹا کہ وہ صحبت نشاط درہم برہم

[1] یہ رسالہ وہی ہے جو ابواب الجنان کے طرز و انداز پر تحریر کیا تھا اور قبل ازین اُسکا دیباچہ درج کتاب ہو چکا ہو اور مُلا باقر مرحوم کا پورا قصہ اُسمین موجود ہے

ہوگئی زوجہ نے عین شباب مین انتقال کیا مفتی صاحب مرحوم نے اس موقع پر ایک قطعہ حسب حال تصنیف فرماکر بھیجا جسکا ہر شعر دفتر پند و نصیحت ہے ؎

اے دوست شکر نعمت حق را بکن ادا — افزون بود ز بخشش خدا از رحمت خدا

فرزند و مال یافتی و فوت شد زنت — گر تعزیت یکے است بود تہنیت دوتا

زین پیش بودہ پسر دبی زرد غریب — حالا پدر شدی و غنی نیز و کدخدا

ہر کس ز جفت خویش جدا میشود ولے — جفتند رنج و راحت این نیست زان جدا

ہر چند راہ خانۂ عیش تو گم شدہ — مگذار پا برون ز سر جادۂ رضا

تنہا رسید ہر کہ رسید است در جہان — تنہا گذشت ہر کہ گذشت است زین سرا

گیرم کہ ہست با تو زن و مال و جاہ و بخت — این عیش نہ زندگی است و لے زندگی کجا

زن گر نہ مرد پیشتر از مرد بیوہ شد — مپسند بیوگیش مخواہ از پیش بقا

تا چند غرق لجۂ غم بودن اے عزیز — بشکست گر صدف گہرے ماند زوجا

ہم خواب باش با عمل نیک در لحد — گر زن سر مزار نیاید بگو میا

گر از سر عجوز جہان چشم بستۂ — حور بہشت پائے تو مالد بدیدہا

شکر خدا کہ پیرو زہرا و حیدر اید — پیش از علی بتول تہ خاک کرد جا

خاصان برگزیدۂ درگاہ کردگار — بر یک روش کنند بسر شدت و رخا

تشبیہ حال زوجہ بنعلین دادہ اند — پا را اگر کش ز راہ چو نعلین شد جدا

سید دو شعر خواستہ بودم بطور پند — حالا کہ شد قصیدہ کنم ختم بر دعا

کز زوجۂ تو عقد وفا کرد منقطع
باد اعروس دہر بعقد تو دائما

اٹھارھوین برس جناب سید العلماء کی مجلس درس مین شریک ہوئے۔ سید ہادی صاحب برادر زادہ سید علامہ کے ساتھ شرائع کی سماعت کرتے تھے۔ بعض کتب درسیہ اور بعض کتب فقہ و حدیث سید العلماء سے پڑھے ریاض المسائل جو شرح کبیر کے نام سے مشہور ہی اُسکے بھی بعض اجزا پڑھے جس کے متعلق اوراق الذہب مین تحریر فرمایا ہی کہ باوجودیکہ میری فکر اُس زمانے مین نہایت قوی تھی اور طبیعت مین میری بہت جودت تھی اور تمام مسائل و علوم مستحضر تھے اور مین غور سے مطالب کو حل کر کے اور اُسکے مالہ اور ماعلیہ کو طے کر کے درس کے وقت جاتا تھا مگر اُستاد کے بیانات پر مجھے حیرت ہو جاتی تھی۔

تحصیل علم تجوید | اکیسوین برس علم تجوید کی تکمیل کا شوق ہوا اُس عہد کے مشہور قاریون سے رجوع کی اور تھوڑے عرصے مین اِس فن کے کامل اُستاد ہو گئے۔

واقعہ | مولوی عبد القوی صاحب مفتی صاحب کے بزرگون کے مقرر کیئے ہوئے معلّم تھے بہت رعب و ہیبت تھی جب ناراض ہو جاتے تھے تو کسیکی مجال نہ تھی کہ اُنکے سامنے بات کر سکے ابھی مفتی صاحب کم سن تھے کہ مولوی صاحب علیل ہوئے اور بیماری کو طول ہو گیا یہان تک کہ حالت احتضار کی نوبت پہونچی لوگون کو خیال ہوا کہ تھوڑی دیر مین تمام ہو جائین گے یکایک اُٹھکر بیٹھ گئے اور بالکل صحیح اور تندرست تھے دیکھنے والونکو تعجب ہوا مولوی صاحب سے ماجرا دریافت کیا جواب دیا کہ مین نے جناب رسول مقبولؐ کو خواب مین دیکھا امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ بھی حضرت کے ہمراہ ہین اور حسنینؑ جناب رسالتمآب کے سامنے ہین اور ایک گوشہ مین حضرت صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا بھی سفید چادر اوڑھے ہوئے تشریف فرما ہین جناب علی ابن ابیطالبؑ نے مجھسے فرمایا ایھا الشیخ اجب رسول اللہ دیکھ لے شیخ رسول اللہ کیا فرماتے ہین مین حضرت کیطرف متوجہ ہوا تو امیر المومنینؑ نے ارشاد کیا کہ رسالتمآب فرماتے ہین کہ تم اپنی بیماری کا

کیون خوف اور اندیشہ کرتے ہو ہم تو تمھارے ضامن آخرت ہین یا یہ فرمایا کہ ہم ضامن جنت
ہین تمنے ہماری ذُریت واولاد کی خدمت کی ہے یہ سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور مرض زائل ہوگیا۔
بعض لوگون نے اُسیوقت مولوی صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ شیعہ ہو جائین مگر مولوی صاحب نے
انکار کیا اور کہا کہ شیعہ تو ہم ہین ہی

مولوی صاحب سُنی حنفی مذہب تھے اور مفتی صاحب شیعہ باوجود کمسنی انھین خیال ہوا
جو ہر مذہب کے راسخ العقیدت کو اپنی جگہ ہونا چاہیئے کہ مذہب تو ہمارا حق ہے پھر رسالتمآب نے
مولوی صاحب کے لیئے جنّت کی کیون ضمانت کی۔ مفتی صاحب نے اپنی یادداشت مین
لکھ لیا کہ اگر یہ خواب سچا ہے تو مولوی صاحب ضرور شیعہ ہو جائین گے۔ مگر اتنی جرأت نہوئی کہ اس
معاملہ مین اُن سے کچھ کلام کرتے ایک روز عرض کیا کہ اخوند صاحب اولاد سے کیا مراد ہے جواب ملا
کہ تمھین سے مراد ہے مفتی صاحب نے کہا کہ اخوند صاحب ہمین تو امام سے اٹھارہ پشت کا فاصلہ
ہے جو اُنکی صلبی اولاد تھی اُن کا کیا مرتبہ ہوگا جواب دیا کہ اُن کا کیا ذکر اس سے زیادہ جسارت نہوئی
لیکن اُسی زمانہ مین ایک رسالہ مذہب شیعہ کی حقیّت کے مختصر دلائل مین بزبان فارسی لکھکر
دلیل قوی اُسکا نام رکھا اور تحفۂ اُستاد کی خدمت مین پیش کیا کہ اُسکو تنہائی مین ملاحظہ فرمائیگا
چند روز کے بعد اخوند صاحب نے بلا کر مفتی صاحب سے کہا کہ یاد رکھنا مین شیعہ ہون مگر
اسکا اظہار نہ کرنا تم کمسن ہو مین بوڑھا آدمی ہون مین تمھین جھوٹا اور تنگ۔ تمھاری بات ضائع
ہوگی اور لوگ مجھکو سچا کہین گے۔ مفتی صاحب بیحد خوش ہوئے اور اپنی یادداشت کے نیچے
لکھدیا کہ میرا خیال صحیح ہوا۔[۵]

اس واقعہ پر اہل بصیرت غور کرین کہ مفتی صاحب کو رسول اللہ نے عالم خواب مین

ف۵ مولوی صاحب اسکے بعد تین پچیس برس زندہ رہے اور [illegible]ھ مین وفات پائی شب وفات امیر المومنین اُنکی شب وفات تھی۔

اپنی ذریت و اولاد کہا اس سے زیادہ سیادت و شرف کا استحکام کیا ہو سکتا ہی۔ اور اُن کی خدمت گزاری کا اثر حضرت کے قلب مبارک پر اتنا ہوا کہ مولوی صاحب کے خواب مین تشریف لانیکی زحمت گوارا فرمائی اور خدمت کا صلہ دُنیا مین یہ عطا کیا کہ مولوی صاحب کی عمر مین وسعت ہوئی اور آخرت مین ضامن جنت ہوئے۔ دوسرے انکی طباعی و ذہانت کس قدر روشن ہو گئی کہ ایسی کمسنی مین ایک رسالہ تصنیف کر کے اُستاد کو راہ ہدایت دکھائی یہ رسالہ فہرست مصنّفات مین درج ہی اور اب دوبارہ طبع ہوا ہی اسکے قبل ایران مین چھپا تھا۔

علوم ادبیہ مین مفتی صاحب کو وہی شرف حاصل ہی جو اور علوم مین غفرانمآب مولانا سید دلدار علی صاحب کو حاصل تھا وہ اپنے عہد مین اسکے مجدّد تھے قریب قریب اس فن کے جسقدر کامل ہندوستان مین نظر آئین گے اُن سب کا سلسلۂ تلمذ آخر مین مفتی صاحب تک منتہی ملے گا۔ علوم ادبیہ اُن کے ذوقی اور وجدانی فن تھے انھون نے کسی سے اسکو حاصل نہین کیا اور نہ شعر پر کبھی کسی سے اصلاح لی چنانچہ وہ خود فرماتے ہین۔

بود ذوق خدا داد م باین فن ہا	نہ شاگردم نہ استادم درین فن
در فن شعرم زکس امداد نیست	کار بے اُستاد را بنیاد نیست

ذوق سلیم اور خداداد طبیعت خود مصلح تھی ہر صنف سخن مین بہتات سے انکا کلام ہی جو محاسن کو اپنے آغوش مین لیئے ہوئے ہے۔

زمانہ تحصیل مین طالب العلمی کا اسقدر شوق تھا کہ امور ضروریہ پر تحصیل کو مقدم رکھتے تھے یہان تک کہ اکل و شرب و اصلاح خط وغیرہ مین بھی مصروف ہونا تضیع وقت سمجھتے تھے اگر اتفاقاً دسترخوان پر روٹی پہلے آ گئی تو روکھی روٹی پر اکتفا کر کے کھانے مین مصروف ہو جاتے تھے اور دال سالن کا انتظار نہ کرتے تھے تاکہ جلد فراغت ہو جائے اور کتب بینی مین تاخیر نہو۔

زمانہ طالبعلمی مین اُنکی صحت بھی نہایت اچھی رہی خود ایک مقام پر تحریر کرتے ہین۔

"یکے از تفضلات الٰہیہ نسبت باقل البریہ آن بود کہ از امراض بدنیہ غالباً محفوظ و مصئون ماندم

و شوق تحصیل روز بروز تزاید میگرفت"

درس کے وقت نہایت دقیق نظر ہوتی تھی اور مباحثات عالیہ اور افادات و مطالب

لائقہ سے تعرض کرتے تھے درسی کتابین نہایت تحقیق اور امعان نظر سے پڑہین جس قدر

کتابین پڑھی ہوئی ہین وہ حواشی مفیدہ اور تحقیقات انیقہ سے مالامال ہین۔ ملّا حسن حمد اللہ

ملا جلال پر بارہ سال کی عمر مین ایسے مفید حواشی لکھے ہین جو اس سن و سال کے اعتبار سے

ضرور حیرت انگیز ہین۔ قوت نظر مفتی صاحب مین خدا دادتھی تحصیل درسیات کے بعد

دروازہ ہائے علوم اُنپر اسطرح کھلے کہ ایک علم سے دوسرے علم کی طرف خود ترقی حاصل ہونے لگی

یہ سب خدا کا فضل اور مفتی صاحب کے علمی خاندان کی برکت تھی۔

واقعہ | مفتی صاحب کا سن سات آٹھ سال کا تھا اپنے اُستاد کی مجلس درس مین بیٹھے ہوئے تھے

کہ ایک طالبعلم نے آپ سے فوائد ضیائیہ معروف بشرح جامی کا ایک نہایت مشکل مسئلہ دریافت

کیا اور حل اشکال کا طالب ہوا آپ نے فوراً اُسکو سمجھا دیا طالب علم نے بیان کیا کہ تیرہ مرتبہ

شرح جامی مین نے اس شہر کے علمائے سے پڑھی لیکن اس عقدہ کو کسی نے حل نہین کیا آج سے

مین اسکا درس آپ ہی سے لونگا مفتی صاحب نے نہایت اہتمام کے ساتھ کتاب مذکور

اُسے پڑھائی اور تھوڑے ہی عرصے مین اُسکو علم نحو سے مستغنی کرکے درسیات منطق شروع کرادئیے

واقعہ | مولوی علیم اللہ صاحب جو لکھنؤ کے مشاہیر فضلا مین تھے اور عربیت مین کافی شہرت

رکھتے تھے ایک روز مسیح الدولہ کی ملاقات کو آئے اور اجازت لیکر اُنھین کے مکان پر

ایک مجلس درس مقرر کی مفتی صاحب بھی کبھی کبھی اُسوقت موجود رہتے تھے ایک دن

مولوی صاحب یہ مقام پڑھا رہے تھے یجمع ھذا الجمع صفۃ المذکر الذی لا یعقل
برفع ھذا الجمع یعنی لفظ جمع کو بالضم پڑھاتے تھے مفتی صاحب قبلہ نے ٹوکا کہ یہ لفظ باعتبار
مصدریت منصوب ہے مولوی صاحب نے اپنی فضیلت وشیخت اور مفتی صاحب قبلہ کی کمسنی کے
لحاظ سے قبول نفرمایا اور سند مانگی۔ مفتی صاحب نے شرح الفیہ سے فوراً سند پیش کی
یقام مقام المفعول المطلق صفۃ او یشار بہ الیہ وکذا وکذا
فالاول نحوکذا والثانی نحوکذا والثالث نحو ضربتہ ذلک الضرب مولوی صاحب نے
کہا کہ لفظ ھذا الجمع مفعول مالم یسم فاعلہ ہی اور صفۃ المذکر اُسکا عطف بیان ہی۔ حالانکہ مطلب
بالکل اِس صورت مین خراب ہوا جاتا ہی۔ مطلب تو یہ ہی کہ صفت غیر عاقل کی جمع اِس
جمع کے موافق آتی ہی۔ اور مولوی صاحب کے بیان کے موافق یہ مطلب کسیطرح برآمد نہین ہوتا
علاوہ اِس کے عطف بیان اِس عبارت مین خلاف قواعد ہی۔ مگر مولوی صاحب اپنے قول پر
مصر رہے اور کسیطرح نہ مانا لیکن اُس شاگرد نے آخر کار بحث کر کے مولوی صاحب سے اُنکی
خطا کا اقرار لے لیا جب مولوی صاحب کو کچھ بن نہ پڑی تو چند عامیانہ سوال کیے جو لائے
مکتبی بچون سے کیا کرتے ہین مفتی صاحب نے سب کے جوابات دیئے اور کہا یہ تو بہت
معمولی باتین ہین۔ مولوی علیم اللہ رکابی مذہب تھے کبھی سنی بن جاتے تھے کبھی شیعہ ایک
روز ایک محفل مین جسمین مولوی صاحب بھی تھے کسی شخص کے سامنے چاندی کا حقہ رکھا
گیا اُسنے پینے سے انکار کیا مولوی صاحب نے فرمایا آپ کیون انکار کرتے ہین اُسنے کہا
ہمارے یہان چاندی اور سونیکے ظروف مین استعمال حرام ہی مولوی صاحب نے ہنس کر کہا
کہ (عیاذاً باللہ) علی ابن ابی طالب تو شراب پیتے تھے۔ دوسرے روز مفتی صاحب قبلہ
جب حکیم صاحب کے مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب ایک آفت ناگہانی مین

مبتلا ہوگئے کسی دشمن نے تفنگ سے زخمی کرڈالا چند روز کے بعد ۱۲۸۰ھ راہی ملک عدم ہوئے۔

۱۲۵۸ھ مین کتاب مناہج التدقیق (مصنفہ جناب سید العلماء) کا مباحثہ صحبت جناب سیدین شروع ہوا طلباء عجم بھی اس صحبت مین شریک تھے۔ مفتی صاحب کتاب کے مطالب زبان فارسی مین کمال فصاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ یہ صحبت نہایت پاکیزہ ہوئی تھی

اسمائے اساتذہ

۱۔ مولوی عبد القوی صاحب	شاگرد مولوی مخدوم صاحب	ابتدائے کتب درسیہ۔
۲۔ مولوی عبد القدوس صاحب	شاگرد ملا حسن شارح سلم	صرف۔ نحو۔
۳۔ مولوی قدرت علی صاحب	شاگرد مولانا عبد العلی بحر العلوم	منطق۔ حساب ہیئت فلسفہ جملہ علوم درسیہ کتب متوسطہ و انتہائیہ
۴۔ حکیم مرزا عوض علی صاحب	شاگرد حکیم آغا صاحب	جملہ کتب درسیہ طبیہ تا قانون شیخ
۵۔ طبیب الملک مرزا علیخان	〃	〃
۶۔ مسیح الدولہ مرزا حسن علیخان	〃	〃
۷۔ سید العلماء آقا سید حسین		سماعت شرائع الاسلام و درس بعض کتب فقہ و حدیث و قرارت یادداز ریاض المسائل معروف بہ شرح کبیر

اجازات واسانید

(باب)

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران
گفتہ آید در حدیث دیگران

خداوند عالم چونکہ اپنی شریعت اور اپنے دین کا خود حافظ ہے اسلیئے وہ اپنی مخلوقات

ہین علمائے کرام جو حافظان شریعت واحکام ہین مسلسل خلفاً عن سلف پیدا کرتا رہتا ہی
اور وہ حضرات علوم دین کی حفاظت اور احکام ملت کی ترویج اور احادیث رسول و ائمہ
علیہم السلام کی نگہداشت مین اہتمام کرتے ہین اور روایات واحادیث کے اسانید کی
محافظت کیلئے جنکو اہل دیکھتے ہین انھین روایت کرنے کی اجازت دیتے ہین اور متاخرین
کو متقدمین سے سلسلہ روایت قائم کرکے حضرات معصومین علیہم السلام تک اتصال سند کا
موقع ملتا ہی اور تیمناً و تبرکاً وہ حضرات رواۃ احادیث مین شمولیت کا فخر حاصل کرتے ہین
چنانچہ یہ سلسلہ علمائے کرام اور مجتہدین عظام مین برابر جاری ہی۔ اور یہ بابرکت سلسلہ ہی
جس کے ذریعہ سے اس زمانہ کے علمائے متورعین بھی احادیث وروایات کے متعلق کہہ سکتے
ہین کہ حدثنی فلان عن فلان وفلان یہان تک کہ مثلاً یہ کہین کہ عن الصادقؑ عن ابیہ
عن جدہ عن رسول اللہؐ عن جبرئیل عن میکائیل عن اسرافیل عن اللہ جل وعلا
یہ سلسلہ طیبہ مبارکہ چونکہ نہایت عظیم الشان اور جلیل القدر سلسلہ ہی اسلیئے وہ حضرات مجتہدین
جو ورع وتقوی سے متصف اور خوف وخشیت الہی سے اُنکے قلوب منور ہین تحریر اجازات
مین بہت تدقیق اور تامل و توقف کرتے ہین اور جب تک اُنھین اچھی طرح اطمینان نہین
ہوجاتا کسیکو مجاز نہین کرتے۔

اس سلسلہ مبارکہ کی عظمت اُس واقعہ سے اچھی طرح ظاہر ہوسکتی ہی کہ جب حضرت
امام ہمام حضرت امام علی رضا علیہ الصلوۃ والسلام بمقام نیشاپور تشریف لائے تو اپنی
سواری مین تشریف رکھتے تھے ہزارہا آدمی اور بکثرت علما اشتیاق زیارت مین سواری
کے گرد مجتمع تھے اور انمین ایک عجیب وغریب جوش نظر آرہا تھا حضرت سے لوگون نے
بکمال التجا و الحاح عرض کیا کہ ہم آپ کو اپنے آباء طاہرین کا واسطہ دیتے ہین کوئی حدیث

اپنے آبائو اجداد علیہم السّلام سے اسوقت بیان فرمائیے حضرت نے عماری سے سر مبارک باہر نکالا اور ارشاد کیا، حدثنی ابی موسی بن جعفر عن ابیہ جعفر بن محمد عن ابیہ محمد بن علی عن ابیہ علی بن الحسین عن ابیہ الحسین سید شباب اھل الجنۃ عن امیر المومنین عن رسول اللہ قال اخبرنی جبرئیل لروح الامین عن اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد حدیث بیان فرمائی۔ یہی وہ سلسلہ ہے جسے بعض علما نے سلسلۃ الذہب کہا ہی اور لکھا ہی کہ لو قرأ علی المجنون لبرئ او علی المریض لافاق یعنی یہ وہ سلسلہ ہی کہ اگر کسی مجنون پر یہ پڑھا جائے تو صحت پائے اور اگر کسی بیمار پر پڑھا جائے تو اچھا ہو جائے۔

بہرطور مفتی صاحب قبلہ کا سلسلہ روایت سید العلماء کے ذریعہ سے قائم ہوا ہی سید العلماء طاب ثراہ نے سات مرتبہ مفتی صاحب کو اجازہ دیا جسکی فی الجملہ تفصیل مفتی صاحب نے خود کتاب اوراق الذہب مین تحریر فرمائی ہی پہلا موقع یہ تھا کہ ۱۲۵۷ھ ہجری مین سید العلماء نے مفتی صاحب کو ماہِ صیام کے زمانے مین نماز و وعظ کی طرف بے انتہا توجہ دلائی اور نہایت تاکید اکید و اصرار شدید فرمایا۔ مفتی صاحب ازراہ تواضع و انکسار انکار کرتے تھے لیکن امتثالاً للامر منظور کیا اور نماز جماعت و موعظہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک دن مفتی صاحب وعظ بیان کر رہے تھے کہ سید العلماء اپنے بعض اولاد و اقارب کے ہمراہی مین وہان تشریف لائے اور وعظ مین شریک ہو کر مفتی صاحب کی اعجاز بیانی سے نہایت محظوظ ہوئے اور خاص اثر اپنے ساتھ لیگئے چند روز کے بعد زبانی اجازہ عطا فرمایا بعد ازان اسی ماہ مبارک کی شب قدر مین اجازہ تحریری مرحمت فرمایا جو اس مقام پر نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ذی الفضل والعنایۃ والصلوٰۃ علی سید رسلہ محمد والہ اکمل
اولی الدرایۃ الذین احادیث فضلھم بلغت الی اقصی الغایۃ واتصلت بھما اسانید
صحاح الروایۃ وبعد فان السید الحسیب النسیب الحبیب اللبیب الادیب الاریب الفاضل
الزکی المتوقد والسعید المجید السید محمد عباس حرسہ اللہ رب الناس عن کل سوء
وباس قد قرء علی فنونا من العلوم واستجازمنی روایۃ الاخبار الماثورۃ عن
کل معصوم علیہم افضل الصلوات من الحی القیوم والفیتہ اھلا للاجازۃ حاویا
لضروب من الکمال وفنون السعادۃ واشتغل مع ذلک بالدرس والتدریس
والتالیف والتصنیف علی وجہ لطیف نفیس فرسائلہ المنیفۃ وصحفہ الانیقۃ
حاویۃ لمطالب دقیقۃ ومقاصد بالقبول حقیقۃ بعبارات رشیقۃ فصیحۃ وکلمات
مونقۃ لطیفۃ فاجزت لہ زید فضلہ فی روایۃ الکتب الجامعۃ للاخبار المعصومیۃ
والاحادیث المرویۃ عن اھل بیت العصمۃ والطھارۃ بلغہ اللہ اقصی
مراتب الکمال والمھارۃ فساغ لہ ان یروی عنی ما ساغ لی روایتہ عن مشائخی
الکرام واساتذتی الفخام واللہ ولی الفضل والانعام وکان ذلک التحریر لیلۃ الثالث
والعشرین من الشھر المبارک شھر رمضان من السنۃ السابعۃ والخمسین بعد الف ومائتین
من ھجرۃ البشیر النذیر علیہ والہ افضل الصلوات من الرب القدیر کتبہ بیمناہ الوازرۃ
حسین بن علی تاھما کتابھما بایمانھما فی الاخرۃ والتمس منہ الدعا فی الخلوات واعقاب
الصلوات وسلوک طریق الاحتیاط وسوی الصراط

اس اجازہ میں تصانیف کیطرف جو اشارہ ہے اُس سے جواہر عبقریہ وروائح القرآن مراد ہیں

جو اس اجازہ سے قبل تصنیف ہو چکی تھین اور سید العلماء نے ملاحظہ فرماکر نہایت تحسین و تمجید فرمائی تھی۔ اجازہ دینے کے بعد بھی ارشاد فرمایا کہ مین نے جو کچھ لکھا ہی یہ بہت قلیل ہی اور در حقیقت کچھ نہین ہی انشاء اللہ عنقریب ایک مبسوط اجازہ تحریر کرون گا ۱۲۵۰ھ ہجری مین ایک صحبت مباحثہ مقرر ہوئی جسمین مناہج التدقیق کے مطالب کا انھین کے سامنے مباحثہ ہوتا تھا۔ مناہج التدقیق سید العلماء کے تصانیف مین بہترین مصنفات ہی اس مجلس مین بعض طلبہ عجم بھی شریک ہوتے تھے جسکا سابقًا بھی اشارہ ہو چکا ہی مفتی صاحب نہایت حسن و خوبی کے ساتھ تقریر کرتے تھے اور طلبہ عجم سے اُسکے مطالب فارسی مین بیان فرماتے تھے نہایت پاکیزہ صحبت تھی۔ مفتی صاحب نے ایک مرتبہ دو مسئلہ مختصر استدلال کے ساتھ تحریر فرمائے اور سید العلماء کی خدمت مین روانہ کیئے بعد ملاحظہ پسند کیا اور جو رائے مفتی صاحب کی قرار پائی تھی اُسکو امضا فرمایا اور اس تحریر کے جواب مین پھر اجازہ مرحمت کیا بلکہ اجتہاد و استنباط مسائل پر مامور کیا اور یہ اجازہ کا دوسرا موقع تھا اُن مکاتبہ کی صورت یہ ہی۔ مفتی صاحب نے تحریر فرمایا۔

سیدنا و مولانا و من الیہ فی کل الامور رجعانا مد اللہ ایامك و ادام اعزازك واکرامك شعر لہ

من لم یزرك ولو زار الوری جمعا	ما نال خیرا من الدنیا ولا الدین
لکن لی بك ایمانا و معرفة	وذاك عن کل ما فی الدھر یغنینی

مسئلتان ارفعھما الیك واعرضھما علیك فافتنی دام عزك وجعلت فداك بما علمك اللہ والله الاولی وقد سئلت عنھا بالجامع امس بعد زوال الشمس ... اذا ادعی لابی المیت دینا فاعترف بہ الخصم مدعیا للایصال والوفاء الی المتوفی فھل ... الیمین مع البینة

امر يجتزى بها يحتمل الاول لكونه من باب الدعوى على الميت والوارد فيها اليمين مع
الشهود ففى صحيحة الصفار انه كتب الى ابى محمد عليه السلام او تقبل شهادة الوصى على
الميت مع شهادة آخر عدل فوقع نعم من بعد يمين فان ظاهر الاطلاق ان المراد الحكم في كل
دعوى على الميت ولان اليمين مع البينة اجلى للحق واثبت في القضاء وفيه نوع من الاحتياط المطلوب في كل باب سيما باب الاموال وامثالها
الثاني للحديث المعلل وهو ما رواه عن عبد الرحمن بن ابى عبد الله قال ان كان المطلوب بالحق قد مات فاقيمت عليه البينة
فعلى المدعى اليمين بالله الذى لا اله الا هو لقد مات فلان وان حقه لعليه فان حلف والا فلا حق له
لانا لا ندرى لعله قد وفاه ببينة لا نعلم موضعها او بغير بينة قبل الموت فمن ثم
صارت عليه اليمين مع البينة وهو كالصريح في المطلوب لدلالة مفهومه على انه لو لم يكن
الميت مطلوبا بالحق فلا يمين على المدعى ومعلوم انه فيما نحن فيه غير مطلوب
بالحق فكيف يحلف المدعى بما ذكر في الرواية لقد مات فلان وان حقه لعليه وهو
يعلم انه خلاف الحق وما له عليه من حق وكونه من باب الدعوى
على الميت ممنوع اذ المتبادر منها ما يتضمن اشتغال الميت بالمال
وهذا غير متضمن للاشتغال ورواية عبد الرحمن كاشفة عما في صحيحة
الصفار من الاجمال فان الاحاديث تفسر بعضها بعضا ولان التحليف
تكليف فلا يثبت الا بالدليل وهو منتف ولان الحلف انما هو على النفى
عقلا ونقلا وتحليف المدعى خلاف الاصل فيقتصر منه على المتيقن
وهى دعوى الاشتغال ولان الحكمة في عدم الاجتزاء بالبينة حيث لا يجتزى
بها انما هى عدم دلالتها على بقاء الحق كما يومى اليه الرواية المعللة
وهى مفقودة في دعوى الايصال والتعيين غير ثابت في هذا المجال ولانه لو لم يحلف

واعزم الحق لزم اما تكذيب البينة او الظلم بالاخذ ثانيا وكلاهما محذور ان في الدين وان لم يغرم فلا معنى لوجوب اليمين ولانه لو كان في دار الفناء لما سمع منه دعوى البقاء وما احلف خصمه بعد اقامة البينة على الاداء فكيف وهو ميت ساكت لا منكر ولا مثبت ولانه قد يتراى استحباب اليمين في دعوى الاشتغال على الميت وهي مظنة الريب فما ظنك بمن اقام البينة على الايصال بعد ما اقر على نفسه بالمال وهو قاض ببعده عن التهمة اذ لو كان غير متحرج عن الكذب واخذ حق الغير لانكره راسا من اول الامر فالاعتراف بالاستدانة قرينة على الديانة ومن هنا يخرج الجواب عن حديث الاحتياط المطلوب هو مع ذلك قاصر عن افادة الوجوب وهذا الدليل وان لم يكن مفيدا للاسكات فلا اقل من ان يعد من المويدات والاقرب الى الاحتياط ان يعرض عليه الحلف فان بذل والا فلا يجبر فتدبر هذا ما خطر بالبال بادى الرأى من غير مراجعة الى الكتب لضيق المجال وتحقيق الامر موكول الى امرك الارفع الاجل فانه كالوحى المنزل۔

والمسئلة الثانية

ليس هذا محل ذكرها مع ان الجواب لاني كان ساكتا على اسوها فرأيت طيها احرى من نشرها۔

اس کے جواب میں سید العلماء نے یہ عبارت تحریر فرمائی۔

لا يخفى عليك احسن الله اليك واسبغ نعمه عليك وزادك بسطة في العلم والجسم ومن قبل الحروج على امثاله مدارج الفضل والعلم ان ما كتبت في ذيل السؤال

وما استظهرت من الاحتمال هو الظاهر بل المتعين فی ھذا المجال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال فعلیك بالاشتغال علی ھذا المنوال باستنباط المسائل من الدلائل رقاك اللہ علی ذروۃ الکمال بحق محمد والہ خیر ال علیھم افضل الصلوات عن الرب المتعال۔

تیسری مرتبہ جناب مفتی صاحب نے غیبت کے متعلق ایک مسئلہ تحریر فرمایا جسکا تعرض علمائے کرام کی مصنفات مین کہین نتھا اور اُسکی صورت یہ ہوئی کہ ایک دن بعض احباب آپ کے تشریف فرما تھے ایک شخص نے کسی سے یہ کہا کہ تم فلان رئیس کے پاس جاؤ اور میری بُرائی اُنکے سامنے بیان کرو۔ اِس سے مطلب یہ تھا کہ ان کے متعلق اُس رئیس کا جو خیال ہوگا ظاہر ہو جائیگا مفتی صاحب نے اِس طرز عمل سے منع فرمایا اُسنے جواب دیا کہ ہسکو غیبت سے تو کچھ تعلق نہین ہی اسلیئے کہ مین نے خود اجازت دی ہی اور مجھے انکا ذکر کرنا ناگوار بھی نہو گا مفتی صاحب نے نظر غور فرماکر مسئلہ بطور استفتا تحریر فرمایا اور اپنی رائے کا اظہار بھی اسمین کر دیا۔ اور سید العلما کی خدمت مین بھیجدیا سید العلماء کی رائے بھی اُس مسئلہ مین وہی قرار پائی جو مفتی صاحب کی رائے تھی۔ وہ مسئلہ چونکہ مختصر عبارت مین ہی لہٰذا یہان مع جواب درج کیا جاتا ہے۔

ما قولکم ادام اللہ مجلسکم فی غیبۃ المؤمن بعد حصول الاذن منہ بل ھی جائزۃ لما یقتضیہ اسقاط الحق ام لا کما ھو الاحوط بل الاقوی بحکم النظر الجلی من العبد الضعیف لاطلاق النھی ولانہ حق لہ ایضاً فلا یسقط باسقاط العبد وان احتمل تخفیف العقاب لسقوط ما ھو بازاء حق المغتاب و یمکن ان یستانس لہ بظاھر قولہ م الغیبۃ اشد من الزناء فان الزنا فاحشۃ موبقۃ لا یبیحھا اذن المزنی بھا او الزانی کما ھو الواقع غالباً فکیف

تباح الغیبة بالاذن فیها وهی اشد منه ولا اقل من المساواة بینهما وکونهما فردین لحق
الحق تعالی الا ان یقال ان الغیبة بعد تشریع الاذن حق بان لا تکون صاحبها وتحقیق
الحق موکول الی طبعکم القمقام فان القول ما قالت حذام والسلام المشحون بالتبجیل
والاکرام صورة الجواب اذکرتموه هو الظاهر وکیف یجوز هتک ستر المومن واشاعته
وهو محترم فی نفسه مع ان اذنه فیه لم یقع فی محله والعفو عن الذنب لا یکون الا بعد تقرر عدمه
لعدم تعلق حقه به قبله فما الذی یسقطه واما الکلام فی ان مثله یطلق علیه اسم الغیبة
ولا ففیه کلام فان الغیبة هی ذکر عیب یوجد فی المغتاب یسوءه کما صرح به کثیرون
ونطقت به النصوص والمفروض ان المغتاب لا یسوءه ذلک ولکن ربما یقال ان هذا یذکر
الرجل العیب الذی فعله ستره الله وهو اعم من المعنی الاول ولعل التقیید فیه خرج مخرج
الغالب المراد به شانه الاساءة وعلی هذا فمفروض المسئلة داخل تحت الغیبة ولئن لم یکن کذلک لا یرتفع النهی
المستفاد من عمومات النصوص فالحکم ظاهر بین الکلام فی التسمیة۔ مفتی صاحب قبلہ نے اس جواب کی شرح بھی فرمائی ہے

چوتھی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مفتی صاحب جناب سید العلماء کی خدمت میں موجود تھے
کہ ایک مسئلہ دعوائے سرقہ کے متعلق درپیش ہوا سید العلماء نے مفتی صاحب کو خاص طور پر اس
مسئلہ میں استنباط و اجتہاد کرنے کا حکم دیا مفتی صاحب نے بہت اہتمام سے وہ مسئلہ تحریر کیا۔
ایک مدت کے بعد وہی مسئلہ سید العلماء کی خدمت میں پھر آیا اسوقت اُنھوں نے مفتی صاحب
سے حکم مسئلہ استفسار فرمایا اسکے جواب میں انھوں نے مع دلائل عرض کر دیا سید العلماء نے بعینہ
اُسیطرح جواب مسائل میں اُس مسئلہ کا جواب تحریر فرمایا اسکے علاوہ جوابات ہیں جو زبانی
ہیں۔ البتہ ایک اجازہ مبسوطہ تحریر ہے جو روائح القرآن کے ساتھ طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ اور یہاں
بغرض احیاء ذکر مکمل طور پر درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی علم بالقلم، علم الانسان ما لم یعلم، علمه البیان
وهداه الی الایمان، وسلك بعباده سبل الاحسان، والصلوة والسلام علی سید
الانس والجان محمد المبعوث الی کافة الانام المنزل علیه الفرقان، والموید من
عند الله بالایات البینات وواضح البرهان، وعلی اله الاطهار واصحابه الاخیار
ما کر الجدیدان، وبعد فقد اعجبنی ما سمعنی واطربنی ما اقرعنی به
صماخی السید الجلیل، والحبر النبیل، صفوة الاخلاء المرضیین بل الاولاد
الروحانیین، اسوة الفضلاء المتورعین، والعلماء الربانیین الزکی الالمعی السید
محمد عباس التستری، حرسه الله ووقاه من شرور اشرار الناس وحماه،
وسلك به سبل رضاه، ورضی عنه وارضاه، من کلمات فصیحة، وعبارات
بلیغة واستعارات ملیحة، ونکات شریفة وحجج منیفة، ودقائق رشیقة،
وحقائق حقیقة، بان تکتب بالنور علی وجنات الحور، من مولفه الشریف
ومصنفه المنیف وکتابه الرفیع الشان، المسمی بروح القران، الذی جمع فیه
خرائد ایات حلت علی فضائل امناء الرحمان علیهم صلوات ورحمة من الملك
الدیان، وفرائد مزایا هم مما لم یطمث انس ولا جان، وشفعها باخبار معتمدة
رواها الفریقان، وخرجها اهل العدوان، لتکون اقوی فی الاحتجاج علی
اهل الشنان، واستنبط منها لطائف اشارات وشرایف بشارات، وکساها کسوة
افصح عبارات، هن کلمات حسان، کانهن الیاقوت والمرجان، لها من الفصاحة

والبراعة شان اى شان + يلتذ بها قرائح الاذكياء + ويستعذ بها اذواق الادباء + اكرم به من مصقع خطيب + واديب اريب + قد ملك بحمد الله فى ريعان شبابه + مع سلامة طبعه ومحاسن اداب + من الفصاحة ناصيتها + وبلغ من البلاغة قاصيتها ونصر بذلك كلّه المذهب الجعفرى + وايّد الطريق الاثنى عشرى - بامتن برهان + واطرف بيان عبقرى + جزاه الله احسن الجزاء + ومنحه جميل الحباء + اذ قد جعل نشر احاديث فضائل الائمة الاطهار ومثالب اعدائهم انيس وسميره + لما اشرب الله ما اشرب من ولائهم قلبه وضميره + بلغه الله اماله + وكثّر فى العلماء امثاله + واجزل اجزل اجره + ووفر حظه ذخره + قد عرض على هذا الكتاب + احتسابا لمزيد الاجر والثواب + واراد مع ذلك الاستصلاح منى والاستصواب + فى عدة مجالس اخرها ليلة تسع من شهر ربيع الاول هى ليلة قتل فى صبيحتها عمر على ما هو المشتهر + بين شيعة الائمة الاثنى عشر + فاستحسنته وصوبته وشكرت صنيعه المنيع + شكر الله سعيه الرفيع + وحيث انى رايته فى عضاضة غصنه قد ادأب نفسه فى تحصيل العلوم والكمالات غاية الادءاب + واتعب طبعه الوقاد فى سُبل رضا رب الارباب منتهى الاتعاب والفيته متوشحا الاستنباط المسائل + وتنقيح الدلائل + متوشحا بالفواضل والفضائل + اجزت منذ مدة مديدة - بالفاظ عديدة اجازة مختصرة مفيدة + ووعدت وعدا حسنا باجازة مبسوطة منطوية على فوائد مضبوطة ثم شغلتنى الشواغل زمنا + ثم تذكرت

وعدی + وجدت به عهدی + فاقول الان عوداعلی بدا انی حیث
وجدته اهلا للاجازة فانه ممن رتع فی ریاض العلوم الدینیة +
وکرع من حیاض سلسبیل الاخبار المرویة عن العترة النبویّة + علی
الصادع بها الف الف تسلیم وتحیّة + ولازمنی برهة من الزمان + وسمع
منّی وقرا علیّ دهرا جملة من اخبار السادة الاعیان + حجج الله الملک
الدیّان + علیهم الالف من الصلوات والرضوان من الرحمٰن + وکتب
الفقهاء والمتکلمین من اصحابنا المرضیین فکان بی خصیصًا + وعلی تحصیل
الکمالات منهومًا حریصًا حتی برع فی العلوم + وبلغ فی ذلک اقصی مجهود
اولی الحلوم + اجزته کرة بعد اولی + ومرّة بعد اُخری + ان یروی عنّی
ما برز منی فی قالب التالیف وما حواه کتب علمائنا فی الفقه والتفسیر
والحدیث وسائر العلوم سیّما الکتب التی علیها المدار فی جمیع الاقطار +
واشتهرت غایة الاشتهار + وهی الکتب الاربعة اعنی الکافی والتهذیب +
والفقیه والاستبصار + من مصنفات المحمدین الثلثة الاوائل الرفیع قدرهم
فوق الاقدار - المنوه بذکرهم فی الامصار والاعصار + والکتب الثلثة
الجامعة لمتفرقات الاخبار + وهی الوافی والوسائل و بحار الانوار من
مولفات المحمدین الثلثة الاواخر + الذین فاقوا المحدثین طرا بکتبهم
الزواهر + التی هی کالنجوم الطوالع والزواخر + کما قال بعض مشائخنا الاکابر +
وکان اعلی الله مقامه مدح جوامعهم لاجمیع جامعیها فان مؤلف
الاول منها مجروح اوّلًا بفساد قوله فی اصل الاصول + وهو التوحید + فخاد

عن السبيل + والطريق السديد + وعنوان کتابه هذا مفصح عن ذلك
لدی المفعول + وكتابا به الاخران وهما عين اليقين وعلم اليقين شاهدا
عدل على عدوله عن طريق ال الرسول + وميله الى الفلاسفة وابن العربي
الظلوم الجهول + فاخذيتأول المنقول بما يوافق اصولهم الفاسدة + و
بضاعتهم الكاسدة + ولا يقبلها السليمة من العقول + ولذلك اشتهر
بين علمائنا فی حقه انه سئ الاعتقاد فی الاصول حسن القول فی الفروع
مع ان فقهه ايضا مقدوح وثانيا بجنوحه الى الطريقة المستحدثة المشتهرة
بطريقة الاخباريين كما افصح عنه ديباجة مفاتيحه و بالجملة فقد
اطال فی کتبه لسان التشنيع على المتكلمين من اصحابنا والمجتهدين
ومؤلف ثانيها وان استقام طريقه فی هذا الاصل الاصيل من اصول
الدين لكنه احتذى حذو الامين الاسترابادی فی الطعن على علمائنا
المجتهدين + وباين طريقه طريقهم فی کثير من اصول الفقه التی عليها
مدار استنباط احكام الشرع المتين + نعم حبذا ونعم ثالثهم مولانا
المجلسیؒ من الثقات فی الرواية + وعلى رواياتهم معول اولی الدراية +
وان كان تنقيد الاسانيد ومتون الاخبار + ديدن علمائنا الاخيار +
للمبرزين فی علم اصول الاحاديث والاثار + ولا مطمع للطاعنين فيه +
والامر غير خفی ممن انصف و نظر بعين البصيرة والتحقيق فيه + وانی
اروی جميع الكتب المصنفة فی العلوم الشرعية + وما يتعلق بها من المبادی
العقلية والنقلية عن اخی المعظم الاوحد + والعلم المفرد + المولى المجتهد +

السيد محمد ادام الله افاداته + وايده بتائيداته + وعن والدى
العلامة + والحبر النحرير الفهامة + مجدد ما اندرس من طريقة
المتكلمين والفقهاء والمجتهدين + مؤسس اساس اصول الدين + وفروع الشرع
المتين + عماد الاسلام والمسلمين + مولانا السيد دلدار على بن السيد
محمد معين اسكنه الله بحبوحة جنانه + وافاض على قبره + شآبيب
رضوانه + وهو رضوان الله عليه يروى ذلك كله عمن ادركه من المشائخ
الاجلاء + الذين كانوا من رؤساء الدين والملة البيضاء + منهم الشيخ
العلامة + واستاذه الحبر الفهامة + البحر الزاخر + والفقيه الباهر
مولانا الربانى محمد باقر البهبهانى + اجزل الله فى اكرامه + واعلى
دار مقامه + ومنهم قدوة المجتهدين الكاملين + واسوة العلماء
العاملين + الجامع بين شرف السيادة والاجتهاد + الحائز قصب السبق
فى مضمار الهداية والارشاد + مولانا الالمعى على بن محمد محمد على
الحسينى الحسنى الطباطبائى اسبغ الله على تربته + سوابغ رحمته + و
منهم السند الامجد + وحيد عصره وفريد دهره سمى صاحب العصر والزمان
تذكرة ائمة الانس والجان + اوحدى الاوان + محمد بن مرتضى بن
محمد الحسنى الحسينى المدعو ببحر العلوم محمد مهدى الطباطبائى
رفع الله درجته + وقدس تربته ومنهم العالم العامل + والفاضل الكامل
مرجع الادانى والاقاصى + ميرزا محمد مهدى ابن ابى القاسم الموسوى الحائرى
الشهرستانى + اعلى الله درجاته ومنهم جامع المعقول والمنقول

حاوی الفروع والاصول + المتکلم الذی لیس لہ بدیل + والمجتہد الذی
لیس لہ عدیل + المولی الربانی محمد مہدی بن ہدایۃ اللہ المشہدی الحائری
وذکر فی اجازتہ الی اخی المعظم الاوحد انہ یروی جمیع الکتب الشرعیۃ +
ومبادیہا العقلیۃ والنقلیۃ عن الشیوخ المشار الیہم + رضوان اللہ علیہم
قال واذکر من جملۃ ذلک ما اخبرنی بہ قراءۃ وسماعًا واجازۃ الحضرۃ
العلیۃ + والآیۃ الالہیۃ + الہادی للحاضر والبادی + سیدنا وہادینا محمد
مہدی الطباطبائی + غمرہ اللہ فی رحمتہ الکاملۃ + والطافہ السابغۃ +
الشاملۃ عن المحقق النحریر + والفقیہ العدیم النظیر + البحر الزاخر + باقر
العلوم شیخنا واستاذنا محمد باقر بن الشیخ الاکرم الامجد الافضل +
مولانا محمد اکمل + قراءۃ وسماعًا واجازۃ قال وقد عرفت ان
لی ایضًا ان اروی عنہ بلا واسطۃ کلما قرأت علیہ وہذا البحر الزاخر
یروی عن ابیہ الماجد عن مشائخہ الاعاظم الاکارم + والاماثل
الافاخم + وہم المدقق الفاضل محمد بن الحسن الشیروانی + والمحقق
الکامل جمال الدین محمد الخراسانی + والفقیہ النبیہ جعفر القاضی عن
الشیخ الاجل الاورع الازہد + والعالم المحدث العلم المفرد + العلامۃ التقی
بن علی المجلسی عن شیخہ وشیخ الاسلام والمسلمین + الشیخ العلامۃ
النفیہ + بہاء الملۃ والدین عن ابیہ الشیخ الفقیہ الوجیہ + الشیخ حسین
بن عبد الصمد الحارثی العاملی + عن شیخہ الجامع لجوامع علوم الدین +
السالک لاحسن مسالک الشرع المبین + عمدۃ المجتہدین المتبحرین + زین الملۃ

والحق والدين المعروف بالشهيد الثانی قدس الله تربته واعلی فی جنات
الخلد رتبته وجناب السيد الاستاد يروی ايضا بالوجوه الثلاثة عن
شيخه العالم المحدث الفقيه والاستاد الکامل النبيه الشيخ البهی السنی
ابی صالح محمد مهدی الفتونی العاملی ره عن الشيخ الاعظم المولی ابی الحسن
الشريف العاملی قدس الله نفسه وطيب رمسه عن شيخه شيخ المشائخ
الاجلة ناشر علوم الشرع والملة العالم الربانی والنور الشعشعانی
مروج اخبار الائمة الاطهار وغواص بحار تلک الانوار صاحب
المآثر والمفاخر المولی محمد باقر رفع الله درجته واعلی مرتبته
ومنزلته عن شيخه ووالده التقی المجلسی عن شيخه الشيخ البهائی ره
عن ابيه عن الشهيد الثانی ره ح وما حدثه السيد بالوجوه المعتبرة فی
تحمل الحديث عن شيخه الشيخ المحدث العلم العالم العامل واستاده
المقدس الورع الکامل الفائز برجتی العلم والعمل والحائز الاکمل
رتبة لا يعتريها زلل ولا خلل الشيخ الثبت الثقة الربانی الشيخ يوسف
بن احمد بن ابراهيم البحرانی اقول وهذا الشيخ والشيخ الفتونی متوسطان
بزعمهما فی الطريقة الاخبارية والاصولية وان غلب عليهما طريقة الاخباريين
وعدلا فی جملة من مواد النزاع الی طريقة الاصوليين وسدوا السنتهم من
الطعن فی علمائنا المجتهدين طعنا يوجب القدح ويفضی الی الجرح بل طعن
المحدث البحرانی ره علی المحدث الامين الاسترابادی بانه اطال لسان
التشنيع علی المجتهدين سيما آية الله فی العالمين العلامة الحلی قدس الله سره

فان سعيه مشكور فى نصرة الدين وحقه ثابت على سائر العلماء ولولا كتبه
ومساعيه الجميلة لما قام للفقه عمود ولا اخضر له عود ولا يجوز رميه
بتخريب الدين كما اجترء عليه قلمه وعلى سائر المجتهدين هذا
ملخص ما افاده فى مقدمات الحدائق الناضرة فى احكام العترة الطاهرة
ومن شاء التفصيل فعليه بمطالعة المقدمات وشرحها للسيد الجليل
والفاضل النبيل + والفقيه العديم النظير + الحبر النحرير + مولينا السيد
المحسن الاعرجي قدس الله ارواحهم قال والدى العلامة احله الله دار المقام
وما اخبرني به قراءة واجازة جناب العالم الفقيه + والكامل النبيه + مولانا
السيد على الطباطبائى بحق اجازته عن مشائخه الكرام + منهم العالم
العلامة باقر العلوم + محمد باقر بن مولانا محمد اكمل عن ابيه عن
مشائخه الذين مر ذكرهم عن العلامه المتقى مولانا التقى عن الشيخ
البهائى + عن ابيه عن الشهيد الثانى ومنهم الشيخ المحقق يوسف بن احمد
بن ابراهيم البحرانى ره + الى اخر السند المذكور فى بيان طرق جنابه للسيد
السند محمد مهدى الطباطبائى اعلى الله درجته ثم ذكر طرقه الاخر
بواسطة مشائخه الباقين عليهم سوابغ رحمة رب العالمين + رأينا
حذفها اجدر بالمقام + لئلا يطول الكلام + ولنرجع الى اتمام سلسلة السند
المذكور + فى كلام بحر العلوم المبرور + فاقول قال رحمه الله وبما ذكرنا
من الاسانيد المتقدمة وما لم نذكر عن شيخنا الشهيد الثانى رحمه الله
عن عدة من مشائخه منهم الامام شيخ فضلاء الانام على بن عبد العالى

الميسى عن شيخه الفقيه السعيد بن عم الشيخ الشهيد شمس الدين محمد
بن محمد داود الشهير بابن المؤذن الجزينى + عن شيخ المشائخ الماضين
الشيخ ضياء الدين على بن الامام الاوحد والعلم المفرد + والفقيه الارشد
الشيخ السعيد + ابى عبدالله محمد بن مكى الشهير بالشهيد رفع الله قدره
وانار بدره + عن ابيه المنوه بذكره عن عدة من مشائخه تلامذة العلامة
اشهرهم وافقههم ولده فخر المحققين وبدر المدققين محمد بن الحسن بن
يوسف بن الحلى عن والده العلامة على الاطلاق والمشهور بذلك
فى جميع الافاق عن جملة من مشائخه منهم والده المقدم ذكره و شيخه
الوحيد الفريد شيخ مشائخ عصره + ومقدم فقهاء دهره + الشيخ ابى القاسم
جعفر بن سعيد + الشهير بالمحقق عن الشيخ نجيب الدين محمد بن نما
عن الفاضل الفقيه الكامل + محمد بن ادريس الحلى العجلى + عن الشيخ عربى
بن مسافر العبادى + عن الشيخ الياس بن هشام الحائرى + عن الشيخ ابى على
عن والده شيخ الطائفة المحقة + ورافع الاعلام الحقه ابى جعفر محمد
بن الحسن الطوسى عن شيخه المحبو بالتائيد والتسديد + جعفر بن محمد
النعمان الملقب بالمفيد عن شيخه الامام + رواية الاخبار والفائض نوره
فى الاقطار + الشيخ الصدوق ابى جعفر محمد بن على بن بابويه القمى عن شيخه
الامام + علم الاعلام وقدوة الانام وثقة الاسلام + ابى جعفر محمد
بن يعقوب الكلينى الرازى والمحمدون الثلثة رضى الله عنهم قد رووا فى
كتبهم المعتبرة باسانيدهم المعنعنة عن ائمة الهدى + عن رسول الله صلى الله

علیہ والہ عن جبرئیل امین الله علی وحیہ عن الله جل شانہ وعظم
سلطانہ + قال ونحن نروی عن کل متاخر فمن ذکرناہ اولم نذکرہ + من
المشائخ کتب من تقدمہم فی کل طبقۃ و طبقۃ مرویات ومجازاتہ + و
کذا جمیع کتب المخالفین وسائر کتب العلوم والرسوم بالوجہ المرسوم +
اقول کما قال وقد اجزت لہ زید فضلہ + ان یروی عنی جمیع ذلک کیف
شاءواحب لکل من اراد وطلب + مشترطا علیہ الا یترک سبیل الاحتیاط
فان فی ذلک الخلاص والنجاۃ اذا مر علی الصراط + یسر الله لنا ولہ المراد
علیہ وجعلنا وایاہ من اهل الزلفی لدیہ وقد کتبت ذلک حینما بلغت
من السنین + نیفا و ستین وقد ورد فی بعض الروایات ان لله ملکا ینادی
یا ابناء الستین زرع ان حصادہ + فتاکن لی امر الوصیۃ اذا دنفت علی المنیۃ
وقد خفقت عند راسی اجنحۃ الموت وحشا سامعی رافع الصوت + وقد
رق جلدی ردق عظمی + ونال الدهر منی واقترب اجلی + ولم یدننی
من الله عملی + فاوصی الیہ اولا الا ینسانی ومشائخی + فی محیای ومماتی +
من صالح دعواتہ + فی مظان خلوات + کما لا انساہ فی خلواتی + سیما بعد
ارتحالی + من هذہ النشأۃ الفانیۃ والتحاقی بالقرون الخالیۃ حیث ینقطع
الامال + وینسد طرق الاعمال + فاکون احوج الی الدعاء من الاخلاء
فعلیک ان تتعهدنی بالترحم ولو فی بعض الاوقات + وان تهدی الی
ثواب بعض الطاعات + وتستغفرلی اناء اللیل واطراف النهار + رزقنی
الله وایاک مرافقۃ الابرار فی دار القرار + وامرکنا نیا بملازمۃ التقوی

فانه انفع ما یعده المرء لیوم تشخص فیه الابصار + واقوی ذریعة الی حط الاوزار + واحثه ثالثاً علی ان یبذل جهده + ویستفرغ وسعه + ویبعث علی الماخوذ من اهله اعانه الله علیه بفضله + وان یصرف عنان هواه عن الرزائل + ویصرف اوقات فی اقتناء الفضائل + ومحاسن الاخلاق والشمائل وبذل المعروف ومساعدة الاخوان من اهل الایمان + ومقابلة المسیٔ بالاحسان والمحسن الامتنان + وملازمة العلماء + ومجالسة الفقهاء من اهل الورع والاتقاء + وان یکثر النظر الی الاحادیث المرویة عن الائمة النجباء علیهم الاف التحیة والثناء + ویتبع اخبارهم + وینتقد اثارهم ویجهد فی ابراز علومهم + واحراز احکامهم + فقد ورد فی الخبر + ان خبراً تدریه + خیر من الف ترویه + مراعیا لشرائط الفتوی والروایة + مبتغیا اقصی مراتب الدرایة + مشمراً عن ساق الجد فی تنقیح المرام مستفرغاً للوسع فی ترجیح الاحکام + اخذاً بالاحتیاط التام + فیما یتعلق بامور الدین + لاسیما فی النقل والفتوی للمسلمین + فان المفتی علی شفیر السعیر + لا فی حالتی نطقه وصمته علی خطر عظیم عند الناقد البصیر + فان اقدم علی الفتوی من غیر علم + او ما ینتهی الی علم + فقد هوی + او قصر فی التحصیل والنظر فقد غوی + وان احجم بعد تحصیل المبادی العقلیة والنقلیة + واستفراغ الوسع فی الادلة الشرعیة + عن التفقه والارشاد + مع حاجة الخلق کان ابعد من رحمة رب العباد + لقوله تعالی الذین یکتمون الایة ولقوله علیه السلام لیت السیاط علی رؤس اصحابی حتی یتفقهوا ولقوله ع من کتم علماً الجمه الله

بلجام من النار + كما ورد فى بعض الاخبار فلا تغتر بقول من يسد باب الفتوى
نظرا الى الاحتياط فانه اذا انتهى الامر الى الافراط فسد الامر وادى الى الاحباط
قال بعض المشائخ الاعلاء + فى فوائده فى المقام + مشيرا الى المبالغة فى الاحتياط
انه ايضا ربما يخرب الفقه كما شاهدنا كثيرا بل كل من افرط فيه لم ينل له
فقها وهو كلام دقيق + بالقبول حقيق + انما على الفقيه استفراغ النظر +
وما عليه بعد ذلك من خطر + فانه لا يكلف الله نفسا الا وسعها وما حجب
الله عن العباد فهو موضوع عنهم ولا يسقط الميسور من التكاليف بمعسورها
وليس كل ظن يتبع ولا كل ظن يمنع + فان بعض الظن اثم + واتباع بعض
الظنون حتم وحزم + لامتناع الجزم + اذ لا سقوط للتكليف ولا حرج فى الدين +
فلما انسد باب العلم واليقين + كما هو الاكثر + ناب منابه ظن الفقيه على
الوجه المعتبر ولكن عليه ان يتحرى اقوى الظنون الشرعية الحاصلة من الكتاب
والسنة النبوية والاخبار المرضية المعصومية + والدلالات الظاهرة الجلية
والاصول العقلية + والاجماعات القطعية ومن اسقط اعتبار ظواهر القرآن
الكريم + فقد حاد عن الطريق القويم + وخالف الاخبار الواضحة المنار +
وناقض سيرة الائمة الابرار + وسائر اصحابنا الاخيار + ومن الغى العمل
باخبار الاحاد + فقد خالف جادة السداد + ومن افرط فى العمل بكل خبر لم يلجا الى ونى
كيف يعول على خبر + ويدع ما عارضه من اثر معتبر + او الادلة الاخر + بل
يفتقر اذ ذاك لا محالة الى النظر فى علاج المتعارضات + والتعمق فى المرجحات + اذ
النصوص الواردة فى علاجها ايضا مختلفة + والى الجمع والترجيح مفتقرة + وليس الامر

فيه مقصوراً على المنصوص + فان استقراء النصوص + يعطي تنقيح المناط الاعتبار
ما ورد فيه بالخصوص + والمجمع عليه كالمتواتر مما لاريب فيه + ولاشك يعتريه +
والعلم به ممكن بل واقع محقق فى كثير من المواد + ولذا قال بعض الاعلام لولا
الاجماع لم يقم للفقه عمود + ولا اخضر له عود + واسبق ابلج واسا سها
ومصباح العلوم ونبراسها + هو العقل السليم + وقد مدحه الله فى مواضع لاتحصى
من كتابه الكريم + ولولاه لكان الناس كالانعام + وغير العامل بمقتضاه كالبهائم
بل اضل سبيلا + فهو نور من الله + من الله به على عباده فجعله محجة واضحة
ودليلا + وبرهانا متينا واصلا اصيلا + به اُدرك الشرع واهله + وعرف النبي
وفضله + والكتاب وفصله + والامام ونبله + فكان الدليل العقلى اقدم
الادلة واسبقها + واحريها بالتقديم واوثقها + بل اوثق عرى الايمان + به
قامت اصول الاديان + والمراد بالدليل العقلى + هنا هو الدليل القطعى + الذى
يقبله الطباع السليمة + والعقول المستقيمة + لا الوهميات والمشاغبات مما لفقها
المتفلسفون + ولذا قال والدى العلامة احله الله دار المقام + واياك
ان تصرف عمرك فى تدريس الكتب الفلسفية + وتدوين العلوم الحكمية
مشائية كانت او اشراقية + فانها لاشبهة فى انها + كتب ضلالة + و
جهالة + تورث لصاحبها حسرة وندامة + وادنى ما شاهدنا من وخامة
عاقبتها ان المتوغل بها ان لم يصر ملحدا او دهريا او صوفيا + فلا اقل
من ان يتساهل فى امور الدين + ولا يتقيد باحكام الشرع المتين + كما هو
مشاهد فى اكثر بلادنا الهندية وفى كثير من الممالك العجمية + نعم اذا كان

المشتغل ممن صفا ذهنه واتقن اكثر العلوم الدينية + بالدلائل
والبراهين اليقينية + ثم لا باس بصرف بعض الاوقات . بتدريس بعض
كتبهم اياه مع التنبيه على خطائهم والايماء الى مواضع زلاتهم ليحصل له
القوة على نقض كلماتهم واحثه رابعًا الى المجادلة الحسنة لقوله وجادلهم
بالتى هى احسن نصرةً للدين + وتبكيتا واقحامًا للمعاندين + واوصيه خامسًا
بالاشتغال بالمواعظ والنصائح لاخوانه المؤمنين + وتذكيرهم بايات الله
والاخبار الماثورة عن الائمة المعصومين + فان الذكرى تنفع المومنين و
صرف الهمة الى التصنيف والتاليف فيما يتعلق باصول الديانات + فانه
عسى ان يكون من الباقيات الصالحات + وفقنا الله واياه + لما يحب ويرضاه
واخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين + والصلوٰة والسلام على انبيائه
المكرمين + سيما سيد رسله ختم المرسلين + واوصيائه الاكرمين
صلوةً دائمة بدوام السموات والارضين - **كتبه** خادم الشريعة المطهرة
السيد حسين صانه الله عن كل شين + يوم الاحد الاربع بقين من
ثانى الربيعين سنة ١٢٧٢ اثنين وسبعين بعد الف ومأتين من الهجرة النبوية
على هاجرها الف الف تسليم وتحية .

لا اله الا الله
حسين بن على
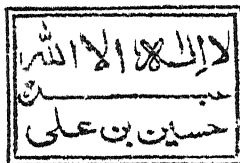
اسکے علاوہ قابل تامل ولائق غور یہ امر ہی کہ ایک شخص مرزا محمد بن محمد امان صاحب لکھنو کے باشندے تھے اور مفتی صاحب کی خدمت مین حاضر باش تھے۔ کچھ پڑھتے بھی تھے۔ مگر باوجود کم استعدادی کے یہ شوق تھا کہ لوگون کی نگاہ مین بڑے عالم معلوم ہون اور ایک محقق کامل سمجھے جائین۔ اسی لحاظ سے مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین حاضری اور درس کا اہتمام رکھتے تھے اور یہان سے مضامین و مطالب سُنکر لوگون کے سامنے اپنی تحقیق ظاہر کرتے تھے اور امامت جماعت اور وعظ مین مصروف ہوتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی مطلب درست سمجھ مین نہ آیا اور وہی غلط مطلب لوگونمین بیان کردیا اور پھر بحث بھی شروع کردی۔ اُنھون نے اس قدر مفتی صاحب کے پاس رسوخ بڑھایا کہ کئی رسالے علوم مختلفہ مین کوئی نظم کوئی نثر لکھوائے اور اپنا نام درج کرالیا اور بعض کا مسودہ تک اپنے پاس رکھ لیا اور انھین کے اکثر رسالے اپنے گھر مین مفتی صاحب کو بلاکر لکھوائے۔ لوگون مین انکی بہت عزت و منزلت ہوگئی اور وہ عمامہ و عبا اور لباس ہدورع کے پابند رہنے لگے غالباً ان رسائل کی تعداد چودہ تک پہونچ گئی تھی اور انھین رسائل مین رسالۂ نور الابصار فی الاُصول والاخبار بھی شامل ہی۔ یہان تک کہ طائے مذکور روانہ عراق ہوئے اور وہان کے علمائے اعلام سے ملے اور یہ رسالہ اُن حضرات کی خدمات مین پیش کیا اور سب کو دھوکا دے کر اجازات متعددہ لیکر واپس آئے حالانکہ اُنکی استعداد اتنی بھی نہ تھی کہ اُن اجازات کو صحیح پڑھ سکتے۔ ہر ناظر بصیر غور کر سکتا ہی کہ وہ سب اجازات نور الابصار کے مصنف کے قرار پاتے ہین نہ مرزا محمد بن محمد امان صاحب کے لہذا وہ اجازات بھی جناب مفتی صاحب ہی کے اجازات ہوئے۔ اس مقام پر اُن اجازات کی پوری نقل مین چونکہ طول ہوجاتا اسلیئے اجمالاً لکھا جائیگا۔ انھین بزرگوار کے باب مین مفتی صاحب نے نظم فرمایا ہے ؎

قد ارتفع الامان بما اجازت　　اجلاء الفحول ابن الامان

امانا نال المرام کما تمنی　　وافرصد المنایا للامانی

عراق کی واپسی کے چند ماہ کے بعد اُن کا انتقال ہوگیا اور سب آرزوئین خاک مین ملگئین ایک اجازہ جناب شیخ ابو محمد حسن بن حسین آل عصفور علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا تھا اور دوسرا اجازہ آقا شیخ خلف بن علی بن الحسین آل عصفور نے تحریر فرمایا تیسرا اجازہ آقا شیخ حسن بن الشیخ جعفر اور آقا حسن الزکی نے تحریر کیا اور چوتھا اجازہ شیخ سلیمان بن احمد بن عبد الجبار رحمہ اللہ نے مرقوم فرمایا اور پانچوان اجازہ سید کاظم بن سید قاسم رشتی نے لکھا چھٹا اجازہ جناب شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر الکلام علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا تھا یہ تمام سلسلہ ہائے روایت جناب مفتی صاحب قبلہ کے طرق روایت مین اضافہ ہو سکتے ہین بلکہ درحقیقت اُنھین کے طرق روایت ہین

تتمہ اگرچہ اُن اجازات کے ذریعہ سے جو کتاب نور الابصار ملاحظہ فرما کر میرزا محمد امان صاحب کو علمائے عراق نے مرحمت فرمائے اور درحقیقت وہ مفتی صاحب ہی کے اجازات ہین مفتی صاحب قبلہ کا سلسلہ روایت بہت وسیع ہوجاتا ہی لیکن جو اجازہ کہ واضح طور پر اُنھین ملا ہی وہ بالخصوص جناب سید العلما طاب ثراہ سے ملا ہی اور اُنکا سلسلہ روایت جناب سید العلما علیہ الرحمہ کے سلسلہ روایت مین منحصر ہی۔ اسمین شک نہین کہ مفتی صاحب کے جد امجد سید محمد جعفر صاحب اگر شوشتر سے ہندوستان نہ آئے ہوتے تو جسطرح اُن کے اجداد کرام کا سلسلۂ روایت وسیع ہی اُنکا سلسلۂ لببب تا آخر زمان کے اُس سے زیادہ وسیع ہوتا اور جسطرح دیار عرب و عجم مین وہ حضرات علمی قلمرو کے نامی حکمران ہوئے اور اپنے خاندان کے چشم و چراغ ہوکر علم ہدایت بلند کرتے رہے اُسی طرح

مفتی صاحب کا نام بھی علماء عرب وعجم کی فہرست مین نمایان نظر آتا۔ لیکن سید محمد جعفر شوشتری
کے ہندوستان چلے آنے نے مفتی صاحب کو اپنے خاندانی سلسلہ سے اسقدر بعید کر دیا کہ
یہان کے اُن علما سے جو ہم مذہب بھی نہ تھے تحصیل علم و استفادہ کی نوبت آئی اور جسطرح
سابق مین بیان ہوا تمام تحصیل اسطرح ختم ہوئی۔ یہ خدا کی قدرت تھی کہ جناب غفران مآب
مولانا سید دلدار علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ ارض عراق کے برکات علمیہ لیکر ہندوستان
آچکے تھے اور اُن کے فیوض سے ظلمتکدہ ہند روشن ہو چکا تھا اور سید العلما مولانا السید حسین
صاحب قبلہ علیین مکان اپنے والد بزرگوار کی مسند علمی پر تکیہ زن تھے مفتی صاحب کو یہ موقع
بہت اچھا لگا کہ جناب سید العلماء کی خدمت مین حاضر ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ مین
علوم شرعیہ مین دستگاہ بلند حاصل کرلی اور تائید غیبی یہ ہوئی کہ اس ذریعہ سے اپنے
اجداد کرام کے فیوض علمی اور برکات خاندانی سے بھی مستفیض ہو گئے اور سلسلۂ روایت بھی
اُن کا اُن حضرات کرام سے اسطرح متصل ہو گیا کہ نہ خود مفتی صاحب کے دل مین غالبًا اسکا خیال آیا اور
نہ کسی دوسرے کے ذہن مین اسکا خطور ہوا جسکی تفصیل یہ ہی کہ آقا ملا ابو الحسن شریف بن
محمد طاہر بن عبد الحمید النباطی العاملی المجاور بالنجف حیاو میتا صاحب فوائد غرویہ نے آقا
سید نعمۃ اللہ الموسوی الجزائری الشوشتری سے اخذ کیا اور اجازہ حاصل فرمایا۔ صاحب
لولوۃ البحرین نے شیخ احمد بن اسمعیل جزائری کی ایک عبارت نقل کی ہی جسمین ابو الحسن
شریف کی نسبت خاتم العلماء الماضین تحریر کیا ہے۔ پھر انھون نے اپنے تلمیذ رشید آقا شیخ
ابو محمد صالح محمد مہدی بن محمد صالح الفتونی العاملی رحمۃ اللہ کو اجازہ دیا یہ بزرگوار آقا سید محمد مہدی
الطباطبائی النجفی بحر العلوم اور آقا سید محمد مہدی بن ہدایت اللہ الموسوی المشہدی الصفہانی
طاب ثراہما کے اُستاد ہین اور ان دونون بزرگوارون نے اُن سے اجازہ حاصل کیا ہی اور

اِن دونون عالم جلیل القدر سے جناب مولانا سید دلدار علی صاحب غفران مآب کو شرف تلمذ حاصل ہی اور دونون نے انھین اجازہ مرحمت کیا ہی۔ علاوہ اسکے آقائے بحر العلوم موصوف کو آقا شیخ یوسف بحرانی صاحب حدائق سے بھی تلمذ حاصل ہی اور اسیطرح جناب میرزا محمد مہدی بن ابو القاسم الموسوی الحائری الشہرستانی اور آقا سید علی طباطبائی صاحب ریاض کو بھی صاحب حدائق سے سلسلۂ روایت ہی اور تینون شخصون کو صاحب حدائق سے اجازہ ملا ہی اور صاحب حدائق نے لوٴلوٴة البحرین مین اپنا سلسلہ جناب نعمۃ اللہ الجزائری علیہ الرحمہ تک پہونچایا ہے۔ بیان مذکور سے واضح ہوگیا کہ یہ سلسلہ پانچ طریقون سے علامہ جزائری تک پہونچا ہے۔

الاولی السید محمد عباس عن السید حسین سید العلما عن غفران مآب عن السید محمد مہدی الشہید الرابع عن محمد مہدی الفتونی عن ابی الحسن الشریف عن السید نعمۃ اللہ۔

الثانیۃ ح غفران مآب عن السید محمد مہدی الطباطبائی بحر العلوم عن محمد مہدی الفتونی عن ابی الحسن الشریف عن السید نعمۃ اللہ،

الثالثۃ ح غفران مآب عن السید محمد مہدی بحر العلوم المتقدم عن صاحب الحدائق عن محمد مہدی الفتونی الخ۔

الرابعۃ ح غفران مآب عن میرزا محمد مہدی الشہرستانی عن صاحب الحدائق الخ

الخامسۃ ح غفران مآب عن السید علی الطباطبائی عن صاحب الحدائق الخ

علاوہ اسکے تین سلسلے اور بھی ہین اسطرح کہ جناب یوسف بحرانی صاحب حدائق روایت کرتے ہین اپنے استاد شیخ حسین بن جعفر ماخوذی سے اور وہ روایت کرتے ہین اپنے استاد شیخ سلیمان بن عبد اللہ سے اور وہ سید ہاشم بحرانی سے اور وہ عبد اللہ بن صالح بن جمعہ سے اور وہ

محمد بن یوسف بن علی کنبار سے اور وہ سید نعمۃ اللہ جزائری سے اور صاحب حدائق تک جناب بحر العلوم اور میرزا مہدی شہرستانی اور سید علی طباطبائی کا سلسلہ پہلے بیان ہو چکا ہی - اِس سلسلہ مین سید ابو الحسن شریف سابق الذکر داخل نہین اور تفصیل اسکی یہ ہے،

الاولے غفران مآب عن بحر العلوم عن صاحب الحدائق عن الشیخ حسین بن جعفر عن الشیخ سلیمان بن عبداللہ عن السید ہاشم عن الشیخ عبداللہ بن صالح عن محمد بن یوسف بن علی بن کنبار عن السید نعمۃ اللہ الجزائری۔

الثانیۃ غفران مآب عن المیرزا محمد مہدی الشہرستانی عن صاحب الحدائق الخ

الثالثۃ غفران مآب عن السید علی الطباطبائی عن صاحب الحدائق الخ

علاوہ اسکے **ایک سلسلہ** اور بھی ہی جسکی انتہا آقا سید عبداللہ تک ہوتی ہی جو جناب سید نعمۃ اللہ جزائری کے پوتے ہین اور وہ یہ ہی السید محمد عباس عن سید العلماء عن غفران مآب عن صاحب الحدائق بالوسائط الثلثۃ السابقۃ عن السید حسین القزوینی عن السید الشہید آقا سید نصر اللہ الحائری عن السید عبداللہ بن السید نور الدین عن السید نور الدین بن نعمۃ اللہ عن السید نعمۃ اللہ الجزائری۔

یہ سب نو سلسلہ ہین جنکے ذریعہ سے مفتی صاحب اپنے جد امجد سید نعمۃ اللہ جزائری کے فیوض علمی سے مستفید ہوئے اور اُن کے آخری سلسلے مین آقا سید عبداللہ اور آقا سید نور الدین بھی شامل ہین اِن سب مین پہلا اور دوسرا سلسلہ زیادہ قلیل الوسائط ہی یعنی مفتی صاحب اور علامہ جزائری کے درمیان صرف پانچ شخص واسطہ ہین یعنی آقا سید العلماء اور آقا غفران مآب کے علاوہ تین شخص ہین ایک حضرت بحر العلوم یا شہید رابع دوسرے اُن کے اُستاد آقا مہدی فتونی تیسرے آقائے فتونی کے اُستاد آقائے ابو الحسن شریف فتونی۔ سابق مین مذکور ہوا کہ مفتی صاحب کا سلسلہ نسبی علامہ جزائری تک چار واسطون سے منتہی ہوا ہی۔ سلسلہ روایت مین،

ایک واسطہ زیادہ ہوگیا۔ اگر مفتی صاحب کے بزرگ زمین ہند کیطرف نہ آئے ہوتے تو غالباً
سلسلہ روایت مین اس اضافہ کی نوبت نہ آتی اور سلسلہ روایت مین کمی جا رہی وسائط ہوتے
ان تمام امور کا انکشاف ضمیمہ سے اچھی طرح ہو جائیگا جسکے بعد بطور شجرہ روایت ملاحظہ مین آئیگا
لیکن بہرحال جناب مفتی صاحب قبلہ کیلئے اپنے استاد علام کے والد علامہ طاب ثراہ کے شکریہ
کا کس قدر موقع تھا کہ خود انھین تو ہندوستان کے حدود سے ایک دن کیلئے بھی ایک قدم باہر رکھنے کا
محل نہوا لیکن اُن جناب نے سفر عراق عرب و عجم کی زحمتین برداشت کر کے اُن علماے اعلام
و حجج اسلام سے اکتساب علوم و استجازہ فرمایا جن کے سلسلے اکابر اسلاف سے ملے ہوئے تھے
اور منجملہ اُن سلسلون کے بعض سلسلے بتوسط اساتذہ علامہ جزائری سے بھی متصل ہوتے تھے
پھر اُن مقامات متبرکہ سے مراجعت فرما کے اپنے فرزند اصغر جناب سید العلما کے ذریعہ سے مفتی صاحب
تک اُن کے اکابر خاندان و اجداد کرام کے فیوض و برکات ظلمتکدہ ہندوستان مین پہونچائے
جہان اہل ہندوستان کو حضرت غفران مآب کے افادات و ہدایات و برکات کے ضمن مین
اُن کے اساتذہ کرام کے فیوض نے خلعت ہدایت سے مخلع کیا ہو وہان علامہ جزائری کے
فیوض و برکات بھی علمی رگون مین خون کیطرح پھیلے ہوئے ہین۔ آقا سید نعمۃ اللہ الجزائری کا مختصر
حال بالاجمال شروع کتاب مین درج ہو چکا ہو آپنے مولانا محمد محسن کاشانی اور میر شرف الدین
اور شارح دروس آقا حسین خوانساری اور صاحب تفسیر نور الثقلین شیخ عبد العلی بن جمعہ الحویزاوی
اور شیخ حسن بن محی الدین اور سید ہاشم بن الحسین الاحسادی اور مولانا محمد باقر الخراسانی اور
علامۃ العلما ملا محمد باقر مجلسی علیہم الرحمہ کی خدمات بابرکات سے اکتساب علوم فرمایا اور مرزا ابراہیم
خلف مولانا صدرا ے مشہور اور شیخ جعفر خلف شیخ کمال بحرانی اور شیخ صالح بن عبد الکریم
سے بھی تحصیل علوم کرنا ثابت ہوتا ہو۔ آپ شاہ سلیمان صفوی کی طرف سے منصب جلیل قضا

وشیخ الاسلامی وتدریس ونیابت وصدارت وامامت جمعہ وجماعت وتولیت مسجد جامع وامر بالمعروف ونہی عن المنکر اور تمام مناصب شرعیہ پر جو بلید وملوک اور اوسکے بلاد قریبہ سے متعلق تھے فائز تھے جابجا مساجد مین آپکے تلامذہ راشدین امامت کیلیے معین تھے۔ آپ نے تعلیم وہدایت خلق مین بڑی بڑی زحمتین اُٹھائین اور اُس جہلستان مین ہدایت کی شمعین روشن فرمائین یہانتک کہ اپنے دست مبارک سے ذبح کرکے حیوانات کا ذبح کرنا لوگونکو سکھایا۔ جناب شیخ حر عاملی اگرچہ جناب سید ممدوح کے اُستاد ہین لیکن اُنھون نے ان کے حال مین یہ الفاظ کتاب امل الامل مین تحریر فرمائے ہین فاضل عالم محقق علامۃ جلیل القدر مدرس من المعاصرین لہ کتب منہا شرح التہذیب الخ آپکے تلامذہ مین مولانا محمد بن علی النجار اور مولانا محمد باقر بن محمد حسین سید محمد شاہی اور حاجی عبد الحسین کرکری اور قاضی نعمۃ اللہ بن قاضی معصوم بھی ہین۔ آپ نے تہذیب الاحکام کی شرح بارہ جلدین تحریر فرمائی جو شرح کبیر مشہور ہے پھر اُسے آٹھ جلدون مین مختصر کیا۔ اور تین جلدین استبصار کی شرح مین لکھین اور غوالی اللآلی کی شرح مین دو جلدین لکھین۔ انوار نعمانیہ اور نوادر الاخبار اور ریاض الابرار اور زہر الربیع بھی دو دو جلدون مین تحریر فرمائین اور توحید صدوق کی شرح لطیف اور احتجاج طبرسی اور عیون اخبار الرضا اور روضہ کافی کلینی اور صحیفہ کبیر وصغیر اور تہذیب النحو شیخ بہائی اور مغنی اللبیب کی شرحین اور اسی طرح بہت سے کتب ورسائل تصنیف فرمائے جو آج تک عالم مین فیض رسانی کر رہے ہین اور جیسے مصنف علام کی جلالت علمی آفتاب عالمتاب کیطرح روشن ہے علامہ ممدوح کی اولاد امجاد مین علاوہ اُن بزرگوارون کے جو اُن کے بنی اعمام تھے بکثرت اہل علم وفضلا وعلما ہوئے جنکی تفصیل نجوم السماء اور تحفۃ العالم سے واضح ہو سکتی ہے اور اُنمین کے بعض اسما یہان بھی درج ہوتے ہین آقا سید حسین بن سید نور الدین اور سید ابو الحسن بن سید عبد اللہ بن سید نور الدین اور سید رضی بن سید نور الدین اور سید طالب بن سید نور الدین اور سید مہدی

بن سید عبد اللہ بن سید نور الدین اور سید محمد شفیع بن سید طالب بن سید نور الدین اور سید علی
بن سید محمد بن سید نور الدین اور سید عبد الکریم بن سید جواد بن سید عبد اللہ بن سید نور الدین
اور سید عبد الرزاق بن سید بہاء الدین بن سید عبد اللہ بن سید نور الدین اور سید محسن بن سید
ابو الحسن بن سید عبد اللہ بن سید نور الدین اور سید محمد بن سید عبد الکریم بن سید جواد بن سید
عبد اللہ بن سید نور الدین اور سید عبد الہادی بن سید عبد اللہ بن سید نور الدین اور سید کاظم
بن سید محمد بن سید نور الدین اور سید ابو تراب بن سید عبد اللہ بن سید نور الدین اور سید اسمٰعیل بن
سید مرتضیٰ بن سید نور الدین اور سید نعمۃ اللہ معروف سید آغائی سبط سید نعمۃ اللہ جزائری انمین
سید محمد شفیع بن سید طالب بن سید نور الدین کی شان زیادہ ممتاز ہی جنھون نے فقہ و حدیث
کا درس آقا شیخ مہدی فتونی اور شیخ یوسف بحرانی سے حاصل کیا اور علم اُصول مین اُستاد
الافاضل آقا محمد باقر بہبہانی اصفہانی کے شاگرد ہوئے اور حکمیات مین آقا محمد باقر ہزار جریبی
سے درس و تلمذ حاصل کیا اور آقائے بہبہانی نے جب مفاتیح ملا محمد محسن کاشانی کی مبسوط
شرح تحریر فرمائی تو یہ اُس تصنیف مین ممد و معاون رہے علاوہ ان حضرات کے آقا سید
نور الدین بن سید نعمۃ اللہ جزائری کے کمالات علمیہ مشہور و معروف ہین جسقدر مناصب شرعیہ
بادشاہ کیطرف سے سید نعمۃ اللہ جزائری کے متعلق تھے وہ سب انسے متعلق ہوئے اور شاہ سلطان
صفوی انکا نہایت احترام کرتے تھے اور کوئی دقیقہ اُنکے اعزاز مین اُٹھا نہ رکھتے تھے کئی کتابین
فنون مختلفہ مین تحریر فرمائین انکا سلسلہ روایت آقا سید نعمۃ اللہ تک منتہی ہوتا ہی اور امیر فیض اللہ بن
سید غیاث الدین محمد طباطبائی اور امیر شرف الدین اور شیخ علی بن جمعہ حویزی عروسی اور جعفر
بن کمال الدین بحرانی اور سید مرزا محمد بن شرف الدین علی بن نعمۃ اللہ الجزائری اور ہاشم بن
الحسین بن عبد الرؤف احسائی اور حسین بن محی الدین علیہم الرحمہ سے بھی حق روایت حاصل ہی

ان کے فرزند ارجمند سید عبد اللہ بن سید نور الدین بن سید نعمت اللہ الجزائری بھی جلیل القدر عالم تھے تحفۃ العالم مین یہ الفاظ لکھے ہین السید الکبیر المحقق النحریر المجتھد الھمام مقتدی الانام علامۃ المشارق محیی الحکمۃ السید عبد اللہ بن السید نور الدین رحمہ اللہ تعالی ان کا سنہ ولادت ۱۱۱۴ھ ہجری ہی پندرہ برس کے سن مین جامع علوم دینیہ و معارف یقینیہ ہو گئے تھے اور کمالات صوریہ و معنویہ انمین فراہم ہو گئے تھے ان کے زمانہ مین شاہان صفویہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور نادر شاہ کا دور تھا۔ جتنے مناصب شرعیہ سلطان حسین بادشاہ صفوی کی طرف سے سید نور الدین بن سید نعمۃ اللہ الجزائری کے متعلق تھے وہ سب نادر شاہ کی طرف سے آقا سید عبد اللہ ممدوح کے متعلق ہوئے۔ تحفۃ العالم مین لکھا ہی کہ ان کے تالیفات اسقدر متقن اور ان کے فتاوی اسقدر محکم تھے کہ کسیکو خوردہ گیری کا موقع نہین ملا نہایت زبردست کتابین انھون نے تحریر فرمائین جنکا عالم مین شہرہ ہوا سلسلۂ روایت انکا اپنے والد بزرگوار سے متصل ہی اور سید شہید سید نصر اللہ حائری ان سے روایت کرتے ہین اور خود سید عبد اللہ ممدوح امیر محمد حسین خاتون آبادی سبط علامۂ مجلسی سے بھی روایت کرتے ہین اور انھین حق روایت سید رضی الدین بن علی بن حیدر العاملی مکی اور سید جلیل صدر الدین بن محمد باقر رضوی قمی سے بھی حاصل ہی۔ اور جناب مفتی سید محمد عباس موسوی شوستری جزائری طاب ثراہ جس مرتبۂ علمی پر فائز ہوئے اور ان کے کمالات جس معراج ترقی تک پہونچے انپر مطلع ہونے کے لئے یہ سوانحعمری موجود ہی۔ اگر سید نعمۃ اللہ الجزائری اس بزرگوار کے کارنامے بچشم خود ملاحظہ فرماتے تو اس خلف صالح کے وجود پر انھین فخر و مباہات کا موقع تھا۔ بہرحال مفتی صاحب کے افادات علمیہ تاقیامت یادگار ہین جنھین زمانہ کبھی فراموش نہین کر سکتا۔

یہ شجرہ پانچ طریقوں
کا جامع ہے
ضمیمہ
آقا محمد باقر مجلسی علیہم الرحمہ
آقا ابو الحسن شریف عاملی غروی
آقا سید نعمت اللہ الجزائری الشوستری
آقا محمد مہدی فتونی عاملی
آقا یوسف بن احمد البحرانی صاحب حدائق
آقا میر محمد مہدی شہرستانی موسوی
آقا سید علی طباطبائی صاحب ریاض
آقا سید محمد مہدی طباطبائی بحر العلوم
آقا محمد باقر بہبہانی
آقا غفران مآب طاب ثراہ
آقا سلطان العلما
آقا سید العلماء
آقا مفتی سید محمد عباس شوستری
آقا سید نعمت اللہ الموسوی الجزائری
آقا محمد بن یوسف بن علی الکنبار
آقا شیخ عبد اللہ بن الحاج صالح بن جمعہ
آقا سید ہاشم بحرینی
ومن طرقي الى المشائخ العظام ما اخبرني به قراءة
وسماعا واجازة شيخنا الفاضل الشيخ حسين ابن
المرحوم الشيخ محمد جعفر البحراني الماخوذي الى
ان قال هذا الشيخ يروي عن شيخه علامة الزمان
ونادرة الاوان الشيخ سليمان بن
عبد الله بن علي بن حسن بن احمد
بن يوسف بن عمار البحراني الستراوي ۱۲ لؤلؤه
آقا شیخ سلیمان بن عبد اللہ بحرانی
آقا شیخ حسین بن جعفر بحرانی
آقا شیخ یوسف بن احمد بحرانی صاحب الحدائق
آقا میرزا محمد مہدی موسوی شہرستانی
آقا سید علی طباطبائی
آقا سید محمد مہدی طباطبائی بحر العلوم
آقا غفران مآب طاب ثراہ
آقا سلطان العلما
آقا سید العلما
آقا مفتی سید محمد عباس
یہ شجرہ تین طریقوں کا
جامع ہے
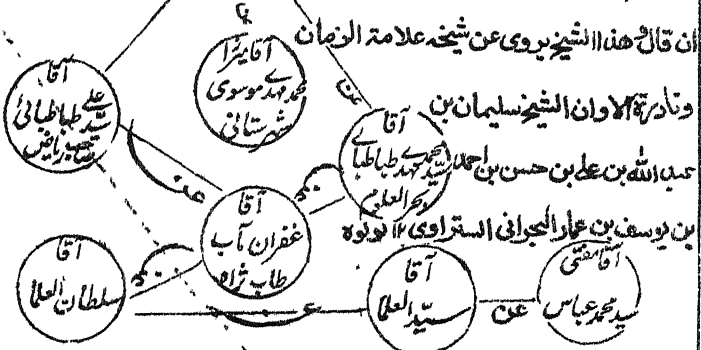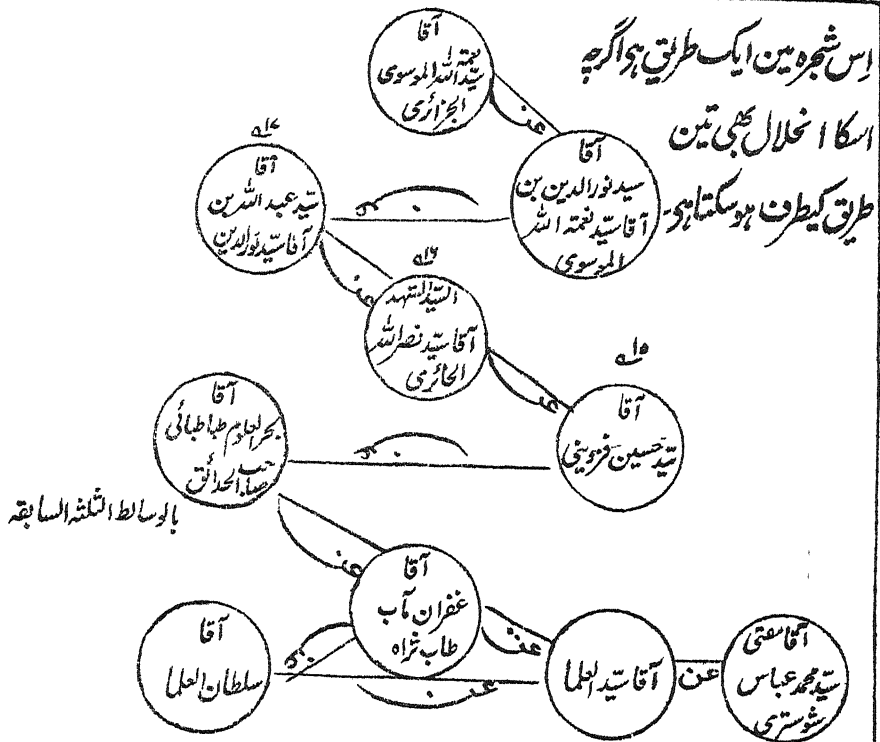
لہ فی مستدرک الوسائل للعالم مولانا الحاج مرزا محمد حسین النوری الطبرسی رحمہ اللہ المتبحر الجلیل المولی ابی الحسن الشریف العاملی الغروی عن خالہ الفاضل السید محمد صالح الخاتون ابادی وعن المحدث الکاشانی وعن الشیخ محمد حسین بن الحسن المیسی الحائری وعن الشیخ الاجل عبد اللہ بن محمد العاملی وعن الشیخ علی سبط الشہید الثانی وعن الفاضل الشیخ صفی الدین بن الشیخ فخر الدین الطریحی النجفی عن والدہ وعن الامیر شرف الدین وعن الشیخ احمد بن محمد بن یوسف وعن الحاج محمود المیمندی وعن المحدث الجلیل صاحب الوسائل وعن المحدث الجزائری السید نعمۃ اللہ ۱۲

لہ شیخ ابو صالح محمد مہدی فتونی عاملی از تلامذہ ملا ابو الحسن شریف عاملی بود و بحر العلوم آقا سید مہدی طباطبائی و مرزا مہدی شہید رابع از تلامذہ آنجناب اند و از و روایت داشتند ۱۲ نجوم السماء

لہ قال بحر العلوم فی اجازتہ للسید عبد الکریم بن سید عماد الدین الموسوی القمی و منہا ما اخبرنی بہ

بالوجوہ الثلثۃ المذکورۃ شیخنا العالم المحدث الفقیہ واستاذنا الکامل المتتبع النبیہ نخبۃ الفقہاء والمحدثین وزبدۃ العلماء العالمین صاحب الاخلاق الکریمہ الرضیہ والخصال الحمیدۃ المرضیۃ واحد عصرہ فی کل خلق رضی بن صالح محمد المہدی الفتونی افاض اللہ علی نفسہ الشریفہ القدسیہ مراحمہ الفاضلہ الانسیہ عن شیخہ الاعظم رئیس المحدثین فی عصرہ وقدوۃ الفقہاء فی دہرہ المولی ابی الحسن الشریف الفتونی قدس اللہ نفسہ وطیب رمسہ ۱۲ نجوم السماء

۵۴؎ تحصیل علوم از عظمائے مشائخ مانند آقا باقر بہبہانی وزبدۃ المحدثین شیخ مہدی فتونی طاب ثراہما فرمودہ ۱۲ نجوم السماء

۵۵؎ بخدمت جمعے از کبار علما کہ از جملہ ایشان شیخ یوسف بحرانی باشد تحصیل علم نمودہ ۱۲ نجوم السماء وقال فی المستدرک فی ذکر مشائخ بحر العلوم وسابعہم العالم المحدث الکامل الفقیہ الربانی الشیخ یوسف بن الاجل الامجد الشیخ احمد بن الشیخ ابراہیم الدرازی البحرانی الحائری۔

۵۶؎ در ذکر مولانا العلامہ المیرزا محمد مہدی بن ابی القاسم الموسوی الشہرستانی در نجوم السماء نوشتہ تحصیل علوم بخدمت شیخ یوسف بحرینی ودیگر فقہا نمودہ واز ایشان اجازہ روایت داشتہ ۱۲

۵۷؎ قال مولانا سید العلماء طاب ثراہ فی اجازتہ المبسوطۃ للسید العلامۃ المفتی السید محمد عباس الشوستری قال والدی العلامۃ احلہ اللہ دار المقامۃ وما اخبرنی قراءۃ واجازۃ جناب العالم الفقیہ الکامل النبیہ مولانا السید علی الطباطبائی بحق اجازتہ عن مشائخہ الکرام منہم العالم العلامۃ باقر العلوم الی ان قال ومنہم الشیخ المحقق یوسف بن احمد بن ابراہیم البحرانی ۱۲

۵۸؎ در کربلائے معلی از استاذ الکل آقا باقر بہبہانی وآقا سید علی طباطبائی وآقا سید مہدی شہرستانی طاب ثراہم ودر نجف اشرف از حضرت بحر العلوم آقا سید مہدی طباطبائی بروجردی تحصیل علوم وفقہ وحدیث واصول فرمودہ ودر سنہ اربع وتسعین بعد المائۃ والالف بزیارت مشہد رضویہ علی ساکنہا آلاف التحیہ رفتہ ودر انجا بخدمت شہید رابع سید مہدی بن سید ہدایت اللہ اصفہانی رسیدہ اکتساب افادات فرمودہ از ایشان اجازہ یافتہ باز رجوع بہ بلاد خود نمودہ ۱۲ نجوم السماء

۹ ومن جملہ من یروی هذہ ایضا بالاجازۃ هو الفاضل العلامۃ المولی محمد مهدی النراقی و سمیاہ المتقدمان العلامہ الطباطبای والشیخ محمد مهدی الفتونی ۱۲ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات للسید محمد باقر بن الحاجی میرزین العابدین الموسوی الخوانساری۔

۱۰ح وعن الشیخ عبداللہ بن صالح عن محمد یوسف الکنهار المتقدم عن جمع اخر غیر ما تقدم منہم عن المولی محمد باقر المجلسی و منہم السید المحدث السید نعمۃ اللہ بن عبداللہ الموسوی الشوستری ۱۲ مستدرک۔

۱۱ عند ذکر مشائخ السید محمد بن السید علی بن السید حیدر قال وعن الشیخ عبد اللہ بن صالح عن الشیخ محمد یوسف بن علی بن کنهار الضبیری النعیمی اصلا والبلادی منشأ و مسکنا ۱۲ لولوہ

۱۲ ومن یروی عنہم السید المتقدم ذکرہ الشیخ المحدث الصالح الشیخ عبد اللہ الحاج صالح بن جمعہ ابن علی بن احمد بن ناصر بن عبد اللہ السماهیجی ۱۲ لولوہ

۱۳ قال فی اللولوۃ ح عن الشیخ سلیمان عن السید الاجل السید هاشم المعروف بالعلامۃ ابن الرحوم السید سلیمان بن السید اسمعیل بن السید جواد الکتکانی ۱۲

۱۵ قال فی المستدرک فی مشائخ بحر العلوم ثانیہم العالم الجلیل والسید النبیل صاحب الکرامات الباهرۃ السید حسین القزوینی صاحب کتاب معارج الاحکام ۱۲

۱۶ ثم قال فی المستدرک بعد تحویل الروایہ ح عن السید حسین عن السید الاجل الشهید السید نصر اللہ بن الحسین الموسوی الحائری ۱۲

۱۷ قال فی المستدرک فی صفحہ ۳۰۳ ح وبالاسانید السابقۃ عن العلامۃ بحر العلوم عن السید حسین القزوینی عن السعید الشهید السید نصر اللہ الحائری عن العالم المتبحر النقاد السید عبد اللہ بن العالم السید نور الدین بن المحدث النبیل السید نعمۃ اللہ الجزائری هو من اجلاء هذہ الطائفۃ وعینها ووجهها وممن اجتمع فیہ جودۃ الفهم وحسن السلیقہ وکثرۃ الاطلاع واستقامۃ الطریقۃ

كما يظهر من مولفاته الشريفة كشرح النخبة واجوبة المسائل النهاوندية وغيرها وله اجازة كبيرة
فيها فوائد طريفة ونكات لطيفة عن جماعة الى ان قال وخامسهم والده الجليل السيد نور الدين
المتوفى فى ذى الحجة ۱۱۵۸ه صاحب الرسائل المتعددة الى ان قال عن الشيخ الجليل محمد بن الحسن
الحر العاملى وعن والده الحبر النبيل و المحدث الجليل السيد نعمة الله ابن عبد الله بن محمد بن
الحسين بن احمد بن محمود بن غياث الدين بن مجد الدين بن نور الدين بن سعد الدين بن عيسى
ابن موسى بن عبد الله بن موسى الكاظم عليه السلام صاحب التصانيف الرائقة الدائرة المتولد فى
سنة ۱۱۱۲ه فى شهر شوال وكان بعض اجداده يلقب بشمس الدين قال السيد فى المقامات و امام اجدادنا
صاحب الكرامات السيد شمس الدين قدس الله روحه كان له ثور يرعى بعيدا من البيوت فاتاه
السبع فافترسه لكنه وقف عنده ولم ياكل منه شيئا فاخبروا جدنا فاخذ الحبل الذى كان يربط به
الثور واتى والناس معه الى الاسد فقصده ووضع الحبل فى رقبته وقاده الى منزله والناس
متحيرون وربطه عنده تلك الليلة وقال اتخذه للحرث عوضا عن ثورى فقال له الجيران
هذا لا يصير لانا نخاف منه فحمله ارسله من يده ۱۲

مشاغل زندگی

(باب)

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعلم
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

گوشۂ قناعت مین مصنفین کی زندگی سلاطین اولوالعزم سے کہین بہتر ہو اُن کا حصیر فقر
جس کے چارون طرف کتابون کا انبار لگا ہو بادشاہون کے تاج و تخت اور خزائن بے بہا سے

کہین گران قیمت ہے۔

میرے دوستو! اس حیات گرامی کو دیدۂ عبرت نگاہ سے دیکھنے والو! تم مجھ سے بہتر جانتے ہو کہ انسانی زندگی کا مفہوم محض سانس ضروریہ نہین بلکہ بقائے دوام حیات انسانی کا نصب العین ہے۔ جس موت پر عزیز و اقربا روئے وہ کوئی موت نہین نہ وہ زندگی ہے جو فقط دُنیا ہی کی کشمکش مین بسر ہوگئی ایسے مرنیوالے اپنی جگہ خالی نہین چھوڑتے بلکہ وہ دامن دُنیا پر بدنما دھبّا ہوتے ہین دُنیا اُن کے بعد بھی اُسی رنگ پر رہتی ہے۔

گمان مبر کہ تو چون بگذری جہان بگذشت ہزار شمع بکشتند و انجمن باقیست	(عرفی)

اس شبستان مین خدا جانے کس کس کے شمع حیات خاموش ہوئی مگر محفل سے دھوان تک نہ اُٹھا مگر انھین کا ہے جنکے غم مین دُنیا کے کلیجہ سے شعلے بھڑک اُٹھے اور قیامت تک تسلّی کا پانی اُسے بجھا ہی نہ سکا بیشک مرنے والے یا یون کہون حیات ابدی حاصل کرنے والے وہی ہین جنکے نقش قدم ہمارے واسطے چراغ ہدایت بنے ہوئے ہین اور اس ظلمتکدہ مین ستارون کی پریشان انجمن کا سمان دکھلا رہے ہین وہ اپنے مسندون کو خالی چھوڑ جاتے ہین صدیون کی ورق گردانی کے بعد بھی زمانہ کسیکو اُنکی جگہ پر نہین بٹھا سکتا ایسے ہی لوگ مادر وطن کے مایۂ ناز فرزندن مین ہین اُنھین افراد کاملہ مین ہمارے گروہ کا یہ نادرۃ العصر اور بارھوین صدی کا روح روان تھا جسنے باوجود دُنیاوی کشمکش کے زندگی کے فرائض کو اسطرح ادا کیا کہ اپنے آثار قدم کو دوسرونکے لیے آئینۂ عبرت بنا دیا دن رات کتب بینی و مشغلہ تصنیف کو حیات کا بہترین مقصد سمجھا سچ کہا ہے کہنے والے نے ؎

ورق شوئی اگر ہمدرس مائی کہ درس عشق در دفتر نباشد

مفتی صاحب کا بہترین شغل علمی ترقی تھا بچپنے سے آخر زندگی تک رات دن یہی ذکر وفکر مین مصروفیت رہی نہ لباس کی نفاست سے غرض نہ غذا کی لطافت کا خیال نہ مکان کی آراستگی سے دلبستگی۔ دنیا کا کروفر اور اُسکا مال ومنال اُنکی نگاہ مین ہیچ رہا اسمین شک نہین کہ اُنکی زندگی پر ائمہ کرام کے اخلاق کا عکس پڑا تھا ہر آن وہر لحظہ یہی فکر تھی کہ ایک خزانہ تحقیقات عام نفع رسانی کیلئے فراہم کردیا جائے کبھی درس وتدریس سے فیض رسانی تھی کبھی تالیف وتصنیف سے چنانچہ اِن جذبات کا خود اظہار کرتے ہین ؎

باکہ گوئیم درس مائل کو	گنج بخشیم لیک سائل کو
جاہلان قدر علم نشناسند	عالمان خود افاضل الناس اند
ہرکہ زین مے نخوردہ طالب نیست	وانکہ از خود پرست راغب نیست
مادرین مملکت شہنشاہیم	مالدارے حریص مے خواہیم
تاشناسد بہائے مایہ من	ہم نگردد جُدا ز سایۂ من
مثل بے مائگان ہوس نکند	ببرد گنج را دبس نکند
ہرکہ مے خوردہ پرز ولولہ است	مرد نادیدہ تنگ حوصلہ ست

لیکن چونکہ زہد واستغنا آپکی سرشت مین داخل تھا جس کا ذکر باب الزہد مین آئندہ آئیگا اسلیئے بیشتر اوقات عسرت وتنگدستی مین آپنے بسر کیئے اور معیشت کا ضروری سامان فراہم نہونے سے اکثر زحمتین درپیش رہین لیکن ہمیشہ نہایت صبر واستقلال کے ساتھ تمام زحمتون کا تحمل کیا اور علمی اشغال پر کبھی اسکا اثر نہین آنے دیا اگر علمی مشاغل پر اتفاقاً اختلال کے آثار کبھی ظاہر ہوئے ہین تو جا بجا لب شکایت وا ہوگیا ہو۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہین ؎

اسافر للعیال الی بلاد	خلت عن مسلمین ومسلمات

کساد العلم یغنی قولہ سے — شرونی صفقة بدریهمات
تری الجهال معروفین فضلا — واهل العلم مجهول السمات
نسیت العلم یا دهری ولکن — حفظت من النحاة مقدمات
فبالنکرات یوصف لام جنس — وعدوا فی المعارف مبهمات

اسمین شک نہین کہ مفتی صاحب جس مرتبہ کمال پر فائز تھے اہل زمانہ نے ویسی قدر نہین کی اور دُنیا کا قاعدہ ہو کہ چالاک و زرنگ حضرات ترقیان کرجاتے ہین اور جنکے دلمین خشیت ومعرفت الہیہ ہوتی ہی ہمیشہ زحمتین ہی اُٹھاتے رہتے ہین - خود مرحوم کا یہ ارشاد شعرا سے دادخواہ ہی دیکھین کہ اِس مضمون کو کس لباس مین ادا کیا ہے ؎

با ہمہ سنجیدگی بے قدر و مقداریم ما — چون ترازوے دیار قحط بیکاریم ما

یہ بھی فرمایا ہے ؎

کار ما ہر دم تب و تاب است و بس — نان ما ہمپائے خوناب است و بس
ہست تا بیدار چشم آسمان — راحتی گر ہست در خواب است و بس

ایک مقام پر کہا ہے ؎

چنان شکست درین عہد قدر علم و کمال — کہ کس ز روے ریا ہم نمی کند تحصیل
کنون بدشمن خود درس علم باید گفت — کہ ہر کہ علم بیاموخت گشت خوار و ذلیل

مفتی صاحب کی تصنیفات مین ایسے اشعار جا بجا نظر آجاتے ہین اور ہر جگہ جدت ادا کا لباس پہنے ہوئے -

لطیفہ ادبیہ | ایک مرتبہ ایام عزا مین لباس مفتی صاحب کا سفید تھا کسی نے اسپر اعتراض کیا جواب مین فرمایا ؎

من ز دستِ زمانہ دلتنگم	روز و شب باسپہر در جنگم
نہ شوم گہ سفید و گاہ سیاہ	زانکہ از دوستان یک رنگم

اس باب مین چونکہ مفتی صاحب کی زندگی کے ترتیبی حالات درج کرنا منظور ہین لہذا ذرائع معاش جو ظاہری طور پر مشاہدہ ہوئے ہین وہ بھی اسی کے ضمن مین لکھے جائین گے بیانات سابقہ سے واضح ہو گیا کہ چودہ سال کے سن مین مفتی صاحب نے تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی اور اٹھارھوین سال تک کتب بینی کی اسکے بعد سید العلماء کی خدمت مین پہونچے ۱۲۴۲ھ کا زمانہ تھا کچھ عرصہ مین فقہ و حدیث کی کتابون کے بعض مقامات سماعًا و قرأۃً تحصیل کیے مباحثات و مذاکرات علمیہ مین مصروف رہے۔ چونکہ مفتی صاحب عربی زبان دانی اور فنون ادبیہ اور تحریر نظم و نثر مین اپنا مثل و نظیر نہ رکھتے تھے، ع

اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

نتیجہ یہ ہوا کہ جو خطوط عراق عرب و عجم سے سید العلماء و سلطان العلماء کے پاس آتے تھے اور شاہی عطیات کے سبب سے کربلا و نجف کے علما کی تحریرات ان حضرات کے پاس برابر آتی رہتی تھین۔ اُنکا جواب لکھنے والا مفتی صاحب کے سوا کوئی دوسرا شخص لکھنؤ مین بلکہ ہندوستان مین موجود نہ تھا۔ اُن کا جواب لکھنا انھین کے متعلق کیا گیا جس کا نمونہ کتاب ظل ممدودہ چھاپ شدہ موجود ہے۔ یہ خطوط و مکاتیب معمولی حیثیت کے نہین ہین بلکہ انکی فصاحت و بلاغت و سلاست و ملاحت اُس پایہ پر ہے کہ بڑے بڑے ادیب و خطیب دنگ ہو جاتے ہین جناب شیخ زین العابدین مازندرانی مجتہد کربلائے معلّٰی کے نام بھی جناب کے بعض خطوط گئے مگر اُنھون نے جواب نہین لکھا ایک شخص نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ قرآن مجید مین بارشاد جناب احدیت ہے کہ اذا حُيِّيتُم بتحيّة فحيّوا باحسن منها او ردّوها اس تحریر سے

بہتر لکھنا تو کہاں ہوسکتا ہی پھر اُسکے برابر بھی جب نہو تو جواب لکھنے سے کیا حاصل ہی مفتی صاحب کے اِن تحریرات نے ہندوستان کا نام عرب عجم مین روشن کردیا اور خاندان اجتہاد کی عظمت علماے عراق کی نظر مین دوبالا کردی۔ سید العلما اکثر اوقات کلمات تحسین و آفرین فرما کر دل بڑہاتے رہتے تھے اور اپنے نفس پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ تحریر خطوط و مکاتیب مین مفتی صاحب کا طرز عمل یہ بھی تھا کہ کبھی کسی خط مین اپنے نام کا ایما و اشارہ تک نہین کیا بلکہ سلام بھی تحریر نہین فرمایا کہ کہین یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ عبارات رنگین و اشارات نمکین کسی دوسرے کے قلم کا نتیجہ ہین بلکہ جُداگانہ خط بھی سوائے دو ایک خطون کے علمائے عراق کے نام اُس زمانے مین اِسی اندیشہ سے نہین لکھے۔ یہ واقعات ضمناً مذکور ہوئے۔

مفتی صاحب کے ساتھ زمانہ نے ابتداً موافقت نہین کی نہایت عسرت اور ضیق مین بسر فرماتے تھے اور اِس خیال سے کہ تحصیل رزق حلال بقدر امکان واجب ہی بعض اُمراسے قہراً جبراً ملاقات کرتے تھے۔

عجیب اتفاق ایک مرتبہ مفتی صاحب ایک رئیس کے یہان تشریف لیگئے جنھین طب مین مہارت تھی اور خیال کیا کہ شاید ان کے ذریعہ سے عقدہ حل ہو جائے۔ لیکن اُنھون نے مفتی صاحب کا امتحان لینا چاہا اور کہا کہ آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہون مفتی صاحب نے کہا کہ ایک مسئلہ سے استعداد کا حال نہین کھُلتا۔ اگر مین نے جواب صحیح دیدیا تو میرے کمال کی دلیل نہین ہوسکتا ممکن ہی کہ مین دوسرے مسائل سے بالکل بے خبر ہون اور اگر مجھ سے صحیح جواب نہ دیا گیا تو یہ میری بے استعدادی کی دلیل نہین ہوسکتا ممکن ہی کہ اس مسئلہ کے سوا مجھے اور فنون مین پورا کمال حاصل ہو اور صرف یہی ایک مسئلہ نہ معلوم ہو کہنے لگے یہ صحیح ہی لیکن بتاسے اُمور طبیعیہ کے ہین مفتی صاحب نے کہا سات ہین۔ سات توان بیان کردے لیکن حسب ترتیب

کتابو نمین مذکور ہین وہ ترتیب چھوڑدی۔ رئیس مذکور نے اعتراض کیا انھون نے جواب دیا
کہ ترتیب کی رعایت کچھ واجب نہین ہی آپ کا سوال محض کمیت سے متعلق تھا اسمین فرق ہی
کیا ہی عجم کہتے ہین -چہ علی خواجہ وچہ خواجہ علی۔ یہ سنکر اُنھون نے کچھ خشونت شروع کی اور تیزی
کے ساتھ گفتگو کی آواز بھی بلند ہوگئی مفتی صاحب خاموش اُٹھے چلے آئے ۔ چند دن منقضی
نہوئے تھے کہ رئیس مذکور کا منہ پک گیا اور قلاع شدید ہوا کہ تمام اطبا اُسکے علاج سے عاجز ہو گئے انجام
کار یہی مرض الموت ہوگیا اور اسی مین ہلاک ہو گئے ۔ ایک مرتبہ اسی کشاکش کی حالت
مین اثناء راہ مین یہ دو شعر ذہن اقدس مین گذرے جسمین اپنے معبود کیطرف توجہ فرمائی ہی اور
اُمراء کی طرف رجوع کرنے اور کبھی کبھی اُنکی تعریف مین کچھ نظم کر دینے کا تاسف ظاہر کیا ہی ؎

اے خدا تا بکجا ہرزہ دراخواہم بود	تا بکے مدح سرائے امراخواہم بود
منکہ غیر از در تو ہیچ درے نشناسم	گر برانے ز در خویش کجا خواہم بود

اشعار کچھ ایسے خلوص سے نظم ہوے تھے کہ تیر بہدف ہو گئے اور مستجاب اللہ سامان ہوگیا
یعنے شاہی وظیفہ معین ہوگیا۔

شاہی وظیفہ مفتی صاحب کے لیئے ۱۲۵۵ھ ہجری مین محمد علی شاہ مرحوم شاہ اودھ کی طرف
سے علمی قدردانی ہوئی اور مناسب وظیفہ مقرر ہوا اُسی زمانے مین جواہر عبقریہ تصنیف کی۔
بادشاہ موصوف کی حیات تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر موقوف ہوگیا مگر مفتی صاحب کو استقلال
و توکل علی اللہ نے مستقل رکھا بعض لوگونکو حیرت تھی کہ ایسے تعلق قطع ہو جانے کا کوئی بھی اثر
انپر نہین مفتی صاحب نے اُسی زمانے مین اس امر کے متعلق حسب ذیل اشعار نظم کیئے تھے ؎

احلتنی الدنیا بجن من الجفا	یکاد فوادی ان یذوب تلھفا
تراود عن نفسی ولست بذ اغب	فتصنع بی صنع الزلیخا بیوسفا

مدرسۂ شاہی سے تعلق امجد علی شاہ کے جلوس کے شروع سال مین سید العلما نے بادشاہ موصوف کو مدرسۂ دینیہ کی طرف توجہ دلائی اور شروع ماہ صفر سے مدرسہ کے افتتاح کی بھی شہرت ہونے لگی اُسی زمانے مین مفتی صاحب نے ایک مختصر رسالہ ترغیب بنائے مدرسہ مین تحریر کیا اور ممتاز العلما سید محمد تقی صاحب کے ذریعہ سے بادشاہ تک پہونچایا۔ بادشاہ موصوف چونکہ بالطبع دین دار اور دین پرور اور قدر شناس علم و علما اور مروج شریعت اور صفات حسنہ سے متصف تھے جسکی تفصیل کے لیئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے لہذا اُنھون نے فوراً توجہ فرمائی۔ اور وزیر الممالک نواب امداد حسین خان صاحب ذوالفقار جنگ اِس انتظام کیلیئے مامور ہوئے اجرائے مدرسہ کا حکم نافذ ہوتے ہی اُسکا انتظام ہو گیا۔ ۲ جمادی الاول ۱۲۵۹ھ ہجری کو جناب سلطان العلما و سید العلما مع اولاد و اصحاب شہر کے تمام فضلا اور طلبا کو لیکر محل سلطانی مین تشریف فرما ہوئے۔ دیر تک بادشاہ سے باتین رہین آخر مین انعام و اکرام سلطانی پر بھی فائز ہوئے۔ یہ دعوت نہایت پُر تکلف تھی شہر کے گوشہ گوشہ مین اہل علم بادشاہ کی تعریف کے قصیدہ پڑھ رہے تھے جناب مفتی صاحب نے بھی انھین واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چند شعر نظم فرمائے ہین ؎

حبذا باد سحر کامد ز کوئے بادشاہ — جیب داماں پر ز خوئے مشکبوئے بادشاہ

در مشامم بسکہ پیچید آن شمیم عطر بیز — در دلم افتاد شوق آرزوئے بادشاہ

لرزہ بر اندام دارد آفتاب نیزہ دار — مے برندش گوئیا در چار سوئے بادشاہ

ہست با من مخزنے از گوہر اشعار علم — ہان برند از گنج من این گنج سوئے بادشاہ

مشت زر چون غنچہ بردر خندان ہمچو گل — ہر کہ آمد مثل بلبل مدح گوئے بادشاہ

دور اندازد فلک از حضرت شاہی مرا — تا نگویم جور و ظلمش روبروئے بادشاہ

تانقاب شب بر اندازد خور از رخسار او | تیرہ مثل شب بود روز عدوے بادشاہ

سیدا چون کنز مخفی بودۂ اماکنون
شہرۂ عالم شدی از جستجوئے بادشاہ

اِس نظم کے علاوہ دو قطعہ تاریخ بھی بنائے مدرسہ کے متعلق حسب ذیل نظم کئے ہین

قطعہ تاریخ

چون باقبال سُلیمان جہان شاہ زمان | کہ برش کاسہ دریوزہ گری آردجم
تنق سلطنتش بستہ سمک تا بسماک | بہرہ مملکتش رفتہ عرب تا بعجم
شاہ امجد علی آن سایہ الطاف خدا | بانی عدل و کرم قالع بنیاد ستم
کرد تحریک درین امر حسن شام و سحر | پیش نواب فلک رتبہ وزیر اعظم
آنکہ رونق دہ دین است و این دولت | مہ علم مہر شیم زہرہ حشم چرخ ہمم
نیر برج ہدا وارث دہ نام حسین | آنکہ در علم و عمل گشتہ وحید عالم
تا پس از حیلم شاہ دو سرا سبط نبی | مژدہ مدرسہ بگذاشت بدلہا رہم
شد نہان شاخِ تمنا زہجوم دلہا | چون گل و غنچہ میان قطرات شبنم
قوت نامیہ بعد از دو سہ ماہ از سر نو | بر سرِ شاخِ کہن میوہ رسانید بہم
پنجشنبہ دوم ماہ جمادی الاولی | کہ زعیش و طرب آوردہ بہارِ خرم

شد بنا مدرسہ تازہ بامداد حسن
۱۲۵ھ
پس ہمین مصرع تاریخ رقم کردہ قلم

قطعۂ دوم

شاہ زرین کمر تاجور مہر نظر | کہ لعبش شدہ در سیم گہر ارزانی

ہر کہ از فقر تہی داشت کفے چون صدفے	در فشان گشت کنون چون سحب نیسانی
جولان گاہ سمندش رہ شرع نبوی	سقف ایوان بلندش کرم یزدانی
گر بہ بلبل رسد از برگ گلے خار جفا	شود آن برگ گلاب از غضب سلطانی
شد بنا مدرسہ عمدہ زحکمش کہ ازان	رونقے تازہ گرفت انجمن ایمانی
دستہ دستہ علما و فضلا و صلحا	مثل گلدستہ فراہم شدہ در مہمانی
از سر جودت و اقبال دو مصرع گفتم	کہ بتاریخ بود ہر یک ازان لاثانی

بیت معمور رہے مدرسۂ سلطانی ۱۲۵۹ھ
نزہہ گاہ کملا مدرسۂ خاقانی ۱۲۵۹ھ

نواب سعادت علیخان کے مقبرہ مین اس مدرسہ کا آغاز ہوا اور سید العلماء کی تجویز سے مدرسین کا انتخاب ہوا شہر کے منتخب فضلا عہدہ مدرسی سے سرفراز کیئے گئے۔ مفتی صاحب کے متعلق بھی عہدہ مدرسی ہوا اگرچہ وظیفہ و شہریہ ان کے لیئے بعض مدرسین سے کسی قدر کم تھا لیکن علمی مباحث و مشاغل کا چونکہ بہترین موقع تھا اسلیئے اُنھون نے کچھ خیال بھی نہ کیا اور نہایت خوشی کے ساتھ منظور کیا۔ مدرسہ مین نہایت پاکیزہ علمی صحبت اور قابل قدر اجتماع ہوتا تھا اُسی زمانہ مین کثرت محنت سے دماغ مین یبس اور مزاج مین بے اعتدالی پیدا ہو گئی گرمی شدت کی پڑتی تھی اُسپر طرہ یہ تھا کہ ٹھیک دوپہر کے وقت ایک شخص جو نہایت ذکی الطبع تھے "شمس بازغہ" کا سبق پڑھنے آیا کرتے تھے اُسی زمانے مین حرارت موسم سے متاذی ہوکر ایک غزل کہی جسکا مطلع یہ ہے ؎

خشکید از ہجوم عزیزان دماغ ما	پروانہ بسکہ پر زدہ گل شد چراغ ما

پوری غزل دیوان مین موجود ہے۔ دوسری غزل اسی محل پر حسب ذیل نظم فرمائی ہے ؎

نگندی طرفہ شورا سال دم جان وتن لے گرما — تو خواہی بعد ازین بودن بعالم یا من لے گرما

مگر بلبل کباب وشاخ گل سیخے است بر آتش — کہ از جوش تو مطبخ مے نماید گلشن لے گرما

معاذ اللہ عجب شور قیامت کردہ برپا — کہ خلق از ہر طرف برخاست سرکن پرکن اے گرما

ز سوز آتشت گردان پیل افگن کم از پشہ — کہ پیہ کردہ میر یزی لبسان روغن لے گرما

ہمہ خون وہمہ داغ است پیدا بر تن مردم — عجب پول وزرآورے برون از مخزن لے گرما

ہوائے سرد اصلا نیست زیر قبۂ گردون — جہانرا ساختے گرمابہ بے روغن لے گرما

ز سوز سینۂ من استخوان چون ہیمہ مے سوزد — اجاغے طرفہ در ہمانیم شد روشن اے گرما

سمومے کاندرین آتشکدہ از باد زن آید — چنان باشد کہ بر آتش فشانی دامن لے گرما

ز جوش خون عجب نبود کہ لبشگافد ز خود رگہا — چہ حاجت تا زند نشتر بر آنہار گزن لے گرما

بدہ انصاف نگذارد چہ سان مارا دل مومین — درین حالت کہ مے سازند شمع از آہن اے گرما

فغان از گرم جوشیہائے تو در محفل یاران — کہ دل ہا را رسد آواز بشکن بشکن اے گرما

ترش چون دوغ گردد شیر نادوشیزہ از پستان — شود صہبائے تلخ انگور شیرین فورا لے گرما

اگر خیاط مے دوزد کلاہ سوزنی سوزد — زبس کز حرقت آتش زنگ باشد سوزن لے گرما

نہ تنہا از حرارت روئے گل سرخ است چون اخگر — کبود از تشنگی باشد زبان سوسن اے گرما

نگہ کن فاختہ خاکسترے گشتہ است وقمرے را — ز آتش جائے سنجابست طوق گردن اے گرما

بر آید دود از بلبل گلابی مے چکد از گل — زغالے چند از زاغان بود در گلشن اے گرما

بدین سان گر زمین چون کورۂ حداد خواہد شد — نیاسایند زیر خاک اہل مدفن لے گرما

دماغ وسینہ وجان ودلم در محفلم سوزان — من واین چند مجمر ہست در پیراہن لے گرما

مزاج وفصل حار وگرمئ ہنگامۂ مردم — در آتش خانۂ حمام دارم مسکن لے گرما

اگر باشد کلاہے از کتان نازکم بر سر ۔۔۔ گران و ناگوار آید چہ خود دہ من اے گرما
کشم چون مد آہ سرد برگرد انیش ہر دم ۔۔۔ کہ در دل کو بیش چون دستہ در ہاون اے گرما
عرق میریزم و آبے بروے کار مے آرم ۔۔۔ وگرنہ میزنی آتش بشہر و برزن اے گرما
طبیعت چون یکے باشد محبت مے شود باہم ۔۔۔ عداوت از تو با من کے بود مستحسن اے گرما
کمیت خامہ ام زان گرم رفتار است در وصفت ۔۔۔ کہ اینجا نعل در آتش بود این توسن اے گرما
سخن برلب بوقت گفتگو تبخالہ مے گردد ۔۔۔ چہ گویم بعد ازین حال تو نتوان گفتن اے گرما
ز دود نرخ یادش آوردی . بود ممنون تو سید ۔۔۔ سر اہل جہنم شد بر دپیراہن اے گرما

مدرسہ شاہی مین ایک مکان اور دس حجرہ مفتی صاحب کے زیر انتظام تھے چنانچہ یہ مطلب بھی ایک جگہ نظماً ادا کیا ہے۔

دمبدم قافلہ تازہ درین کہنہ سرا است ۔۔۔ از ثری تا بہ ثریا ہمگی ملک خدا است
زیر نہ پنجرہ چرخ درینجا دو سہ روز ۔۔۔ تا بہ دہ حجرہ و یک خانہ تعلق با ما است

چونکہ طبیعت مین جودت اور مزاج مین ظرافت تھی جو حجرہ جس کے پاس تھا یعنی جس طرح تقسیم کیا تھا اسیطرح نظم بھی کیا۔

(١) این مکان کز دیدہ و دل انور است ۔۔۔ خاصۂ سید علی اکبر است
(٢) این جائیگہ شریف و محبوب ۔۔۔ با میر علی نقی است منسوب
(٣) این مکانیست کہ نور آگین است ۔۔۔ حجرہ میر محمد این است
(۴) این حجرہ کہ طیب است و طاہر ۔۔۔ مخصوص بود بمیر باقر
(۵) این حجرہ کہ جملہ زیب و زین است ۔۔۔ از ہادی و از عطا حسین است
(٦) این حجرہ کہ روح پرور آمد ۔۔۔ از میر حسین اصغر آمد

(۷)	باشد این خجستہ تتمہ	متعلق میر باقر شاہ
(۸)	این نشیمن بود از ہمہ پاس	اضعف الناس محمد عباس
(۹)	چون درین خانہ رخت بکشادیم	بخدا بخشش این مکان دادیم

مدرسہ کا اشتغال تقریباً تین سال رہا ۱۲۶۳ھ مین سلطان عالم واحد علی شاہ کے جلوس کے موقع پر مدرسہ مقبرۂ نواب سعادت علیخان سے آصف الدولہ بہادر کے امام باڑہ مین منتقل ہوا اور یہ پاکیزہ مجمع متفرق ہوگیا۔

تعلق امامت مسجد | مدرسہ کے تعلق کے بعد نواب امین الدولہ امداد حسین خان بہادر کو نماز جماعت کا شوق پیدا ہوا بادشاہ کی خدمت مین تذکرہ کیا اور شاہی مسجد مین منصب امامت مفتی صاحب کے متعلق کیا بادشاہ بھی عازم ہوئے کہ نماز جماعت مین شریک ہون۔

محکمۂ افتا کا تعلق | تھوڑے عرصہ کے بعد نواب امین الدولہ بہادر نے محکمۂ وزارت کا دار الافتاء مفتی صاحب کے لیے تجویز کیا یہ راضی نہوئے بہت کچھ عذر کیا اسلیے کہ یہ منصب نہایت عظیم اور اسکے اختیار کرنے مین خطر کثیر ہے اور حدیث نبوی اسکی اہمیت کا منظر پیش کر رہی ہے الملفتی علی شفیر جہنم مفتی ہر وقت دوزخ کے کنارہ پر ہے ذرا لغزش ہوئی اور جہنم کا سامنا ہے۔ علاوہ برین مخلوق کی بدگمانی، و رخواہ مخواہ کے الزام جو کاہش جان ہین۔

فمن سوء ظن المدعی لیس یسلم   ذا ساء الانسان من عیب نفسہ

مفتی صاحب نے مقام عذر مین یہ بھی فرمایا کہ اسوقت قبول کر سکتا ہون کہ اگر اتفاقاً کوئی شخص بادشاہ کی ذات پر دعوی کرے تو اس بات کو قبول کرین کہ انھین آنا پڑے گا۔ خیال یہ تھا کہ بادشاہ قبول نہ کرین گے اور مین نجات پا جاؤنگا مگر چونکہ بادشاہ اور وزیر دونون دیندار تھے۔ اس شرط کو بخوشی قبول کر لیا ادہر وزارت مآب کا حکم تھا ادھر لوگونکا اصرار

بالخصوص سید العلما نے توجہ دلائی اور فرمایا کہ اگر اہل تقویٰ و پرہیزگاری اور اصحاب عفت و امانت
اس عہدہ سے انکار و احتیاط کرینگے تو پھر کیا یہ منصب فاسقین و ظالمین کے متعلق ہوگا۔ بوجوہ
مذکورہ مفتی صاحب نے قبول فرمایا غالباً ۱۲۶۴ھ ہجری کا یہ واقعہ ہے خود فرماتے تھے کہ قبول
کرنیکو تو مین نے یہ منصب قبول کرلیا مگر کئی وجہ سے مجھپر شاق و ناگوار تھا اول تو طبیعت کی ذاتی
کراہت دوسرے شریعت کی طرف سے امور قضا مین دقت تیسرے ارباب حکومت کی مداخلت
چوتھے اہل خصومت کے طعن و تشنیع پانچوین اہل وکالت کا فریب چھٹے اہل ضلالت اور
عملہ عدالت کی طماعی۔

ایک مرتبہ نواب شرف الدولہ نے کسی مقدمہ مین کچھ مداخلت کی تھی مفتی صاحب نے
بادشاہ کے حضور مین عرضداشت ذیل تحریر کی۔

آئین کثیر الخطا بالفصل قضایا کہ از اشد بلایا و اعظم رزایا ست بالطبع رغبتے ندارد ولکن
چون حکم محکم صدور می یابد ناچار ہمت بر اجرا و امضائے آن مے گمارد و بعد از انکہ مقدمہ باین
محکمہ رجوع میشود سخن حق و کلمہ صدق بر زبان مے رود و سعی و سفارش اصلا گنجائش ندارد نواب
شرف الدولہ کہ از سابق در مقدمات چند و بالفعل در مقدمہ شیخ چند دخل و مداخلت می نمایند از چہ
راہ ست اگر حکم شاہی ست مے بایست کہ از اول بنام ایشان صدور مے یافت تا ضعیف العباد
از شائبہ ظلم و بیداد محفوظ و مصئون و از خوض و وقت و محنت و مشقت فارغ و مامون مے ماند
و اگر بے حکم سلطان است امید چنان است کہ منع شدید و نہی اکید بر ایشان شود کہ مداخلت
در احکام شریعت بروفق خواہش طبیعت ننمایند و اجب بود بعرض رسانید۔

الٰہی آفتاب سلطنت بر افق معدلت تابان باد

۱۸۔ شوال ۱۲۶۶ھ داعی سلطنت سید محمد عباس شوستری مفتی محکمہ وزارت

قوانین محکمۂ قضا | اُسی زمانہ مین مفتی صاحب نے اپنے عملہ اور محکمہ کے لیئے ایک قانون بنایا تھا
چونکہ فائدہ سے خالی نہین اسلیئے اسکی نقل درج کی جاتی ہے۔
الحمد للہ ولی القضاء والقدر والصلوۃ علی محمد سید البشر وعلی قاضوع بینہ
علی وسائر عترتہ شفعاء المحشر۔ امابعد پس این قوانین چند و قواعد دلپسند است
کہ تعلق بکارپردازان محکمہ متصدیان فصل مقدمہ دارد و عمل برآن ہا تقرباً الی اللہ از قسم
عبادات و مورث سعادات است و سرکشیدن از آنہا مغضب اقل السادات و موجب
اکثر فسادات و محرک داعی بر تدوین این اوامر و نواہی رضاجوئی جناب اقدس الٰہی است
کہ چون افتائے محکمۂ وزارت متعلق باضعف العبادے باشد پس بمضمون حدیث کلکم راع و کلکم
مسئول ترہیب و تہدید کارکنان این محکمہ از امور محرمہ برذمہ ہمت من لازم و تغافل
از حال ایشان خیلے نا ملایم بود بنا برین دستورالعمل مشتمل بر چند قانون تحریر نمودہ آنرا حرز جان
و سویدائے جنان خود ساز ند بے مراعات آن دست در کار نہند۔ ازندہ اللہ یحق الحق
وھو الحاکم المطلق **قانون اوّل** گاہی خیال ارتشا پیرامون خاطر شریف نگردد
چراکہ رشوت از گناہان عظیم ست وحدیث الراشی والمرتشی کلاھما فی النار
بحد اشتہار رسیدہ و در شرح لمعہ از رب المفاخر جناب امام محمد باقر علیہ السلام ماثور است کہ
انہا الکفر باللہ یعنی بتحقیق کہ رشوت کفر است بخدائے تعالی نعوذ باللہ منہا و مرا
ازین فعل ناصواب چنان احتراز و اجتناب است کہ روزے یکے از متخاصمین بعد از فراغ حکم
وقطع نزاع از راہ ہواداری خواست کہ برای من مروحہ جنبانی نماید راضی نشدم وآن ہوائے
سرد را چون ہوائے نفسانی بتر از سموم دانستم و معلوم است کہ خود ملوث نشدن و برائے دیگرے این جائز
داشتن سراسر حماقت و گناہ بے لذت است خسرالدنیا والاخرۃ ذلک ھو الخسران المبین۔

قانون دوم ـ گاهی رعایت دوستی و قرابت نسبت بمدعی یا مدعا علیه ملحوظ بوده باشد که
موجب اتلاف حق میشود بلکه باین محبت و قرابت درین باب فی نفسه قبیح است هرچند حق تلف
نشود چنانچه در تهذیب الاحکام که از اصول اربعه و کتب معتبره شیعه است بنظر رسیده که از مولی
المفاخر جناب امام محمد باقر علیه السلام مرویست که فرمود درمیان بنی اسرائیل مردی قاضی
بود که حکم درمیان شان بر نهج حق و صواب می نمود چون اجلش در رسید بزن خود وصیت کرد که مرا بعد از
مرگ غسل و کفن داده در جنازه بگذار و چادرے برروے من بکش که هیچ امر مکروه نخواهی دید
چون وفات یافت هم چنان عمل آورد و بعد از زمانے روے او را وا کرد تا به بیند دید که کرمکی منخرش
را میگزد و قطع میکند ضعیفه ترسید هنگام شب شوهر را در عالم خواب دید که میگوید آیا ازین واقعه که مشاهده
کردی خائف شدی گفت بلی هرآئینه ترسیدم جواب داد که باعث این عذاب آن است که
یکبار برادر تو با آن شخص دیگر در بعض مقدمات بمن رجوع کرده بود و بعد از انکه هر دو روبروے من
نشستند گفتم خداوندا حق را بگردان برائے آن کس و آن دو بین را محجوج سازد چون هر دو منازعه
و قضیه خود را پیش کردند دیدم که برادر تو ذی حق و دعوی او بالبداهت مقبول بود پس حق بجانب او
رسانیدم الحال محض هوائے نفس که داشتم هرچند موافق حق بود این عقوبت بمن رسید ـ
قانون سیوم ـ هرگاه دو امر پیش شوند که یکے موجب رضائے خالق و دیگرے باعث رضائے
مخلوق باشد امر اول را اختیار نمایند که خوشنودی حق در کار باشد رضائے مردمان دشوار باشد
قانون چهارم ـ هرگاه حقیر بطور استشاره با شما استفسار امرے نمایم محض نصیحت خیرخواهی
را بکار برید و اغراض نفسانیه را دخل ندهید ـ قانون پنجم هرگاه رائے شما در مصالح دنیویه خلاف
رائے من باشد اطلاع نمائید و زیاده از سه بار الحاح و اصرار نکنید ـ قانون ششم فهرست مقدمات
مرجوعه نوشته نگاه دارید و هر روزه بنظر من در آرید ـ قانون هفتم در فصل مقدمات ترتیب را

ملحوظ باید داشت یعنی مقدمہ کہ بیشتر آمدہ یا سرکار را تعجیل در آن منظور باشد آنرا مقدماً مقدمہ کہ بعد آمدہ یا تعجیل و اہتمامی در آن نبودہ باشد آنرا موخر اپیش باید کرد و ہمچنین قانون ہشتم کسی را ترغیب بر رجوع این محکمہ ننمائید و در نیاب سعی نکنید و ہرگز در بند کثرت مقدمات و رونق بازار نباشید کہ درد سر کثرت و ہر قدر مقدمات زیادہ باشند خطر دنیا و آخرت زیادہ شود قانون نہم۔ ہیچ کار از امور متعلقہ محکمہ بی اجازت حقیر نکردہ باشید کہ موجب نارضامندی ضعف العباد و باعث انواع فساد خواہد بود و این قانون کلی است کہ اکثر قوانین دیگر مندرج درین کلیہ است قانون دہم گاہی طلب متخاصمین بخانہ خود ننمائید و ہیچ کار از کارہای این محکمہ در جائے دیگر عمل نیارید الا باجازت ضعف الناس قانون یازدہم۔ ہیچ کاغذ از کاغذ متعلقہ قضا یا بغیر دستخط من پیش خود نگذاشتہ باشید بلکہ ہر فرد بنظر من در آوردہ بعد از حکم من وصل نمودہ باشید۔ قانون دوازدہم متخاصمین بگوئید کہ عرض حال خود ہا را بلا واسطہ بمن نمایند و گاہی بخانہ شما نروند حتی الامکان توکیل نیز نکنند مرحوم مشرف علیخان میگفت کہ الوکلاء شیاطین الانس قانون سیزدہم وقتیکہ در محکمہ حاضر شوند اول در باب گرفتن اظہار و شروع کارہا از من سوال و استفسار نمائید بعدہ وفق دستخط من بوقوع آرید قانون چہاردہم مرکب و کاغذ کچہری را در غیر کار محکمہ صرف ننمائید قانون پانزدہم طلب اعلام متخاصمین بے مہر و استیذان من نکردہ باشید۔ قانون شانزدہم گاہی مدعی را تعلیم و تلقین ننمائید و ہمچنین مدعا علیہ را بحال خودش واگذارید تا ہرچہ بخواہد بگوید تتمیم کلامش و نقض مرامش نکنید۔ قانون ہفدہم ہرگاہ مدعی علیہ خواستہ باشد کہ اقرار دعوی مدعی نماید ہرگز او را بایما و اشارہ منع نکنید قانون ہیجدہم ہرگاہ مدعا علیہ قصد انکار داشتہ باشد ترغیبش بطرف اقرار ننمائید قانون نوزدہم یکے را از متخاصمین در تعظیم و توقیر و کلمہ و کلام بر دیگرے ترجیح ندہند مگر در صورتیکہ یکے مسلمان و

دیگرے کا فرباشد کہ مسلم را ترجیح است قانون نستم ہرگاہ کسی را بوقت گواہی دادن متردد و متزلزل بینید ترغیب شہادت نکنید قانون بست و یکم ہرگاہ بوقت حضور شہود غیر مقبوله سوالے ازانہا بخاطر شما بگذرد بپرسید بل ہر قدر را کہ از مستخصات و علامات قضیه آنہا بشنید استفسار نمایند ... لہ نکنید قانون بست و دوم اظہار متخاصمین بالاے من نوشته باشید مگر در صورتیکه اجازت انشا داده باشم و بہر حال املا و انشا مطابق اظہار مظہر بعمل آید و ہرگز یک حرف از طرف خود کم و بیش نکنید کہ امین خائن نمی باشد. قانون بست و سیوم ہرگاہ از قرائن و سیاق تحریر اظہارات بر شما لایح شود کہ حق بطرف کیست قبل از نوشتن سجل افشاے آن ننمائید و کسے را از متخاصمین و غیرہما مطلع نکنید قانون بست و چہارم لفافہ کہ بہ پیشگاہ سلطانی میرود مختوم و مصمغ روبروے من نموده ارسال داشته باشید و از مضامین مندرجه اش کسے را اطلاع نکنید الا چون ضرورت شرعیه داعی شود قانون بست و پنجم ہرگاہ حکمے از احکام من معاذ اللہ خلاف حکم خدا و رسول باشد و شما مطلع شوید ہرگز ہرگز اتباع من در آن امر ننمائید و البته مرا از ان امر مانع آئید۔

مفتی صاحب کو ہمیشہ کارکنان محکمہ کی بے عنوانی کا دغدغہ دل مین رہتا تھا اور اس منصب سے کارہ رہتے تھے چنانچہ نظم فرمایا ہے ؎

یا ایہا المفتی بما لم تعلم … لا تقض بین الناس اسکت اسلم
اوقعت نفسك فی عظیم بلیة … سخط الالہ وسخط اهل تخاصم
واذا ابتلیت به فکن متیقظا … ان القضاة علی شفیر جهنم
ومن العسیر رضا الذین تخاصموا … فرضا الالہ علی رضاهما اقدم
یا ایها الانسان انك كادح … كدحا الی مولی عظیم فافهم

وعزن عن المأثم مثلما	تجد المريض عن المطاعم يحتمي
الذنب سم قاتل تریاقه	هو ان تتوب الى الكريم الاكرم
لا تشتك من ابناء عصرك بعضهم	ان التباغض كان فی ابنی آدم
كم فی الورى من مترف متنعم	فاخو النفاسة فی عذاب دائم

خود تحریر فرمایا ہی کہ مین ایک دن مجلس درس مین بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور
اسنے آہستہ کہا کہ مجھے تخلیہ مین کچھ عرض کرنا ہی۔ مین اُٹھا اور اُس کے ساتھ علیحدہ چلا گیا
اُسنے کہا کہ فلان عورت کا مقدمہ آپکے دیوانخانہ مین دائر ہی اُسکی خواہش ہی کہ آپ اُسکی
طرفداری کرین اور یہ بیس ہزار کا رقعہ حاضر ہے مین یہ بھی نہ جانتا تھا کہ رقعہ ساہوکار کی ضمان
کا نام ہی مین نے کہا کہ عزیز من تمنے مجھ سے تخلیہ کی خواہش کی تھی وہ شخص ادھر اُدھر دیکھنے لگا
اور بولا کہ یہان تو کوئی نہین اور مین نے رونا شروع کیا اور کہا کہ چار فرشتے اور ایک عالم الغیب
موجود ہی۔ بندہ خدا اگر تم مجھے گالی دیتے تو مجھے اتنا ناگوار نہوتا مین تعجب کر رہا تھا کہ اللہ اللہ دین و
شریعت کا اضمحلال اِس حد تک پہونچ گیا کہ رشوت کی باتین زبانون پر آتی ہین۔ مفتی صاحب قبلہ کو
یہ بھی ناگوار ہوتا تھا کہ اُنکی بارگاہ مین رشوت کا نام بھی آجائے چنانچہ فرمایا ہے ؎

زین بیش بود وصف تو سید فزون حد	علم و کمال زہد و ورع دانش و خرد
اکنون کہ بر رسالہ دہ فتوی نشستہ	مدح عظیم چیست کہ رشوت نمیخورد
زین لوث گرچہ دامن من پاک کرد خلق	این ننگ بس مرا کہ کسے نام آن برد

مفتی صاحب قبلہ ہمیشہ شریعت کی پابندی کے ساتھ اجرائے احکام فرماتے تھے اور
جب کوئی امر خلاف انصاف نظر آتا تھا فوراً اطلاع کر دیتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک سیدہ فیض آباد
سے اسیر ہو کر محکمہ قضا مین وارد ہوئین اور رُسمین کوتوال نے بے عنوانی کی تھی فوراً ذیل کا خط

تحریر فرمایا۔

بیزال شکستہ بال سرگشتہ بادیہ حیرانی مسماۃ مغلانی مع دختر غمدیدہ آفت رسیدہ مبتلائے رنج والم
مسماۃ بانو بیگم از فیض آباد بارشاد فیض بنیاد بمجکمہ اضعف العباد ہمراہ سپاہیان متعینہ زندان حاضر
آمدہ بنالہ وزاری اظہار کیفیت گرفتاری نمود سه

چو آن ضعیفہ بر احقر العباد آمد	مرا اسیرئ اہل حرم بیاد آمد
زنان پردہ نشین از وطن جدا شدہ اند	بقید محنت و اندوہ مبتلا شدہ اند
نظر باین وطن آوارگان بجاست بجا	کہ چارہ سازی بیچارگان بجاست بجا

خلاصہ اظہار آن ستم رسیدگان نوگرفتار آنکہ چون حیدر علی شوہر بانو بسفر رفت حسین علی
وزوجہ اش از راہ فتنہ و فساد و کینہ و عناد بآن عاجزہ روز و شب ستیزہ و جنگ و عرصہ
بر او تنگ کردند تا اینکہ آن سوگوار در پردۂ شب تار چادرے بر سر کشیدہ از کنج خانہ ہمراہ
امداد زمانہ بمکان مادرش رسیدہ صبحش منعم بیک کوتوال باغوائے بعض جہال بے تامل
و درنگ چند نفر سرہنگ بخانہ واحد علی فرستاد و آن خدا نا ترسان واحد علی و زوجہ اش
را گرفتار و خواہر دیگر با تو را کہ ناکتخدا است بدست کشیدہ سوار نمودہ بکوتوالی رسانیدند
واحد علی از سنوح این حال غرق عرق غیرت و انفعال گشتہ تاب دیدن ہتک حرمت
و بے پردگی پردگیان عصمت نیاد در د زہر خوردہ جان بجان آفرین سپردہ و عکس زاین تعدی
بس نکردہ بانو را نیز پیادہ پا و برہنہ سر از خانہ مادر طلب ساختہ ہمراہ والدہ اش در قید انداختہ
چون شوہر بانو مانند بخت برگشتہ آن سرگشتہ از سفر برگشتہ مغویان فتنہ انگیز سخنان
دروغ آمیز بگوشش رسانیدہ دلش از زن و مادر زن رنجانیدہ بر آن طرافت آوردند کہ
زن را از کوتوال ببرد و دماغش سپردہ باری کوتوال بخوف افشائے حال آن فلک زدگان

باین سرزمین فرستاد و بدست حیدر علی نداد تا اینجا خلاصہ معروضہ آن ہر دو مستورہ مسطور بود

الحال داعی عرض رسا است کہ چون تدارک مافات و مدافعہ آفات و قلع مادہ فسادات و

رعایت ذریت سادات لازم و استغاثہ و دعوی ایشان بحیدر علی و منعم بیگ و حسین علی

تعلق دارد و طلب و احضار شان درین محکمہ مناسب و در صورت صدق اظہار گوشمالی

علتہ اشرار واجب لہٰذا عرض نمود۔

حضرت واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی علمی قدردانی اور وہ خاص شاہانہ توجہ جو مفتی صاحب

کے حال پر مبذول رہی تفصیل طلب ہے جس کا ذکر آئندہ باب مین ہوگا ۱۲۷۲ھ مین

واجد علی شاہ تخت سلطنت سے معزول ہوئے اور لکھنؤ سے کلکتہ روانہ کیئے گئے ۱۲۷۳ھ مین

جناب سید العلماء طاب ثراہ نے رحلت کی مفتی صاحب نہایت غمگین و ملول رہے۔

سفر زیدپور ۱۲۷۴ھ مین واقعہ غدر پیش آیا مفتی صاحب قصبہ زیدپور تشریف لے گئے اور

دو تین مہینے وہان قیام کیا۔ مومنین زیدپور کے لیئے اُن کا ورود مسعود نعمت غیر مترقبہ ہوگیا

ماہ صیام مین جناب کے مواعظ بلیغہ اور صحبت ہائے نافعۂ مفیدہ جو مقام زیدپور سے مختص اور

نہایت لطیف ہین کتاب رق منشور فی حالات زیدپور مین مدوّن ہین۔ اسی سفر کے متعلق

۱۵ شوال ۱۲۷۴ھ کو نظم فرمایا ہے۔

چو در لکھنؤ شد فساد و فتور	اقامت گزیدیم در زیدپور
در انجا است پانصد نفر پور زید	نہ مانند پور زید پر مکر و شید
کہ اہل نیاز اند و مہمان نواز	ہمہ پاک دین و ہمہ پاک باز
ولیکن من از گردش آسمان	دران سرزمین ہم ندیدم امان
ملالے کشیدم چو از نزد	شدم صبح مائل بجذب ہوا

نگفتم کہ گامے بصحرا زنم	سر از خاک چون سبزہ انجا زنم
ولکن خرد این لعب را نخواست	کہ جذب ہوا اتباع ہوا است
یکے از عزیزان کہ ہمراہ بود	بخاک غنی نقی رہ نمود

جناب مولوی سیّد غنی نقی صاحب مرحوم زیدپور کے متوطن تھے اور مفتی صاحب قبلہ کے احباب خاص سے تھے اور علم و کمال مین مشہور آفاق تھے مفتی صاحب قبلہ کو اُنکی وفات کا بہت صدمہ و ملال ہوا تھا قیام زیدپور کے زمانہ مین اتفاقاً مولانا ممدوح کی قبر کی طرف سے ایک روز گذر ہوا اور یہ اشعار نظم فرمائے ہ۔

بر قبر رسیدیم با همگر	فشاندیم گل از دعاے سحر
دلم سوخت بر قبر آن قدردان	ز دل سورۂ قدر خواندم بران
بیاد آمد از صحبت پاک او	نشستیم تا دیر بر خاک او
کہ او خیز چون آمدے پیش من	شدی شمع شان رونق انجمن
بسے از شام تا نیم شب	ز حرف و حکایت نمی بست لب
بتشویق من شوق اشعار کرد	باصلاح من در سخن کار کرد
درین وادی آمد ز آورد من	تصانیف او ہم قلم خورد من
سفر کرد چون در شباب از جہان	ز جد و پسر داشت چندی نشان
کنون زو بجز استخوانے نماند	ز اصل و ز فرعش نشانے نماند
ہمین است احوال جہان خراب	فیا للدواہی و یا للمصاب

لام تعجب — لام بار و مستغاث

میر الہام حسین صاحب زیدپوری نے اسی ماہ صیام کے اواخر مین چند اشعار جناب مفتی صاحب کی خدمت مین پیش کیے۔ چنانچہ خود تحریر فرماتے ہین۔

"این اشعار آبدار را میر الہام حسین صانہ اللہ عن کل شین وحباہ ماتقر بہ العین بیست وہفتم شوال ۹۲ھ در ایام ورود حقیر زید پور صینت عن الشرور وحفت بالسرور درضیافت روحانی پیش این سرگشتہ بادیہ حیرانی فرستاد وانا اضعف الناس عباس"

فکر وحشت کہ درین خاطر شیدا ماندہ است رم گم کردہ غزالی است بصحرا ماندہ است

مطلع ثانی
نفس سرد کہ در سینہ من وا ماندہ است راہ گم کردہ غریبی است بصحرا ماندہ است

جوش طوفان سرشک است زبس تا دامن چشم ما ہمچو حبابے کہ بدریا ماندہ است

داغ عشق است کہ در سینہ من سوزان است یا چراغیست کہ در دامن صحرا ماندہ است

ولہ

بگلشنے کہ درو تربت شہیدان بود قضا بجائے نسیم سحر گل افشان بود

زتیغ غمزۂ جلاد چشم خونریزش بقتل بیگنہان صبح عید قربان بود

بدشت غربت وشبہائے تار تنہائی چراغ تربت ما دیدہ غزالان بود

ولہ
دل را بہ بند طرۂ جانان گذاشتیم غربت کشی بشام غریبان گذاشتیم

جان رفت در ہوائے تو مانند بوئے گل تن را چو پیرہن بگلستان گذاشتیم

رفتیم از کشاکش دہر آستین فشان دامان غم بخار مغیلان گذاشتیم

ولہ
سوخت خرمنہائے دل برق ادائے کیست این آتشے زد در جہان رنگ قبائے کیست این

ہمچو بسمل عالمی امروز در خون می طپد بیگناہان عید قربان جفائے کیست این

ولہ
کجا بودی کہ کشتے از تغافل بیگناہان را نشاندی تا کمر در خون بجل فریاد خواہان را

برنگ توتیا از ہر طرف خاک سیہ خیزد چو ترک غمزہ اش غارت کند ملک صفاہان را

نمونۂ کمال | سید جلال الدین غالب زید پور کے سادات سے تھے اور شعر گوئی میں مہارت تامہ

رکھتے تھے اور نہایت متقی و پرہیزگار تھے اُنھون نے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی تاریخ مین ایک مثنوی نظم کی تھی اتفاقاً ایک بکری کے منھ مین وہ کاغذ ہوچکیا اُسکے آخری مصرع ضائع ہوگئی کوئی مصرع بقدر ثلث اور کوئی زیادہ یا کم ضائع ہوگیا ایک شخص نے اُس قصبہ کے روسا مین سے خواہش کی کہ آپ اسکی تکمیل فرمادین۔ ناظرین انصاف کرین کہ یہ کوئی معمولی فرمائش نہ تھی۔ مگر مفتی صاحب کی خداداد طباعی تھی کہ نصف ساعت مین اُس کو مکمل کردیا چنانچہ باب الاصلاح مین اسکی تفصیل واضح ہوگی۔

تفاول مفتی صاحب خود تحریر کرتے ہین کہ جب لکھنؤ مین غدر ہوا اور سلطنت برطانیہ کا دور دورہ ہوگیا تو مجھے بہت فکر ہوئی مین نے قرآن مجید کھولا اُس وقت یہ آیۂ کریمہ برآمد ہوا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا پوری آیت یہ ہی وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا اسوقت شیخ ناصر عرب موجود تھے کلمہ للمتقین اماما دیکھکر خوش ہوے اور میری مدح و ثنا کرنے لگے اسکے بعد زید پور کا سفر درپیش ہوا اور وہان کے حضرات نے جمعہ و جماعت کی فرمائش کی گویا للمتقین اماما کی تصدیق ہوگئی کتاب رق منشور مین ایک جگہ تحریر کرتے ہین۔

ولما هاجرت من بلدة لكهنو الى زيدافود عند استيلاء اهل الكفر والفجور سمعت انهم غصبوا ما كان بها من الدور شغفت على دارى المالوفة وكان الطريق الى البلدة مخوفة فاستفتحت كتاب الله فخرج قوله يتوكلون وصدره والذين هاجروا فى الله	جب لکھنؤ پر اہل کفر و فجور کا تسلط ہوا اور مین نے لکھنؤ چھوڑکر قصبہ زید پور کی طرف ہجرت کی تو مین نے سُنا کہ اُن لوگون نے تمام گھرون پر قبضہ کرلیا اُس وقت مجھے اپنے مکان کی طرف سے ہراس ہوا اور شہر تک جانے کا راستہ بھی خطرناک تھا لہذا مین نے قرآن مجید سے تفاول کیا

بعد ما ظلموا لنبوئنهم فی الدنیا حسنة ولاجر الاخرة اکبر لو کانوا یعلمون الذین صبروا وعلی ربهم یتوکلون

اُس وقت کلمہ یتوکلون پر آمد ہوا جسکی ابتدا یہ ہے والذین ہاجروا

وکان ذلک فی یوم الاثنین لاربع بقین من شوال ۱۲۷۴ھ ثم رجعت الی لکھنو من زید پور معرخوف الناس من اهل الشرور + مستخیرا من الله سبحانه + متوکلا علیه فی الحفظ والصیانه فوجدت بعض الناس فی اثناء الطریق عریانا + یشکو من الفجر الظلمة ظلما وعدوانا ولکنی سرت فی امان الله وما مسنی السوء بفضله جل علاه + ووجدت الدار محفوظة مصونه + وایامی فی الذهاب والایاب بالبرکات مشحونه + وفی ذلک اقول +

اور یہ واقعہ روز دوشنبہ ۲۶ شوال ۱۲۷۴ھ کا ہے۔ اسکے بعد مین نے زید پور سے لکھنؤ کی طرف مراجعت کی اور اہل شرور کے خوف سے ہراسان تھا اور خدا سے مین نے استخارہ کر لیا تھا اور حفظ و حراست مین اُسی کی ذات پر مجھے توکل تھا۔ اثناء راہ مین مین نے بعض لوگونکو برہنہ دیکھا جو ظالمین کی ظلم و جور سے فریاد کر رہے تھے۔ لیکن مین بامن و امان چلا آیا اور خدا کے فضل و کرم سے مجھے کوئی ضرر نہین پہونچا اور مین نے اپنے گھر کو محفوظ و مصون پایا اور آنے جانے مین اپنے ایام کو برکات سے مملو پایا اسکے متعلق مین نے یہ شعر نظم کیے

لقد غصبت دور وما کنت داریا — بخیر وشر حل بعد سداریا

فالفیتها محفوظة مجراسه — وفضل من الرحمن لا زال باقیا

وکان ذلک فی اواخر ذی القعدة ۱۲۷۴ه من هجرة النبی الذی لا نبی بعده +

ایک معتمد شخص ناقل ہین کہ جب مفتی صاحب زمانہ غدر مین لکھنؤ سے گئے تو اپنے مکان کے دروازہ پر ایک دعا چسپان کر دی تھی برابر گورے اور فوجی لوگ اُس طرف سے گذرتے تھے کوئی مکان اُسوقت تک دستبرد سے محفوظ نہ تھا مگر مفتی صاحب کا مکان اسیطرح حفاظت سے رہا

سفر کلکتہ

۱۲۷۵ھ مین کلکتہ سے طلبی ہوئی نواب علی نقی خان صاحب نے تحریک کی اور بعد گفت و شنید طے ہوگیا۔ ۲۹۔ شوال ۱۲۷۵ھ کو اس سفر کی ابتدا ہوئی اور ۱۲۷۶ھ مین مراجعت کی کلکتہ کی آب و ہوا موافق نہوئی خارش اور رداد سے سخت تکلیف اوٹھائی آخر دو سال کی باشاد سے رخصت لیکر چلے آئے پھر جانے کی نوبت نہ آئی۔ اس سفر کے حالات خود جناب مفتی صاحب نے تاریخوار تحریر کیے ہین جو فوائد جلیلہ پر مشتمل ہین اسلیئے بجنسہ بعبارت فارسی درج کیے جاتے ہین۔

سوانح سفر کلکتہ[1]

پنجشنبہ ۲۹۔ شوال ۱۲۷۵ھ۔ آخر روز روانگی بطرف کلکتہ از لکھنؤ و نماز شام در مسجد نو تعمیر قریب مکان مہدی شاہ در رویت ہلال درہمانجا۔

جمعہ غرّہ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ ساعت ہشت بکانپور ورود در خانہ میر باقر صاحب تاجر حسب خطیکہ ایشان یکروز قبل بمتولی آن مکان نوشتہ بودند و مبالغیکہ ہمراہ اند در خانہ میر صاحب موافق شمار میرن جان صاحب ہمگی شش صد و پنجاہ و ہفت روپیہ اند۔ و از شب جمعہ مذکورہ اخوی سیّد ہادی تپ کرد۔

شنبہ ۲۔ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ نزول در خانہ حبیب الحبیب معین الدولہ نواب سید باقر علیخان بہادر شب یکشنبہ ملاقات ایشان۔

سہ شنبہ ۵۔ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ ایضاً در خانہ ایشان ملاقات با آقا علی اکبر شیرازی کہ در سن بست و چہار سالگی ہندی را خوب یاد گرفتہ غزلیات پاکیزہ در روزمرہ ہندیان گفتہ از جملہ اشعارش این است ؎

دہان زخم سے ہم واہ واہ کرتے ہین	وہ ہمکو زخمی تیغ نگاہ کرتے ہین

[1] سوانح کلکتہ یہ کتاب روزنامچہ کے طریقہ پر مفتی صاحب نے کلکتہ مین اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائی تھی اوسمین بعض غیر ضروری واقعات جن سے اس کتاب پر کوئی خاص روشنی نہین پڑتی خارج کرکے بجنسہ اوسکی نقل یہان درج کیجاتی ہے۔ مؤلف

بروزِ حشر سمجھ لین گے اب جو چاہ سو کر	ترے ستم کا خدا کو گواہ کرتے ہین
زکوۃ جسم مین ایک بوسہ دیجے بخیرات	گدا پہ لطف و کرم بادشاہ کرتے ہین
قفس مین بند تو ہین قتل اب نہ کر صیاد	گناہ کیا ترا ہم نے گناہ کرتے ہین

ایضاً

دن نکلتے ہی ملا داغ جدائی مجکو	اے شبِ وصل یہ کیا صبح دکھائی مجکو
سُن لے اے مرغ سحر صبح گلا کاٹونگا	وصل کی رات جو آواز سنائی مجکو

ایضاً

بلبل پہ نیا ظلم یہ صیاد کرے گا	سنتے ہین کہ پر کاٹ کے آزاد کریگا

شب چہار شنبہ باز ملاقات حبیب و در اثناے مذاکرہ در ذکر قرآن گفتند کہ ہر کس کلام کسے را کہ رمی بیند و می شنود از طور و طرز او واقف می شود بخلاف قرآن کہ با وجودیکہ بمرات تلاوت می کنیم و می خواہیم کہ بآن اسلوب سطرے چند بنویسیم نمی توانیم و ھذا دلیل علی انہ لیس من جنس کلام البشر

لطیفہ دوکس را در این سفر دیدم کہ صحبت شان از عجائب سفر توان شمرد یکے مرزا علی اکبر شیرازی کہ در دو سال زبان ہندی را چنان یاد گرفت کہ غزل ہندیش بر غزل فارسیش می چربد۔ قدم کرہ دوم حاجی محمد مدنی کہ در ہفت سال با ہندی آشنا نشد بلکہ عربی و فارسی را ہم از دست داد و از محاورات او دست مشکل ہر وقت کہ می خواہد ہندی صرف زند می گوید۔ روزی چیزی میخورد پرسیدند فارغ شدی گفت خلاص ہوا۔ گفتند بگو کہا چکا۔ این کلمہ را یاد گرفت و گمان برد کہ ہر دو کلمہ مترادف اند پس اگر از خلا بر می آمد می گفت کہا چکا۔

مصلحت استخارہ چہار شنبہ ۶۔ ذیقعدہ نظر بہ کرائے بیش تختہ و بالش ہا بسبب اشتن
مبالغ مذکورہ استخارہ کردیم کہ زر را حال گذاریم منع آمد و مصلحتش ظاہر بود کہ درصورت بقا
خوف وزنے در راہ بودہ است باز استخارہ کردیم کہ زر سرخ بسازیم خوب نیامد استخارہ کردیم
کہ ہنڈوی بکنیم خوب آمد گفتیم ہر چند بابت ہنڈاون نقصان عائد خواہد شد لیکن در بقا خطر تلف
بالکلیہ است پس نقصان ہنڈاون بران رجحان دارد چہار صد روپیہ دوکان صراف
فرستادیم کہ بست روپیہ بحساب فی صد پنج روپیہ بابت ہنداون بگیرد و روپیہ را برات
بدہد صراف یکروپیہ ہم نگرفت بلکہ شش روپیہ از پیش خود داد و معلوم است کہ ہنود زر را
خیلے دوست میدارند و این انتفاع محض بہ سبب استخارہ بار سید و سببش آن بود کہ
بیشتر چنان است کہ اینجا زید مثلاً زر از بکر میگیرد و او را بر عمر کہ گماشتہ زید است و در جائے
دیگر ساکن می باشد حوالہ میکند و گاہی چنان اتفاق می افتد کہ زید مقروض است و
زر ندارد کہ ادا بکند پس زر کیہ کسے بقصد ہنڈوی آورد آنرا غنیمت می شمارد و اکثر بلا
ہنڈاون میگرد و احیاناً چیزے از پیش خود می دہد مثلاً دو روپیہ یا یک و نیم روپیہ فی صد
و مدتے مقرر می کند کہ دران زمان تدبیر کردہ قرض عمر را ادا می نماید خلاصہ پنج روپیہ
کہ صرف شدہ مع شے زائد عائد گردید و ما انفقتم من شیء فھو یخلفہ

شب یکشنبہ ۱۲۔ ذیقعدہ۔ دران شب و فردایش مہمان احمد حسین خان صاحب ابن
مظفر حسین خان صاحب بودم و کاظم حسین خان بن تاج الدین حسین خان بسبب نسبت
تلمذ کہ با بوی اعلی اللہ مقامہ داشتند شب سہ شنبہ بخدمت پرداختند لکن آخر شب
براد آباد رفتند و روز سہ شنبہ مردم بسیار از الہ آباد دریاباد بشوق ملاقات آمدند و بوعظ
و جماعت و چند روز اقامت ترغیب میکردند گفتیم کرایہ پیشگی دادہ شدہ امروز گہی می آید

گفتند از پیش خود کرایہ را واپس می کنیم قبول نکردم و عصرے سوار شدم۔
شب چہار شنبہ در راہ باران آمد و اگرچہ بسبب بے سامانی شب بد گذشت اما روزانہ خنکی بہم رسید کہ تمام روز کیفیت صبح بود آخر روز چہار شنبہ سیزدہم[۱۳] ذیقعدہ در بنارس بڈاکخانہ مقام کردیم و منشی ہندو و عبد الرحمان خان رسالہ دار باوجود سنیت نوازشہا کردشب در ڈاکخانہ بسر کردیم و صبح کہ روز پنجشنبہ چہاردہم[۱۴] ذیقعدہ بود روانہ شہسرام شدیم سر شام دارد آنمقام گشتہ سرائے و ڈاکخانہ دور یافتہ در چوکی ڈاکخانہ فرود آمدیم و در اینجا نیز از نسیم لطف الٰہی نسیم شاہ نامے کہ جمع دار است بہ نسائم۔ اخلاق دماغ معطر ساخت شکایت بگہی نمودیم کہ سنگین و مرمت طلب است گفت آن طرف دریا درست خواہد شد۔ دوران وادی عقرب بکثرت بود آیۃ الکرسی خواندم محفوظ ماندم صبح کہ روز جمعہ بود راہی شہر کھاتی شدیم بگہی قریب دریائے سُہَن ہدّر رسیدہ شکست چند ساعت معطل ماندیم آخر بصاحب کہ کار محصول گرفتن دریا با و متعلق است رجوع کردیم او خود لب دریا آمدہ بتاکید مزدوران گفت بگہی را بالکل بردارید و بر کشتی گذارید ہمین کہ گذاشتند ہوا ہائے تند و تیز وزیدن گرفت و موجہائے عظیم از چہار طرف برخاستند و انتہائے عرض و پہناوری معلوم نمی شد کہ کجاست شروع کردیم بدعا خواندن و کلمات الٰہی بر زبان راندن و این چند سطور در ہمین حال نوشتیم خداوند عالم سفینہ مارا بسفینہ آل محمد نجات بخشد شکر است خدارا کہ دعا را مستجاب کرد نصف نہار بر کنار رسیدیم و از دریا گذشتیم و لیکن بگہی شکستہ وبال گردن بود ملاحان کشیدند و بر کنار دریا آن طرف گذاشتند و ما بر سرش در آفتاب نشستہ ماندیم تا آنکہ نجار و دیگر مردم سرکار جوتی پرشاد علیہ ما علیہ آمدند و بزور خود ہا بشش تا گاؤ انرا کشیدند یا نہ

آب سُہن بہدّ رپیش آمد و برحمت تمام ازان ہم گذشتیم و آخر روز جمعہ ۱۵ ماہ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ
بہ چوکی خانہ بارون رسیدیم و منتظر رحمت الٰہی نشستہ ایم منشی انجارام دیال بہ سبب
انفعال خیلے التفات و خدمات بجا آورد شب ہمان جا بسر کردیم۔

صبح شنبہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ بعد از تلاوت قرآن در کتابت ذخیرۃ المال بان مقام
رسیدم کہ در فضائل صحابہ و خلفائے ثلثہ از ائمہ طاہرین نقل بلکہ افترامی کند و بہ شراب
غفلت عربدہ جوئے و ہرزہ گوئی بعمل مے آورد این دو شعر عربی بخاطر رسیدہ

ان النفوس لفی غرور	تبعی من الخمر السرور
وبھا یلوح اذا احتسوا	ما فی النفوس من الشرور

خلاصہ قریب نصف نہار۔ برلِھی سوار شدیم واز بارون بیرون رفتیم و سرِ شب ساعت
ہشت بہ شہر کہانی رسیدیم منشی آنجا گوپال لال فروتنی و خدمات بجا آورد باران بارید
و دالان کہ شبیہ قبر گنہگاران بود نصیب شد تا اینکہ بفضل الٰہی بارش موقوف گردید
و زیر آسمان خوابیدیم۔

صبح دوشنبہ ۱۸۔ ذیقعدہ حرکت کردیم و ہر روزہ رجبال و مزارع زیر خرج کبود بالاے
زمین سرخ عبور بود چنانکہ گفتہ ام۔ رُباعی۔

این سختی راہ و منزل کوہستان	از محنت سبطین بمن داد نشان
از سبزہ ہویدا شدہ رنگ حسنے	واز روئے زمین خون حسین است عیان

حکایت روز اول کہ جبل را از دور دیدیم چنان بنظر در آمد کہ گویا سحابی است نیلگون
نیمۂ افق آسمان را فرا گرفتہ تا اینکہ روز سے از مرکب فرود آمدہ قریب دامن کوہی رفتم
و صنعت الٰہی را مشاہدہ کردم یکمرتبہ بخاطر خطور کرد کہ مبادا شیرے اینجا بودہ باشد

باطفال گفتم شاید کہ پلنگ خفتہ باشد فرزندار جمند جسارت کردہ وپیش رفت چون برگشتم مردم گفتند کہ این بیشۂ شیر است خدا محافظت کرد مردم کوہی کندہائے آتش جہنم گویا خارج از نسل حضرت آدم در صفت ایشان شعرے گفتہ ام کہ در وقائع پنجشنبہ ۵ ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ نوشتہ خواہد شد شبے لکھنؤ را یاد آوردم و بوجہ خطاب کردم ؎

سید او ر از وطن گردیدہٗ	مبتلائے صد محن گردیدہٗ
دررہِ غربت قدم بگذاشتے	برجگرہا داغ غم بگذاشتے
بودۂ روح در دان لکھنؤ	تا تو رفتی رفت جان لکھنؤ

شب نوزدہم[19] در منزل چاس - بانتشار حواس بسر بردیم و درین باب میگویم ؎

آمدم شام چو در منزل چاس	خواب سرگشتۂ میدانش بود
صفحۂ دشت سبے بود سیاہ	کرم شب تاب چراغانش بود

صبح سہ شنبہ نوزدہم ماہ ساعت ہشت بارادہ رانی گنج سوار شدیم لیکن بسبب باران وابر و بادیکے از بادپیمایان سر بسر نہاد یک قدم پیشتر نمی نہاد ناچار در دوکان بقالے کہ ہفت کروہے رانی گنج وخوابگاہ گاوان وخران چند بود خود بر کھٹی و اطفال بالائے زمین فرش خواب افگندند خداوند کردگار از نار محفوظ داشت وقتیکہ طعام شب کشیدہ شد کھچڑی نیم خام و نیم پختہ در دیگچۂ بے سرپوش بنظر آوردند از ہمہ بجائے کفگیر کشیدند خوردیم و شکر بجا آوردیم این بود حال شب چہار شنبہ -

بیستم ماہ صبحش کہ روز چہار شنبہ بود دیار ان ہیچیان تلواسہ و باران ہمان آتش در کاسہ واسپان یکے رو بیسار و بیمین می نہاد و دیگرے چون سایہ بر زمین می افتاد بہزار خرابی راہ دو سہ ساعت در تمام روز طے شد و ساعت سہ تخمینا رانی گنج رسیدیم

شب در ریل خانہ بسر بردیم۔

شب جمعہ ۲۲۔ وارد موچی کھولہ شدیم آقا میرزا صاحب تلطف ہا نمود۔ و عنایت الدولہ پسر نواب مدار الدولہ باستقبال آمد خواست کہ من سوارہ راہ روم و خودش پیادہ جائز نداشتم باتفاق در بنگلہ او کہ پر از تکلف بود رفتیم حلیلہ جلیلہ نواب شرط مہمانداری بجا آوردہ و شنیدم کہ از طرف نواب ہمہ ارکان مع عنایت الدولہ مامور بودند کہ تا دو سہ کردہ باستقبال این شکستہ بال روند و روزے بخیال ورود من طعام ضیافت ہم پختہ بودند اللھم انک تعز من تشاء وتذل من تشاء خلاصہ شب بآسائش لب دریا دران بنگلہ کہ مکلف و مزین بہ پردہای گلابی و آئینہ ہا و کرسی ہا و جنغ عنابی و گویا برج آبی بود بسر کردیم۔

صبح جمعہ۔ بملاقات مسیح الدولہ رفتم و روح القرآن بنظر شان در آوردم۔

شب شنبہ ۲۳ ماہ در ہمان بنگلہ خوابیدیم و چاشت و شام از محل امارت میرسید و میرسد صبح شنبہ اطفال باتفاق درس قطبی و مسالک کتاب لطلاق شروع کردند بعد از قیلولہ این دو بیت بخاطر رسید۔

بود خاک در جانان بہ از تخت سلیمانی	کہ این فرشی است نفسانی و آن عرشی است ربانی
شعارم باز ن دنیا اگر آید بدست من	فامساک بمعروف و تسریح باحسان

شنبہ ۲۵۔ در ہمان بنگلہ عنایتی مسیح الدولہ رسالہ مظفر حسین برائے تجدید نظر بحقیر دادند و پیروز غالباً برائے دیدن مسیح الدولہ استخارہ کردم خوب نیامد و برائے ملاقات انجم الدولہ خوب آمد رفتم مسیح الدولہ را ہمانجا دیدم نشستہ است مصلحت استخارہ ظاہر شد مصالح دیگرہ در لکھنؤ برائے سفر کلکتہ بتاریخ ۲۹ شوال ۱۲۷۶ھ استخارہ واجب آمدہ بود و مردم بعضے از اہل سفر مانع بودند کہ موسم موسم گرما است و ہواہائے جبال خیلے گرم و سموم با مزاج حقیر

بسیار بسیار مضر و ناموافق و برخے کہ از جملہ عقلا و علما بودند مے گفتند کہ پردہ ہائے خس ہمراہ
باشد و استخارہ برائے سفر خوب آمد و برائے پردہ کہ پردہ فروشی آوردہ بود خوب نیامد آخر بسبب
اصرار ہمان بزرگ دو تا پردۂ خس از بائع دیگر بے استخارہ گرفتہ شد چون تدارک سفر رادیدم مدام
کہ در حرکت بودم ہوا خشک و سرد گردیدہ و قدرے باران باریدہ آفتاب بالمرّہ دیدہ نشد
الا یکروز کہ حدتے نداشت پردہ ہائے خس باین سبب بے کار بلکہ بر مرکب بار سربار بود عبث
محصولش دادہ شد و ایضاً گھی اول چون شکست گھی دیگر کہ بظاہر خیلے نیک و خوب بود
اختیار کردیم و آنرا باوجود عدم مساعدت استخارہ گرفتیم تا اینکہ آن ہم شکست و خیلے
اذیت داد و معطل کرد۔ ایضاً نگہداشتن آدم را بعض اشخاص منع می کردند کہ خرچ
زیادہ است و در راہ حاجت چندان نخواہد افتاد کہ بچہ مچہ ہا خود کار درست خواہند کرد و در
کلکتہ بے وفائی خواہد نمود اما حسب استخارہ حیدر نامے نوکر گذاشتیم بسیار بکار آمد بچہ ہا
در راہ بسبب خستگی و امور دیگر طاقت و فرصت طبخ نداشتند و چون بکلکتہ رسیدیم کار و بار
بخوبی می کند و اصلا بے وفائی ندارد و ایضاً در بعض منازل گلیم فروشان پیش رو آمدند گلیمے
حسب استخارہ میخواستیم بخریم قیمت زیادہ می طلبید ضنت کردیم و نخریدیم من بعد در بعض ایام
سفر بسبب باران نقصانی در ملابس بہم رسید و اگر گلیم می بود محفوظ مے ماندیم و ہمچنین در
نگہداشت برف ہم حاجت بگلیم افتاد۔

پنجشنبہ ۲۷۔ در ہمان جا صبح این دو شعر بخاطر رسید۔

معمّا باسم علی

مرد کوری برفتاد از نردبان — نیست این افتاد از کوران عجب
قیل من ایش اسمہ قال الفتی — عاجزٌ اعمی او تقی ثمّ انقلاب

بعضی از متخذلقین بملاقات من آمد و گفت کہ از کتب نحو کتابے ہمراہ آوردہ گفتم خیر گفت
در باب تمیز چہ میگوئی کہ از ثلثہ تا عشرہ خلاف قیاس نوشتہ اند حالانکہ خمسہ دراہم موافق
قیاس است چہ جمع حکم تانیث دارد گفتم مراد انیست کہ باعتبار مفرد خلاف قیاس می آید
چون سبع لیال و ثمانیہ ایّام لیلہ مونث است و عدد سبع مذکر و یوم مذکر است و عدد ثمانیہ مونث
نہ باعتبار جمع کہ در ہر دو جا یکسان است در ہمہ جا حکم تانیث دارد۔ بعدہ ذکر برف بر آمد
چہ در این ایّام تیخ را بہ جہاز بار کردہ می آرند و ارزان می فروشند مردم میگیرند و در گلیم بستہ
در سبوس بعض حبوب نگاہ میدارند و بوقت حاجت بکار می برند متخذلق گفت کہ مزاج برف
بارد است بالاتفاق و این حرف در بارہ برف از شخصیکہ عمر در طب صرف کردہ خیلے شگرف
بود زیرا کہ قرشے از متقدمین و شفائے خان از متاخرین برف را حار می دانند۔

شب شنبہ حکیم مرزا مہدی صاحب ابن اخت رفیق الدولہ ضیافت سنگین و نعمت ہائے
رنگین کہ باب سلاطین مے باشد برائے حقیر فرستاد قدرے خوردم و باقی تقسیم کردم طباخ بعض
اغذیہ حلویہ چنان ساختہ بود کہ در بادی النظر فہم نمی آمد کہ چیست مشابہتے بانناس داشت
کہ ہمراہ برنج و قند بغایت لذیذ پختہ بود۔

شنبہ ۲۹ تغیرے در مزاج ہمہ رسید ہوا ناگوار بود در نماز شام مردم کثیر در جماعت شریک
شدند و دعا برائے پادشاہ و نواب بعد از حمد و ثنائے رب الارباب کردیم و ہر شب این بنا را
گذاشتہ ایم شعرے بخاطر رسید؎

وثوت لسید العلماء راحًا　　　　وداراالعلم قد صارت براحا

سہ شنبہ ۳۔ ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ روزے در من نزدیکہا مسیح الدولہ کتابے پیشم آورد
و گفت میخواہم اشترانمایم نامش چیست دیدم کتاب توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل

درفضائل امیرالمومنین وعترت طاہرین تصنیف شیخ شہاب الدین احمدست وآن کتابیست کمیاب خواستم که باب دوم آنرا که درآیات فضائل بطریق ابن مردویه بود نقل بگیرم چه در روح القرآن مرویات اورا از روی کتب اصحاب خود نقل کرده بودم واین اوثق وادخل فی الالزام ست اخوی سید ہادی را بنقلش مامور کردم امروز حکیم صاحب دراستردادش تعجیل کرد و در باب ترغیب کتابتش گفته شد ـ شعر

الا یا ایها الکتاب هاذے	احادیث کتابتها عبادة
فلا تالن فی التمییز جهدا	ولا تهنن فی کسب السعادة

اطفال بر سوادش کمر بستند لکن اتمام نقل بسرعت مشکل بود اتفاقا صاحب کتاب بملاقات من آمد ومن اورا نمی شناختم چون مطلع شد گفت که کتاب مال شما است تا یک ماه پیش خود نگاه دارید فالحمد لله علی ذلک ولکن گفتم که پس فردا انشاء الله تمام خواهد شد ـ

پنجشنبه ۵ ـ ذی الحجه ۱۲۷۵ھ درہمان بنگله که برکنار دریائے ہیبت تماشاگاہی است عجیب در تذکر منازل ومراحل وتفکر بحر وساحل گفته شد ـ

یزدان پاک بیچون فرد یگانه تنها	از حرف کاف وازنون چیدست انجمن ها
گردون پر از کواکب جیحون پر از عجائب	دلها پر از مطالب ـ لب ها پر از سخن ها
جن وپری ومردم ـ در کنه ذات او گم	هر مرغ در ترنم بر صفحه چمن ها
بر کوه چون رسیدم خلقے عجیب دیدم	زنها فشکل مردان ـ مردان بشکل زن ها
دارم سر زیارت ـ یارب بکن حفاظت	در بحر از ہلاکت ـ در بر ز راه زن ها

امروز دو جزاز رساله آیات الفضائل که از نسخه سقیمه نقل شده تصحیح کرده شد ـ

جمعه ۶ ـ ذی الحجه ۱۲۷۵ھ درہمان بنگله امروز نماز جمعه بعد استخاره ووعظ از کتاب

انوار نعمانیہ بحث ذکر کرامات اہل سنہ خوانده شد و بعد از نماز فرزند ارجمند گفت که این اول
خطبہ ایست کہ برین زمین ادا شده و بعد ازان برائے خلاص شدن سلطان دو دزیر دعا
کرده شده بعد از نماز احسن الدولہ از قید شدید رہائی یافتہ بملاقات حقیر آمد و گفت کہ شب
من و نواب شما را بخواب دیدیم و از روزیکہ در د شما را شنیدم تقویت داشتم ایشان منشی غلام حسین
گفتند کہ شاه احمد اللہ می گفت کہ نصاریٰ و ہندو و افضیان را نہر خواہم کرد یعنے ذبح
و نون اشاره بادل و آیہ ثانی در ما بثالث است گفتم نحر بجائے حطی است نہ ہوز و ما
از لفظ نہر تاریخ ولادت جناب صاحب الزمان استخراج می کنیم کہ انشاء اللہ عنقریب
ظہور می فرماید احسن الدولہ گفت کہ این نکتہ گویا از اعجاز است شام در نماز مغربین شریک
جماعت شد مصاحب الدولہ ہم شریک بود احسن الدولہ بعد از نماز نقل کرد کہ شب گذشتہ
شما را در خواب دیدم و مسئلہ پرسیدم و جواب شنیدم اکنون آن مسئلہ را می پرسم
تا ببینم کہ جوابش چہ میفرمائید مثلاً شخصے در جائے است کہ شیطان او را وسوسہ در ایمان
و خلل در دین می اندازد آیا جائز است کہ چنین کس خود را قتل کند گفتم چہ وسوسہ گفت کہ
مثلاً دعا را اثرے نمی بیند پس بخیالش خطور می کند کہ خدا و رسول چہ گفتہ اند گفتم جائز نیست
کہ کسے خود را بکشد و این وسوسہ ہم از شیطان است احسن الدولہ بمجرد شنیدن از کرسی
برخاست و بر روئے زمین سجده کرد و گفت کہ ہمین جواب از شما شنیده بودم بعده
صعوبت ہائے قید را چنان بیان کرد کہ دلم سوخت۔
شنبہ ۷ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ آخر روز تغیرے در مزاج حقیر لاحق شد دراز کشیدم دوران
وقت بخاطر خطور کرد کہ امشب بعد از اسما و صفات الٰہی کہ ہر شب در بین صلاتین باین
نہج گفتہ می شود یا من ہو علے کل شئ قدیره یا من ہو بعباده خبیر

یا من العسیر علیہ یسیر یا فاک کل اسیر یا جابر العظیم الکبیر یا
راحم الشیخ الکبیر یا رازق الطفل الصغیر انقذ السلطان واجد علی شاہ
من الحبس واخرج علی نقی خان من الحبس امشب چنین باید گفت کہ ارحم
السلطان والوزیر واخرجھما من الحبس بفضلک الکبیر بحق نبیک السراج المنیر بعد از خطور این
خاطر یک بیک چہ چہا افتاد و غلغلہ بلند شد کہ پادشاہ رہائی یافتہ ہمین جا تشریف می آرند
پاشدم و پیش مسیح الدولہ رفتم دیدم ایشان لباس دربار پوشیدہ آمادہ برپا ایستادہ
اند یکبار شنیدہ شد کہ نواب صاحب آمدند و در محل رفتند حکیم صاحب فرمودند
کہ درد و نواب عرفہ ہست و ہرگاہ شاہ بیاید عید خواہد شد یکمرتبہ سلطان ہم آمدند و داخل
محل شد حقیر پدم دروازہ رفتہ نواب را دیدم فرزند گفت کہ فلانے ایستادہ است یکہ
خوردند و با تضرع و خشوع معانقہ کردند و سر شب در نماز جماعت حاضر شدند۔

دوشنبہ ۹ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ مسیح الدولہ بہادر بعد مراجعت از دربار درین بنگلہ نزد
خاکسار آمدند و گفتند کہ این بنگلہ ہا کندہ خواہند شد و آدم سلطانی ہمین حکم رسانید
حقیر مضمون این مصراع ادا کردم ۔ ما را الم نیست کہ ما خانہ بدوشیم ۔ گفتند کہ لیکن مایان
ما و شما مفارقت خواہد شد بہر حال عجب است کہ ہر شب بعد از نماز مغرب دعا میکردیم
کہ سلطان عالم خلد اللہ ملکہ از قلعہ نزد ما تشریف آرند حضرت چون اینجا رونق افزا شدند
ما را از نزد خود دور میکنند و ہمین مضمون را نوشتہ بآدم خود دادم کہ بنواب رسانند و بیکی
از وسائط رسانید کہ دم از محبت من میزد آن عزیز آمد و بچرب زبانی کار را از دست داد
و نخواست کہ بناے کندن موقوف شود و لیکن می گوید رقعہ بنواب رساندم بعد ازین
بفحوائے کلام نواب معلوم شد کہ تبعیت حکم شاہی را لازم می دانند بہر حال ایزد متعال

مقلب القلوب است و بقاے بنگلہ در اینجا خوب و مطلوب۔

سہ شنبہ ۱۰ امروز عید سعید ضحی نماز عید و خطبتین در ہمین بنگلہ باجماعت کہ نواب و ارکان دولت دران بودند خوانده شد۔ و از نواب صاحب شنیدم کہ بادشاه پیش ازین ہمچنے تمنّے حضور در جماعت بوده است ولیکن نواب صاحب گفت کہ شاه را برائے خود شش باید واگذاشت۔

پنجشنبہ ۱۲۔ دوازدہم ماه ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ نواب صاحب و مصلح السلطان و مسیح الدولہ آمدند و نواب نگذاشت کہ از پلنگ فرود آیم پائین نشست و ہمچنین دیگران مصلح السلطان گفت کہ این بنگلہ محفوظ می ماند گویا مسجد است و قال اللہ و قال الرسول در اینجا می شود و بپادشاه ہمین مضمون را عرض کرده ام و پسند طبع اقدس افتاد۔ انتہی محصل افاده۔ خانہ آتش آباد۔ سید محمد صاحب مرشد آبادی کہ در سرکار جناب عالی مشاہره پیش قرار داشت از بیشتر وارد کلکتہ و امروز برائے دیدن من آمد و معانقہ کرد و با نواب ہم ملاقاتش دادم حکیم صاحب درین صحبت از پادشاه حکایت کرد کہ فرمودند درین ملک صرف حرف بالبیار است یعنی بنگلہ، برق، باد، بادل، بجرہ، بابو، بانس، برق، بخار، بحر، باران، برنج، بلی، وازاین مقولہ خلاصہ یک حرف بس است کہ این بلد سراسر بلا است۔ روزے حکیم مرزا احمدی صاحب کہ امروز ہم آمده بود نقل میکرد کہ شخصے وارد اینجا بود چون بوطن خود برگشت پرسیدند در کلکتہ باران چند ماه می بارد۔ گفت چہارده ماه گفتند ماه ہا ہمہ دوازده بیش نیست چہارده چہ طور گفتی گفت من چہارده ماه در اینجا ماندم و درین ہمہ مدت در بارش گذرانیدم دانستم کہ چہارده ماه در اینجا باران می بارد۔ روزے رضا حسین خانصاحب حکایت کرد کہ مردے بنگالی را دیدم مرثیہ می خواند و سہ حرف یاد گرفتم ہمارا امام شاب چڑده بگو شُو یعنی امام

علیه السّلام برنج بوداده در آب خیسانیده خورده بود معلوم نیست که از کجا این حدیث را برآورد امروز شانزده[۱۶] قطعه غرائض مردم که منجمله آن دو قطعه بابت میر عباس شاه صاحب و مهدی شاه صاحب و یک قطعه سید علی مستجاب الدعوات بود به نواب صاحب دادم که تا بخط شاهی مزین شود۔

جمعه سیزدهم ذی الحجه ۱۲۷۵ھ در همان هنگام بعد نماز صبح احسن الدوله آمد و استخبار مزاج خاکسار نمود پارهٔ صحبت داشتیم سرگذشت خود در سفر بیت الله الحرام۔ و زیارت ائمهٔ کرام نقل کرد از بیانش عاصی را ولوله و لذت عجیب دست داد بعد از زوال آفتاب مین صاحب که در زمره احباب نواب خوش بیان و نکته یاب است آمد با هم صحبتے داشتیم و بنائے ذکر صنعت و قدرت و علم الٰهی گذاشتیم گفتم یک کس هرگاه با ما سخن می گوید در آن وقت نمی توانیم که سخن دیگرے را گوش دهیم چه نفس در یک آن بر دو شغل قادر نیست اما جناب اقدس الٰهی شانش چه شانست که درین آن مثلاً هزار در هزار دست بدعا افراخته دعا ملے شور و غلغل در جزو کل نداخته داد تعالیٰ همه را شنوا و همه را بیناست و گاہست دو کس که یکے با دیگرے دشمنی دارد و هلاک و زیان همدیگرے خواهند و لطف او رسبحانه هر دو را از خود راضی میسازد میرن صاحب گفت که این مضمون کشفے است و آنچه بمشاهده در آمده اینکه ازین طرف جهاز ما رو بمغرب مے رود و از آن طرف جهاز دیگرے رو بمشرق می آید و هر واحد خواهان باد مراد است و هر قاصدے رطب اللسان شکر رب العباد گفتم راست گفتی و لٰکن هذا الشی عجاب در اینجا است که گفته اند بزره گر یاران و گا ذر آفتاب آخر روز ظفریاب الدوله آمد و قطعه از نظم خود بنا بر استصلاح بمن داد۔ ؎

زحسن عزم بر آمد شاه ما با شوکت و صولت		خجل کرد اقتدارش کیقباد و خسرو و جم را

پے تاریخ انطاف چو سائل فیض شگفتہ	مبارک باد صواب و فرشاہی جان عالم را
مصرع سوم را باین نہج تعبیر دادم	پے تاریخ وسالش بزبان فیض شد جاری

و باقی را گفتم خوب است باز مطلعے ہندی از کلام خود خواند۔

روشن ہی تام بادہ کشوں سے شراب کا	جلتا ہے کدہ میں چراغ آفتاب کا

وگفت کہ مجموعہ حدائق البلاغتہ و معیار الاشعار و دافیہ دارم و مقصودش درس یکے از نہا بود گفتم دافیہ وافیست مرزا محمد زکی پیش ازین کہ سفر کانپور اتفاق افتاد کلچہ ہائے خستہ ولذیذ بہائم فرستاد تخم محبت در دلم می کارد خدایش بسلامت نگاہ دارد جوان صالحے است این وقت بے تقریب نامش برلب گذشت و این قطعہ موزون گشت۔

صبا نامہ از جسان بیار	دل افسردہ ام آچیان بیار
خطے روح پرور چو مسک ذکی	زمرزا محمد ذکی خان بیار

امروز بعد از زوال۔ طبع اخوے از اعتدال منحرف گردید و در لمس حرارتے و در نبض سرعتے ہم رسیدہ الحق کہ آب و ہوائے اینجا ردی ست چنانچہ شاعر گفتہ۔ تف بر آب و ہوائے کلکتہ۔ غالباً ہوا ہمیں اینجا بر ما گذشتہ است کہ در انصاف نہار کیفیت تمام اسحار یافتیم بظاہر خوب است و بباطن از مجاورت دریا مرطوب و اما آب پس وجود چاہ قلیل است۔ و آب غدیر ثقیل قرشی این آب را نخوردہ۔ ازین نہر در موجزار دہ کہ الماء لا یغذو لبساطتہ چہ ما اینجا مثل غذا است۔ بساطت کجا۔ مسیح الدولہ معالج برے من تجویز کرد کہ آب را مثل عرقیات در قرع و انبیق مصعد کنند و عرق بکشند راستے کہ لطافتے بہم رسانده ہمانا ہمین خودم دو سہ روز پیش ازین سید محمد اکبر کہ از رفقائے نواب است بعد از نماز جماعت بمن آہستہ گفت کہ میخواہم دعائے بکنید کہ مطلب من در ہمین سہ روز برآید گفتم چہ سخن چہ است بمن اصرار کرد

واقرار گرفت و مطلب راہیچ نگفت شبے بعد از نماز بدرگاہ بے نیاز عرض کردم الٰھم انجح مطالب
فلان - امروز آقا علی شریف تشریف آوردہ نقل و حکایات بسیارے گفتہ درمیں قصص بزبانش
رفتہ کہ کار سید محمد اکبر درست شد گفتم چطور گفت بمصاحبت پادشاہ رسید گفتم اگر می آمد مبارکباد
می گفتم ہرچند خداوند عالم مجیب و قریب است اما استجابت دعائے ہمچو منی عجیب و غریب -
یکشنبہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ جناب سلطان العلما را در عالم خواب دیدم اگر فرصت
دست دہد خط بایشان بنویسم باین مضمون رأیتك الیوم فی المنام - کانك قادم الینا وقد
اشتدت الیك حاجۃ الانام وانا مسرور محبور بقدومك من دون اعلام - قائل لك
ان ھذا الا الالہام ثم انھم قد مولك اماماھم وجعلوك اماماھم فی الصلوۃ علی
میت لھم وکانك انصرفت عنھم قبل قضاء وطرھم وحاجتھم واستنبتنی فی الصلوۃ
علی میتھم فھذہ رؤیای عمدت الی ضبطھا وتحریرھا وعلیك بتاویلھا وتفسیرھا
والحمد للہ المنعام - علی انشیہ بزیارتك ولو فی الاحلام - ولو جمع اللہ بك شملی صدقا دقت
بابی بیمنك رقاد وقلت لك یا ابت ھذا تاویل رؤیای قد جعلھا ربی حقا -
دوشنبہ ۱۶ - ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ امروز اختفان سوم بود چہار مجلس نشستم بسبب نوم
دواہم کہ ضعیف العمل بود تعلش برطرف شد امروز این سہ بیت انشا دانشاد کردم ؎

آب نہ عیش و مال دنیا چاہیئے	روضۂ شبیر دیکھا چاہیئے
بھاگ رتی کا ہے یہ جوش وخروش	بھاگ رتی بھر نہ ٹھہرا چاہیئے
زندگی کیواسطے سامان ہین سب	عمر جب آخر ہو پھر کیا چاہیئے

سہ شنبہ ۱۷ - ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ خط بوزیر صاحب باین صورت نوشتہ شد بعد دعائے
بقاء عمر و زندگانی و حصول عیش و کامرانی - و تشویق علم و عمل - و تحذیر از کسل و فشل و ضع باد

دمیکہ دل پر از ملال۔ بود و حال پر اختلال۔ مکتوب مرغوب رسید و قلم بر سواد الم کشید علی الخصوص کلمات اختر بیگم طال عمرہا کہ ر دیدم و رو دہ پر خندیدم خدا کند کہ در آغوشش بکشم و لذت این حرفہا از زبانش بچشم آیۂ دان بیکاد داخل اورا د سازید و بر کاغذے نوشتہ در گلویش اندازید

شب چہار شنبہ نواب مع اصحاب تا دیر تشریف داشتند و حال قید و بند نامقیدان چند بیان مے فرمودند از آنجملہ صحبتے کہ ایشان را با پادری گذشت بعد ازان نواب صاحب ایمائے تاریخ کردند بعد از تشریف بردن شان این رقعہ نوشتہ فرستادہ شد تاریخ رہائی پادشاہ عالم پناہ حسب ایمائے شریف ہمین وقت گفتہ شد۔

چو عالی حضرت سلطان عالم	ز باب قلعہ با کر و فر آمد
تو گوئی آفتاب عالم آرا	درخشان بر سپہر اخضر آمد
مدار الدولہ ہم از قلعہ بیرون	خضر سان ہمرہ اسکندر آمد
بتاریخش چنان گردید روشن	ز تاریکی ہم اسکندر برآمد

در جواب رقعہ مرح دشناد وعدہ وصل فردا فرمودند و امشب سر شب تورۂ طعام بتقریب نذر جناب امیر المومنین و برکت شب غدیر از محل شاہی رسید۔

روز یکشنبہ ۲۲۔ ذی الحجہ بیمار شدن مسیح الدولہ بعیادت شان رفتم اطبائے جدید از تلامذہ شان نشستہ بودند تفرس کردم و گفتم مادہ فالج معلوم می شود یکے از انہا کہ ہم شاگرد حقیر است انکار کرد گفتم ثقل لسان موجود است گفت سببش دیگر است سکوت کردم آب آلو بمریض می دادند سبحان اللہ ؎

بلی المسیح بفالج	وعند ابغیر معالج

چهارشنبه ۲۵۔ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ زیادت طوفان واقتادن بنگلہ ہا در میدان وآمدن میرتجان قبل از وزیر و سائر ارکان برائے استخبار این ہیچمدان و فریاد و فغان زنان وگریختن نسوان بکوٹھی سلطان عالمدن اسداللہ دولہ بہادر بقصد تحریک حقیر ازین مکان بہ بنگلہ خود شان ونرفتن بندہ ہیچکارہ بنابرعدم مساعدت استخارہ ورسیدن آب دریا تالب ایوان خلاصہ درین روز ہا خوف بان است وخدانگہبان وہمدرین روز مزاج ضعف العباد بشدت وزیدن باد بحال آمد مرزا صفدر حسین صاحب آمدہ حال مسیح الدولہ پرسیدم بفالج کہ الحال برہمہ کس ظاہر شدہ ومریض خود برآن آگاہ ساختہ اقرار کرد گفتم من اول روز گفتہ بودم وآنوقت بخیال شما نیامد۔ روانگی خط طولانی بدستخط خودم بسمے وزیر طال عمرہٗ وآمدن مصاحب الدولہ۔ تادیر بحجرت وحکایات نشستن۔

شنبہ ۲۸۔ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ بعیادت مسیح الدولہ رفتم حالش خیلے متغیر و اجتماع فالج وقرانیطس کہ ضدین اند مظنون بود و تشویش عقل و اختلاط وقلق وکرب بشدت بود گفتم خاک پاک باید خورانید شیخ علی اطہر صاحب گفتند سہ پہر این وقت و نزد من تعجیل مناسب بود احسان حسین خانصاحب ومصلح السلطان موید کلام من شدند آخر عصر از پیش خود بردم و دعا را تلقین کردم بشیخ صاحب دادم کہ بدست خود بخورانند عصر حکیم مرزا مہدی صاحب پیش من آمدند و گفتند کہ حال مسیح الدولہ خوب نیست وگذشتن شب بظاہر معلوم نمی شود کہ دیروز روز ششم بود کہ باعث اختلاط وکرب شد امروز کہ سابع است چہ خواہد کرد۔

یکشنبہ ۲۹۔ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ مسیح الدولہ را برکت خاک پاک امروز بہتر یافتم کلامش مربوط بود شب یکشنبہ نواب صاحب وجماعت کثیر در نماز حاضر شدند۔

امروز این چند شعر حسب حال این محال بخیال آمده

در اینجا مسلمان و ہندو مگو — بتعظیم جز حرف با بو مگو

بود شربت مردم اینجا شراب — دل و دین ز آب و غذا شان خراب

بظاہر کہ در بوستان جائے است — درختان برائے تماشائے ماست

ولیکن بباطن ندارد ثمر — نخیزد صدائے عنادل سحر

درینجا ندیدیم در باغ و راغ — بجز کرگسے چند مشتے کلاغ

نوائے ز مرغ خوش آواز نیست — بجز از غلیو از پرواز نیست

چنان کفر پیچیدہ اندر ہوا — کہ مرغ سحر خیز شد بینوا

گر آشیان بستن اینجا رواست — کہ عنقا درین شہر ذکر خداست

بخواہم کزین جا چو مرغان پرم — ولیکن چہ سازم کہ من بے پرم

پر و بالم از صرصر غم شکست — دلے بود با من کہ آن ہم شکست

نگہ کن کہ بے ہمنفس ماندہ ام — بہ بستان سرا در قفس ماندہ ام

الٰہی مرا فارغ البال کن — نوا ساز در روضۂ آل کن

قریب یک ہفتہ می شود کہ مزاج حقیر بحال و قرین اعتدال است و ابتدائے صحت از روز طوفان و نزول باران شدہ کہ ہوائے سرد را استنشاق و احاطہ از ہر طرف اتفاق افتادہ و ہر قدر ترشح واز مسامات نفوذ می شد در طبع خود اہتزازے و انتعاشے می یافتم فالحمد للہ مرسل الریاح بین یدی رحمتہ وہو المومل عند استزادۃ نعمتہ وانستد فاع نقمتہ امروز از آب باران و مد قریب سکو و آستان ایوان آمد این وقت باران رفتہ و باران خفت گرفتہ شب گذشتہ میر عباس صاحب گفتہ کہ اسد الدولہ یعنی داماد نواب بنا بر خواہش کہ

دیده اند نماز مغربین را بغیر از اقتدائے تو حرام می دانند من ہم او را پیشتر در جماعت کمتر میدیدم والحال التزام دارد تفصیل این امر از خودش باید پرسید و اعتقاد فاسد را دفع باید کرد این وقت کہ ساعت چہار بودہ باشد بدیدن مسیح الدولہ رفتم حالش پرسیدم از مرزا صفدر حسین دریافت شد کہ دیروز طبع در بحران بر مرض غالب آمد و حکیم مرزا مہدی صاحب فرمود کہ عصر دیروز از نبض خیلے مشوش بودم شب باز نبض را دیدم بر حالت اول عود کردہ بود گفتم میدانید کہ کہ استشفا بچہ چیز شد گفت نہ گفتم بہ تربت مبارک گفت میدانم و ہر کہ دران شک آرد کافر است قریب بساعت پنج یخنے دادند خدا شفا کرامت فرماید رائے من آن بود کہ یخنی را تعدیل می کردند ولیکن نکردہ اند بہرحال ایزد متعال صحت بخشد۔

دوشنبہ سلخ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ بعد از نماز صبح بہ عیادت مسیح الدولہ شفاہ اللہ رفتم شنیدم شب حال خود را میگفت کہ خوب نیست امروز تدبیر احتقان است و حرارت و التہاب از علامات و اسباب عیان است یخنی را کہ بغیر از تعدیل دادہ بودند تسخین کردہ است پرسیدم از جوجہ مرغ بودہ گفتند خیر و این ہم باعث سخونت شدہ باشد قال الشیخ خیر الدیک مالم یصیح و خیر الدجاج مالم تبض بہرحال برگشتم و اینوقت بخیال آمد کہ کاش بمدینہ منورہ مے رسیدم۔ و در گوشۂ عزلت میگزیدم۔ تا از جملہ صحاب و زوار رسالت مآب محسوب میکردیدم و این قطعہ عربیہ بخاطر رسید۔

یا ایہا المدثر المزمل	انی لمشتاق الیک مومل
طوبی لمن یاتی المدینۃ زائرا	ولہ یُہیّاً فی جوارک منزل
یمسی ویصبح دائما فی موضع	ہو للملائکۃ الاطائب محفل
یا رحمۃ للعالمین باسرھا	عطفا فما لی دون بابک معقل

مردم اینجا گفتند که امروز باران بشدت خواهد آمد و ہمہ امروز بنا بر قرب محرم آدم گفتم که پارچه را خانہ رنگریز ببرد تا که سبز کند گفت من وکانش را نیافتیم آدم داروغه که لال خان نام دارد پارچه بسیار امید ہم او پیش صباغ می برد گفتم خوب است باران امروز آمد و لیکن شدتے نداشت در این قطعه بخاطر گذشت ~~

آسمان کبود شام و سحر — تازه رنگی درین جهان آرد
هست امروز سلخ ذی الحجه — آب دریا یقین که باران آرد
چون محرم رسید میخواهم — جامه سبز لال خان آرد

قطعهٔ دیگر بعربی رسید

ماكنت اعرف محنة الاسفار — حتى بُليت بها من الاقدار
مالي اشكو من زماني ماادري — ومعي مقدر ليلتي ونهاري
فانظر الى الانهار كيف تلونت — والى جبال شمخ وقفار
وانظر الى البحرين كيف تلاقيا — جزرا ومدًّا صنعة للباري
فكانما جزر البحار ومدها — قبض وبسطٌ من لدن جبار
فتغبض ثم تزيد ثم تراجعت — وكذالك في الليلات والاسحار
وكذالك ارزاق الورى فليشكروا — وليصبروا في اليسر والاعسار
لاتغتروا بالمال فقرا وغنًى — ضجرا ولا بطرًا فرزقك جاد
فالرزق مثل البحر لكن امره — ينمى الى الاقدار لا الاقمار

سه شنبه غرهٔ محرم ۱۲۷۶ھ باعتبار ظاهر ہر چند بعض اشخاص رویت دو شنبه در کلکته

وبنگلی نقل کرده بیکن بجز شاه ع ز پیدا هلال - شب گذشته هم دیده نشد که مطلع صاف نبود دریں باب گفته ام - اشعار

هلال محرم نمایان نه شد ❊ کشید در غم نمایان نه شد

فرو رفت این ناخن در خراش ❊ بچشم پر از نم نمایان نه شد

بنال از سر نوک شاخ لهن ❊ ازین نخل ماتم نمایان نه شد

چه فیل سیه از شب غم رسید ❊ که نوک یک هم نمایان نه شد

زردی بپیر چنان شد خجل ❊ که ماه محرم نمایان نه شد

بعیادت مسیح الدوله رفتم حالش خراب - و در کلام اطبا اختلاف و اضطراب یافتم هنوز کلام شان ناتمام بوده که کار مریض تمام شد اگر ماند شبی ماند شبی دیگر نمی ماند -

چهارشنبه ۲ - ذی الحجه ۱۲۷۶ھ در بنگله مسیح الدوله رفتم در عالم احتضار یافتم و در و برو من روحش مفارقت کرد[۵]

رحمه الله ما احسن ما کان طبیبا ❊ فوا اسفی علی موته غریبا

اولادش در وطن - و بر سر بالینش من - هزار کس بیشتر مرضی که داشت بر دستش شفا یافته باشد و خودش درچه حال - جدا از اطفال ارتحال کرد - انا لله وانا الیه راجعون وما تدری نفس بای ارض تموت -

ومن سوانح الوقت

ما للفتی حتی متی یتمتع ❊ بلباس عافیة یشق ویرقع

قد کنت تنتظر الشباب حدا ثة ❊ والشیب بعد حصوله لا تسرع

حتی اذا ما شبت بعد شبیبة ❊ فلای شیٔ بعده تتوقع

[۵] حال من ضمیر کنت ای حال کونک غیر مسرع فی صوالح الاعمال ۱۲ -

بادشاه چون ازین واقعه جانکاه مطلع شد فرمود که نعش او را بجائے شریف برند و مرضی نواب
نیز همین بود- شیخ علی اظهر صاحب نظر بخوف انشقاق بطن مانع آمد و میگفت که هرچند نقل الی
المشاهد جائز است ولیکن نه جائے که مستلزم امور محرمه بوده باشد و بعد از دفن جائز نیست
واما سپرد کردن و نقل نمودن پس اگر دفن بران صادق است نقل مستلزم نبش خواهد بود
و اگر صادق نیست پس ترک دفن ممنوع است- دیگر اسد الدوله ها در خویش نواب صاحب
نزد حقیر تشریف آورده گفت بنده عقیدت خویش سوائے علیین مکان بکسے دیگر نداشتم و بارها
مردمان گفتند که اقتدائے جناب مفتی صاحب بکنید لیکن قبول نکردم و همین حال ماندم
در دلم خطور میکرد که مفتی صاحب اگر برکت دارند خلاصی نواب صاحب چرا نمی شود روز
دوم نواب صاحب موصوف خلاص شد و جناب رسالت مآب را در خواب دیدم که میفرمایند
که تو مرتبه عباس را نمیدانی همین که این قصر زمردی در بهشت مکان اوست دیدم بر درش
تخته بنام جناب کنده بود خواندم حالا امیدوار عفو تقصیرم و ندامت بسیار دارم و بر
خود گویا واجب کرده ام که نماز با قتدائے جناب خوانم- این حکایت را میرن جان- بغیر
استیذان- ازین هیچمدان- درین جا نگاشته و مرا از خود خجل- و از ناظران منفعل ساخته
ولکن جف القلم بما هو کائن وما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم
ربی ان ربی غفور رحیم و مرا از نقل این خواب رقتی دست داد- و خیالے در
متخیله افتاد چه هرچند گناه هم بیش از بیش است ولیکن ذکر مغفرت مرهم دل ریش
چنین خواب خوش بیگانه موجب تسلی خویش- والغریق یتشبث بکل حشیش-

اسد الدوله بخوابی خوبے — درفشان شد بعجب اسلوبے

له این حکایت در اصل بقلم میرن جان صاحب مرقوم است ۱۲

دیده در خواب جائے عجیبے
حبذا دیده و پاکیزه شبے

جلوه خیر وے آن شب بود
بخت بیدار مرا آن شب بود

رفت جائے که کسے بار نیافت
لیک دستورے اظہار نیافت

شب پنجشنبه ظہور الحسن پسر شیخ علی اظہر صاحب مہمان بود ماشاء اللہ خیر فہم است متون را درس گرفته و حرف مربوط میزند و از وقائع این شب آنکه در دریا که پیش نظر است یک مرتبه شور برخاست چند کس که مشرف بر غرق بودند فریاد می کردند و کسے متوجه نمی شد بچه ها شنیدند و ملاحان را که خواب بودند صدا زدند بارے کشتے را راندند و بسر وقت شان رسیدند شنیده شد که پنج نفر نجات یافتند و دوازده کس غرق شدند۔

پنجشنبه ۳- محرم ۱۲۷۶ھ احسن الدوله و مرزا علی صاحب و چند کس دیگر نعش مسیح الدوله را بکلکته بردند و بخاک سپردند شنیده شد که سلطان خیلے اہتمام فرمود بست و پنج سوار و تمامے اہل دربار مامور بودند که ہمراه جنازه روند که این مرحوم بجاے پدر من بوده است و نگہبانے متعدد را کرایه بکنند و مع ہذا آخر پنجشنبه غیر از سه کس یا چہار کس که شیخ علی اظہر صاحب و مرزا علی صاحب و حکیم مرزا مہدی صاحب باشند کسے بر سر نعش نبود حتی که روشنی چراغ ہم مفقود و شیخ علی اظہر صاحب خوب فرمود که محبت سلاطین ہم ضرر میرساند تا بعداوت شان چه رسد بہر حال عصر پنجشنبه از دفن فراغت حاصل شد شب جمعه نواب صاحب با رفقا در نماز جماعت حاضر و بعد فراغ از نماز در قرأت ادعیه دراز مثل دعائے کمیل ابن زیاد توجه اتفاق افتاد و در بین صلاتین نماز ہدیه میت برائے مسیح الدوله مرحوم خواندند

جمعه ۴ محرم ۱۲۷۶ھ صبحش چونکه تہیه نماز جمعه و خستگی به سبب مجالس متعدده که پنجشنبه رفته بودم حاصل شده ہیچ مجلس نرفتم و به تذکره روبائے اسد الدوله گفتم شعر۔

سیدا حال تو حیرانم چیست | آخر کار ندانم چیست
گاہ بر جرم خود افتد نظرم | گاہ بر رحمت او می نگرم
خستہ از رنج و ملالم گاہے | خوش ازین خواب خیالم گاہے

قریب دو پہر حسب الطلب نواب از مجلس بہرہ یاب شدم بعد انقضا خطبہ و نماز جمعہ ہمان جا ادا کردم و در وعظ ترجمہ خطبہ عاشورا کہ در مصباح کفعمی است خواندم و اوراق ترجمہ را در رق منشور درج کردم۔

یکشنبہ ۶۔ محرم ۱۲۷۶ھ چند شعر عربی بخاطر رسید

دع الناس مهما تكن مستطيعا | وكن بالقليل الحلال قنوعا
لمن كان فی عزلة وافتقار | شياطين جن تضل المطيعا
وللموسر المبتلی بالبرايا | شياطين جن وانس جميعا

ایضاً

لقد سبقت الی الخير الخيار | وبتنا لاتزور ولا نزار

در مجلس خانہ سید علی نقی رفتم و حکیم مرزا احمد صاحب را بمن متابعت کرد و مسئلہ چند پرسید و جواب شافی شنید و درین مذاکرہ سخنے لطیف از مسیح الدولہ نقل کرد کہ گفت ابنائے زبان عقل ہیولانی ہم ندارند کہ صدیق را از عدو بشناسند باوجودیکہ حیوانات ہم می شناسند و از ینجاست کہ گوسفند از گرگ می گریزد اگر فرصت دست دہد این مضمون قابل نظم است۔ لکاتبہ

الا کم جاهل عار | من العقل الهيولانی
فهم لا يعرفون الود | من بغض وشنئان
وان الشاة تخشی الذئب | لا تدنو ككفلان

امروز زبانی مرزا باقر برادر مرزا محمد جعفر مسموع شد که گفت هوگلی رفتم و از حاجی علی نقی شنیدم که هلال شام یکشنبه بچشم خود
دیدم عصر بمجلس مرزا باقر صاحب واجب طلبش رفتم سید محمد علی عجمی و جوان دیگر از اعاجم در اینجا بودند سید
محمد علی گفت که شما شب بکلکته بخیال اینکه روضه خوان در غنا می خوانند نیامدید آیا غنا چه چیز است
گفتم مدارش بر عرف است گفت پس اگر خرے آواز کند کسے آنرا غنا خواهد گفت گفتم اگر
خر باشد بگوید باز در مناظره همین حرف را اعاده کرد گفتم اگر کسے خریت داشته باشد مے گوید
خجالت کشید و بصدد اعتذار بر آمد آن جوان دیگر که رفیقش بود بنا بر رفع خجالت و تلافی مقالت
ایشان عبارتی در باب اقامت در جمعه باین مضمون که هرگاه سابقه مشتبه شود هر دو را اعاده
می کنند و اگر در سبق و اقتران اشتباه باشد ظهر مے خوانند بر خواند و فرق در میان سابقه
و سبق پرسید و عبارت را از معارج نقل کرد گفتم معارج از کیست گفت از محقق گفتم از
محقق ابو القاسم گفت خیر بلکه از صاحب شرائع گفتم صاحب شرائع محقق ابو القاسم است
و معارج را ما ندیده ایم شما عبارت را بنویسید تا تامل کنم و سید محمد علی را چون دیدم که کج بحثی
میکند گفتم شما مجتهد هستید یا مقلد منظنه که مطلبم فهمید یعنی اگر مجتهد است خود اجتهاد کند و اگر
مقلد است تقلید مجتهد خود نماید و بهر تقدیر سوال از من نمودن و با من پیچیدن معنے ندارد جواب نیافت
مین نه مجتهد هستم و نه مقلد با چون دید که این حرف منجر بفساد عباد اتش میشود گفت یعنی در خصوص این مسئله فرزند
ارجمند یاد مخاطب شد و حرصه را باد گرفت گفت شما چه می خوانید گفت شرائع بعد از آن مرثیه شروع شد
و بعد از انقضائے مجلس گفت که من عادت مناظره و مجادله ندارم میخواستم دریافت
کنم که مدار غنا بر چه چیز است و سبب نیامدن شما در مجالس کلکته چیست گفتم ضعف
مزاج و اسأل الله الغنی ان یقینی - شر کل غبی و غوی -

وحید آفاق مستغنی عن الاغراق ممدوح علماء عراق معین الدولہ انتظام الملک نواب سید
باقر علیخان بہادر ظفر جنگ اعلی اللہ درجاتہ وضاعف حسناتہ کہ بظاہر شایان اکلیل شاہی
بودود۔ باطن نمونہ قدرت الٰہی در املاء سحر طراز و در انشا نکتہ پرداز در درست کرداری بحدیکہ
ہیچ بجکلاہان زلف شکن نمی شنود و در راست گفتاری بشائبہ کہ در حکایت اقوال نقل
بالمعنے رضی نبود و در سیر سفن ساہر و در شعر و سخن ساحر برہم زن کارنامہ شاعران نغز گفتار
رونق شکن بازار کاتبان تازہ کار متطبب حاذقے کہ بوعلی سینا در بارگاہش زانوے ادب تہ کند
متکلم محققیکہ بنان بیانش اشجار تشاجر از بیخ در یشہ کند جامعیت علوم عدیدہ بحدی رسیدہ
کہ زبان ناطقہ از بیانش لال است + و در علو ہمت و معرفت نکات حکمت بمقامی شائع
گردیدہ کہ تعریف و توصیفش محال حکمش نادری و اقبالش اسکندری علمش وہبی دکاوشش
حق طلبی، شبے مطالعہ کتب بروز می آورد و باز ہم از سیر سیر نمی شد۔ ومیفرمود کہ کاش
یکشب برابر دوشب می بود مجمع البیان حکم ماہر لسان عجم چنانکہ ملک الشعراء ایران کلامش
راخت کلام اہل زبان فہمیدہ وہفت شوط گرد سرش گردیدہ، خلاصہ اگر چرخ ہزار دور
بکند گمان نمی برم کہ چنین علامہ را از کتم عدم سر زمین آخشیر کار چشم زخم روزگار باین بزرگوار
رسید از دست فلک نیلہ رنگ روز یکشنبہ عصر تنگ بوجع الفواد مبتلا گردید و در یک ساعت
ہمان روز کہ روز یازدہم از جمادی الثانی ۱۲۹۱ھ بود از دار فانی رخت سفر بربست و خار غمہاے
در دل دولتخواہان شکست صاحبزادگان عالی تبار و فرزندان نامدار نرگس وار حیرت زدہ
گریبان چاک دلہا درد ناک بارخ زرد و آہ سرد ہمراہ نعش اطہر سراسیمہ و حیران در مثل
ماہی بے آب طپان گاہی سرگرم نالہ و فغان و گاہی مثل غنچہ خموشان با جمع کثیر و حشم
شاہانہ تا بغسلخانہ روانہ شدند و بعد از تغسیل و تکفین نماز جنازہ پشت سر مجتہد العصر و الزمان

خواندند۔ و در مقبرہ منورہ آسمان را بخاک سپردند و باز شور و فغان سر کردند قلم اینجا رسید و بشکست یکی از فضلائے عصر تاریخ سن عیسوی چنین موزون کردہ

چون معین الدولہ سید باقر علم الیقین	رفت زین گلزار فانی بر در خلد برین
از لب عیسی بتاریخ فوت از روئے ادب	میرسد آواز طبتم فادخلوھا خالدین
	سنہ ۱۲۹۱

اس تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ نواب صاحب علم و کمال مین کیا پایہ رکھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ جناب مفتی صاحب قبلہ سے اُن کے روابط بہت زیادہ تھے اور انھین مفتی صاحب سے ارادت خاصہ تھی اور باہمی مکاتبت جاری رہتی تھی چونکہ زمانہ گذرا اور وہ حالات بتانے والا بھی کوئی نہین رہا اسلئے پورے واقعات کسی طرح قلمبند نہین ہوسکتے تاہم جو کچھ پتہ ملا ہے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے :۔

ماہ شعبان سنہ ۱۲۷[illegible]ھ مین جناب مفتی صاحب قبلہ نے نواب صاحب کو یہ خط لکھنؤ سے لکھا:

شد مدتے کہ گفت و شنو با تو رو ندا د
اے بے نصیب گوشم و اے بے نوا لبم

ادام اللہ اقبالکم و ضاعف اجلالکم و مد ظلالکم و عم اعطافکم

بعد عرض میرساند زمان بسیار گذشتہ کہ از خیریت مزاج برکت امتزاج خبری دارد قلم و مہر وفا نامہ بری نرسید و درین عرض عریضہ مکررہ بعض نگاشتہ ارسال خدمت عالی داشتہ ام حیرانم کہ ہرگاہ در انجام کار ترک عاطفت و ملاطفت یکبارہ پیش نظر داشتند آنہمہ در آغاز باکرام و اعزاز پرداختن و طوق گران بار احسانات فراوان برگردن این ناتوان انداختن و دل و ارستہ را پابستہ محبت ہائے بیغایت ساختن چہ ضرور بود

بہرحال مضی ما مضے اکنون غایت مدعا و نہایت تمنا آنکہ جیفۂ توقیعے مشتمل صحت و اعتدال مزاج مبارک زیب بخش تارک شود. گر قبول افتد زہے عز و شرف غزلے حسب حال بطریق ارتجال ثبت افتاد چونکہ دماغ آشفتہ کار را دارد لب بملامت نباید کشاد

آنرا کہ در کمند ولا مبتلا کنی — گر بستہ ہی ز قید حیاتش رہا کنی

لبہاے زخم جان دلم بستہ میشود — گر ناخنہ ز خامۂ مشکینہ وا کنی

گر بر سرم بیفگنی از مہر شقۂ — خوشتر از انکہ سایۂ بال ہما کنی

در عشق حسن سیرت خود مبتلا کنی — گر از سواد دیدۂ من توتیا کنی

روشن شود مرا رات شام فراق تو — صبحے اگر ز خون دلم ناشتا کنی

آئینہ ہیچ کار ندارد بجز قبول — محو توام وثنا کنی یا جفا کنی

بیجا است شکوہ ام کہ دلم ہست جاے تو — بر وے اگر جفا کنی ہم بجا کنی

از وصلت دو روزہ ما میشوی ملول — فردا پس از فراق چہا یا دہا کنی

قانون طب ہست تو دمن در اضطراب — وقت است گر تو این خفقان را دوا کنی

تا چند سید اگلہ از کار و بار دوست — او ہر چہ کرد کرد تو باید دعا کنی

نوزدہم شہر شعبان سنہ ۷۳ھ

من ضعف الناس سید محمد عباس عفی عنہ

اس خط کا جواب دستیاب نہین ہوا سنہ ۷۳ ہجری مین غدر ہو گیا اور اُسکے سلسلہ مین نواب باقر علیخان صاحب پر بھی بغاوت کا الزام قائم ہوا اور وہ قید کردیے گئے یہانتک کہ پھانسی کا حکم ہو گیا مفتی صاحب نہایت مضطرب تھے دعائے شبانگاہی و سحری مین مشغول رہتے تھے یہانتک کہ ذی قعدہ سنہ ۷۴ ہجری مین رہائی ہوئی۔ رہائی پاتے ہی فوراً نواب صاحب نے جناب مفتی صاحب کو اطلاع دی اور یہ خط روانہ فرمایا اور تشریف آوری کا نیوتا کا

کمال شوق تحریر کیا۔

بعرض اشرف و الامیر رساند   از ہبوب نسیم لطف باری عز اسمہ شگوفہ مامول سنین و غنچہ امید دیرین شگفت اعنی اثر ادعیہ سحریہ شریف کہ عبارت از انفکاک حیف باشد دوم شہر ذیقعدہ ۱۲۷۱ھ گل کرد و الحمد للہ علی ذلک اما درحقیقت نجات از غموم فرقت ہمان ہست کہ بمواصلت صوری بندہ بفرمایند کہ کے باین تمنا فائز میگردانند۔

مفتی صاحب قبلہ تو اس مژدہ جانفزا کے گوش برآواز تھے بے انتہا مسرور ہوے اور جواب مین یہ مختصر تحریر روانہ کی

بعرض میر رساند   بعد از وصول خبر تار برقی تارہاے نشنودم درحیرتے گرفتار بودم کہ آیا سبب تاخیر چیست و باز خود را تسلی نمودم کہ دیر آید درست آید تا اینکہ توقیع رفیع با سطور مشکبار چون قافلہ تتار رسید و بنکہت وصال مصدق خیر تار گردید ؎

شادم بآن حدیث کہ اول ز تار بود	آخر دمید صبح شب ما کہ تار بود
آن تار برقی کہ مرا بیقرار کرد	برق تجلی رخ آن گلعذار بود
حرفے اگر خلاف ادب بر لبم گذشت	عذرش قبول باد کہ بے اختیار بود
سررشتہ ندارم از ینہا جز اینقدر	کان تار خیط ابیض صبح بہار بود

ہر چند شبستان علائقے کہ دارم مدت دو سہ ہفتہ میخواہد کہ بسر آید ولکن می خواہم زود بمحفل مبارکباد رسیدہ از شکنج غم برہم و گوشے بصداے مطربے دہم کہ بصد تہنیت برآید و این غزل سراید ؎

رفت دے موسم بہار آمد	نخل امید ما ببار آمد
از سرشکے کہ صبح و شام چکید	تازہ آبے بروے کار آمد

از گل عیش دامنے چیدیم		کہ بچشم حسود خار آمد
گر جہانے رود ز دست چہ غم		شادم از مژدہ کہ یار آمد

زاد اللہ اجلالکم و عمر اطفالکم و سر عیالکم۔

چند روز کے بعد مفتی صاحب قبلہ کانپور تشریف لیگئے ملاقات ہوئی نوابصاحب نہایت مسرور و شکر گزار ہوے مفتی صاحب قبلہ بھی نوابصاحب سے ملکر بے حد خوش ہوے۔

اسکے بعد مفتی صاحب قبلہ کا قیام مستقل کانپور مین رہا ۱۲۶۳ھ مین جناب نواب صاحب مع متعلقین کربلاے معلے تشریف لیگئے مفتی صاحب قبلہ لکھنو تشریف لے آئے۔ خط کتابت اس عرصہ مین بھی جاری رہی جب نواب صاحب وہان سے واپس تشریف لائے تو پھر جناب مفتی صاحب قبلہ کو بلالیا۔ نواب صاحب بے انتہا اعزاز و احترام فرماتے تھے اور کوئی دقیقہ راحت رسانی و خدمتگزاری مین اُٹھا نہ رکھتے تھے وہ علمی صحبتین ہمیشہ کے لئے یادگار ہین جو مفتی صاحب قبلہ اور نوابصاحب ممدوح سے گرم رہتی تھین نواب صاحب کا اشعار آبدار نظم کرنا اور مفتی صاحب قبلہ سے اصلاح لینا اور مفتی صاحب قبلہ کے فوائد و تحقیقات سے روحانی حظ حاصل کرنا اور ایک ایک دقیقہ کو اُنکی صحبت کے مغتنم جاننا فراموش نہین ہو سکتا۔ نواب صاحب ممدوح جسوقت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے تو اس طرح آتے تھے جسطرح سلاطین کی خدمت مین حاضر ہوتے ہین نشست و برخاست و سکوت و تکلم مین ادب و آداب کا کامل لحاظ فرماتے تھے۔ جب رخصت ہوتے تھے توجہانتک مفتی صاحب قبلہ کا سامنا رہتا تھا اُسلٹے قدم جاتے تھے۔ جب کبھی جناب مفتی صاحب قبلہ نواب صاحب کی ملاقات کیلئے تشریف لیجاتے تھے تو دور سے استقبال کرتے تھے اور مودب سامنے بیٹھتے تھے۔

نواب سید جعفر علیخان صاحب جناب نوابصاحب ممدوح کے صاحبزادہ کا بیان ہے

کہ جناب مفتی صاحب قبلہ کی نشست کا مقام زنانے مکان سے متصل تھا جناب نوابصاحب ایک مرتبہ وہاں حاضر ہوے اور چند شعر ایک غزل کے جو نظم فرمائے تھے سنا رہے تھے کہ دفعتہً ساکت ہوئے اور رخصت ہو کر فوراً چلے آئے اور آنیکے بعد ذکر کیا کہ آج مجھے بے حد شرمندگی ہوئی کہ مین نے قبلہ و کعبہ کی زنانی ڈیوڑھی کے قریب غزل کے شعر پڑھے اِسکا بیحد تاسف کرتے رہے۔

ایک مرتبہ نواب صاحب بہادر کے (بخشی) نے اتنا کہا کہ مفتی صاحب قبلہ کی تنخواہ ابھی نہین گئی نواب صاحب نے جناب مفتی صاحب کے نام کے ساتھ لفظ تنخواہ کا جب سنا بیحد برہم ہو گئے اور بہت خفا ہوئے کہ مفتی صاحب کو تم کیا سمجھے ہو۔ میرے بھی یہ حقیقت ہے کہ مین مفتی صاحب کو تنخواہ دون جو کچھ مجھے ملتا ہے یہ بھی اُن کی بدولت اور انھین کی برکت ہے اِسکے بعد غالباً اُسے معطل کر دیا جناب مفتی صاحب نے سفارش کر کے پھر بحال کرایا

مفتی صاحب قبلہ نماز جمعہ مسجد مقبرہ پر پڑھتے تھے اور شہر کے حضرات باوجودے کہ گوالٹولی شہر سے فاصلہ پر ہے یہین حاضر ہو جاتے تھے۔ اور نماز کے بعد مواعظ حسنہ سے جناب مفتی صاحب کے مستفید ہوتے تھے۔

جمعہ کے دن نوابصاحب گاڑی کیلئے حکم دیتے تھے اور جب گاڑی حاضر ہوتی تھی تو خود بھی اُسکے ساتھ آتے تھے اور اسطرح مفتی صاحب قبلہ کو اطلاع کراتے تھے جسطرح کوئی خدمتگار اطلاع دے کر منتظر رہتا ہے۔ مفتی صاحب باہر تشریف لائے اور نواب صاحب نے ہاتھ پکڑ کر اُنھین گاڑی کے صدر مین بٹھایا اور آپ مؤدب سامنے بیٹھے۔ اور عصا جناب کا اپنے پاس رکھ لیا جب گاڑی سے اُترتے تھے تو رجریب) یعنی عصا حاضر کرنے کے بعد ساتھ ساتھ مسجد مین پہونچتے تھے۔ ادھر قبلہ و کعبہ داخل مسجد ہوے اور ادھر نوابصاحب نے

عصا اور نعلین کو اپنے ہاتھ سے اُٹھایا اور ایک گوشہ مین جاکر رکھدیا۔ نوابصاحب نے جو قدر شناسی فرمائی خارج از حد بیان ہے۔

جناب مفتی صاحب قبلہ بھی نواب صاحب کی نہایت قدردانی فرماتے تھے اور اُن کے کمالات ذاتیہ کی بہت عزّت کرتے تھے اور اُن کے اشعار رنگین وعبارت خوش آئین سے نہایت محظوظ ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ نواب صاحب بغرض شکار تشریف لیگئے مفتی صاحب قبلہ کانپور مین مقیم رہے نوابصاحب نے وعدہ کیا تھا کہ ایک ہفتہ مین واپس آجاؤنگا اتفاقاً تاخیر ہوگئی مفتی صاحب قبلہ کو بہت پریشانی ہوئی اور نواب صاحب کے نام یہ خط تحریر فرمایا۔

مراسلہ بعرض میرساند۔ سابوع گذشت ومن این دشت احاطہ خاتمی است بے نگین وبنگلہ طارمی است بے پروین والحق کہ شرف المکان بالمکین حالاوقت است کہ از طلوع طلعت برکت رونماید وازوقوع رجعت دولت افزاید کہ غیبت طول کشید و وفرقت بپایان رسید عصرے بگلگشت باغ رفتم دخطے بگرفتم اشعار

ہر غنچہ بفکر تو خاموش گشتہ است	ہر بلبلے بذکر تو فریاد میکند
لبریز گشتہ از عرق انفعال نہر	از بسکہ بحر فیض ترا یاد میکند
اے طائران قدس بشوق شکار تو	صیدے دگر چہ شوق تو ایجاد میکند
تو در شکار صید ودلم دار داز خودم	آن وحشتی کہ صید زصیاد می کند
معمور از تو دشت ومن این دل خراب	غیر از تو این خرابہ کہ آبادی کند
نخچیر تو شدہ است مگر مرغ نامہ بر	ورنہ چو ہدہد دل من شاد میکند
بنویس شقہ کہ زیک رشحہ کلکِ تو	محو نگار خانہ بہزاد میکند

یک ہفتہ بلکہ بیش ازان رفتہ رفتہ رفت	باز آے ورنہ سحر تو بیداد میکند
باز آکہ آفتاب کنون صیدگاہ را	آتشکدہ چو کورہ حداد می کند

زیادہ زیادہ ادام اللہ اقبالکم وضاعف اجلالکم دعمر اطفالکم دارانا جمالکم

مراسلہ | بعرض میرساند فقیر در کشاکش افتادہ وطاقت از دست دادہ۔ ضعف معدہ چنان قوت گرفتہ کہ کار از کار رفتہ و بہذا فور مسائل وو، وو رسائل۔ وضعف صوم وغلبہ نوم وتوار وتوم در ہر یوم وتہیہ وعظ وجماعت وتوطیہ وظائف طاعت مشوش حواس ومقلب انفاس است ؎

طاقتے چندان نداریم ومگر کوہ را	چون پر کاہے بباید از زمین برداشتن

طالبان علوم دینیہ وجویندگان معارف یقینیہ گاہ بے گاہ رو می آرند و صاحبان لحاجت ما را نمی گزارند ؎

خشکید از ہجوم عزیزان دماغ ما	پروانہ بسکہ پر زدہ گل شد چراغ ما

استخارہ در سفر مساعدت نکرد لہذا صبر در مباعدت ورزیدم ودرین بارہ چارہ از اتباع استخارہ ندیدم من بعد دو صحیفہ شریفہ متضمن مضامین لطیفہ رسید ؎

وکم للہ من لطف خفی	یدق خفاہ عن فہم الزکی

وقوع تاخیر در جواب از اقل الطلاب روی خطاب بسوے بعض احباب بسبب شرم وحجاب آنجناب بودنہ از راہ تقدیم قدم بر عظا بلے بندہ عاصی رو بآسمان نمی کند وسر بر زمین می افگند منشی باقر علیصاحب رونرے قدم رنجہ کردہ ونسخہ خوبے از حبۃ واقیہ آوردہ میگفت تحائف دیگر ہا براے جناب العالی دارم ومی خواہم بجا دمی از خود وآدمی از تو بسپارم تا بآنجناب برساند گفتم خوبست بعد ازان صدا وندا ے ارزش برنخاست ؎

زین تیغ جفا چو نیم بسمل
در خویشتن اضطراب دیدم

بر زخم جگر کہ بود کاری
از خط تو مشک ناب دیدم

از تاب ندید ہیچ ماہے
من انجم زالتہاب دیدم

یارب چہ بلا شرارہ بود
جسم و دل و جان کباب دیدم

بیہوش شدم خطے رقم کن
کاین رشحہ بہ از گلاب دیدم

زخش قلم کہ بادپیماست
عاجز رہ جواب دیدم

من گرچہ رہ خطا گرفتم
عفو تو رہ صواب دیدم

در شر قسم و عجب کہ سید
خورشید تو در حجاب دیدم

یکشنبہ ۱۲- محرم ۱۲۷۶ھ صبح اسد الدولہ را دیدم بعضے عوارض برطرف۔ ولیکن کمودت براطراف کف۔ بودہ بعد استخارہ احتقان دادہ شد بعد مراجعت بسمع رسید کہ بعض محلات معلّی۔ در ہیضہ مبتلا۔ و مزاج اقدس واعلیٰ۔ ازین رہگذر منغض و مکدر الحق کہ ہوا تغیرے دارد۔ و این بلد ہر روز رنگے تازہ بروئے کار آرد۔ در جائیکہ ہستم یک طرف دریائے عظیم پیش نظر۔ دیگجانب بر خط مستقیم رہگذر۔ واقع است اما کثافت۔ و نزول آفت۔ نشاط طبع را مانع واز حوادث اینجا ہیچ نیج کنارہ۔ واز خواب سنگین اہل کار چارہ نیست بغیر از تذکرہ الٰہی تسلی دل مشکل نظم ؎

صبر کر اب بہار آتی ہے
نعمت کردگار آتی ہے

صبح کو جب بہار آتی ہے
بوئے گیسوئے یار آتی ہے

حال اس شہر کا نہ پوچھو کچھ
ذکر کرنے مین عار آتی ہے

ہے یہ وحشت کہ دلمین حب وطن
خوف سے بیقرار آتی ہے

بھاگ رہی ہے سامنے ہر دم | جس روز مدد بار بار آتی ہے
صبح سے شام تک ہے مزدوری | دوپہر کو جوار آتی ہے

از مرزا احمد ذکی صاحب کہ جوان پاکیزہ خصلت و جویائے توکل و عزلت است و اشتیاق مکتوب او را در روز شنبہ چہاردہم ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ نوشتہ خطی منظوم رسید کہ نقلش اینجا ثبت است ۔ ٥ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے رہبرِ منزلِ حقیقت | اے رہروِ کاملِ حقیقت
آگاہ طریقِ باخدائی | واقف ز رموزِ حق نمائی
سرچشمۂ مہر و جاہ و اجلال | خورشیدِ کمال و ماہِ افضال
شب خیز عبادت الٰہی | یکتا گلِ باغ صبحگاہی
تابان رہے مہر دین ہمارا | جب تک رہے ماہ عالم آرا
من بعد ادائے شرط تسلیم | خدمت مین یہ عرض ہے بہ تکریم
وابستۂ دامن حضوری | سہتے ہین بہت ملال دوری
ہم شاکیِ بختِ نارسا ہین | خدمت سے حضور کی جدا ہین
آباد ہے جب سے موچی کھولا | ہے باب ملال دل پہ کھولا
ہو گلشن لکھنؤ تو ویران | کلکتہ بسے خدا کی ہے شان
ہو کشورِ غیر مین تجلی | تاریک ہو بزمِ لطف اپنی
عازم بسفر حضور ہوئین | جو قرب مین تھے وہ دور ہوئین
نیرنگیِ چرخ کا گلہ کیا | سہتے ہین ملال دل پہ کیا کیا
ہین دستِ دعا بلند رکھتے | حسرت مین نیاز مند رکھتے

مقبول کرے خدائے عالم ہون فیض قدم سے شاد و خورم

حاصل ہو زیارت حضوری آنکھون سے ہو دور قرب دوری

یا حسب مراد ہو زیارت ہو دیدۂ دل مین نور شفقت

از بسکہ ہے جوشش عنایت تکلیف رسا ہون مین نہایت

اک مین نے جو مثنوی کہی تھی خدمت مین وہ پہلے بھیجدی تھی

اک شب مین حقیر نے کہی ہے باور ہو یہ امر واقعی ہے

بالفعل جو خط عزت افزا مضمون رسید مین ہے لکھا

آیا وہ سوئے وزیر صاحب جوشش اشتیاق تھا جو غالب

کیا اُنکی بیان کرون مین تعریف خود لیکے یہان وہ لائے تشریف

نور الفاظ تھا دو چندان تھا خط شعاع مہر تابان

ہر سطر تھی موج گیسوے حور تھی صاف بیاض لوح پرنور

ہر حرف تھا شکل مہر انور ہر نقطہ تھا خال روئے اختر

بے شبہہ تھی نور کی سیاہی تھی دیدہ حور کی سیاہی

دیکھی جو وہ نور کی عبارت روشن ہوا دیدۂ عقیدت

اوصاف جو کچھ ہوئے تھے تحریر ذرہ کو دی مہر سے یہ توقیر

کیا داد سخن عطا ہوئی ہے اب فکر بہت رسا ہوئی ہے

دل بحر ملال سے رہا ہے دُرِ تحسین بڑا اصلا ہے

اشعار حضور کو جو بھائے کیا کیا دُرِ آبرو مین پائے

رنگینی سے جو ہوا تعلق یہ صحن چمن کا ہے تصدق

گلگشت بہت جو اُسمین کی ہی — شاداب ریاض مثنوی ہے

ورنہ مجھے یہ کہان لیاقت — رکھتا نہین ایسی مین طبیعت

من بعد وجوب استخارہ — بن آیا سوا نہ اسکے چارہ

خدمت مین اُسے کیا روانہ — حاصل انجام کار جانا

کی نظم تو مثنوی بعجلت — کی میر تقی نے یہ عنایت

لکھون کیا اُنکے حسن اوصاف — اک جلسہ مین اُسکو کردیا صاف

اُمید ہے ذاتِ باکرم سے — کچھ سعی ہو شاہ ذیحشم سے

اون مین تو شرکتِ دُعا ہو — تا شکل حصول مدعا ہو

ممکن جب وقت و مصلحت ہو — اُسدم الطاف و مکرمت ہو

بیجا تقریر مین نے کی ہے — دل آپ کے لطف سے قوی ہی

غنچے مری فکر کے کھلین گے — آب گوہرِ مدعا ملین گے

اللہ ہے اپنا دینے والا — امّید ہے اے جناب والا

دورانِ وطن کو شاد رکھیئے — ہنگامِ دعا مین یاد رکھیئے

دُنیائے دنی سے دل ہو بیزار — عقبیٰ کا سدا رہون طلبگار

منّتِ کشِ خلق تو نکرنا — صنائع درِ آبرو نہ کرنا

اس دار فنا سے جب سفر ہو — نام اُس کا مری زبان پر ہو

تاریکیِ قبر کا نہو غم — ہو نورِ خدا کی مہر اُسدم

گلزارِ ارم کی بھی کرون سیر — اُس جا نہ مجھے سمجھیئے کا غیر

ہمسایہ ہو آپ کا میسر — ہون خاک سے پاک نور ہنکر

تابان رہے نیّرِ ہدایت روشن رہے کشور ہدایت

عریضۂ راقم آثم و ناظم عاصی پر معاصی محمد ذکی خان عفی عنہ شب دوشنبہ مردمان
چند بحکم نواب صاحب برائے خواندن آیہ امن یجیب المضطر نزد احقر آمدند
فقراتے چند بعد از یک تسبیح آیہ مذکورہ بزبان راندم و باکمال حضور قلب در رقت
عیون خواندم و حاضران آمین گفتند و گمان بعض اشخاص بہدی ست لیکن
از خدائے کریم اُمید وارم کہ اثر این دعائے شبینہ سحر ظاہر شود عجب از کلام بر علام
آنکہ چون حالات ردیہ مریض روز شنبہ مشاہدہ کرد بمن آہستہ فرمود کہ دادن تربت
را در اہمال انداز ید تا مردم بد اعتقاد نشوند این گفت و برخاست و بمردم خطاب
کرد کہ من بسبب گرمی می روم و مفتی صاحب نشستہ است خاک پاک خواہد خورانید
انتہی اگر غرضش از اہمال صون اعتقاد رجال بود پس این کلام و اعلام مناسب
نمی نمود چہ ظاہر آنست کہ خود را بری سازد و بدنامی برگردن من اندازد وھذا منہ
عجیب وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب،
بہر حال من خاک پاک را چنانکہ سابق مذکور شد بمریض خورانده ام و شفا بدست
خدا و کار ما دعا است وہم امشب بعضی از محلات معلّی کہ در ہمین مرض مبتلا و سلطان
را در باب او تلاش اسم اعظم و رجوع بہان شخص علّم بود از سرائے فانی بعالم جاودانی رخت
کشید و در عنفوان جوانی و زمان کامرانی مانند برگ خزانی خشکید انا للہ وانا الیہ راجعون
دوشنبہ ۲۲ محرم ۱۲۷۶ھ بعد از درس اخی السید ہادی حسب الطلب اسد الدولہ رفتم
حالش بہ یافتم نبض عہد کردہ وقوتے دست دادہ اظہار رجوع و بمن درین باب رجوع نمود
بعض از حاضران گفتند کہ این ہمہ اثر دعا شبینہ شما است جناب حکیم مرزا احمد یصاحب

احتقان تجویز کردہ تبخارہ نیز مساعدت نمودہ وایضاً حکیم صاحب چون بر نقل صون اعتقاد
کہ در حال شب نوشتہ ام مطلع شد این شعر برخواند

شخصی ہمہ شب بر سر بیمار گریست
چون روز شد آن بمرد و بیمار بزیست

تاریخ فوت نواب جعفری بیگم کہ شب فوت شدہ چنان بسرعت گفتم و از میر ولایت علی صاحب
نویسانیدہ برائے ملاحظہ شاہی رسانیدہ شد کہ ہنوز نعش او را نہ برداشتہ بودند و صورت
نظم و نثر این است عروس سلطنت کامرانی زینت فزائے حجلہ سلطانی با قطعہ تاریخ کہ فوراً از
قلم ریختہ گذرانیدہ شد

زہرۂ اوجِ فلک برتری
کوکبِ مرتبۂ سروری

شمع شبستانِ محلّ علا
گوہر ناب صدف مہتری

بودہ نظر کردۂ شاہ زمن
از نظر گلرخی و دلبری

در شب بست و دوم از ماہِ غم
گشت نہان از نظرش چون پری

آخر شب رفت و رقم زد قلم
سوئے جنان رفت گلِ جعفری

سنہ ۱۲۷۸ھ برمی آید و تخرجہ دو سال در مصرعۂ اوّل باحسن وجوہ کردہ شد یکی از مومنین
کہ شب در دعائے و آمین شریک بود قدم رنجہ نمود و بعد از اطلاع سرعت اجابتِ دعا مضمونی
ادا فرمود کہ قابل التفات است و تفصیلش و تکمیلش درین ابیات نظم

دل کانپتا ہو دہشتِ روزِ حساب سے
پُرنم ہو آنکھ خوف حساب و کتاب سے

پیش نظر ہو شرع رسالت پناہ کے
سینہ بھرا ہو حبّ ولایت مآب سے

اِس حال مین دُعا جو باخلاص کیجیئے
کسطرح سے وہ رد ہو خدا کی جناب سے

ل ذکر موت کہنا گوارِ طبع شاہان عالی نبود کہ مناسب ملائم مزاج سلطان العالم بودہ باشد ۱۲

شب نماز جماعت شروع کرده بودم که نواب در رکعت آخر مع اصحاب ملحق شد و چون من سلام
گفتم او هم بسلام اختتام کرد هر چند که اکثر اصحابش برخاسته دو رکعت باقی را ادا کردند لاجرم
او را نیز از صورت مسئله آگاه ساختم و گفتم چون گاہے اتفاق الحاق برکعت آخر نشده باشد ازین
مسئله غافل ماند یدگفت بلی گاہے مرا غیر از رکعت اولی اتفاق لحوق نشده بود بعد از نماز خط وزیر صاحب
طال عمره قدلیے خواندم بسیار بسیار پسندیده ذکر کرد اینوقت تاریخیکه در باب وفات جعفری بیگم فرموده
اید در انجا شنیدم خوانده می شد مدح میکردند و الحق که بسیار خوب گفته و بر اصحاب اظهار کرد که من از مدتی
آگاه مراتب علمیه ایشانم و در آن زمان ذکاء و ذهن بسید غنی نقی صاحب ایشان و تحریر ایشان
منحصر بوده که هیچکس بحضور شان از فضلاء زمان قلم بر داشتن نمی توانست۔

سه شنبه ۲۳ محرم ۱۲۷۶ھ صبح اسد الدوله را دیدم نواب در آن صحبت
نیز مدح خط وزیر صاحب نمود چون برگشتم محمد باقر شاه و میر عباس شاه از کیفیت
شبینه شاه آگاه کردند که منشی صفدر تاریخ را خواند و ستائش کرد و گفت
که این چنین تاریخ و منحصر برائے فلانے است و او علاوه برین فن در علوم
بمرتبهٔ قصوی و بدرجهٔ اجتهاد رسیده است بادشاه گفت آیا در یکعصر دو مجتهد میشوند گفت
نه ایشان قوة اجتهادیه دارند و جناب علیین مآب و حضرات مجتهدین کربلا و نجف برای
شان گواهی داده اند انتهی من بعد سید وزیر علی نامی از کلکته برائے ملاقاتم آمد گفت که شهره
شما در کلکته بسیار است و منشی امیر علی ذکر شما بوجه احسن نموده درین بین کسی برائے عنایت الله
تعویذ تپ طلب کرد نوشتم فرزند علی مذکور چون دید تعویذ اسهال برائے بعضے نسوان که از
اقارب خودش بود طلب کرد نوشتم و درین تسطیر مسالک او را پرسیدم معلوم شد که
سنی است بکراهت او را تعویذ دادم۔

چہارشنبہ ۲۴ محرم ۱۲۷۶ھ امروز بجواب خط وزیر صاحب خط طولانی کہ بجائے خود رسالہ ایست از اخوئے سید ہادی نویسانیدہ ارسال داشتہ ام اینوقت کہ ساعت نہ از شب پنجشنبہ است صدائے گریہ و بکا از بعض محلات معلیٰ کہ بخورد محل مسمیٰ وجسن افعال موصوف و بزیارت عتبات مشغوف بودہ است برخواست آدم بتحقیق حال شتافت دریافت کہ وفات یافت درہمین ساعت کہ بدنش ہنوز سرد نشدہ باشد وصدائے گریہ رجال و شور نسوان و اطفال سینہ را میخراشد قطعہ تاریخ بخاطر گذشت وثبت روزنامچہ گشت ہ

از چہ غمگین شدہ جان عالم	چہ مصیبت شدہ برپا زجہان
فوت شد مؤمنہ پاک نہاد	از محلات شہنشاہ زمان
گفتم از رشئے ادب تاریخش	محلِ خورد محل دار جنان

خرد ۱۲۷۶ھ

از یک دو ہفتہ عفونت این محلا را فرا گرفتہ آثار و باو ہیجان صفرا مشاہدہ میشود برخی از نسوان و اطفال بقی و اسہال درگذشتند بنابرین حال قدرے سرکہ باستعمال آمد آخر شب دوا رکہ مرض قدیم بود لاحق شد شاید غل باعث خلل شدہ باشد۔

پنجشنبہ ۲۵ محرم ۱۲۷۶ھ صبح بسبب تغیر مزاج بر تلاوت سورہ دہر در نماز فجر بے استخارہ اقدام نکردم و بعد از نماز مامائے اچھی صاحبہ آمدہ گفت کہ دست بستہ عرض کردہ اند کہ تشریف بیارید رفتم حالش خوب و غذائش مطلوب بود بعد از استخارہ آب انار شیرین و عرق گاؤزبان دادہ شد بعدہ حسب التماس بیگم صاحبہ پیش عنایت الدولہ رفتم روز نوبہ اش بود حب رضوی خورانده ام و مسودہ خط دیروزہ بنابر اشتیاقش قدرے خواندم خیلے محظوظ شد بعدہ آقا علی شریف را دیدم و بنگلہ نو ساختہ را تماشا کردہ برگشتم و امروز چند لعبت چینی کہ بنایت

رنگینی ساخته اند از کلکته رسیده برائے صبیه ها مناسب است یکے از آنها بشکل طفلے است
که تا در از کشیده است چشم او بند و چون بردارند آهسته آهسته چشمها می کشاید و چون دست
بر شکمش زنند صدائے شبیه بگریه از وی بر می آید و دیگرے بشکل زنیست که چشمش بتحریک آله بند
میگردد و وا می شود و چهار تا لعبت کوچک بصورت دختر و پسر این همه لعبت ها مع یک ساعت
که آن هم بازیچه ایست دیده درین فکر افتادم که به لکهنؤ بردم و از نواب صاحب مرخص شوم
اگر ملاقات عیال دست داد فهو المراد و الا لعبتها را برائے اطفال باید فرستاد و در صورت
اوّل خطاب وزیر صاحب باین اشعار مناسب است ؎

هدایائے کلکته زیبا بود	و گر بود قیمت مهیا بود
و لیکن پے خاطر کودکان	گرفتیم بازیچه زان مکان
سه بتے چند گر بینی آورده ام	دو تا لعبت چینی آورده ام
بیا صورت این حسینان ببین	تجلائے این نازنینان ببین
ببین چشم بر هم زدن هائے شان	ولے نیست جان در بدنهائے شان
باین صورت آورده ام ارمغان	که از معنی اینجا ندیدم نشان
دلا نیست حرف تو گر دلپذیر	خموشی ازین لعبتان یاد گیر
بود گرچه آب و گل شان زچین	و لیکن ندارند چین بر جبین
ببین شکل و رنگ همین و زمان	و لیکن چو تصویر حیران بمان
تعرّض بکار مقدّر مکن	شکایت ز کلک مصوّر مکن
نظر بسته از سعی و تدبیر باش	بهر حال ساکن چو تصویر باش
عمل گر باین شکل و صورت کنی	تماشائے حوران جنّت کنی

جمعہ ۲۶ محرم ۱۳۷۶ھ صبح جائیکہ والدا محل وجعفری بیگم را دفن کردہ وخورد محل را سپردہ اند بقصد خواندن یاسین، وآب دادن چشم عبرت بین، رفتم کنول ہائے شیشہ روشن، وزہرہ جبینانِ آئینہ رو را در زیرِ خاک مسکن، مشاہدہ کردم چادر ہائے حریر شوخ رنگ، بالائے گل وخاک وسنگ، فرش بود چون برگشتم قدرے در بنگلہ جدیدہ، مکث ورزیدہ، ہمپائے داروغہ میر نجان، بسوئے مکان، برمی گشتم، ودر بین راہ بشیخ علی اظہر صاحب نگاہ کردم، کہ پیش مرزا مظفر حسین نشستہ است چون مرا دید، طلبید، چہار روپیہ از قیمت من وسلوی فرستادہ حاجی میر علی نقی صاحب بمن داد چون بمنزل رسیدم، فرزند ارجمندم، گفت من حیران بودم کہ کجا رفتہ اید چون ہمہ جا رفتم ونیافتم، خیلے مشوش ومتالم شدم، وگفتم مظنہ کہ خدمت صاحب العصر رفتہ باشند سبحان اللہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک، امروز بحاجی محمد حسین علیخان صاحب گفتم کہ استخارہ برائے ارسال روح القرآن بنجف اشرف وکاظمین علیہما السلام کنند خوب آمد پس این عبارت برآن نسخہ باید نوشت

ھذہ نسخۃ من روح القران، فی آیات الفضائل الواردۃ فی امناء الرحمن، وھو من مؤلفات اضعف الناس، السید عباس، استنسخہا مرزا محمد علیخان صین عن طوارق الزمان، لیقفہا علی القبۃ الغرویۃ الغراء، علی صاحبہا التحیۃ والثناء فینتفع بہا العلماء، من سکان النجف والکربلاء، وقفا مؤبدا، وسبلہا تسبیلا مخلدا، وجعل النظر فی ھذا الامر موکولا، الی الماجد الفقیہ، والکابر النبیہ، العالم العابد والبارع الزاھد، الراکع الساجد، المجید المجید، والوحید الحمید علم الھدی، وطود التقی، جناب الشیخ مرتضی، ایدہ اللہ

والواجب علی من استعارها، وابصر منارها، ان یحفظها عن الآفات و
العاهات، ویردها بعد الانتفاع فی اسرع الازمنة والاوقات الی جناب الشیخ العظیم
النفع بها ولا یحبسها عنده والواسطة بینی وبین الشیخ فی ایصالها هو اخی السید الرشید
السید محمد الکاظمینی الحائری فعلیه ان یوصلها الی ذلک الجناب والله الهادی الی الصواب وانا العبد
الضعیف السید عباس بن علی حفظه الله عن کل عیب خفی وجلی، دو روپیه را با دزن صندلی
و شانه و ماهی مقناطیسی خریدم،
یکشنبه ۲۰ محرم ۱۲۷۶ھ بعد از چاشت خوردن قیلوله نمودم آب دریا که اکثر احیان
بتقبیل این آستان می آمد امروز بقول حاجی محمد حسین صاحب بسبب بان بلا گردان
شد چنانچه گفته ام ؎

از درم گشت بهره ور دریا	که شد امروز جوش ور دریا
نیمروزے که بوده ایم بخواب	روبها کرد بیخبر دریا
آب دریا گرفت دور مرا	شد کشتیِ من مگر دریا
فرش خوابم میان بنگله بود	بنگله چون حباب بر دریا
مے شود این اثاث در یا بود	گر فنزاید ازین قدر دریا

بعد از نماز ظهرین مرزا محمد باقر صاحب زائر آمد و پنجاه روپیه برائے مصارف سفر فرزند
سعید تجویز کرد و گفت پیش من موجود ولیکن موقوف بر اجازت نواب صاحب است
حالا برائے استجازت رفته است و میگفت که طلب عیال بمقتضائے حال لکھنؤ
مناسب است ولیکن صرف هشتصد روپیه می باید این وقت فقیر را چند شعر عربی
بخاطر رسید و ثبت گردید ؎

العسر یحوجنی الی الاسفاد	والسیر ممتنع مع الاعساد
فالیسر موقوف علی سیری	وسیرہ صار موقوفا علی الایساد
ھذا کما او صحت دور واضح	لزم الفتی فی ھذہ الادواد

وایضًا

لابد من سفر الی البلدان	لتکسب الاقوات للصبیان
الارض واسعۃ ولکن المعیشۃ	ضیقہا یلھی عن الجولان
فلقد تعسر ماتیسر کسبہ	بکراھۃ فی سالف الازمان
ما کان فی الدنیا دجوع فحولھا	الا الی النسوان والخصیان
والیوم قد عم البلیۃ والاسی	کلا من الذکران والنسوان

شب مرزا محمد باقر صاحب در نماز جماعت شریک شد و پنجاہ روپیہ عنایتی نواب صاحب برائے تدارک سفر فرزند ارجمند آوردہ بود باد سپرد فرزند را بسبب سرورے کہ از قرب وصال اطفال من دست داد خواب نبرد و من چون از خواب بیدار شدم شنیدم کہ آب دریا خیلے طغیان کردہ قریب بود کہ داخل صفہ شود می گویند شب ہما آمدہ بود دوشنبہ ۲۹ محرم ۱۲۷۶ھ در نماز فجر سورہ دہر خواندم و در اثنائے تلاوت عجیب حالت رو نمود و رعشہ در پاہائے من افتاد قریب بود کہ بیفتم بعد از نماز ساعت ہفت فرزند را وداع کردیم۔ ؎

اے آہوئے ختن کہ مرا نور دیدۂ	از من چہ دیدۂ کہ بصحرا رسیدۂ
دُرِّ خوشاب لجۂ حسن عقیدتے	لعلِ مذاب کانِ صفات حمیدۂ
پیوستۂ بجان من وجان من توبہ	ناچار گشتۂ کہ تو از من بریدۂ

بودی بباغ وصل وفتادی بدشت هجر — چون گل دمیدهٔ وچو بلبل پریدهٔ

آیا چه رفت بر سر تو در فراق من — داغم ز محنتی که تو بی من کشیده

رفتی بباغ وصل عزیزان دم سحر — در بزم ما بیار گلی را که چیدهٔ

مائیم وشام غربت ویاد تو مبدم — تو مثل صبح در وطن ما دمیدهٔ

ای طفل اشک نور نظر زیب دامنم — آیا چه دیدهٔ که بدنیستان دویدهٔ

درین وقت نواب صاحب یک جلد ترجمه تورات ودیگرے ترجمه انجیل برائے مطالعه عبد ذلیل فرستاد وچون اوراقش کشودم بر سرش نوشته دیدم باب اول نسب نامهٔ عیسی مسیح پسر داؤد وپسر ابراهیم الخ گفتم قومش میگویند که عیسی پسر خدا است واین عبارت مکذب آنها است هر چند نزد اهل صواب نیز خطا است باز دیدم که جابجا میفرماید پسر انسان وخود را مراد میگیرد این بود در انجیل متّی ودر انجیل مرقس مذکور است بتحقیق شتر را از سوراخ سوزن گذشتن آسان تر است از اینکه دولتمندی داخل ملکوت خدا گردد واین کلامی است که قرآن هم فی الجمله تصدیق آن مینماید ولیکن از آن بشارتے برائے دولتمندان این قوم بر می آید که دولت دنیوی نزد شان بر دولت اُخروی ترجیح دارد وهم دران است هر که خواهش دارد که در میان شما بزرگ گردد خادم شما گردد زیرا که فرزند انسان نیز بجهت مخدوم گردیدن نیامده است بلکه بجهت خادم بودن وفقره اولی موافق حدیث نبوی است سید القوم خادمهم وفقره ثانیه مخالف قول ایشان است که عیسی را پسر خدا میدانند وهم در آن در ذکر احوال قیامت گفته آنگاه فرزند انسان را در ابرها بقوت عظیم وجلال خواهند دید که می آید ودر انجیل یوحنا مندرج است من از پدر خواهم خواست واو تسلی دهنده دیگر بشما خواهد داد که تا ابد بشما خواهد ماند روح راستی که او را جهان نمیتواند پذیرفت زیرا که او را

نمی بیند و نمی شناسد اما شما او را می شناسید زیرا که نزد شما مے ماند و در شما خواهد بود و بعد از چند فقره
گفته من این سخنها را چونکه نزدیک شما بودم بشما گفته ام لیکن آن تسلی دهنده یعنی روح القدس
که پدر او را باسم من خواهد فرستاد همان شما را همه چیزها خواهد آموخت و هرچه من شما را گفتم بیاد شما
خواهد آورد و هم در آنست در باب شما نزد و هم لیکن بشما راست میگویم که شما را مفید است که من
بروم که اگر من نروم آن تسلی دهنده بنزد شما نخواهد آمد اما اگر بروم او را بنزد شما خواهم فرستاد
و او چون بیاید جهانیان را بگناه و صدق و انصاف ملزم خواهد ساخت بگناه زیرا که بر من
ایمان نمی آرند بصدق زیرا که بنزد پدر خود میروم و شما مرا دیگر نمی بینید بانصاف زیرا که بر
رئیس این جهان حکم جاری شده است و دیگر چیزهائے بسیار دارم که بشما بگویم لیکن حالا نمیتوانید
متحمل شد اما چون او یعنی روح راستی بیاید او شما را بتمامی راستی ارشاد خواهد نمود زیرا که او
از پیش خود سخن نخواهد گفت بلکه هر آنچه می شنود خواهد گفت و شما را آینده خبر خواهد داد او
مرا جلال خواهد داد زیرا که او آنچه را از آن من است خواهد یافت و شما را خبر خواهد داد خلاصه
اینکه حقیر بر فرش خواب دراز کشیده ترجمه انجیل را پیش نظر داشتم و قلیان می کشیدم
که درین اثنا سلطان بر هوادار سوار و در پیش مصاحبان بسیار دم دروازه قریب بالین
من ایستاده تادیر من دید و اشارتے کرد و من در مطالعه این همه بشارت غافل از آن اشارت
بودم چون خبر شدم عمامه بر سر گذاشته دیدم شاه قدرے در حریم بنگله تشریف داشته پیش
رویش رفتم و سلامی کردم تبسمی نمود و رفت ظاهرا این بنگله پسندش آمد بنگله جدید طیاری
رسیده فقیر آنجا میبردم و متکلم باین قطعه مے شدم ؎

درین بنگله دیشب آمد هما — شد امروز سلطان تجلی نما
همارا بسلطان عالم گذار — بدولے گداختۂ منها

آخر همان روز در بنگلهٔ جدیده آمده نشستم۔

جمعه ۳۔ صفر ۱۲۷۶ھ بیگم صاحبه استدعاء تصدق برائے شاهزاده نموده که هر قسم برآید بعمل آرم
باخود گفتم که تصدق بطرز خاص که مرسوم است در کتب کجا بهتر آنست که بیش بگویم تا نذر کنند
که بعد شفا سه دختر از بنات سادات را تزویج نماید و بنات عم مکنون خاطر بودند لهذا با ایشان
پیام رساندم که بعد از نماز جمعه آمده عمل خیرے را که استخاره بر آن واجب آمده است برشما عرض
خواهم کرد و مهیّائے نماز جماعت شدم و در آن روز مردم بسیار اجتماع کردند و حکیم صاحب یعنی مرزا
مهدی صاحب هم در میان قطار بوده دارو غه میر نجان صاحب فرمائش ذکر اصول اخبار نمود
بعد از ادائے صلوٰة چند حدیث در احکام جماعت بنا بر عادت از استبصار خواندم و کلام را
بجائے رساندم که از چند حدیث بر می آید که اگر امام نماز را بے طهارت بخواند بر ماموین اعادہ
و بر او اخبار لازم نیست و یک حدیث باین مضمون که جناب امیر علیه السلام بے طهارت نماز کرد و بعد
از آن منادی ندا داد که هر که پشت سر آنجناب نماز خوانده اعاده کند گفتم این حدیث مخالف
احادیث سابقه است و معمول به نیست چه اگر آنحضرتؐ نماز را بے طهارت کرده ترک واجب
بر او لازم می آید و الا پس سهو هم بر معصوم روا نیست پس اخباریان در چنین مظان چه مے کنند
ضروری است که بر احدی الحکمین عمل نمایند فاما اصولیان پس حدیث را مطابق قرآن و
احادیث دیگر هر گاه نمی یابند عمل بر آن نمیکنند بعد از فراغ پیام بجلی رساندم که بیام ظاهرا
پیامبر مطلب را بخوبی ادا نکرد رفتن موقوف ماند امروز احسن الدوله پیام نواب صاحب
باین مضمون آورد که بمبلغ صد روپیه ماهواری خدمتگذاری میکنم قبول فرمایند اجابت
نکردم و هم امروز میر بنده حسن که او را میر مٹھائی میگویند نقل کرد که من سابقا مدتے بهت خواب
دیده و تعبیرش از شما پرسیده بودم گفتم چه طور گفت دیدم که از خواب بیدار شده ام و زهر آب میریزم

وهمین قسم سه بار اتفاق افتاده شما گفتید زن گرفته گفتم بلی گفتید سه تا اولاد از تو هم خواهد رسید
وهمچنان شد سه دختر از من متولد گردیده الحال خواب دیگر دیده ام تعبیرش هم از شما می پرسم
وخواب را بیان نمود گفتم که میرزکی می آید شب شنبه در جماعت کثرت بود

شنبه چهارم صفر سنه ۱۲۷۶ھ در محل رفتم که کار ایامی را با تمام رسانم به بیگم صاحبه گفتم که جناب
امیر المومنین علیه السّلام در بیماری حسنین علیهما السلام روزه سه روزه نذر کرده بود شما هم برائے
شاهزادهٔ نذری بکنید گفت من هم سه روزه نذر میکنم گفتم خانهٔ اهل بیت فقر و عسر بوده است
شما را عمل خیر غیر از روزه مناسب تر است پس نذر کنید که سه تا دختر نا کتخدا را از بنات سادات
تزویج نمایم گفت بر یکے اکتفا کنم گفتم جناب امیر سه روزه نگاه میداشت شما سه تا سید را شادی
بدهید گفت حضور عالیه یعنی دختر بلند اختر خواب است شما صیغه نذر باد تعلیم کنید برگشتم وهم
امروز میر نجان صاحب از طرف نواب صاحب پیام ماهواری با صرار رسانید ناچار
قبول کردم شب یکشنبه در جماعت کثرت بود و امروز چهل و چهار روپیه بنابر خوراک یکماه
عنایت شده وهم، وز شنبه مولوی آقا علی شریف ضیافتے برائے ما فرستاد برنج شیرین و
نمکین و شیر برنج را بر داشته خانه میر اولاد علی صاحب فرستادم۔

یکشنبه پنجم صفر سنه ۱۲۷۶ھ چهل و چهار روپیه که دیروز از سرکار رسیده بود چهار روپیه از ان
با مان علی طباخ داده شد تا چهار روز چیزے بپزد و در بقیه نگاهداشت باورچی بطور خود و طبخ
طعام روبروے خود ملحوظ است امروز سانحه انتقال میر محمد رضا که در محفل نکویان از جمله
سخن گویان بود زبانی آقا حسن بر من معلوم و تاریخ وفات آن حمیده صفات باین طرز
مرقوم شد

بیرون رفت چون از فضائے جهان　　محمد رضا حسب حکم قضا

نوشتم تاریخش از پے درد | جنان بزمگاه محمد رضا

و امروز هم بنا بتکمیل امر ایامی رفتم از نواب معلوم شد که حضور عالیه در اینجا نیست برگشتم
در ظهرین و مغربین کثرت مردم بود و شب خطے از بنده زاده بتوسط سید علی نقی صاحب
که مشتمل بر غزلے بود در جواب شیخ علی حزین و غزلے دیگر بر تتبع کلامم که من حیث الشعر
انشا کرده بود برسید و بهجت آمود فرحت افزود تفصیلش اینکه فرزند ارجمند پیش ازین
غزلے از شیخ علی حزین و غزلے از من در نامه خود نوشته بوزیر صاحب فرستاد و نسبت
بخود داده بود وزیر صاحب جواب هر دو غزل نوشته و بدو نیست مطلع حزین ے

ای بت دلفریب من صبر من و قرار من | بے تو چسان بسر برد جان امیدوار من

مطلع وزیر صاحب ے

طوطی من هزار من غنچهٔ نوبهار من | دلبر گلعذار من مونس جان زار من

مطلع غزل دوم از حقیر ے

شب طلعت تو بخواب دیدم | پیش از سحر آفتاب دیدم

مطلع غزل دوم از وزیر صاحب ے

رخسار تو بیحجاب دیدم | یک روز دو آفتاب دیدم

دوشنبه ۲ صفر سنه ۱۲۶۲ هـ صبح در جماعت کثرت بود و بعد از نماز و وظائف خانه
سید علی نقی صاحب رفتم خطوط از عیال علیین مآب آمده بمن نموده گریست و مرا هم
رقتی دست داد گفتم اکنون مصیبت بکمال رسید و صبر فنا شد امید فرج است و من
بعد بر دروازه محل آمده بر شاه زاده دعا خواندم و نوبت باندرون رفتن نرسید و دلم بحال
عیال جناب علیین مآب و اطفال عموی خودم سوخت و حال خودم هر چند خراب است

لیکن بنظر بہین خاندان جائے شکایت نیست ؎

سید ازین نعمت چہ امیدوار　　　و زعنصر دیگر نفیس اعادلی

شکر کہ از درگہش او وزیر　　　لطف خفی گشت برایت جلی

بہر تو در ابہ عنصر رشید　　　ہم بعدد اسم شریف علی

وز ظہرین و سفر بہین جمعیت مردم بود

سہ شنبہ ۷ صفر ۱۲۷۶ھ بعد نماز صبح کثرت مردم داد و زعبارت وقف بر نسخہ روح القرآن
نویسانیدہ مرزا محمد علیخان بعبارت عربی نوشتہ شد لکن پارسل روح القرآن و خط خودم
بہمی اخوی سید محمد جانزی را مرزا باقر صاحب از امروز بسبب بعض موانع نبردند
چہارشنبہ ۸ صفر ۱۲۷۶ھ پارسل روح القرآن بہ تمنا اخوی بتوجہ مرزا باقر صاحب
خبر و حاجی آغا مرزا صاحب نمودہ شد کہ بجہاز ارسال نمایند در نماز پنجگانہ جماعت
بدستور اتفاق افتاد امروز مرزا باقر صاحب گفتند کہ صرف تعداد سہ کس ماہی جہیدہ
فہمی بست و پنج روپیہ و دو خانہ من تکفل مینمایند بنا بران پانزدہ روپیہ علی الحساب
بجناب ممدوح دادم و دیروز یا ہمین امروز خطے از مولوی حیدر علی صاحب مشتمل
برین اشعار رسید ؎

ایا سائلی عن علتی ان اعینی　　　عقیب التنائی لم تذق لذة الكرى

وبلبال بالی لا یجد نهایة　　　وعینی كعین او كفيت اذا همی

یؤنبنی تروعی كلما ذر ساجم　　　وقلبی یصبو حين ما هبت الصبا

فوا اسفا طالت ليالي بعادكم　　　واصبحت في شوق بری الجسم في النوی

ايا من فؤادي في هواكم متيم　　　الم يكفه ما قد لقيت من الم الجوی

بلی قد کفی تالک البلایا فانہ انی — لقد ضعفت ذرعا من تفاقم مادہا

افیضوا علینا من جود فیوضکم — لکی ینطفی جمر تاجج فی الحشا

بذلکم داویت دائی فلم یزل — ولم یسکن القلب لوجیب ماسلا

وکیف فذکرکم یہیج لوعتی — وہل ینفع استعمال ند من الدوا

عسی ربنا ان یجمع الشمل عاجلا — ویمنح من بعد التباعد باللقا

فربی رحیم لا یخیب راجیا — رؤف وذو الفضل یفعل ما یشا

دیشب نواب ذکر عہد وزارت خود بر آورده فرمودند که لک و سے ہزار روپیہ را اسپان
عربی خریده بودم که مصور در شبیه کشیدن آنہا عاجز بوده از آنجمله اسپے بود که مثل و مثنی
و صفاتش چنان که گفتش چون سنجیل مصقل صورت دران دیده می شد و تا اکنون بجوے
که باشاره تازیانه خراشی بہم نرسیده و اسپ دیگر شعبت کرده راه رفته نفسش بحال ماند
پنجشنبه ۹ صفر ۱۲۷۳ھ پیش سید علی نقی صاحب رفتم دیدم بسیار شادان و خندان
اجازت مراجعت به لکھنؤ از سلطان گرفته و زری برای زیارت یافته و شاد کلمات حسن عقیدت
و کمالات محبت باد گفتم فالحمد لله علی ذلک بعد از قیلوله چند شعرے در جواب
سید حیدر علی صاحب انشا کرده ام ~

کتبت الینا ما نہاکی عن الوفا — من الہوی الناعی الصدق والصفا

فابدکنی اذ را الوصل مباعد — محبا فیشفیه وان کان مدنفا

احلتنی الدنیا بحجون شجونہا — فکاد فؤادی ان یذوب تلہفا

تراود من نفسی ولست براغب — فتصنع بی صنع الزلیخا بیوسفا

شخوص عن الاوطان من غیر راغب — من الاہل ممن کان ان یتعطفا

خرجت من الربع الرفيع وبت في   حشيش في خوص صيره مسقفا

يضيع تصريف العناصر كلها   فان احد منها يصادفه اتلفا

حنين د يسقيني الاسير لاله   ولكن اوار الشوق مني ما انطفي

عمدت الى اتحاف شئ اليحكم   فما كان حرى غير الكتاب ليتحفا

فساعة نارق تكلم بعد ما   خففناه واتبعناه اخرس اغلقا

شب جمعه بعد از تفرق صفوف جماعت حضرت حسین صاحب قدرے حرفہائے نمکین زدہ میگوید بعضے از تلامذہ اذکیا مسیح الدولہ نسخہ حب قے مشتمل بر قرنفل و دار فلفل و دار چینی وغیرآن قریب سے دوا نوشتہ بدست آن مرحوم گذرانید فرمود کہ ادویہ حارہ را تعدیل باضافہ ادویہ باردہ بکنید گفت کسر ریاح منظور است بار دیگر ازین قسم نسخہ نوشتہ ہمان تلمیذ رشید بنظر مرحوم رسید رئے خطاب باحدی نکرد و بانفس خود متکلم شد کہ فلانے را باجزائے حارہ خیلے میلان میباشد و بعض اشخاص میگویند کہ چون آن بزرگوار بفالج گرفتار شدہ بود الحال بدوائے حار اعتقاد بہم رسانیدہ است والمرء یقیس علی نفسہ دیگر تب نسخہ پاسہ زنے کہ مبتلائے حبس طمث بود نوشتہ عناب ور آن نسخہ از نظر مرحوم گذشت با آورندہ نسخہ فرمود کہ کاتب نسخہ بگوید کہ عناب برائے چیز بخیال دارید مناسب نیست آمد و پرسید و گفت پیامے شما را نفہمیدم فرمود کہ عناب مغلظ خون است و جائیکہ احتباس طمث باشد تغلیظ خون نباید گفت عناب را مغلظ خون کہ نوشتہ است آن مرحوم کتابہا را برآورد در مخزن و سدیدی نوشتہ یافتند امشب غذا از خانہ مرزا باقر صاحب ﷲ اطر خواہ در حساب پانزدہ روپیہ رسید۔

وقت چاشت سید علی نقی صاحب برائے رخصت آمد شب آئندہ می خواہد کہ برود

اسم اخوی میر باقر نوشته باد دادم که در وقت دیگر ببیند و نزد بار تش بفرستد و بعد بر فرش
خواب چنان بخیال آمد که آیا فردای قیامت نجات می یابم و بهشت می روم یا نه بابن
نیت قرآن را کشودم این آیات بر آمد یا عباد لاخوف علیکم الیوم ولا انتم
تحزنون الذین امنوا بایاتنا وکانوا مسلمین ادخلوا الجنة انتم وازواجکم
تحبرون یطاف علیهم بصحاف من ذهب واکواب وفیها ماتشتهیه
الانفس وتلذ الاعین وانتم فیها خالدون وتلک الجنة التی اورثتموها بما کنتم
تعملون لکم فیها فاکهة کثیرة منها تاکلون صرف شش روپیه اخوی میر هادی از امانت
خود گرفتند و یک روپیه ظروف چینی خریده شد و لباس نو توجه داروغه میر نجان صاحب
طیار شد چون وقت نماز رسید نواب و دیگر احباب و اصحاب و احباب گرد آمدند رضا حسین
خان صاحب خواهش کرد که چیزی از روح القرآن بخوانم و منظور بیان احکام جماعت
بود چون سخن باینجا رسید که در امام عدالت شرط است و پیغمبر خدا صلی الله علیه و آله جا لسا امامت
قائمین نمود و دیگر انرا از چنین امامت منع فرمود گفتم که اینست ادب و شرائط نزد شیعه
واما سنیان عدالت را شرط نمیدانند و بنا بر چیزیکه خود روایت کرده اند پشت سر بر و فاجر
نماز میخوانند بعد چنین حکایت ولید پلید که با کنیز خود در حالت سکر مقاربت کرده در همان حال
او را بامامت جماعت فرستاده و حال نماز ابوبکر که در مرض الموت پیغمبر خدا خوانده و آن
نماز مقبول مطلب خلافت رسول بر گزیده نشانده و لطائف و ظرائف که با آن متعلق بود همه
از روی روح القرآن خواندم و حاضران از مسرور و محظوظ نمودم نواب صاحب و جمیع حضار
بخنده در آمدند و نواب صاحب بچھاپ این کتاب عزم محکم بست خدا توفیقش دهد آخر
روز حاجی میر علی نقی که از تلامذه رشید است رسید خواستم که تدارک مهمانیش بکنم خواهر

مرزا باقر که اهتمام طبخ میکند بسبب تنگی وقت عذر خواست بداروغه میرنجان صاحب گفتم
او هم جواب صاف نداد متردد شدم ولیکن رزاق بی انباز و کریم کارساز مرغ پلو از خانه
وزیر و چنگک طعام از مطبخ سلطان و دیگر اطعمه لذیذه از حسین قلیخان به سترخوان فرستاد
حاجی صاحب و مرزا محمد باقر چپچه والا را اصلا نمودم و همگی سیر شدیم ـ

یکشنبه ۱۱ صفر ۱۲۷۶ھ داروغه میرنجان صاحب پیش من نشسته بود بیک ناگاه
از طرف حرم سرا برای نواب کس بطلب او آمد رفت و سراسیمه برگشت که زود بیائید نواب
اندرون میطلبند گفتم خیر است جواب درستی نداد و آب در دیده گردانید و متعاقب ما ما
یکی در عقب دیگری گریه کنان و دل دل زنان رسیدند که بشتابید و از هر که ماجرا را
میپرسیم میگوید بیگم صاحب و میگرید رعشه در بدنم افتاد که مگر زن نواب صاحب جان
داد و اغوی میگوید که سپاهی بهره از خوابم بیدار کرد پرسیدم حال چیست میگوید ببینید ببینید
گفتم مگر مار است خلاصه حقیر اندرون محل رفتم زنان را در اضطراب چون ماهی بی آب
یافتم یکی میگوید جادو ش کرده اند دیگری میگوید که زهر ش داده اند همینکه چیز خورد
حالتش متغیر شده است چون به پیشش رسیدم حجابی در میان من و او افتاده بود بمجرد اینکه
از آمدن من مطلع شد گفت جانم میرود اطفال را بنواب سپردم نواب بیچاره در گرداب حیرت
افتاده و سررشته صبر و قرار از دست داده و او پسته میگوید پرده را میندازید تا بیرون
بیایم از فلانی حجابی نیست که شفا من در دعا او است و بمن گفت که دختر ناکتخدا را
بتو میسپارم ولیکن شما بیابید خاطر جناب اقدس الهی دعا برای من بکنید که شفا یابم حقیر
پرده را قائم گرفته پیشش بیم سر در یافتم گفتم خفقان است و هیچ ضرره را بر آوردم و بدست
آقا علی شربت دادم که اثنا انزلناه بخوانید و بگشائید ریشان در ان اضطراب قبل از آنکه

دعا خواندہ شود صرہ را کشودند و اثرش ربودند صرہ دیگر طلبیدم و بعد از دعا خاک پایش را
بجو روش دادم فی الفور آن شور و فریاد و داد و بیداد موقوف شد عصر نواب صاحب
نماز ظہرین منفرد اخواندہ بعد از صلوٰۃ گردن کج کردہ بتضرع و خضوع دعا خواست و شب
در نماز جماعت حاضر شد بعد از نماز گفتم امشب چیزے از قسم طلا برائے تصدق عزل کنید
کہ طلا محبوب قلب است و لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون قبول کرد و گفت
ہزار روپیہ نذر کردہ ام کہ بمومنین حسب رائے تو تقسیم نمایم بفقیر صیغہ نذر تلقین کردم
یکشنبہ ۱ صفر ۱۲۷۶ھ برائے استخبار مزاج خاتون معظمہ رفتم حالش خوب بود و سرگذشت
دیروزہ را بیان میفرمود گفتم الحال کیفیت مزاج چیست گفت الحمد للہ کہ ضعف باقی است
آیا او سگھڑہ می توان باخت گفتم سگھڑہ چہ چیز است گفت بازیچہ ایست کہ دہ خانہ در ان
میسازند و می بازند گفتم داخل لہو و لعب است و آن جائز نیست و ازین مقولہا ے
چند را نام بردہ اذن خواست مانع شدم گفت پس تفریح طبع چہ طور دست دہد گفتم
قصص انبیاء بشنوید و حکایات ظرافت انگیز لطافت آمیز از لسان نواب کہ مقرون
بصدق و صواب باشد ہم مضائقہ ندارد و اظہار مضمر بطور حساب احیانا بنائے تفریح و
رفع کلال و ملال معیوب نیست و پارہ با نواب نشستم و برخاستم میر خان صاحب
پنج دانہ اشرفی آورد کہ بنائے تصدق شب بالین بیگم صاحب گذاشتہ بود نم الحال بجناب
دادہ اند کہ بمستحقان در لکھنؤ یا اینجا ہر کہ را مناسب دانند مرحمت فرمایند
دوشنبہ ۲ صفر ۱۲۷۶ھ بعد از نماز فجر و تلاوت باستخبار خاتون معظمہ رفتم جمع ابناء جنس
مقابل نشستہ متوجہ حرف و حکایت شد و نواب صاحب ہم خواہان بود کہ چیزے
برائے تفریح او نقل کنم قصہ صبر و توکل و مصائب و نوائب خود کہ در ایام غدر گذشتہ

و دیگر حکایات که دلالت بر لطف و عنایت خداوند عالم و فال قرآن مجید و حفظ الٰهی نسبت
بحقیر و حکیم محمود علی بسبب آیات حفظ همه را ذکر کردم بسیار محظوظ شد و گفت از چهره فلانے
نورے مشاهده میکنم که هر چند میخواهم از چشم من جدا باشد ممکن نیست که جدا شود و خواهش
کرد که درسے از فقیر گرفته باشد نواب صاحب تعیین تاریخ قتل ثانی نمود چون بجا رسیدم
مرزا باقر قریب رفته سفارشے در باب من و مومنین دیگر نمود و ممهد اشد کار همگی کشود و نواب صاحب
فرمود که محبت نامه انگریزی را هم جواب بنویسید و فقط جماعت و امامت اقتصار نفرمائید
چون برگشتم مرزا باقر برائے من نقل کرد که امروز نواب بر آن است که مارے را که پیدا شده
بود بکشد و بیگم صاحب چون دید مضطرب و بیقرار شد و نذر کرد که اگر نواب از دست این
مار صحیح و سالم برگردد صد روپیه در راه خدا بدهم چون نواب مار را کشت بیگم صاحب
نذر خود را بعمل آورد حق آنست که این خاتون را با شوهر خود عظیم محبتی است که در بیان
راست نمی آید و آنچه از قسم بد وضعی و آوارگی در لکهنؤ نسبت باین خفیفه می شنیدیم همه
غلط می نماید قریب نصف نهار خطی چون باد بهار از شهر و دیار رسید که از آن مضمون جدید شمول
صبح عید رخ پرور جلوه گر دید یعنی ولد سعید به لکهنؤ رسید و اطفال و عیال قصد روانگی چهارم
این ماه باین صوب دارند ازین راه اطلاع نواب صاحب بنا بر تدارک راه و منزل واجب افتاد
ناچار آگاهش کردم تسکینے فرمود شب بعد از مغربین مولوی کبیر الدین که نواب صاحب
اشتیاقش نسبت بمن نقل کرده بود بملاقات من آمد و دو کتاب بطور هدیه پیش کرد یکے
دیوان حماسه که چهاپ است و دیگر غرر و درر مشتمل بر کلمات جناب امیر المومنین علیه السلام
هر چند آن عزیز بے تمیز نامش عزیز الحکم گفته ولیکن عزیزے همین غرر است نواب صاحب
پیش از آمدن او فرموده بود که قاضی القضاة این بلد چون شنید که مجتهد هندوستان

وارد این شهر گردیده مشتاق دیدن شما است بهر حال ازین دو نسخه مسرور شدم۔

سه شنبه ۱۴ صفر ۱۲۷۶ھ حکیم مرزا حسین صاحب قاری مشهدی بزیارت من آمده و یکجلد صوم از شرح حدیقه تصنیف جناب غفرانمآب ہدیۃً بمن لطف کرده و تاریخ در دو خط طولانی نوشته من که وزیر صاحب گفته بود پیشش خواندم ؎

زلبهاے وزیر و جان عباس ؏ شود تاریخ ظاهر بے کم و کاس

گفت لب کنایه از واو وجان کنایه از قلب است و با زبحیرت افتاد که شش عدد واو را باد و تا عدد با هر گاه جمع کنیم هشت تامی شود سه از آن برنمی آید گفتم لب ها جمع است واو وزا هر دو مراد است وجان کنایه از با و باده حرف است ـ ب ـ او چون اعداد اربعه را بترتیب می نویسند این صورت بهم میرسد ۱۲۷۶ و همین است سنه تحریر خط مذکور چون این را شنید گفت خوب گفته است و خوب فهمیده خیلی پسندید تحفة الزائر بهفت روپیه ازش خریدم و یک اشرفی از آن پنجدانه که پریروز آمده بود باسم صبیّه اش دادم

نقل خط بنام وزیر صاحب ـ برخوردار سعادت آثار خجسته کردار نور العیون والابصار صانه الله عن الشرار بعد دعاے حصول مآل و ترقی اقبال واضح آنکه مزاج باعتدال است و طبع بحال و ببقاء عیال و اطفال متوسل از حضرت ذو الجلال هر روز عصرے خبر ورود پسران مرزا علی رضا خوشنویس مع چند آثار تباکوی نفیس شنیدم شب آنرا طلبیدم و چند نفس کشیدم چون بعد از مدتے اتفاق افتاد عجب فرحتے دست داد ؎ آ گئی شب کو گل شبّو کی بو ؛ یا مہکتی تھی کسی گیسو کی بو ؛ لکھنؤ سے تحفہ یہ آیا ہے کیا ؛ جسمیں ہے اُس دلبر خوشخو کی بو ؛ بس دماغ و دل معطر ہو گیا عطر کی بو ہے کہ تباکو کی بو ؎ یک سجع براے مهر شما تجویز کرده ام ـ مصرع

محمد صاحب مهر نبوت زیاده زیاده

دوشنبه ۲۷ صفر ۱۲۷۶ھ شب کیفیت حمی داشتم ولیکن نسبت دیروز فی الجمله
خفت بود امروز ولیعهد بهادر وارد شده و نواب صاحب انجم الدوله بهادر و دیانت الدوله
بهادر و دیگران باستقبالش رفتند از همین بنگله که مسکن ما است کیفیت سواری وآمد
او را مشاهده کردم و مصرعے بر زبان من جاری شد ـ باخود گفتم که ببین تاریخ ازین
مصراع برمی آید چون حساب کردم پنج عدد کم بود گفتم هائے کاف را که در کتابت
می باشد هم حساب بکنید گفتند هم تاریخ درست است ۵ چون ولی عهد بهادر ز سفر باز آمد
گوئیا رجعت خورشید باین کشور گشت سال تاریخ در دوش شده فی الفور رقم باد مژده که
ولیعهد ز لندن برگشت ۱۲۷۶ هجری
پنجشنبه سلخ صفر ۱۲۷۶ یا غره ربیع الاول ۱۲۷۶ھ فرائضے که سه چهار روز
پیش ازین از هودگی آمده بود تکمیل رسید امروز نواب صاحب بعد وجوب استخاره کونین
آبکے بدست خود حقیر را نوشانیدند و غذا با وجود ممانعت بعض اطبا بوقت چاشت خوردم
و تپ بسبب اکثار قرأت سوره الحمد بنیاد هر چند روز نوبه بود ـ
جمعه دوم یا غره ربیع الاول ۱۲۷۶ھ در وعظ نهی شدید از غیبت بطرز جدید
از روئے انوار نعمانیه خواندم و حاضران را اثر ساندم چنانچه در قلوب اکثرے اثرے بخشید
چهارشنبه هفتم یا ششم ربیع الاول ۱۲۷۶ھ اشرفی امانت که گم شده برائے
تحقیقش خطے نزد فرزند ارجمند بلکهنو فرستاده بودم و مظنه سرقه بحیدر داشتم و در تفحص آن
از صندوقچه و خانه هایش دقیقه فرو نگذاشتم امروز بعد بسمله در همان صندوقچه تفحص آبادی
جستم فی الفور یافتم لله الحمد علی ذالک ـ
پنجشنبه هشتم یا نهم ربیع الاول ۱۲۷۶ھ بخدمت نواب صاحب عرض کردم که

امروز روز مبارک است آغاز در طبع روح القرآن نمود شود اجازت دادند و میر بخان
صاحب حاجی محمد حسین را طلبیده اقرار نامه نویسانیده قطعہ را در صندوقچہ فیض آبادی
گذاشتہ ام۔

جمعہ نہم یا دہم ربیع الاول ۱۲۷۶ھ حال خلیفہ ثانی از ورق ۱۱- انوار نعمانیہ و
ورق روح القرآن خوانده شد و امروز چاشت و شام باہتمام مرزا علی صاحب
پختہ شده و از خانہ مرزا باقر صاحب موقوف شد۔

شنبہ نہم در سرکار شاہی و بحساب نواب صاحب دہم ربیع الاول ۱۲۷۶ھ

نواب مرزا صاحب از چند روز قریب ماہے ہر روزه برائے شکار ماہی تعب میکشید دیروز یا پریروز
نذر کرد کہ اگر ماہی بگیر من بیاید برائے فلانی ہدیہ نمایم اتفاقاً امروز دو ماہی را شکار کرد و
امروز چاشت و شام بتوجہ قاری مرزا حسن صاحب مشہدی درست شد و از مرزا علی حسین
صاحب انتزاع بعمل آمد شب یکشنبہ خبر تار برقی مشتمل بر روانگی عیال ہفتم این ماه رسید و
سرور عظیم بخاطر فاتر بخشید فالله خیر حافظا و ھو ارحم الراحمین حسبنا الله و نعم
الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر اللہ خلیفتی علیٰ بنتے و عیالے اللهم اوصلهم الی سالمین انک انت ارحم الراحمین
دوشنبہ ۱۱ شہر ربیع الاول ۱۲۷۶ھ پنج روپیہ بمرزا حسین صاحب قاری دیگر
علی الحساب داده شد و امروز میر بخان صاحب داروغہ در شکار مرغ و ماہی سوال کرد گفتم
اگر برائے قوتِ خود و عیال باشد روا ست و الا داخل لہو و لعب ہ

چہ خواہی از شکار مرغ و ماہی ۔۔۔ مجو ذکر الٰہی در ملاہی ؏

ہفت و ہشت روز مے شود کہ میر بندہ حسن صاحب طلب دعائے مجرب برائے وسعت
رزق از حقیر نمود گفتم تسبیح جناب فاطمہ زہرا و دہ بار آیہ و ما من دابۃ فی الارض

الا علی الله سا ذ قها خوانده باشید دیروز آمد و ماجرا را پرسیدم گفت که اثر زبان شما
ظاهر شد تسبیح و آیه را می خواندم بادشاه در جشن عروسی خود خدمت اهتمام روشنی بمن
مفوض فرمود و بعد از ملاحظه خیلی مسرور گردیده خلاصه سید مزبور چون باین خدمت مامور شد
در اطراف مکان رفیع البنیان سلطان چراغان کرده فروغے در اقران بهم رسانیده است
و زر حسب خواهش بدستش مے آید فالحمد لله علے ذلک واما بادشاه پس پریشب
در رقص و سرود بود و امشب چیزے در عالم رویا بادر د نمود و از خواب پریشان سراسیمه
و حیران برخاست و فریاد و فغان آغاز کرد پریشب شیطان و دیشب خفقان این است
حال سلطان امروز حسب فرمایش نواب صاحب خطی بجناب سلطان العلماء نوشتم که
سوادش اینست۔

سه شنبه ۳ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ میرنجان صاحب داروغه بشارت آورد که
نواب صاحب را روبروے بادشاه محرک شدم اجازت طبع روح القرآن طلبید و یافت
و امروز خط فرزند ارجمند میرنجان و وزیر صاحب مشتمل بر وصول دو صد روپیه چهارم
ربیع الاول و قصد سفر در هفته عشره رسید نواب صاحب حاضر الوقت بود هر دو خط را باو دادم
خط میرنجان را خواند و فرمود مورخه کدام تاریخ است دیدم تاریخ مرقوم نبود نواب صاحب
که لطیف ظرافت است حکایت کرد که یکے از هندوان و متصدیان خطے در دیوان برائے ملاحظه
یکے از اعیان که نوشته کسی اسمی آن امیر بود می برد در راه از دستش افتاد چون خبر دار شد
جست و نیافت کاغذے ساده از پنساری گرفته در کاغذ ساده دیگر پیچیده آورده بان امیر
داد و گفت که بر نامه چیزے نه نوشته است عرض کرد بسبب جلدی اندرون هم چیزے
نوشته نیست نواب صاحب فرمود همین است حال این خطوط که تاریخ را در هیچیک

ننوشته است۔

شب چہارشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ محمد عابد خان از لکھنؤ آمدہ در نماز شریک
داذان بآواز حزین گفت و محمد عابد خان دیگر از ملازمان شاہی بعد از نماز حال خود بیان
کرد کہ بہ ہمنشین الدولہ لقب و بعطائے کلاہ عالم پسند معزز گشتہ۔

چہارشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ بعد از نماز صبح باز محمد عابد ذکر کلاہ و خطاب نمود
حقیر فی البدیہہ دو شعر موزون کردم و گفتم این اشعار را بہ بادشاہ بدہ ؎

زسلطان عالم کلاہ و خطاب عطا گشت و نام و نشانم رسید
ازین سرفرازی عالم پسند کلہ گوشہ بر آسمانم رسید

خیلے مسرور شد گفت کہ بدست خود خطاب مرا بنویسید کہ اول ابتداء آغاز کتابتش از دست
شما باشد۔

پنجشنبہ ۱۵ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ از حاجی محمد حسین قرار یافت کہ صد جلد کتاب
روح القرآن بخط خوش شل نسخہ طلائے بصرف کاغذ خوب و درسہ صد روپیہ کامیش طیار کند
پنج عدد اشرفی بحساب فی اشرفی یازدہ روپیہ ہشت آنہ عرض باز ارکہ مجموعش ہفتاد و ہفت
روپیہ ہشت آنہ میشود من جملہ شش عدد اشرفی کہ داروغہ میرجان از پیشگاہ نواب آوردہ
نزد من سپردہ بود دادہ شد و یک اشرفی در صندوقچہ شکستہ امانت گذاشتہ است زود
باید بیاورد بعد از ان اشرفی صندوقچہ را بمیرنجان داروغہ برائے طیاری بیت الخلا
بطور قرض دادم پنجشنبہ ۱۵ ربیع الاول خطے مورخہ ۱۱ روز صاحب رسید متضمن اینکہ استخارہ
بر نوزدہم این ماہ بابت روانگی واجب آمد ہر چند کہ روز دو شنبہ است بعد از تصدق
حسب فتوی سلطان العلماء روانہ میشوم خط را نواب صاحب نزد من فرمودند پس خبر

تار برقی چه طور بود گفتم ذکرش در هیچ خط نیست اینوقت عصا بردار سلطانی از طرف سلطان عالم

یک فرد از جفت نعلین شاهی آورده که حضرت پوشیدن این را پرسیده اند که جائز است

یا نه دیدم بطلا و نقره مزین است گفتم احتیاط در ترک است احسن الدوله و عطا حسین خان

صاحب و حسین مرزا صاحب حاضر بودند احسن الدوله گفت که بارے حضرت متوجه

مسائل شده از پا آغاز کرده اند باز گفت این از برکت قدم شما است گفتم این مضامین پیشتر ہا

افتاده اند مقتضاے انقلاب ہمان است که گفتید۔

جمعه ۱۶ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ مسائل باقیه از مواضع مجوزه غیبت و زواجر آن از

منہج الیقین و انوار نعمانیه خوانده شد اثرش در سامعین علی الخصوص نواب صاحب

و مصلح السلطان بمشاہده درآمد فالحمد لله علی ذلک مصلح السلطان بعد از انقضاے

صحبت در خلوت مرا طلبیده خواہش کرد که اگر اجازت باشد چیزے بپرسم گفتم بلی گفت

که ہر کارہاے اخبار نگاہداشتن و اخبار مسلمین را تجسس نموده بمعرض سلطانی درآوردن

صحیح است یا نه گفتم صحیح نیست الا در جائیکه از مواضع مجوزه بوده باشد مثل اینکه کافر یا فاسق

متجاہر باشد یا غرض از اظہار آن نصح مستنشیر و مستخبر بوده باشد و نواب صاحب ہم

در تخلیه پرسید اگر کسے در بند اضرار آن کس باشد آیا استیصال او باین طریق نباید که عیوب

او را بیان کند گفتم دفع ضرر از خود باید کرد و غیبت او ہرگاه مومن باشد بغیر سببے از اسباب

مسوغه درست نیست گفت اگر دفع موقوف بر غیبت موذی باشد چه کند گفتم پس نام

آن موذی را نگیرد و بزید و عمرو تعبیر کند گفت اگر تشخیص بغیر ذکر نام حاصل نشود

و دفع ضرر موقوف بر تشخیص باشد چه باید کرد گفتم بعد از تامل عرض خواہم کرد۔

شنبه ۱۷ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ قریب دم صبح که ہنوز یقین صبح نشده بود سیکے

ازاہل خطہ بانگ اذان قبل از میرن صاحب گفت که سبب دل تنگی ایشان شد گفتم ؎

از مخالف پیش دستی بر موافق مے شود   صبح کاذب پیشتر از صبح صادق مے شود

ساعان علی الخصوص نواب صاحب و میر احسان علی صاحب خیلے پسندیدند امروز اولاً بخانہ مرزا فدا حسین
خان منجم که مجلس فضائل جناب رسالتمآب منعقد ساخته بود رفتم و حظے وافر گرفتم دم صبح بدو حسین الدوله
را در آنجا دیدم گفتم شما از من هم پیشتر آمدید گفت من آن ستاره صبحم که در طریق ادب ہمیشه پیش رو
آفتاب میباشم ثانیاً بخانه احسان حسین خان رفتم یک دو جلد کتاب در معرض بیع بود بمن نمود یک جلد
تهذیب الاحکام و یک جلد تفسیر هادی که بعض علمای الجابربین تالیف کرده اند گفت چهل روپیه میدہم تا اکنون راضی نیست
و یک نسخه در احادیثیکه در وصف اسپ وارد شده گفتم این را برائے بنده زاده بگیرید ثانیاً بعیادت تہنیت ده
نواب صاحب رفتم و صحبت طول کشید چند بار برخاستم و نگذاشت ثالثاً بعد از نماز ظهر برائے
زیارت جناب رسالتمآب بجماعت که نواب از انجمله بود تلقین کرده شد و صورت قبر را
از گل نواب بدست خود ساخت و امروز بحکم نواب شروع در مقدمات طبع روح القرآن
بوقوع آمد شب یکشنبه محبوب خواجه سرا شمع و کنول همراه گرفته آمد که بیگم صاحب میگوید شما
برائے ملاقات عید بیا آمدید رفتم چون اندرون محل رسیدم دیدم نواب نشسته است
در بعض امور دختر خودش که زوجه سلطان است کاغذے از سلطان آمده بود استشاره
در بعض الفاظ آن نمود و تغیر و تبدل کرده شد۔

یکشنبه ۲۸ ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ بعد از نماز صبح همان مشوره شبانه را بتکمیل رساندم
و تا دیر پیش نواب ماندم زواجر غیبت بنواب صاحب چنان تاثیر کرده است که یک مرتبه
یکے از مصاحبان ایشان کسے را بصفت اعور یاد کرد منع فرمودند گفت که این از اسباب
معجزه است فرمود حاجت باین صفت نبود که بگوئے من از اول او را فهمیده بودم و عضو او را

از آن قبیل است که شخصے در عروسے خود دوشاله عاریت گرفت چون خانه عروس با رفقا رفت خوابش ربود دوشاله را برخود انداخته خوابید مالک دوشاله قریب نشست و محافظت دوشاله میکرد اگر پالچے داماد بان پیچیده میشد جدا میکرد که پاره نشود هر که می آید می پرسد داماد کجاست این مرد میگوید که این است که دوشاله مرا بر سر و جسم انداخته است داماد باو گفت که رفیق این چه خبر است چرا مرا منفعل میکنی میدانم دوشاله مال تست اما اظهارش چه ضرور گفت خوب است حالا نمی گویم درین بین مردم دیگر رسیدند و از داماد پرسیدند که کجا است گفت اینک که دراز کشیده است و دوشاله هم مال اوست داماد باز باو گفت که ذکر دوشاله چه ضرور است گفت خوب حالا ترک ذکر کردم درین بین اشخاص دیگر آمدند و این مرتبه هر که میپرسد داماد کجا است می گوید دراز کشیده است و دوشاله را ذکر نکردنیست

دوشنبه ۱۹ ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ دو قطعه خط یکے بکانپور دیگے بهوگلی فرستاده شد و این قطعه بخاطر رسیده ؎

یکے گرفت بتدبیر مال دنیا را	یکے رساند بانجام کار عقبی را
فغان ز بخت سیاه و سیاهکاری ما	که نیست از دو جهان هیچ بهرهٔ ما را

امروز مظنه که عیال از لکهنو روانه شده باشند فالله خیر حافظا وهو ارحم الراحمين

سه شنبه بستیم شهر ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ جواب دو مسئله عظیم آباد که یکے درباب حک و اصلاح حدیقه سلطانیه و دیگرے در استفسار معنی مصرعی از کلام مرزا دبیر بود نوشته شد چهارشنبه بست و یکم شهر ربیع الاول سنه ۱۲۷۶ھ سوره قاف در نماز صبح که اول وقت فضیلت اتفاق افتاد خوانده شد و بعد از نماز در وقت صحبت نواب که از هر درے سخن پیوسته شخصے از رفقای شان نشسته حکایات جبن خود بیان میکرد که گاہے حقیقة

لطیفہ

وفصد را مشاہدہ نمیکنم نواب فرمود حال شان اینست کہ شبے با زن خود ہمخواب بودند و از
بالائے بام آوازے محسوس شد ضعیفہ گفت کہ دریافت کنید کہ چیست و بر بالائے
بام کیست از ایشان گفتند خود برو ببین آیا مرا جان خود عزیز نیست درین ایام کہ از منہ سرمااست
و اہل لکھنو مظنہ کہ لحاف و دو شالہ دوش میگیرند اینجا گرم است چنانچہ گفتہ ام ؎

نشانی ز راحت درین شہر نیست ۔۔۔ ہمہ مور و مار است و پا زہر نیست
بخارات دریا تنق بستہ است ۔۔۔ حصارے بر افوج و نتے بستہ است
کہ نے دود دل ہا برون میرود ۔۔۔ نہ برف از برون اندرون میرود
بکرما بہ از مہر گیتی فروز ۔۔۔ فروشستہ شد نقش بر دعجوز
کہ گفتت کہ در شہر کلکتہ باش ۔۔۔ کنون کا مدے چندے البتہ باش
چو افتادہ بود ست ہوایش بسر ۔۔۔ ز آب و ہوایش چہ نالی دگر
مکن سعی بہر صفا در کنشت ۔۔۔ مجو در جہنم ہوائے بہشت

امروز میر فضل احمد کہ چیز فہم بنظر مے آید خواہش تعلم علم ادب کرد گفتم دیوان حماسہ
یاد رد و عزر بخوان در رد و عزر را اختیار کرد و گفت کہ فردا شروع خواہم کرد گفتم اول نسخہ
ازان بہم برسان و چندے صبر کن کہ مرزا حسین صاحب قاری صحیح ہا رسالہ خود را بمن
عرض میکند فارغ بشود و امروز زبانی داروغہ میر نجان صاحب مسموع شد کہ چیزے در نقل
روح القرآن برائے طبع شروع شدہ است ۔

جمعہ بست و سوم شہر ربیع الاول سنہ ۱۲۷۶ھ قصہ طرباح از ورق ۱۲۶ از مجلد سوم
از مجلدات وعظیہ در وعظ بعد ذکر شجاعت ابے بکر از ورق ۳۰۳ من روح القرآن
خواندہ شد و حاضران علی الخصوص مصلح السلطان و عطا حسین خان صاحب محظوظ شدند ۔

شنبه ۲۴ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ تغیرے در مزاج نواب صاحب عارض گشته در ظهرین نیامدند شب یکشنبه چند شعر بخاطر رسیده

ولا از جلائے وطن غم مجو | ز شام غریبی مکدر مباش
زگرد بیابان کلاهی بساز | دگر در سر تاج و افسر مباش
ببین دشت و صحرا بکن کسب نور | شب از کرم شب تاب کمتر مباش

یکشنبه ۲۵ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ از مرزا باقر صاحب بست روپیه قرض گرفته شد و قرضه سابق چهل روپیه بابت طعام وغیره صبحی بعد از اصلاح رساله مرزا حسین صاحب قاری مشهدی بمعیت میر بنده حسن باتفاق او رفتم و چون برگشتم اندرون محل عیادت نواب صاحب نمودم که از دیروز ناخوش شده است بیگم صاحب گفت که حالا عیال شما می آیند از من خوش شدید گفتم بلی من شما را از وصل شوهر شما مسرور کردم شما هم مرا از وصلت عیال خوشحال ساختید بعد که برخاستم نواب بنابر مشایعت تا خارج باب قدم رنجه کرد آن وقت باو گفتم که درین روزها شما را مشوش دیدم چیزے نگفتم الحال ایفائے عهد مناسب است که چون ناخوشی مزاج و تغیرے در طبع شما می بینم یکه می خورم گفت منتظر وصول زر بودم عنقریب میرسد مرزا حسین صاحب را چیزے میدهم گفتم چه قدر گفت تحدید نمی کنم چونکه مرزا حسین طالب تحدید بود این قدر استفسار نمودم و زیاده ازین مناسب نبود امروز طبخ لحم وغیره بازحواله مرزا باقر صاحب نموده شد

بکیت بفصل بالوداعة ضائع | لبرد غد و ثم حر الظهائر
ولکن اهل الکهنؤ شتائهم | شهی حری فی الضحی بالمجامر
فانی لا اشکو حرارة بلدتی | وحجم صدری ههنا ذو النوائر

چهارشنبه ۲۸ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ از چند روز خطے از وزیر صاحب نیامده امروز

ازروئے خط مرزا کاظم علی و مرزا علیجان صاحب معلوم شد کہ عیال از لکھنؤ ۲ شہر حال روانہ شدند
و از اخوی سید ہادی طفلی متولد شد و امروز حاج مرزا علی نقی بہوگلی رفتند۔

جمعہ غرہ ربیع الآخر سنہ ۱۲۷۶ھ در وعظ ذکر صدق و کذب و خلف وعدہ بخش را از منہج الیقین
و محاسن کلام و قصہ نوشیروان تا حکایت بخیل با فقیر سائل از جلد چہارم وعظ خواندہ شد

شنبہ ۲ ربیع الآخر سنہ ۱۲۷۶ھ خطے در سفارش مرزا آقا علی صاحب از حیدرآباد آمد۔

یکشنبہ ۳ ربیع الآخر سنہ ۱۲۷۶ھ جواب خط دیروز نوشتم و چند شعری بخاطر رسید ؎

کامل چو بنقص گشت مائل	ہر شخص کہ دید طعنہ زن شد
چون شکل ہلال آمد از بدر	انگشت نمائے مرد و زن شد
گوش کن سید در نباہت این	از علامات ہائے کذاب است این
کاذخبرہا میدہد از حرب و ضرب	واز زمین و آسمان شرق و غرب
لیک واقف از رہ اللہ نیست	از حلال و از حرام آگاہ نیست

وامروز حاج احسن الدولہ احسن اللہ الیہ کہ بسفر عتبات میروند یک نسخہ طعن الرماح چاپ و یک کتاب
ریاض الشہادہ چاپ و یک عصا و دو انگشتر بطور ہدیہ با حقر دادند کہ یادگار باشد یک انگشتر با خوئے
سید ہادی دادہ شد و عصا کہ سرش از نقرہ مجوف است در استعمالش تامل دارم۔

دوشنبہ ۴ ربیع الآخر سنہ ۱۲۷۶ھ آخر شب احتلام عارض شد و حرقتے عظیم محسوس گردید
بسبب عدم حمام و تغیر مزاج بر اغتسال در غدیر جسارت نکردم و مستعد بہ تیمم بودم آقا مرزا صاحب
مطہرہ مسمی طلبید و حیدر آب گرم کرد غسلے بر آوردم و نماز بجائے سورہ ہل اتی غاشیہ را
خواندم روزانہ بعد از قیلولہ خط وزیر صاحب در عین نگرانی و پریشانی و انتظار پانزدہ روز بلکہ بیشتر
رسید معلوم شد کہ در بنارس افتادہ اند و استخارہ بر ہیچ سواری بر و بحر مساعدت نمیکند و آمدن شان

مقصور برڈاک و رسیدن مبلغ دو صد و پنجاه روپیه بلکه زاید است خط را بنواب صاحب نمودم تشفی فرموده لکن اقرار بر دادن زر اینقدر نکردند تشویش زیاده تر شد و قلب حرقتے پیدا کرد میر باقر صاحب زائر را گفتم که دست خود برد لم بگذار گفت من این قابلیت ندارم گفتم چرا الحق که بعد از وضع یدسکونے بہم رسید شب نواب صاحب صد روپیه را قبول کرد یکصد و شصت روپیه از میر باقر شاه صاحب رہانیده ام ؎

یا موجا حشاه من الهم ممتلی	دع خوف تبتلّ بماء و صندل
امور علی فؤادک یمنی محقّر	مست بیاه تربة نور الهدی علی

آخر شب سه شنبه درین محله که تمام خانه از کاه و حشایش ساخته اند آتش زدگی عظیم شد بچه ها را گفتم کتاب ها را ببندند و خود شعله ها را دیدم که مشتعل است آیه قلنا یا نار کونی الخ خواندن آغاز کردم خانه نواب رفتم زنها را سراسیمه و نواب را مستقل و بنفس خود بر جبر ثقیل مستعد یافتم خود نیز مساعدتے نمودم یکدو روز پیشتر ازین در خواب دیده که آتش زدگی شده است و خود ش یا نار کونی بردا می خواند عجب رویائے بود

سه شنبه ۵ ربیع الآخر سنه ۱۲۷۶ھ ملاحظه کاپی روح القرآن آغاز شد و کار اطفال و عیال به حسن انجام رسید مرزا باقر صاحب زائر او صله الله الی الحائر صد روپیه از نواب صاحب عطا و صد و شصت و پنج روپیه از میر باقر شاه صاحب حسب حواله حقیر گرفته بکلکته پیش مرزا احمد صاحب رفته خطے بنا بر برات بطور رجسٹری نویسانیده ه زر را باو سپرد که در بنارس برآقا محمود نمازی برات کند که او مبلغ دو صد و شصت و پنج روپیه بعد وضع هنڈاون بوزیر صاحب بدهد و الله علی ما نقول وکیل و منه الوصول الی المامول بالتعجیل فقط

جمعه ۸ ربیع الآخر سنه ۱۲۷۶ھ در وعظ بنا بر استخاره تقدیمے از ذکر غنا و پاره از روح القرآن

در باب رکوب جناب ولایت بروش نبوی خوانده شد شب شنبه جلیس الدوله کاغذے از
طرف سلطان آورده متضمن اینکه فلان کس زن خود را طلاق بدهد و اقرار نماید ایقاع آنرا
رو برئے خود بسبب فقدان شرائط مصلحت ندیدم هرچند همین امرا خواهان بوده نام مرا
گرفته بود اگفتم که شرائط طلاق چنین وچنان است می باید که آنرا با شرائط واقع کنند ونزد من
اقرار نماید تا مهر ثبت کنم۔

شنبه ۹ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ خط مرزا احمد صاحب بہ آقا محمود صاحب نمازی در بنارس
رسیده وآقائے موصوف دو صد و شصت و پنج روپیه حسب حواله مرزا احمد صاحب بوزیر صاحب
دادند و رسید گرفتند۔

چهارشنبه ۱۲ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ خط آقا محمود صاحب بنام مرزا باقر صاحب کمان
افسر مع رسید دستخط ومهری وزیر صاحب از بنارس در ینجا رسید معلوم شد که وهم این ماه وزیر صاحب
از بنارس روانه شده باشند وزرائم بهم این ماه گرفتند فالله خیر حافظا وهو ارحم
الراحمین۔

پنجشنبه ۱۴ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ از خط وزیر صاحب معلوم شد که نهم این ماه سوار
میخواهند بشوند و مظنه که سوار شده باشند عسی الله ان یاتینی بهم جمیعًا
اللهم احفظهم عن ایمانهم وشمائلهم ومن فوقهم ومن تحتهم واوصلهم
الی سالمین غانمین بمحمد وآله الاکرمین وبرحمتک یا ارحم الراحمین

جمعه ۱۵ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ مولوی محمد علی حسین صاحب را گفتم که استخاره بکنند که امروز بکوٹهی
باقر علیخان صاحب داماد نواب صاحب که بامرحمت شده است بروم و سرو سامان
را برائے اطفال وعیال تدارک نمایم تا ایشان بوقت ورود معطل نشوند استخاره واجب آمد ولیکن

بسبب نماز جمعہ و تعب وعظ وغیرہ اتفاق رفتن بکوٹھی نیفتاد شام در نماز مغرب باجماعت مشغول بودم کہ اطفال بعون ایزد متعال وارد گشتہ وزیر صاحب و مہدی شاہ صاحب و برخوردار میر نجان داخل صفوف مامومین گردیدند بعد از نماز و نوافل مطلع شدم و معانقہ کردم و شکر الٰہی بجا آوردم عیال را در کوٹھی پائین آوردند و بسبب بے سامانی فی الجملہ زحمتے با ینہا رو داد مصلحت استخارہ ظاہر شد مرزا باقر صاحب زائر را تکلیف دادم چہار مرتبہ بکوٹھی آمدند و رفتند آب و نان و چراغ مہیا کردند شب من ہم بعد از وزیر بملاقات و دیدار آنہا کامیاب شدم

فالحمد للّٰہ الذی اذھب عنا الحزن وازال عنا المحن

دوشنبہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ خواستم کہ تنخواہ از سرکار بادشاہ استحصال نمایم چون مسموع شدہ بود کہ حکم سلطانی آنست کہ ہر شخص بنفس خود بغیر توکیل وکیل آمدہ بگیرد چنانچہ مصلح السلطان باوجود عظم شان خود رفتہ آوردہ مترددبودم کہ خود بروم یا وزیر صاحب بفرستم آخر وزیر صاحب را گفتم شما بروید خود در بنگلہ رفتم و میر نجان طال عمرہ را پیش منشی صفدر ربکر فرستادم ملاقات نشد یکے از رفقائے منشی از انطرف گذشت خواستم باو بگویم مرزا باقر صاحب باشارہ منع کرد و زمانے نگذشتہ بود کہ چپراسی سرکاری تنخواہ آورد وزیر صاحب کہ شام با من ملاقات کرد گفت کہ سہ مرتبہ استخارہ کردم کہ بردم خوب نیامد ناچار بخانہ ماندم سبحان اللہ استخارہ وحی است شب جمعہ ۲۹ بردو نافض و حمی بحقیر عارض شد و تمام شب در تململ گذشت شب یکشنبہ بردو نافض شدت کرد و حمی بدستور استخارہ برائے استعلاج از حکیم مرزا مہدی صاحب نمودم خوب نیامد تجویز خود تبریدے خوردم و استشفا نمودہ شد بسورۂ حمد کہ میر مہدی شاہ صاحب ہفت بار خواند و گفت من لم یبرأہ الحمد لم یبرأہ شئی۔

۲ شہر جمادی الاولی ۱۲۷۶ھ روز جمعہ بعد از نماز در وعظ فنائے دنیا را ذکر کردم و

ضعیفہ از اہل بنگالہ برضاے خود ہا بر دست حقیر اسلام آوردند و این چہار بیت در این روز بخاطر رسید

وصل الحبیب ولو فی السجن والاسر ❊ احب من صحبة الاعداء فی القصر

والموت فی مجمع الاحباب اطیب من ❊ طعم الحیوة اذا کانت مع الهجر

فکیف اذ غابت الخلان عنک ❊ وانت ساکن فی بلاد الفسق والکفر

وهذه حال عباس فلیس له ❊ غیر الرضاء بالقضاء والصبر والاجر

مسئلہ جناب مرزا دبیر صاحب قبلہ دریک بند مرثیہ خود تعریف تیز رفتاری اسپ مبارک بیان فرمودہ اند بدین نمط کہ اسپ مبارک بسبب سرعت رفتار خود صاحب سن نگشتہ چنانچہ خلق شدہ بود ہنوز ہم چنین است بعد این مضمون مصراع ٹیپ در آن بند چنان فرمودہ اند کہ

اِس رخش کے سوتھے پر کوئی دن چڑھ نہین سکتا ❊ سرعت کا یہ عالم ہے کہ سن بڑھ نہین سکتا

معنی این بیت درین شہر ہیچکس از نکتہ رسان و معنی سنجان و ذوی علمان را بفہم در نمی آید بلکہ اکثرے میگویند کہ مہمل است چہ امتداد زمان مقدار حرکت فلک را میگویند و سن تعلق از امتداد زمان دارد و اگر مقصود قائل این باشد کہ در برابر سرعت رفتار اسپ فلک ازحیرت و یا از ساکن گشتہ درین صورت امتداد زمان یافت نمی شود و ہرگاہ امتداد زمان یافت نشد وجود اسپ چہ بلکہ وجود ہیچ چیز ہم یافت نمی شود و درینحالت وجود رفتار از کجا پیدا شود و اگر مقصود قائل این بود کہ بمقابل سرعت رفتار اسپ حرکت فلک گویا بمنزلہ عدم است پس درین صورت فلک ہر قدر کہ حرکت کرد خواہ اندک خواہ بسیار امتداد زمان حاصل مے شود ہرگاہ امتداد زمان حاصل شد صاحب سن گشتن اسپ نیز ثابت مے شود و اگر قائل بران رفتہ کہ درین شعر غلو است کہ بحسب عقل و عادت ہر دو محال باشد دران صورت ثبوت ادعا

یہ وہی مسئلہ ہے جس کی طرف ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۶۵ھ کے حالات میں اشارہ ہوا تھا ۱۲

یعنی ثبوت بر نفی سن بیاید چنانکه نظامی فرموده ؎

زسم ستوران دران پهن دشت زمین شش شد و آسمان گشت هشت

درین بیت در مصراع اولی ثابت است یعنی زسم ستوران دران پهن دشت و در بیت
مرزا صاحب قبله بلکه در تمامی بند هیچ ثبوت برادعای مقصود نیست چون آنجناب جامع
هر علوم اند و در فن شاعری استاد کامل لهذا استدعا اینکه اگر این شعر در حقیقت مهمل باشد
همچنان ارقام فرمایند تا عبث بتلاش معنی وی فکر نکرده شود و این بسیار از مرزا صاحب
بعید بنماید که مهمل فرمایند خیر و اگر این شعر با معنی باشد و درینجا کسی بدان باریکی نمیرسد
آنجناب معنی آن را شرح و مفصل بدلائل ارقام فرمایند خواه بر کاغذ دیگر خواه بر ظهر این فرد
تا از لذت معنی به طفیل آنجناب کامیاب شویم و منکران را قائل و معقول گردانیم و این خیال
بعد از تشریف فرما شدن جناب مرزا صاحب قبله ازین شهر مرومان را بدل آمده ورنه از مرزا صاحب
خود استفسار نموده میشد این کاغذ در نهایت عجلت نوشته شد عجب چه بلکه یقین که بسیار
جا غلطی ها شده باشد ملامت نخواهند فرمود زیاده حد ادب جواب شعرا ازین مقوله بسیار
گفته اند الم تر انهم فی کل واد یهیمون وادعای امر محال شائع و ذائع است سعدی گوید ؎

بیست و دو تای فلک راست شد از خرمی تا چو تو فرزند زاد مادر ایام را

عرفی گوید ؎

آن سبکسیر که چون گرم عنانش سازی از ازل سوی ابد و ز ابد آید بازل
قطره باکش دم رفتن چکد از پیشانی شبنم آسا شنشیند گه رجعت بکفل
گر بجوی شد دهر سرعت او در یکدم آید از ثور بترتیب منازل بجمل

ایضاً

بردی ازمنه گر آستین برافشاند گره صحیح زند بجوالی ستایش	وله	شود بسعی تموج زمان حال قدیم ور نقطه رود کنمش نام طی الارض
و ناصر علی گوید		
در ملک فنا هم ننمودیم اقامت و ناسخ گوید ـ		از بسکه علی تیز جهانیم فرس را
ہے یہ اپنے ضعف کا روز جدائی مین اثر		شام ہے اور دھوپ چڑھ سکتی نہین دیوار پر

پس اگر بیان مضامین شعریه بر قوانین حکمیه و براهین فلسفیه گذاشته شود در صحت امثال این اشعار سخنے میرود چه فلک مستدیر است دعوی راست شدنش غیر مستقیم وهم چنین تحرک حادث یومی از ازل تا ابد و بالعکس فی نفسه ممکن نیست و انگهی باین سرعت که زمان وصول عرق جبین تا زمین اقل بوده باشد و بهمین نهج حرکت شمس از ثور بحمل در یکدم و بهمین سیاق انقلاب حال بقدیم یا قدیم بحال محال و حرکت تدریجیه است بر نقطه اصلا ممکن نیست علی الخصوص حیوان سریعه که طی الارض نامیده شود والباقی علی هذا القیاس خلاصه مقصود قائل که فرس خاصه فرزند صاحب براق را می ستاید ظاهرا ادعای یمعنی است که آن اسپ با وجود بقا صاحب سن نمی شود و از عیب مسن بودن مبرا است و وجه ثبوت این امر محال سرعت را قرار داده یعنی سرعتش بحدیست که هیچ چیز برو سبقت نمیگیرد حتی که سن لفظ بڑھنا در هندی بدو معنی می آید یکی افزودن و دیگرے پیشی گرفتن و گذشتن از چیزے بحرکت پس درین لفظ صنعت شبیه ایهام بکار برده یا یعنی که بواسطه نفی سبقت بسبب اشتراک لفظ نفی ازدیاد را ثابت کرده چنانچه شیخ علی حزین گفته

مصلحت استخاره درین ایام روزے برائے اکل طعام بحسب عادت بروقت معین استخاره
کردم بد آمد اهرچند که هر روزه درانوقت خوب می آمد دردے درحوالی معده لاحق شد چند
روز طول کشید تا اسهال هم بهم رسید که از بیشتر این گمان نبود و اگر غذا بروقت معهود خورده میشد
مظنه که هلاک میکرد **ایضاً مصلحت استخاره** در ایام غربت که کتب ضروریه همراه داشتم
بیشتر حاجت بقاموس می افتاد و نسخه که دارم غلط و بدخط و بے اعراب بے نقطه است آنرا هم
در وطن گذاشته بودم و دریجا نسخه چهاپ بقیمت ده بلکه هشت روپیه بدست آمد اما بسبب عدم
مساعدت استخاره پس دادم و در حیرت افتادم باوجود حاجت و ارزانی قیمت در عدم اشترائش
مصلحت چیست بعد از چند ماه یکے از احباب نسخه مصححه با اعراب که درین زمان کمیاب بود درهمه
ایضاً مصلحت استخاره کتاب خطاب فاصل در اوائل جمادی الآخر بتوسط بعض احباب موافق
استخاره نزد سلطان العلماء فرستادم و بجناب ایشان نوشتم که بمجرد وصول از رسیدش مطلع
فرمایند پانزده روز کما بیش گذشت که رسید نیامد تشویش بهم رسید چرا که نسخه دیگر از آن نداشتم
و تلف شدنش موجب تلف از صفحه عالم بود یکے از دوستان ملامت کرد که باوجود اهتمام در
حفظ آن چرا رجسٹری نکردید امروز صبح درین تفکر بودم که خدایا بعد استخاره فرستاده ام چگونه
تلف میشود و اگر تلف نشده میبایست که در هشت روز آنجا برسد و در پنج روز رسیدش از آنجا
بیاید با تا باخود گفتم که استخاره برائے نفس ارسال خوب آمده بود نه رجسٹری نکردن تفریطیست
از طرف تو در حسن استخاره کلام را مجال نیست بر ترک رجسٹری که استخاره نکرده بودی خلاصه
صبحی بدعا مصروف شدم که خدایا تو میدانی که این کتاب را در بیماری بصد دشواری تالیف و
تبییض نموده ام ضایع مکن و همین امروز مرا از وصولش مسرور کن این واقعه ۲۱ شهر
جمادی الثانی سنه ۱۲۷۷ هه است و از جمله غرائب اینکه عادت آدم پوست این است

خانهای تاب ما از برق جواب دندان شکن خرمن دل معترضان سوخته اند و مثقب و کامله و
نظائره واضحه لب حوصله بیهوده گویان دوخته اند الحق ذات جامع الکمالات جناب ممدوح
بحر ذخار علوم و فنون است مخزن فضائل گوناگون عقده هر علم با شاه ناخن بیانش
مفتوح و معنی هر نکته باستعاره فیض زبانش موضح با اینهمه فضل و کمال حفظ الغیب چقدر ملحوظ که در پس
صیانت جناب ممدوح هر یک از رسانان طعن جا ساختن محفوظ راقم آثم بدرجه اتم شاکر الطاف و عنایت
جناب موصوف گردیدم و در باره اعتراض معروض نحیه در دل داشتم صد چند زیاده از آن تحریر
مفخم الیه دیدم آن شفیق از جانب راقم آثم شکریه ایشان ادا فرمایند و تقدیم نوازش گذاری نمایند چون
اعمال و افعال جناب معظم الیه خالصة لوجه الله است اظهارش نیز چه باید و انتباه بنا بر علیه
راقم آثم شکریه ایشان بجناب ممدوح تحریر نساخت و باظهارش نپرداخت مگر در اوقات مخصوصه
بدعا ها مصروف گردیده و دل عقیدت منزل مالوف و در خصوص تحریر خطوط آن شفیق نوشته اند که
موجب ترقیم شما در تحریر خط قاصر ام مشفقا راقم بنا بر تحریر خطوط مانع نگردیده بنظر بیماری سامی انحراف
بزبان رانده که بر خطوط مرسوله من ضرورت رجسٹری نیست بیرنگ فرستاده باشند که تکلف نمیشود با
مینویسم که بلا تکلف خطوط بنام راقم تحریر فرموده باشند که مشتاق خیریت مزاج سامی اخبار آنجا میباشم زیاده
والسلام سلامت علی۔

عرضداشت بحضرت سلطان عالم مالک رقاب امم اعاد الله ملکه

دولتخواه از سه ماه بیمار است و در اقسام اسقام گرفتار و اینجا طبیب حاذق است و نه آب و هوا موافق و نه
ادویه و علاج مناسب مزاج نظر باین حال امیدوار فضل و افضال آنکه از بارگاه حشمت و اقبال رخصت
دوساله مرحمت شود تا بنابر تکمیل قوی و تحصیل و تبدیل هوا بوطن برود و از سرچشمه نوال بر عیال و
اطفال در این جا میگذارد حشمت نوازش پرورش دارد زیاده حد ادب ۔

مصلحت استخاره در این ایام روزے برای اکل طعام بحسب عادت بر وقت معین استخاره
کردم بد آمد هر چند که هر روزه در آن وقت خوب می آمد من بعد دردے در حوالی معده لاحق شد و چند
روز طول کشید و اسهال هم بهم رسیده که از پیشتر این گمان نبود و اگر غذا بر وقت معهود خورده میشد مظنه که هلاک
میکرد **ایضاً مصلحت استخاره** در ایام غربت که کتب ضروریه همراه نداشتم بیشتر حاجت بقاموس
می افتاد و نسخه که دارم غلط و بد خط و بے اعراب و بے نقط است و آنرا هم در وطن گذاشته بودم
و در اینجا نسخه چهاپ بقیمت ده بلکه هشت روپیه بدست آمده ما بسبب عدم مساعدت استخاره
پس دادم و در حیرت افتادم که با وجود حاجت و ارزانی قیمت در عدم اشترائش مصلحت
چیست بعد از چند ماه یکے از احباب نسخه مصحّحه با اعراب که درین زمان کمیاب بود آورده هبه کرد

نقل خط اضعف الناس سید عباس اسمی جناب سید تقی صاحب عالیجناب

تقدس ایاب وارث الائمة الاطیاب ممتاز العلما، فخر المدرسین دام فضله و زاد نبله بعد اهدای
تحیات وافیه و اثنیه صافیه مشهود خاطر تورع ذخائر آنکه صحیفه شریفه بست و سوم صفر عز ورود بخشیده و سابق
از ان هیچ خطے بحقیر نرسیده الا در جواب اهمال مستصوب نبود بهر حال از مضامین مندرجه خیلے متالم
شدم و صحیفه سامع دو عرضی و عرضداشت بجه و رود بپیش نواب صاحب دام اقباله در تخلیه دم و بذل
جهود بطریق ادخل فی المقصود بجا آوردم و از ان روز تا آوان تحریر که چهارم ربیع الاول است همواره
ذکر و اذکار و سعی و تحریک بسیار در عشی و ابکار و لیل و نهار نمودم و طالب جواب با صواب بودم
تا اینکه امروز بدست آورده ملفوف بسته ام از نظر مبارک خواهد گذشت روزے درین
از بعض منامات که اشاره به آن فرموده اند بنابر اذکار بخدمت شان تنبیهیه اشعار نموده گفتم که
این بشارتیست و بارها دیده شد که خواب جناب ایشان تخلف میکند فرموده اند چرا نباشد زیرا که بعد بیعت
آنجناب معلوم است بجناب شان بنویسید که واقعه خواب را مفصل قلمی فرمایند انتهی مولوی

آقا علی شریف صاحب خط محمد شاہ صاحب را کہ اسمی ایشان و متضمن استدعائی تاکید درباب
جناب نسبت باین ہیچدان بود بمن نمودند گفتم در پاسخ بنویسید کہ فلانے را حاجت بتاکید نیست
البتہ من سعی و کوشش را دربارہ آن عالی درجات وسیلہ نجات و ذریعہ انجاح حاجات و عنوان
صحیفہ حسنات می دانم لیکن حالات اینجا ابتر و مفاسدے کہ واقع شدہ است نا گفتہ بہتر و انشا صحیکہ
در صحیفہ شریفہ تلویحی بآن رفتہ چنان در طبع شاہی جا گرفتہ اند کہ تخلیہ از ایشان متعسر بلکہ متعذر
و نواب صاحب را عرض مطلبے بغیر اطلاع شان غیر متیسر است و جناب ایشان از صحبت سلطان کاہ زبود ہم
مبتلا مکارہ اند و قد وقع فی البین من الکدور الرین ما لا یحل عقالہ و لا یرجی
زوالہ و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ان مع العسر یسرا از عطیہ بہیہ
ہدیہ رضیہ یعنی ارشاد المبتدین خیلے مسرور شدم انعم اللہ علیکم الجنۃ فرمودہ اند بنظر
اصلاح دیدہ شود بے بنظر اصلاح حال خود خواہم دید و از بشارت کتاب الدعوات
الفاخرہ و تکمیل خلعت آخرہ سرور در سرور دست داد منجواہم شہادت نامہ مختوم بخاتم جناب و دیگر مجتہدین
و اخبار نوشتہ شود و رسالۂ تحفۃ المتقین ہنوز نرسیدہ بوقت وصول در خدمت نواب صاحب گذرانیدہ خواہد شد
و اعتذار از عدم ترمیمین ان شاء اللہ تعالیٰ بعمل خواہد آمد دیگر اینکہ بعض اشخاص از اہل عظیم آباد مستفیدین
مغنی شدہ اند کہ آن عالیجناب حدیقہ اسقاط اوراق و اجزائے فرمودہ اند آیا در ان اوراق در
قدح بعض ادیان باطلہ بودہ است یا چیزے دیگر حقیر تفصیل این را بذریعہ صحیفۃ الوداد از
جناب خواستہ بودم ہنوز از جواب کامیاب نشدم ترقب کہ زود بقلم رود تا بعظیم آباد فرستادہ
شود و السلام علیکم و علی من انتمی الیکم در تین بین حمای احقر اقیہ عارض شدہ بود دو روز
نوبہ کرد الحال زائل و ضعف و کسلی حاصل گشتہ ازین سبب سطرے از خط راسیدہ نی
و العفو تحی و تلتمسکم الدعا حسن اللہ لک العزاء فی ابن خیلک السید

واحسن حسبهم الله السادة .

المصطفین والسلام علیکم و علی من انتمی الیکم کتبه احقر الناس
السید محمد عباس ضحیٰ یوم الاثنین لاربع خلون من ربیع
الاول سنة ۱۲۷۶ ہجریۃ النبی المرسل سلام اللہ علیہ و آلہ

نقل خط جناب مفتی صاحب دام ظلہ العالی کہ بمیرزا محمد زکی خان تحریر فرمودہ

اند۔ سلالۃ الاطیاب نخبۃ الاحباب سعادت و شرافت ایاب سلمہ اللہ رب الارباب بعد ادائے سلام کہ طغرائے
دیباچہ کلام و طوبائے دار السلام اسلام است واضح دل منیر تو دو ضمیر آنکہ صحیفہ شریفہ در وقتیکہ
کہ مستعد ندامت و مستحق ملامت بودم رسید دیدم کہ باوجود دل فسردہ بے صبر بہ جادۂ استقامت
افسردہ بجائے شکوہ شکایت شکر و سپاس بجا آوردہ اند صریر خامہ تسکین شمائہ دل غافل را
ہشیار و نفس سرکش را ہموار کرد و رفتی دست داد کہ سرگاہ جوانان را در شبہائی شباب نسیم لطف
ب الارباب چنین بیداری میسر شود پیران را ہنگام دمیدن صبح چگونہ خواب غفلت روا بود

اے سرِ سخن تو عارفانہ	خط تو بہشت جاودانہ
نوکِ قلم تو یک قلم برد	از لوحِ دلم غمِ زمانہ
نقطہ از آن ز دیدہ ام ریخت	سلکِ گہرش ہزار دانہ
ہر سطر از آن چو کاکلِ حور	بر توسنِ نفس تازیانہ
کار تو بود توکل و صبر	دیگر ہمہ قصہ و فسانہ
ہمسائگی تو سب جنتے بود	اما عجب است کش بقایا

نسخہ بنیادِ اعتقاد کہ از یاد اقل العباد رفتہ مانند حق بمرکز قرار گرفتہ فللحمد للہ علیٰ ذالک
بخدمت والد ماجد سلام با اکرام و ہمچنین بوالدہ معظمہ و خواہران و اہلخانہ و بنور چشم مرزا محمد کاظم خان
دیدہ بوسی بین دعا لہ بعد از صبح برائے طول عمر خواندہ باشند مرقوم ۳۔ ربیع الاول سنہ ۱۲۷۶ ہجری

جب تک کلکتہ مین قیام رہا نواب علی نقی خان صاحب نہایت احترام سے پیش
آتے رہے خواجہ سرایان سلطانی مین احسن الدولہ و بشیر الدولہ و دیانت الدولہ نہایت
ادب کرتے تھے محلات شاہی سے بہت بڑے بڑے مرحمت کے اسباب پیش آتے تھے لیکن
مفتی صاحب قبلہ وہان سخت علیل ہوگئے - تبدیل آب و ہوا و اصلاح مزاج کیلئے لکھنؤ
تشریف لے آئے - وزیر صاحب معہ اپنی والدہ اور عیال کے کلکتہ مین ہی رہے حکیم باقر صاحب
کے علاج سے صحت ہوئی - اُسی زمانہ مین نواب باقر علیخان صاحب معین الدولہ و جناب
آغا میر قید نظر بندی سے رہا ہوئے اور بلوہ و غدر سے صفائی ہوئی، خورد محل صاحب نے
کربلائے معلیٰ مین قضا کی - اولاد کی تنخواہ ہونین وسعت ہوگئی کل تنخواہ سابق و حال سرکار انگلشیہ
سے بحال ہوکر ملی نواب صاحب نے جناب مفتی صاحب قبلہ کو باشتیاق تمام زحمت دی اور
کانپور بلاکر حق خدمت ادا کیا اِسی سال مفتی صاحب قبلہ نے حاجی آغا عباس علی صاحب
کی صاحبزادی سے عقد کیا اِسکے بعد نواب علی نقی خانصاحب کی معرفت سلطان عالم کو
استعفا بھیجدیا اور وزیر صاحب اور انکی والدہ وغیرہ کو بلالیا - کلکتہ کا تعلق ترک ہوگیا اور
کانپور مین نواب باقر علیخان صاحب کے یہان مستقل قیام شروع ہوگیا - نواب صاحب
ممدوح نے کوئی دقیقہ تعظیم و احترام و خدمتگزاری و راحت رسانی کا اُٹھا نہین رکھا
سنہ ۱۲۷ھ مین نواب صاحب بغرض تحصیل شرف زیارت کربلائے معلیٰ تشریف لیگئے اور
مفتی صاحب لکھنؤ چلے آئے - بعد مراجعت پھر جناب مفتی صاحب کو کانپور کے قیام کی
زحمت دی سنہ ۱۲۹۰ھ مین نواب ممدوح کا انتقال ہوا جناب نواب سید علی خان
صاحب اور نواب سید جعفر علی خان صاحب صاحبزادگان جناب نواب صاحب نے
جناب ممدوح کی خدمتگذاری مثل اپنے والد بزرگوار کے اپنا فریضہ لازمہ سمجھا ۱۲۹۷ھ تک

دہان قیام رہا مفصل حالات و واقعات اُس عنوان خاص مین مرقوم ہین جو مفتی صاحب قبلہ اور نواب باقر علی خانصاحب) کے نام سے جُداگانہ لکھا گیا ہے۔ اُس زمانہ مین لکھنؤ کانپور کی آمد و رفت برابر رہتی تھی جب تک دل چاہتا تھا کانپور تشریف رکھتے تھے اور جب مناسب معلوم ہوتا تھا لکھنؤ تشریف لاتے تھے۔ کانپور کے قیام مین بھی تحصیل علم کے مشتاق حاضر ہوتے تھے۔ جناب حکیم مولوی سید محمد جواد صاحب بھیکپوری جناب مولوی سیّد علی رضا صاحب بھیکپوری اور اسیطرح اور حضرات مستفید ہوتے تھے مولوی سیّد اولاد حسین صاحب مرحوم اور مولوی سید اعجاز حسین صاحب مرحوم بھی گوال ٹولی کی سرا مین مقیم تھے اور درس و استفادہ مین فیضیاب ہوتے تھے مولانا مولوی سیّد تفضل حسین صاحب سنبھلی بھی اکثر حاضر خدمت ہوتے تھے مقبرہ کی مسجد پر نماز جمعہ ہوتی تھی' نواب صاحب کے بنگلہ پر اگرچہ رئیسانہ بہراچہ کی تھا مگر مفتی صاحب کے سبب سے انتظام موقوف ہوجاتا تھا اور حاضر خدمت ہونے والے حضرات برابر آتے رہتے تھے" خلاصہ جس قدر علمی کارنامے پیش آتے رہے اگر تفصیلاً بیان ہون تو ایک مستقل دفتر درکار ہے افسوس ہے کہ کسی جگہ وہ حالات قلمبند نہین ہوئے متفرق طور پر کچھ اُمور معلوم ہوئے جو ابواب متفرقہ مین درج ہو گئے ہین۔

۱۲۹۰ھ مین دوبارہ کلکتہ سے طلبی ہوئی جناب مولوی مرزا محمد علیصاحب قبلہ قائم الدین کا مٹیابرج مین انتقال ہوا اور دوسرے عالم کے بلانے کی تجویز ہوئی صاحب عالم جہان قدر بہادر نے متعدد عریضہ تحریر کیئے اور بے حد اصرار کیا ادھر کانپور مین کچھ تغیرات ایسے پیش آئے کہ آپ دل برداشتہ ہوگئے آخرکار دوبارہ سفر کلکتہ منظور فرمالیا۔

ماہ صیام کی پچیسوین تاریخ ۱۲۹۰ھ کو وارد مٹیابرج ہوئے صاحب عالم بہادر بیحد

مسرور ہوے مومنین مین ایک عید گویا عید فطر سے پہلے ہوگئی۔ بادشاہ کو بھی خبر ہوئی تاج العلما افتخار الفضلا خطاب دیا گیا۔ مہر خطابی عطا ہوئی۔ قیام مرزا جہان قدر کی کوٹھی مین ہوا مہتاب الدولہ درخشان نے یہ قطعۂ تاریخ تہنیت ورود مین نظم کرکے پیش کیا۔ ؎

وصف خالق نہ بیان مین کسی عنوان آیا ۔۔۔ دیدۂ مور مین کب ملک سلیمان آیا
کرئی دم دست و زبان سے نہوا شکر کریم ۔۔۔ وہ مگر آٹھ پہر بر سر احسان آیا
کیا ہی فی الحال ہوا ہے کرم رب قدیر ۔۔۔ قلزم رحمت وہاب مین طوفان آیا
ایک یہ غرۂ شوال سے پہلے ہوئی عید ۔۔۔ آیۂ رحمت رب خاصۂ سبحان آیا
بست و پنجم ہے یہ ماہ رمضان کی تاریخ ۔۔۔ صائم الدہر گل گلشن ایمان آیا
حبذا ساعت محمود و زمان مسعود ۔۔۔ وارث علم نبی حجت یزدان آیا
مفتی دین متین سید عباس جلیل ۔۔۔ اسد شیر خدا فارس میدان آیا
آج تاج العلما شاہ نے بخشا ہے خطاب ۔۔۔ بر سر مہر و وفا اختر سلطان آیا
طور سینا ہو تجلی مین نہ کیون ٹیا برج ۔۔۔ جان زہرا شرف موسی عمران آیا
افقہ و مجتہد و ہادی و عابد زاہد ۔۔۔ کیا ہی عالم طرف عالم امکان آیا
شان و شوکت کی صدائین یہ نقیبانہ ہین ۔۔۔ طرفہ انام و نشان شہ مردان آیا
زہد و تقوے کا مقولہ ہے یہی بس گویا ۔۔۔ آج ہم مرتبہ بوذر و سلمان آیا
خاکساری کے ہی پردے مین عیان شان وقار ۔۔۔ ہمنشین فقرا مرجع شاہان آیا
بخت تابندہ ہوئے ہمسے سیہ کارون کے ۔۔۔ سوے ظلمات مگر مہر درخشان آیا
مصحف رخ کی زیارت ہے عبادت حق کی ۔۔۔ قبلہ اہل یقین کعبۂ ایمان آیا
سرمۂ چشم بصیرت ہو نہ کیون خاک قدم ۔۔۔ صاف حق بین و نظر کردہ ایمان آیا

ہو کے ہشیار کرو معرفت حق حاصل — غافلو میکش خمخانۂ عرفان آیا
آرزوے دل بیمار برائی صد شکر — دور اے درد جگر عیسئ دوران آیا
قامت پاک سے کیا طبع روان دے تشبیہ — دو قدم بڑھ کے نہ اک سروِ گلستان آیا
بسکہ وصف گلِ گلزار بنی ہین منظوم — نہین الفاظ برنگ گلُ و ریحان آیا
شمع کہتے ہین کسے پھول کہان ہتے ہین — رونق انجمن و زیبِ گلستان آیا
کم نہین ملک کی تسخیر سے تسخیر قلوب — جس کو ہاتھ آئی یہ خاتم وہ سلیمان آیا
کسطرح مدح و ثنا اُسکی بیان مین آئے — جس کے باعث سے یہ ممتاز فقیہان آیا
زینت صدر جہان قدر بہا در جمجاہ — چرخ سے سوئے زمین نیّر تابان آیا
سیر گلزارِ جہان کی ہے بہت مثل نسیم — بس نظر ایک یہی تو گلِ خندان آیا
شوق دیدار فلک جاہ ہوا جب دلمین — کچھ خیال تعب راہ نہ اُس آن آیا
دیکھکر منزل عالی مین ورودِ اطہر — پیرِ کنعان کہون قرب مہ کنعان آیا
میزبان کے لئے ہین نعمتِ الوان جہان — جس کے لب پر من و سلویٰ ہو وہ مہمان آیا
تین سو کے ہین الی الآن کتابین تصنیف — تاج فرق فصحا غیرت سحبان آیا
مدحتِ آل عبا ورد ہے ہر شام و پگاہ — کاشفی و محتشم و مقبل دوران آیا
اشک غم دیدۂ حق بین سے روان آئی نظر — جس گھڑی تذکرۂ شاہ شہیدان آیا
منجلی سب پہ ہوتا نور ورود انور — لیکے یہ قطعۂ تاریخ درخشان آیا
کم حقیقت ہے بہت گو کہ یہ نظم اضعف — ہدیۂ مور مگر پیش سلیمان آیا
ہے دلارام یہ مصراع سنین سمبت — سروِ گلزار قدس و اعظِ دوران آیا
ہے یہ مصرع بھی در درج سنین سمبت — سچ ہے تاج العلماء اعظم دوران آیا

۱۹۳۸

مصرع سال مسیحی سے ملا لطفِ حیات	دیکھو تاج العلماء نجم درخشان آیا ١٨٨١ء
عیسوی سال ہی اِس مصرع تر سے بھی عیان	ذی شرف طالب رب سیدِ دوران آیا ١٨٨١ء
طبع رنگین سے ہوا وصل سنین فصلی	اکرم و اکمل و علام و سخندان آیا ١٢٨٨
عاطلہ حرفون سے روشن ہین سنین بنگلہ	دُرِ دریائے شرف سرورِ دوران آیا
معجمہ حرفون سے روشن ہین سنین بنگلہ	بلبل باغ یقین ناصر سبحان آیا
دیکھنا شوکتِ مصراعِ سنین ہجری	واہ تاج العلماء افسر شاہان آیا ١٢٩٠
سال ہجری کا نہ پنہان ہو دگر بار ظہور	پسرِ مہدی و ہم رتبۂ قرآن آیا ١٢٩٠

یہ قطعۂ تاریخ بھی اُنھین کا ہی جب سنہ ١٣٠٠ھ مین لکھنؤ آکر مفتی صاحب پھر کلکتہ تشریف لیگئے،

کلکتہ ز مقدمت شد آباد	اے صدر نشین بزم ہستی
تاریخ رقم زدہ درخشان	یکتا و وحید عصر ہستی ١٣٠٠ھ

مفتی صاحب قبلہ کے ورود سے صاحب عالم بہادر کو جو سرور وافر حاصل ہوا بیان نہین ہو سکتا ہر طرح راحت رسانی اور خدمتگذاری مین بدل وجان آمادہ رہتے تھے اور بیحد شکر گذار تھے۔ مومنین برابر فیوض و افادات سے فیضیاب ہوتے تھے بادشاہ کی توجہ خاص طور لبھی بھاگارتی کا کنارہ شاہی پشتہ پر بعد از نماز قبل طلوع آفتاب مفتی صاحب کا کشتی کرنا اور سورہ ہاے قرآنی اور اشعار مناجات پڑھنا عجب سمان ہوتا تھا بیشتر خدمت مین جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب حاضر رہتے تھے۔ اور تحریر مسائل و خطوط مین مددگار تھے اور کچھ درس بھی لیتے تھے۔ سید احسان حسین صاحب (خویش جناب مفتی صاحب) اور مولوی سید حسین صاحب

صاحبزادہ جناب مفتی صاحب حاضر رہتے تھے عجب دلچسپ صحبت تھی مگر اینہمہ سامان دلچسپی لکھنؤ کی مفارقت بہت شاق تھی۔ کلکتہ مین کسیطرح دل نہ لگتا تھا نہ وہان کے حضرات سے خوش رہتے تھے بلکہ وہان کے اوضاع و اطوار سے سخت نالان اور متنفر رہتے تھے آب و ہوا بھی موافق نہوتی تھی۔ علماے کرام کے مرتبہ شناس حضرات وہان مفقود اور زباندرازی اور عیب جوئی اور حسد و عداوت کا بازار گرم چنانچہ اسی پریشانی مین یہ اشعار نظم فرمائے تھے"

[illegible]

بلدٌ عصت اصحابه و تمتعوا ۔ تلهو متی ما اصبحت او ترتع
فالشمس تستحیي و لیست تطلع ۔ الا علیها من سحائب برقع
تبکي علیه عروقه و تفجع ۔ والبرق یضحک منهم اذ یلمع
لا یسمعون حدیث وعظ ینفع ۔ اما الی لهو الحدیث فتسمع
قطعوا الرجاء لکل من یتوقع ۔ واذا اتاهم سارق لا یقطع
بخلوا فما فیهم لعافٍ مطمع ۔ والله یعطي من یشاء و یمنع

کلکتہ کی شکایت مین عربی اور فارسی اشعار بکثرت نظم فرمائے ہین اور اس قدر مذمت کی ہے کہ اگر یکجا جمع کیے جائین تو ایک کتاب ہو جائے چند اشعار اور بھی نقل کیے جاتے ہین

قصیدہ

کلکتہ فریبندہ دنیا طلبان است ۔ سودیکہ ز سوداش نبایند زیان است
ہر برگ گلی در چمنش نشتر خاریست ۔ ہر زمزمہ مرغ سحر شور و فغان است
کو طاقت پرواز کہ عنقاست درین شہر ۔ کوکو زنی فاختہ بے سرو ازان است
قوبا و زحیر و جرب و حکہ و اسہال ۔ در نسخہ این خمسہ چہ پیر و چہ جوان است

محفوظ اگر ماند کسی زین همه تحمید — از دو اهمه و خوف اسیر خفقان است

شغلی به زنا هست پیالی سفها را — با آنکه در اعصاب نه تاب و نه توان است

در آتش عشق و غم این گلشن فانی — نه دهشت نیران و نه شوق جنان است

هر سفله و نادیده و بیدین و شقی را — شام و سحر الوان نعم بر سر خوان است

اشراف ندارند امید طرب عید — هر ماه برین طائفه ماه رمضان است

ابر سیه و برق که همواره درینجاست — زان گریه و زین خنده بران بیخبران است

دین باخته در بازی اسپند بغفلت — این ابلق ایام که گرم جولان است

هر ماه نو اینجا بکشد تیغ هلالی — هر روزه ز خورشید خلشهای سنان است

از غم شده چون پیر جوان نیز خمیده — قد یکه بود راست ترا ز تیر کمان است

خاصیت این آب و هوا ضعف و کسل نیست — ترسان بود از زلزله گر شیر ژیان است

آوازهٔ علم و هنر و فضل در این جا — آهنگ حجاز یست که در بزم گران است

از گردش افلاک درین پیچ و برین خاک — حال دل غمناک چه گویم که چسان است

این گوهر شهوار درخشنده که علم است — در سینهٔ بی کینه چو گنجینه نهان است

جنسی است گرانمایه ولی قدر ندارد — بر طبع من ارزانی آن سخت گران است

بی غصه درین شهر بقا نیست بعالم — خون جگر از بهر من آب حیوان است

گیرم که ز ترک وطن و رغبت غربت — افزایش مالست ولی کاهش جان است

آرام و سکون در وطن و منزل مقصود — از چرخ چه خواهم که خودش در دوران است

یاد آور سیل اجل و کشتی عمر است — هر وقت جهازی که درین بحر روان است

فنی که بود عالم آن جاهل این شهر — عباس ندانست اگرچه سهمان است

با این همه هر جا که بساطی ز نشاطی ست	گسترده و پابوس سلیمان زمان است
شهزادهٔ آفاق جهان قدر بهادر	کان نیّر برج شرف و عزت و شان است
شکر است کزین نیّر و آن اختر تابان	مهر سیت برین ذره که چون مهر عیان است

ایک مقام پر یہ عبارت تحریر کی ہے فی کلکتہ و اصحابہا و کثرۃ امطارہا و سحابہا فان السماء فیہا مغیمۃ غالباً و سحابہا یکون خلبالا ہا ھضاء ان زرت موسمہم راجیاً رجعت خائباً و ان حضرتہم ما دحاً غاب غائباً واللہ علی ھدایتھم قدیر فان العسیر علیہ یسیر

۱۲۹۹ھ میں رفعت اللہ مرحوم نے انتقال کیا مفتی صاحب کے ساتھ انھیں سچا خلوص تھا اور نہایت عقیدت سے حاضر خدمت ہوا کرتے تھے خود بھی بالیاقت تھے جناب نے انکے انتقال کی تاریخ نظم فرمائی ہے

رفعت امیر اعظم	منشی حضرت سلطان امم
صاحب علم و ہنر تجربہ کار	سر و سرکردہ ارباب قلم
مبتلا شد بہ تپ صفراوی	رخت بربست سوئے ملک عدم
بود مارا ز محبان قدیم	دل درین حادثہ پر شد ز الم
سال تاریخ وفاتش فی الفوم	داخل الخلد قلم کردہ رقم ۱۲۹۹

ایک عبارت میں اہل مٹیا برج کی پریشانی کی تصویر کھینچکر دکھائی ہی جو بادشاہ کی وفات کے بعد نظر آئی تھی۔

"وابستگان ذکر الٰہی و پابستگان مہر شاہی و دلخستگان زہر بد خواہی و کشتی شکستگان بحر تباہی پژمردہ و افسردہ دندان بجگر فشردہ نومید از حصول مطلب کا ربا استخوان و جان برلب دستہ دستہ در بر روی خلق بستہ در کنج خانہا نشستہ اند"

اُسی زمانہ مین صاحب عالم بہادر نے شرف تلمذ حاصل کیا اور ادب وغیرہ پڑھنا شروع کیا
عربی عبارت لکھکر اصلاح بھی لیتے تھے جناب کی فیض توجہ سے اتنا ہوگیا کہ کتاب نحومیر کی تعریب کی
اور صاف وواضح عربی عبارت مین ترجمہ کرکے اصلاح لی۔ یہ کتاب مفتی صاحب قبلہ کی وفات
کے بعد چھپکر شائع بھی ہوئی علمائے فریقین کی اُسپر تقریظین ہین مثل جناب مولانا السید ابو الحسن
صاحب عرف بچھن صاحب طاب ثراہ جناب میر آغا صاحب جناب تاج العلما جناب سید ابو صاحب
جناب خواجہ عزیز الدین صاحب جناب مولوی محمد اکرم صاحب جناب مولوی عبد المجید صاحب وغیرہ
کبھی کبھی بادشاہ جمجاہ سے بھی ملاقات ہوتی تھی بادشاہ نہایت احترام کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد
بادشاہ کیطرف سے ایک مستقل محلسرا مرحمت ہوئی جناب نے اپنے متعلقین کو بھی طلب فرمالیا اور محلسرا مین مستقل
قیام کیا۔ یہ محلسرا آہنی پھاٹک کیطرف واقع تھی۔ بالفعل وہ سب مکانات کھُدگئے ہیئت بالکل بدلگئی
جناب کے بیت الشرف پر مومنین کا ہجوم رہتا تھا ایک طرف مساکین وارباب حاجت اور ایک طرف
مخلصین واصحاب ارادت کلکتہ کے اہل عجم نہایت خلوص عقیدت سے حاضر ہوتے تھے شاہزادہ فرخ شاہ
ٹالی گنج سے اور متولی صاحب ہوگلی سے اور دیگر معززین مختلف مقامات سے برابر آتے تھے مثل آغا ابو
احمد علیخان وغیرہ کے جناب نے اپنے صاحبزادے مولوی سید حسین صاحب کی بادشاہ کیخدمت
مین سفارش کی اور ایک قصیدہ نظم فرماکر اُنکی طرف سے بادشاہ کیخدمت مین بھیجدیا اسکے عوض مین دربار
شاہی سے مناسب شہریہ مقرر ہوگیا کبھی کبھی کلکتہ بھی تشریف لیجاتے تھے اور آغا حاج سید صادق شوستری وغیرہ
تجار سے ملاقات کرتے تھے اُسی زمانہ مین ایک مشہور تاجر عجمی جناب کے مہمان ہوئے اور اپنے مصائب وآلام بیان کیے
معلوم ہوا کہ وہ چھ ہزار تومان کے مقروض ہوگئے ہین اور ادائے قرض کی فکر مین آئے ہین مفتی صاحب نے اُنکی خاطر سے چند شعر نظم
فرمائے اور تجار عجم کے پاس خود سوار ہوکے تشریف لیگئے اور اپنے مہمان کیلئے سائل ہوئے ایک مناسب مقدار حاصل کرکے
آغائے مذکور کو دی اُنھون نے دیکھتے ہی اسقدر رونا شروع کیا کہ سب آدمی پریشان ہوگئے جب حقیقت دریافت کیا

کوئی جو اپنڈ یا بربرتے جاتے تھے - آخر کار یہ معلوم ہوا کہ وہ اس امید پر آئے تھے کہ مفتی صاحب قبلہ چھ ہزار تومان جو قریب بچیس ہزار روپیہ کے ہوتے ہین - واجد علی شاہ سے دلوا کر انکی حالت درست کرا دینگے - یہ رقم دیکھکر اُنکا دل اُلٹ گیا - بہرحال یہ دوسری بات تھی مگر جناب مفتی صاحب نے اُنکی خاطر سے یہ اشعار نظم کئے اور لوگون سے اُنکے لیے سائل ہوئے اور ہر طرح اُنکی تسکین اور دلداری مین اہتمام کرتے رہے ؎

میہمانے دارم از اہل عجم	مبتلاے فقر و قرض و رنج و غم
فکر یم در غربت و در کربتش	دست من خالی و دل پر از الم
دست حاجت پیش تو کردم دراز	ہان مکن کوتاہی از جود و کرم
ہمتت بادا بلند و خصم پست	مال تو بسیار و افکار تو کم

ایضاً

اے داد از وہر کس درمے	برمے آرد آہے سردے
ہان با قفترا امکن کرمے	دامے کلمے قلمے قدمے

اُسی زمانہ مین مولوی غضنفر علی صاحب جے پوری بھی مع اپنے لڑکون کے جناب کے ہان مقیم رہے جناب نے اُنھین مختصر اجازہ پیشنمازی بھی دیا تھا ؛

اتفاقاً جب کلکتہ مین آب و ہوا زیادہ ناموافق ہوتی تھی اور مزاج مین بے لطفی پیدا ہو جاتی تھی تو اجازت لیکر کچھ عرصہ کیلیے لکھنؤ تشریف لے آتے تھے جب وہان سے طلب ہوتی تھی یا مزاج بحال ہو جاتا تھا تو تشریف لیجاتے تھے - آمد رفت مین اکثر پٹنہ مین جناب سید محمد صاحب معروف بمولوی وزیر صاحب (اپنے فرزند اکبر) کے پاس قیام فرماتے تھے جو نواب امام باندی بیگم صاحبہ کے یہان امام مسجد تھے اور محلہ گلزار باغ

مین مقیم تھے اہل پٹنہ کو وہ چندیوم نعمت غیر مترقبہ ہوجاتے تھے مومنین کا ہجوم رہتا تھا۔
عجیب لطف کی صحبتین ہوتی تھین۔ نواب سید لطف علیخان صاحب اور نواب
ولایت علیخان صاحب اور دیگر اُمرائے پٹنہ حاضر رہتے تھے۔ ہر صحبت ایک خاص
مجلس ہدایت ہوتی تھی نواب سید عباس صاحب عرف نواب ابو صاحب کو جناب
کی خدمت مین عجیب خلوص حاصل تھا اور جناب بھی اُن سے محبت فرماتے تھے

پٹنہ مین ایک مدرسہ کا معائنہ | قریب گلزار باغ ایک انگریزی مدرسہ تھا بعض اہل اسلام نے
اسمین ایک درجہ کا اضافہ کیا تھا جسمین قرآن صحت الفاظ او رتفہیم معانی کے ساتھ
پڑھایا جاتا تھا اور صرفی و نحوی قواعد بھی متعلق آیات بتائے جاتے تھے اس درجہ کی
تعلیم مولوی سید زین العابدین صاحب کے متعلق تھی جو جناب کے پوتے اور جناب
وزیر صاحب کے فرزند اور علم و فضل مین ہر طرح لائق تھے جس زمانہ مین جناب مفتی
صاحب پٹنہ مین وارد ہوئے بکمال التجا جناب سے استدعا کیگئی کہ مدرسۂ مذکورہ کا معائنہ
فرمائیے۔ بلحاظ اصرار مذکور اور بپاس خاطر مولوی سید زین العابدین صاحب وعدہ
فرمالیا اور وقت موعود پر تشریف لیگئے۔ نہایت احترام سے مدرسہ مین استقبال ہوا
معائنہ فرمایا کچھ امتحان لیا اور تشریف لے آئے اسکے بعد خواہش کیگئی کہ اپنا معائنہ
تحریر فرمادیجیے جناب نے یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ سبحانہ فی کتابہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم
حم تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت ایاتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون فی قولہ سبحانہ
قرانا عربیا لقوم یعلمون اشارہ الی مقصدین ادائهما لازم کاداء الدین
احدهما ان القرآن فی لسان عربی مبین وعلیہ بناء الشرع المتین فلامحیص

للعجم من المعرفة بلسان العرب العرباء والاخذ من السنة الادباء حتى يعرفوا
نكات هذا الكتاب العتيق فان ظاهره انيق وباطنه عميق وسره دقيق وهكذا الحديث
فان بناءه على العرف القديم لا الحديث وثانيهما ان التنزيل لقوم يعلمون فلا بد
للناس من ابتغاء العلم والكمال والاجمال فى طلب المال فان الانسان لا فارق
بينه وبين الحيوان الا بانه ناطق وبما فى الضمير ناطق فشد والطلبه المناطق
يا عباد الله مخلصين واطلبوا العلم ولو بالصين واستشعروه فنعم الشعار
والجهل عليكم عار ولا خير فيمن تحلى بلباس النضار وهو عن لباس العلم عار
طوبى للذين سلكوا هذا المنهج وخاضوا الاستحصاله فى اللجج وبذلوا فى تحصيله المهج
اما الان فقد نضب ماءه وذهب رواءه سه

اهل الكمال قد كسدت سوق علمهم	اهل العهد لهم غير رائج
عهد به مقدمة العلم والتقى	تلقى الى الشريف اخس النتائج
لم يبق من معارف الا اهتمامهم	ان يعرفوا لسان نصارى بكالج
لا ضير فى اللسان ولكن اخذه	مستتبع لترك اغر المناهج
قد ادرجت عقائدهم فى لسانهم	لا طهر فى الشراب بماء ممازج
حاكت يراعتى حلا عبقرية	لم يجر مثل ذلك منوال ناسج

لكن احمد اليكم على ان وفقكم بتجديد المبانى المندرسة واقامة بناء
المدرسة لتصير ابنية الاسلام موسسة وقد سرنى ما قصد تم فى
هذه الدلجة من حسن التربية والتعليم ولطف التلقين والتفهيم
وفق الله بانية لترويج الدين واكرام العلماء البارعين وعليه ان يزيد

ویہتم فی العلوم العربیۃ والفنون الادبیۃ وما یتعلق بالحدیث والکتاب
فان ذلک انفع للطلاب وارجح فی یوم الحساب ہ

جناب کے تلامذۂ مخصوصین مین سے جناب مولوی سید اصغر حسین صاحب پاروی نواب لطف علیخان صاحب کے یہان پیش نماز تھے اور جناب مولوی سید مہدی شاہ صاحب کشمیری نواب ولایت علیخان صاحب کے یہان بعہدۂ پیشنمازی معین تھے اور اہل پٹنہ مین بکثرت ایسے سخن فہم حضرات تھے جو جناب مفتی صاحب کے کلام بلاغت انضمام سے عشق رکھتے تھے اور اُنکی خدمت مین حاضری اور اُنکے فیوض سے استفادہ کو اپنا فخر جانتے تھے

بادشاہ کے یہان سے سات بٹوے چاندانیان بتقریب محرم مساکین کی تقسیم کے لیئے آئے جناب نے تقسیم فرمائے اور یہ اشعار بھی نظم فرمائے۔

سلطان چو فرستاد بمن ہفت خریطہ	خوشرنگ تراز قاقم و زربفت خریطہ
زیبندہ و درخشندہ و مرغوب تمامی	پاکیزہ و زرتار و خوش اسلوب تمامی
از قفل و از ہیل نبود است دران ہیچ	جز قہوہ نبودہ است دران ہمیان ہیچ
گفتم بکنش دور کہ جز یاد نماند	زین طرح کہ انداختہ بنیاد نماند
باید کہ پر از ہیل چو دردانہ بماند	تا یاد دہ کیسۂ شاہانہ بماند
دادیم بسادات کہ شد شاد دل شان	شد تازہ و تر جان و دل مضمحل شان

شاگردون مین ایک شخص بعض ارا کین دولت کے کسی لڑکے کو تعلیم دیتے تھے اتفاقاً عید فطر کا زمانہ آیا حاضر خدمت ہو کر ایک عیدی کی التجا کی آپ نے عیدی نظم فرما کر اونھین دیدی اُنھون نے حسب قاعدہ لکھکر اُس لڑکے کو دیدی۔ اتفاقاً وہ لڑکا کاغذ لیئے ہوئے بادشاہ کے پاس پہونچگیا بادشاہ نے ملاحظہ فرمانے کے بعد دریافت کیا کہ یہ عیدی کس کی ہے

اُسنے عرض کیا کہ میرے اُستاد کی ہے بادشاہ نے اُنھین طلب فرمایا اُنکو پہونچنے مین کچھ تاخیر ہوئی اِدھر جوش عطا بھی کچھ کم ہوگیا با اینہمہ ایک ہزار روپیہ کا حکم دیدیا۔ اُس لڑکے کے والد نے صرف پچیس روپیہ معلم کو دیئے اور باقی خود لے لئے معلم بیچارے اپنے افلاس کے سبب سے اسیکو غنیمت سمجھے اور جناب کیخدمت مین حاضر ہوئے کہ یہ سب جناب کے برکات ہین۔

وہ قطعہ عیدی یہ ہے ؎

عید است و پیش از صبحدم باد ہمایون دم رسید	از مقدمش بر خاطر افکار مامرہم رسید
گشتہ چمن شاداب و تر ہر غنچہ دارد مشت زر	گویا کہ بر گلشن نظر از قبلہ عالم رسید

سنہ ۱۳۰۰ھ مین سلطان عالم کی ایک شاہزادی کا عقد ہوا اور بڑے دھوم سے شادی ہوئی جناب مفتی صاحب وہین موجود تھے۔ شاہزادی کا نام گوہر آرا نیکبخت بیگم تھا قطعہ تاریخ نظم فرماکر بادشاہ کے پاس بھیجدیا جسکا لطف خارج از بیان ہے۔

نظر باوزن کن فاعلن فاعلن	حرف زن بے سخن خامشی تابکے
برد رنگ چمن از گل و نسترن	ساقیا دہ بمن لعل گون جام مے
بلبلان در چمن ہمچو گل خندہ زن	جوش زد بہمن و گشت طے فرش دے
قرص مہ گشت دف زد بر آن زہرہ کف	خاست از ہر طرف نغمہ جنگ و نے
شد بزم زنان نوعروس این زمان	دختر اختر آن شاہ فرخندہ پے
خسرو نیک خو مہربان ماہ رو	جام جم پیش او کاسہ پیش نے
سال تاریخ ہم خامہ ام زد رقم	عقد بنت ملک شد مبارک بوے

ولیکن این وزن کہ غیر مانوس است اگر ناپسند باشد عوضش ہمین مادہ را باین طور اختصار میتوان کرد۔

شبے کہ بستہ شدہ عقد دختر سلطان		ز ماہ و انجم و افلاک نقل و صحنک شد
بہ نظم سال چو خواہند گوہر آرائے		بگو بہ بنت ملک عقد وے مبارک شد
		۱۳۰۰ھ

ایک مرتبہ محلسرائے شاہی کی مرمت ہو رہی تھی جناب انیس الدولہ کے مکان مین مع عیال تشریف فرما ہوئے وہ مکان بہت پست تھا۔ درچھوٹے چھوٹے صحن تنگ اُٹھنے بیٹھنے مین اکثر سر مین چوٹ لگتی تھی فرمانے لگے کہ سر جھکا کے چلنا اچھی بات ہی یہ مکان تو تواضع کی تعلیم دیتا ہے۔

سنہ ۱۳۰۱ھ مین ایک خط کربلائے معلّٰی سے سید باقر بن المرحوم العلامہ السید محمد مہدی موسوی طباطبائی قزوینی کا آیا جسمین کمال اشتیاق کتاب مستطاب واضح القرآن کا تحریر تھا جسکی نقل حسب ذیل ہے۔

خدمت ذی رفعت جناب مستطاب فخر العلماء العالمین وعمدۃ الفقہاء الراشدین رئیس الملۃ والدین وکنز الفقراء والمساکین حامی الاسلام والمسلمین وسید الملۃ والدین و مروّج مذہب جدہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین التقی النقی الزکی الالمعی جناب مولوی مفتی میر عبّاس ادام اللہ ظلہ العالی علی مفارق جمیع النّاس وبعد عرض اصلی صحت و استقامت مزاج مبارک آن مقتدی الانام میباشد وتلو آن عرض میشود کہ اگر از راہ لطف و مرحمت و مخلص نوازی جویان حال و متفقد احوال این داعی واقعی خود باشند۔ الحمد للہ تا حال تحریر کہ سادس شہر ذو القعدہ میباشد در کربلا یعنی در جوار خامس آل عبا و برادرش حضرت ابی الفضل العباس بدعاگوئی و نائب الزیارت ان مقتدی الانام مشغول بودہ و میباشم اگرچہ بحسب ظاہر مشرفیات حضور مبارک نشدم والی الان از جانب سرکار التفاقی باین داعی نشدہ لکن چون این داعی کہ مشہور بحاجی آقا میرزا و مسمّی بحاجی سید محمد باقر میباشم

کہ عمویم کہ برادر مرحوم والدم باشد حجۃ الاسلام آقا سید ابراہیم قزوینی صاحب ضوابط الاصول
ونتائج الاُصول و دلائل الفقہ و خالویم مرحوم حجۃ الاسلام الحاج میرزا علی نقی طباطبائیؒ
اعلی اللہ مقامہ و خالوی دیگرم حجۃ الاسلام خالی الحاج میرزا ابوالقاسم طباطبائیؒ دام
ظلہ العالی از جملہ مشتغلین موصلین میباشم و در حوضہ سرکار فخر المحققین و عمدۃ المتکلمین المحقق
بلا ثانی شیخنا الاستاذ فاضل اردکانی ادام اللہ ایام افادتہ نیز بعض اوقات حاضر میشوم
در حوضہ ایشان بودم و مباحثہ در فہم آیہ از آیات قرآنیہ مینمودم ناگاہ جناب فاضل ابراز
کتابی نمودند کہ الی الان کتابی بخوبی و خوش نظمی و خوش بیانی آن کافی و شافی بودن آن
ندیدہ بودم نہ من بلکہ سائرین جمیع تصدیق بران داشتند بسیار بسیار عاشق آن کتاب
شدم و از سرکار فاضل جویا شدم کہ این کتاب را از کوجا تحصیل فرمودہ اید متوقع آنکہ دلالتم
بر نسخہ دیگری نمایند چون داعی نیز از اہل منبر میباشم و معلوم است کہ این کتاب سرکار مطلوب
مرغوب ہر عالم و محدث میباشد بلکہ الی الآن کتابی بجامعیت ان الی الآن نوشتہ نشدم
و بخیال کسی نیامدہ کہ باین نظم و ترتیب کتاب بنویسد الحاصل داعی مقصودم از مزاحم
شدن و تصدیع دادن آنکہ بسیار بسیار باین کتاب عاشق شدم و ہر چہ تفحص نمودم
کہ نسخہ دیگری از و پیدا کنم انچہ تجسس نمودم و تفحص کردم ندیدم تا آنکہ باشارہ بعض از
اعلام و اساتید ذوی الاحترام مبادرت بنوشتن این عریضہ شدم در جا از الطاف
سرکار آنکہ نسخہ ازین کتاب را یعنی کتاب روائح القرآن برای داعی ارسال فرمایند
کہ سبب انتفاع داعی و جمع کثیرے میباشد و یقین است کہ عمدہ زحمت سرکار در جمع
این کتاب و تالیف آن انتفاع مردم است بآن اگرچہ کتب تفسیر درین ولایت بسیار
میباشد خواصہ در نزد این داعی از کتب تفسیر چند کتاب میباشد لکن ہر چہ تامل کردم

وعوض نمودم بخوبی ولطافت وجامعیت این کتاب ندیدم بارے متوقع آنکہ رجائے داعی قبول فرمایند ومثل ہمین کتاب کہ برائے فاضل اردکانی التفات نمودہ اید یک جلد نیز برائے داعی التفات فرمایند ویقین است کہ علاوہ بر انتفاع داعی وجمعی ازان باعث اجر از اجداد طاہرین نیز خواہد بود زیادہ جسارت ست ادام اللہ ایام افاداتکم علی رؤس الانام المخلص الداعی لکم الحاج سید محمد باقر بن المرحوم العلامہ السید محمد مہدی الموسوی الطباطبائی القزوینی عفی عنہما۔ فقط

غالباً جناب نے اس اشتیاق شدید کو ملاحظہ فرما کر کتاب روائح القرآن ضرور روانہ فرمادی ہوگی اگرچہ اس خط کے ساتھ روانگی کتاب کا ذکر لکھا ہوا نہین ملا۔

۱۳۰۳ھ مین جناب مولانا مولوی سید حیدر علی صاحب قبلہ مرحوم ومغفور کی خبر رحلت جناب کو معلوم ہوئی چونکہ ارشد تلامذہ اور علوم عقلیہ اور علوم ادبیہ مین دستگاہ کامل رکھتے تھے جناب کو بہت صدمہ ہوا اور یہ خط جناب مولوی حکیم سید باقر علی صاحب کو تعزیت مین لکھا جو کہ مولوی صاحب مرحوم کے بھائی ہین۔

الحبیب النبیب الطبیب الاریب للوذعی الالمعی الفطن الرکن اللقن صانک اللہ بجمیع المحن ان یوم اخیک یوم یتلو یوم عاشوراء وان ہذہ الرزیۃ داہیۃ فقماء احسن اللہ لک فیہ العزاء وجزاک احسن الجزاء فاصبر صبراً جمیلاً ورتل القرآن ترتیلاً وبشر الصابرین الآیۃ ارخت جسما امرتنی فی غایۃ الاستعجال وتوزع البال وانا من الضعف والاضمحلال وکثرۃ الاشغال بمثابۃ لا اکاد امیز بین الیمین والشمال والحمد للہ علی کل حال۔

ہذہ ایام غم ناصب	قام للسادات فیہا ماتم
جدلوا فیہا ابن بنت المصطفیٰ	وہو عطشان شجٍ لا یرحم
زاد نا غم الی غم لنا	قد دہینا الذین فیہا یثلم

مات یوما ثامنا یوم الثلثا لعاشورا جرعیلم

عابد ذو قوة علمیة — زاهد فرد وحید معظم

جده مولی الموالی حیدر — من علی مثانه مستعظم

کنت ارجوان یبقی سالما — لا اقتدار انه لا یسلم

کان من انفع تلامیذی فلا — غرو انی من حیاتی اسئم

قلت یا عباس تاریخا له — اه واحزناه رزء اعظم

اسی زمانہ مین ایک مسئلہ متعلق بحلق لحیہ مرشدآباد سے آیا تھا بغرض استفادہ ناظرین سوال مع جواب نقل کیا جاتا ہی جناب مفتی صاحب قبلہ چہ میفرمایند درین مسئلہ۔ کہ لحیہ گذاشتن سنت موکدہ است یا واجب اگر واجب نیست وسنت موکدہ است پس از حلق لحے انسان مغضوب وگنہگار خواہد شد یانہ۔ بینوا وتوجروا۔

آسمانقدر اسد علی مرزا المعروف بصوبہ صاحب ساکن مرشدآباد قلعہ نظامت۔ ۲ صفر ۱۳۰۴ھ

الجواب اعفاء وتوفیر لحیہ سنت موکدہ وسیرت علماء وفقہاء وصلحاء است واز جملہ تاکید است اینکہ دران مخالفت مشرکین ہم ہست وآن لازم است کما ہو ظاہر لا امر الوارد فیما روی عن النبی فی خصوص اللحیۃ خالفوا المشرکین ووفروا اللحی وحلق لحیہ از جملہ معاصی منصوص علیہا است چنانچہ فاضل قاسانی در مفاتیح نوشتہ کہ منہا ای من المعاصی المنصوصۃ لما ذکر او حلق اللحیۃ لانہ خلاف السنۃ التی ہی اعفاؤہا ولمسخ طائفۃ بسببہ وازینجا واضح میشود کہ انسان از حلق لحیہ مغضوب علیہ وگنہگار میشود وترک سنت عمر است

سلہ بعض اشخاص ہمزہ را مطلقا در تاریخ نمی شمارند ودلیل قطعی ندارند اگر بنا برین قول ہم دریجا گذاشتہ شود چونکہ از سال حال ہمیدہ رزد بیش گذشتہ بود ایرادی پیش نمی رود۔

از اینکه در ضمن حرام باشد یا در ضمن مکروه وغیره ولا دلالة علی الخاص فی العام علی ان ترک التوتیر لا ینحصر فی الحلق والملخص انه لا تضاد فی الحقیقة بین التوتیر والحلق ولا بین السنة والمکروه لارتفاع الاولین فی التقصیر والاخیرین فی الحرام والله العالم بالاحکام

بادشاہ جمجاہ کے اختصاصات اس مقام پر اسلیئے نہین لکھے گئے کہ اسکے واسطے ایک خاص باب جدا لکھا گیا ہے اُسکے ملاحظہ سے ناظرین مفصل طور پر مطلع ہو سکتے ہین۔

آقا شیخ محمد آل کاشف الغطا کی ملاقات اور جناب نواب لائق علیخان صاحب سالار جنگ کی تشریف آوری کا حال ابواب کتاب مین مختلف عنوانات مین لکھا گیا ہے وہین ملاحظہ کیا جاوے۔

ایک مرتبہ صاحب عالم بہادر بعید اصرار سے سکرٹری ویسرائے بہادر سے ملاقات کرانے لیگئے منظور فرمایا بعد مراجعت صاحب عالم کی خاطر سے یہ اشعار نظم فرمائے

صاحب عالم وشہزادہ دارا دربان — برد ہمپائے خودم پیش امیر الامرا
دیدم آن منزل عالم عظیم الشانی — کہ ثنائش گذر اندز شعرے شعرا
آن سکتر کہ بود رکن رکین دولت — بر سرِ کرسی اعزاز نشانید مرا
پرسش حال من از لطف وکرم فرمودہ — کو زبانے وبیانے کہ شوم مدح سرا
کشت امید ہر آنکس کہ بود خشک نہ سبز — فیضہ اصبح یسقیہ واجری نہرا

ایک مرتبہ صاحبعالم بہادر جناب کو اپنے ہمراہ لفٹنٹ گورنر بنگال یعنی سر اسٹورد بیلی صاحب کی ملاقات کے لئے لیگئے لارڈ صاحب اسطرح ملے کہ قبلہ وکعبہ وہان سے مسرور وخوشنود واپس آئے اور چند شعر اسکے متعلق بھی نظم فرمائے ؎

شکر بست کز فصاحت فیضے رسید مارا — ویل لحاسد ینا فلیھلکوا دمارا

دعوائے صادق من بر عالمی است روشن
کردیم ما ارادہ ہمپائے شاہزادہ
فرماندہ زمانہ دردا و رے یگانہ
از پیشتر نکردم او را خبر ز مقدم
آمد گرفت دستم بر کرسی نشستم
آید بزیر فرمان یک عالمے ز انسان

باشد اگر گوارا حاضر کنم گوارا
جائیکہ جاندادہ گردون امیرہا را
سر استورڈ بیلی لفٹنٹ ملک آرا
آگہ چو شد ہماندم دادہ بمن صلا را
گرچہ ز خاک پستم بالا شدم ز دارا
از حسن خلق سلطان و زرافت و مدارا

ملکۂ معظمہ وکٹوریہ انجہانی کی پنجاہ سالہ جوبلی کے موقع پر جو خطابات گورنمنٹ نے عطا فرمائے تھے اُنھین جناب مفتی صاحب کو بھی شمس العلماء کا خطاب ملا تھا اور سب ناموں مین مقدم اُنھین کا نام تھا خطاب یافتہ حضرات نے بہت کچھ فخر کیا کہ اُنھین یہ دن نصیب ہوا لیکن مفتی صاحب کے لیئے ایک جانکاہ مصیبت پیش آگئی کسی عقیدتکیش شخص نے ازراہ اخلاص تہنیت لکھ بھیجی جناب کو سخت ملال ہوا اور بہت رنجیدہ و ملول ہوئے اور فارسی۔ عربی۔ اُردو تینون زبانون مین یہ مصیبت نظم فرمائی۔ چنانچہ باب سیرت مین اسکا مفصل ذکر درج ہوا ہے۔

قیام مٹیابرج کے زمانہ مین جناب کا مشغلہ علاوہ تدریس و عبادت و مناجات کے تصنیف و تالیف تھا شریعت غرا تصنیف ہوتی تھی نواب لطف علیخان صاحب نے اپنی قدردانی کی تھی کہ انتظام تالیف و طبع کے بار کے متکفل ہو گئے تھے۔ جواب مسائل لکھوانا رسائل پر اصلاح دینا۔ یہ سب امور جناب کے برکات انفاس کے نتائج تھے۔ نماز جمعہ کے لیئے امام باڑہ سبطین آباد مین تشریف لے جاتے تھے آخر مین وعظ و نماز جمعہ کے لیئے ضعف و کبر سن کے سبب سے جانا شاق ہو گیا تھا اسلیئے جناب مولانا سید

نجم الحسن صاحب کو مامور کردیا تھا۔ ٹالی گنج سے بھی بعض حضرات آکر شریک ہوا کرتے
تھے جنمین مولوی سید محمد حیدر صاحب ولد مولوی سید ہنر یر علی صاحب مرحوم بھی
شریک تھے بلکہ سب سے زیادہ ملتزم تھے۔
سنہ ۱۳۰۴ھ کے آخر مین بادشاہ سخت علیل ہوگئے۔ باوجود علاج ومعالجہ مرض بدستور رہا
حسب تجویز منصرم الدولہ وغیرہ حکیم محمد عبد العلی صاحب لکھنؤ سے طلب کیئے گئے اسکے بعد
جناب حکیم شیخ علی محمد صاحب بھی لکھنؤ سے بلائے گئے۔ بادشاہ عالیجاہ نے حکیم شیخ علی محمد صاحب
سے ارشاد کیا کہ آپ داخلی علاج کرین اور آپ (حکیم محمد عبد العلی صاحب کیطرف اشارہ
کرکے) خارجی علاج کرین۔ مگر کوئی نفع علاج سے ظاہر نہوا یہانتک کہ ۳۔ محرم سنہ ۱۳۰۵ھ کو
انتقال کیا ایک سال تک کلکتہ مین پھر قیام رہا۔ تا اینکہ جو شہریہ بادشاہ کے یہان سے
معین تھا وہ بطور پنشن جاری ہوگیا گورنمنٹ انگلشیہ نے منظور فرمالیا۔ ماہ محرم سنہ ۱۳۰۶ھ
مین لکھنؤ تشریف لے آئے جبتک مٹیا برج مین تشریف فرما رہے صاحبعالم مرزا ہما قدر
ہر طرح حق عقیدت مندی واخلاص وارادت ادا کرتے رہے۔ اسمین شک نہین کہ
صاحب عالم ممدوح نے کوئی دقیقہ تعظیم واحترام مین اُٹھا نہین رکھا۔ کئی مرتبہ ایسا
اتفاق ہوا کہ لوگون نے جناب کو گواہی کی زحمت دی اور بسبب ضعف وپیری کے
نہایت تکلیف ہوئی صاحب عالم نے کوشش کرکے جناب کو حاضری عدالت سے
مستثنے کرادیا۔ اعلیٰ حکام سے ملاقات کرائی۔ اگرچہ جناب مفتی صاحب کارہ تھے مگر وہ
اپنے حسن عقیدت سے کسی نہ کسی طرح دو ایک مقام پر لیگئے جسطرح بیان ہوچکا غرض
کہ کلکتہ سے روانہ ہوکر جناب مفتی صاحب قبلہ جب لکھنؤ پہونچے تو طبیعت نادرست
تھی ہرچند علاج ہوا لیکن بیماری کو طول ہوتا گیا۔ ۱۷۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۶ھ کو جناب نے

اسپنے مکان مین محفل میلاد مقرر کی اور اپنا نظم کیا ہوا قصیدہ محمدیہ بشرح مضامین خود
پڑھا اور غزل نعتیہ فارسی پڑھی جسکے بعض اشعار یہ ہین ؎

اے سر آستان تو عرش عظیم را — وز پائے تو سراغ رہ مستقیم را
خرق فلک کہ در شب معراج کردہ — درہم شکست سفسطہ ہائے حکیم را
تقسیم مے کنند ز مہر وز قہر تو — روز امید و بیم نعیم و جحیم را
در پہلوئے شفاعت تو روز باز پرس — بر طاعت است ناز گناہ عظیم را
در شرح وصف قامت و زلف و دہان تو — آورد جبرئیل الف لام میم را

یہ بیان جناب کا آخری بیان تھا۔ پھر نوبت نہ آئی اور آخر کار ۲۵۔ رجب ۱۳۰۹ھ
کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

باب

جامعیّتِ علوم

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جامعیت ہی تو ایک مختصر لفظ مگر اسمین بیشمار دریائے ناپیداکنار مخفی ہین جو جواہرات
و درہائے شاہوار سے چھلک رہے ہین کم ہین وہ سینے جنمین ایسے دریا موجزن ہون ایسے افراد
تو بہت پیش نظر ہین جو کسی ایک علم مین علم شہرت بلند کرین اور باتفاق جمہور مسلم الثبوت
ہون مگر ایسی مثالین جو مجسمہ کمالات ہون شبستان کمال مین اگر چراغ لیکر ڈھونڈھو گے تو
دقت سے دستیاب ہون گے آؤ ہم تمھین علامۂ شوستری کی تصویر دکھائین جسکی رگونین

خون کی جگہ علوم و فنون کی نہرین جاری ہین سینہ جواہر گوناگون کا معدن دماغ گنجینہ اسرار الٰہی دل تجلی زار معرفت ہے۔

مفتی صاحب کی جامعیت علوم متفق علیہ و مفروغ عنہ واقعہ ہی اپنے زمانہ مین جسطرح وہ اُستاذ الاساتذہ اور استاد الکل کے لقب سے معروف اور اُسکے حقیقی مصداق تھے اسیطرح اُنکی جامعیت علوم و فنون بھی بے اختلاف قابل تسلیم ہی جس علم پر نظر کیجائے مفتی صاحب اُسکے بحر مواج تھے اور جس کمال پر غور کیا جائے اُسکے آفتاب عالمتاب علما و فضلا و عامۃ الناس ہر ایک کے دل و زبان پر اُنکا سکہ بیٹھا ہوا تھا علوم متعارفہ مین کوئی علم کوئی فن جو انسانی وجود کے لیئے عقلاً باعث عزو شرف اور موجب کمال و جلالت سمجھا جاتا ہی ایسا نہ تھا جسمین اُنکی کافی دستگاہ حاصل نہو ہر فن مین اُنکی تحقیقات انیقہ کا اتنا ذخیرہ دستیاب ہوتا ہی کہ خاص اس فن کے اکثر مشاق اپنے تمام زندگی صرف کرکے بھی اتنا سرمایہ فراہم نہین کر سکتے۔ علوم و فنون کے ساتھ اُنکی طبع سیال مین وہ روانی تھی کہ برجستہ اُن کے قلم سے وہ مضامین نکلتے تھے جو غور و فکر کے بعد بھی دشوار ہین۔ اُنکے دریائے کمال کی موج خیزی سے جو نہرین نکلی ہین اُنمین ایک ہر نہر بجائے خود ایک بحر ذخار ہے۔

ہر علم و فن کے متعلق اگر تفصیلی حالات و واقعات درج کیئے جائین تو کتاب کو بہت طول ہوگا۔ لہذا محض تائید بیان کیلئے اجمالاً لکھا جاتا ہے۔

تفسیر مفتی صاحب کی تفسیر دانی کے متعلق اجمالاً اسقدر کافی ہی کہ وہ مسلم الاجتہاد اور جامع الشرائط مجتہد تھی اور اجتہاد کے لیئے لازم ہی کہ تفسیر قرآن پر حاوی ہو بالخصوص اُن آیات قرآنیہ کی تفسیر پر جو احکام شرعیہ فرعیہ سے متعلق ہین لیکن اُنکا کمال اس جزو پر اکتفا نہین کرتا علم تفسیر مین متعدد کتابین اُنکی تصنیف سے موجود ہین۔

(۱) ایقاف تفسیر سورۂ قاف (۲) تفسیر آیۂ سیجنبها الاتقی (۳) تفسیر سورۂ رحمٰن (۴) حسناء
غالیہ المھرفی تفسیر سورۃ الدھر (۵) ایک حمائل جو اکثر پیش نظر رہتی تھی اُس پر اول سے آخر
تک حواشی تحریر کیئے ہین مختلف مقامات پر آیات قرآنیہ کے بعض لطائف عجیبہ او ر نکات
غربیہ ایسے لکھے ہین جن سے ثابت ہوتا ہی کہ ایسے کلام معجز کی نکتہ رسی اور دقیقہ شناسی ایسے ہی
لوگونکا حق ہی (۶) روائح القرآن فی فضائل امناء الرحمٰن۔ اس کتاب مین ایک سو اکتیس[۱۳۱]
آیتونکی تفسیر لکھی ہی اور نصرت اہلبیت کا حق ادا کیا ہی۔ اس مقام پر اُسکی لطائف کا
تذکرہ بے محل ہی جن لوگون کے دیدۂ دل اُس سے روشن ہو چکے ہین وہ اُس کے پایہ
شناش ہین (۷) نصر المومنین۔ اس کتاب مین قرآن مجید کے وجوہ اعجاز لکھے ہین۔

حدیث | علم حدیث مین مفتی صاحب کی وسعت نظر حیرت انگیز نہین اسلیئے کہ یہ علم اُنکا
موروثی اور خاندانی کمال ہی۔ جناب سید نعمت اللہ جزائری سے اس فن شریف کا تبحر
اُنھین میراث مین پہونچا تھا جو محدثین اُنکے خاندان مین گذرے وہ اخباری مسلک
نہ تھے بلکہ اُنکا طریقہ بین بین تھا۔ سید نعمت اللہ جزائری نے اُصول حدیث کی کتابونکی
بسیط شرحین حسب ذیل لکھین۔

(۱) شرح تہذیب الاحکام آٹھ جلدمین (۲) شرح استبصار ۳ جلد (۳) شرح غوالی اللئالی
۲ جلد (۴) شرح روضہ کافی (۵) شرح عیون اخبار (۶) شرح توحید صدوق علیہ الرحمہ

علامۂ شوستری کے کمال کا نمونہ اس فن مین (۱) التقاط اللئالی من الامالی۔
(۲) جوامع الکلم (۳) کتاب روح الایمان ہی آخر الذکر کتاب مین چالیس حدیثونکی
لطیف شرح ہی جو مضامین عالیہ پر مشتمل ہے۔

تجوید | فن تجوید مین مفتی صاحب کو کافی دستگاہ تھی اور اُس عہد کے ماہرین سے اس

فن کو حاصل کیا تھا قرأت کے متعلق ایک رسالہ بھی تحریر کیا ہی جو تصنیفات کی فہرست مین شامل ہی اُنکا موثر لہجہ اور انداز قرات اسقدر موثر تھا کہ لوگونکے دلونپر خاص اثر کرتا تھا وہ لوگ فراموش نہین کر سکتے جنھون نے صبح صادق کے اوقات اور تاریکی شب کے سناٹے مین تلاوت سورہ ہائے قرآن سماعت کی ہوگی۔

علم کلام اس علم مین مفتی صاحب کا پایہ بہت بلند تھا بڑے بڑے افسانے اور رلائق تحریر کارنامے ہین لیکن شاید اس اجمال کی مزید تفصیل کتاب کی عام دلاویزی مین خلل انداز ہو اسلیئے بالاختصار ذکر کیا جاتا ہی اُنکے مصنفات نے اس فن کی لطافت کو بڑھا دیا خاص خشک مضامین کی مرارت کے ساتھ خوبی کلام اور لطف بیان کے ساتھ استعارات کی حلاوت جس سے متکلمین اور مناظر آئینہ حیرت بنجاتے ہین اُنکا خاص حصہ ہے۔

جواہر عبقریہ اور خطاب فاصل کے دیکھنے کے بعد اسکی ضرورت نہین کہ اُن کی مدح سرائی کیجائے جس طرح روائح القرآن اپنے رنگ مین بے نظیر ہی جسے ائمہ کرام کا معجزہ یا مفتی صاحب کی کرامت کہنا مبالغہ نہین ہوسکتا اُسیطرح یہ دونون کتابین منتخب ہین اس علم کے افادات دوسرے فنون کے مصنفات مین بھی استطراداً اکثر مواقع پر درج ہوگئے ہین ان کے علاوہ چھ جلدین منتہی الکلام کے جواب کی تمہید مین لکھی ہین جو محض مسودہ ہین تکمیل کا موقع نہین ملا سیف مسلول۔ دلیل قوی۔ شعلۂ جوالہ۔ آتشپارہ وغیرہ بھی اسی فن کے مصنفات ہین ایک رسالہ مطرقہ تصوف کے خلاف اور تائید الاسلام رد نصاریٰ مین لکھا ہی طریقہ رد و استدلال بیحد زبردست۔ اُسپر لطافت بیان اور انشاپردازی جو اُنکی طبیعت کا خاص جوہر تھا ان دونون باتون نے اُن کے مصنفات کو اسقدر دلچسپ بنا دیا ہی کہ کیسا ہی سخت مضمون ہو مگر دیکھنے والے برداشتہ خاطر نہین ہوتے اس علم کے

مصنفات کی جلالت کے لئے جناب علیین مکان کی وہ تقریظ جو انھون نے کتاب جواہر عبقریہ پر تحریر کی ہی کافی ضمانت ہے جسمین یہ بھی لکھا ہی کہ مین نے اس کتاب کے بعض بعض مضامین اپنی کتاب حدیقۂ سلطانیہ مین بھی داخل کیئے ہین وہ تقریظ حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل فی کل خلف من شیعۃ الحق من یھدی الی الدین القویم ویذب القاسطین والمارقین عن الصراط المستقیم والصلوٰۃ علی من بعثہ للارشاد والھدایہ وازاحۃ الضلالۃ والغوایہ موید ابالفرقان وعلی عترتہ الاطائب دعاۃ الحق وحماۃ البدع والطغیان صلوات اللہ علیھم اجمعین مادارت السماوات حول الارضین

امابعد۔ بر الواح عقول نکتہ سنجان ودقائق محاسن کلام وصفحات قلوب حقائق آگاہان ذوی الاحلام مرتسم ومنطبع باد کہ این کتاب مستطاب وصحیفۂ بہیہ مسمی بجواہر عبقریہ در رد بعضے از ہفوات مولف تحفہ اثنا عشریہ از رشحات یراع درربار ونتائج افکار انجم انوار فاضل عالی مقدار عالم تقوی شعار نورطور جلالت ومناعت صدر نشین اندیہ نبالت وبراعت بحر مواج فنون ادبیہ سراج وہاج علوم عقلیہ حاوی فروع واصول جامع معقول ومنقول ذو الطبع الوقاد والذہن النقاد نقاوہ الاطیاب السادہ الجامع بین السیادہ والسعادہ صفوۃ الناس السید محمد عباس زاد اللہ فضلہ وقدرہ وانار فی سماء الکمال بدرہ سلکی است از لالی شاہوار وحدیقہ ایست سراپا گلزار ازہر بالش برجے است پر از بدائع ومعانی وافکار حسان ودرجے است مشحون از جواہر زواہر غالیۃ الاثمان دقت مضامین آن با رقت الفاظ حلیف ووثاقت معانی آن با رشاقت مبانی الیف واز ینجا ست کہ بعضے از مضامین لطیفہ وتقریرات ظریفہ آنرا در کتاب حدیقہ سلطانیہ

بعباراتها المليحه بطریق استطراف نقل نموده ام للہ در مصنفه کثر اللہ بین العلماء امثاله و وفقه لاتماله واکماله واعانه فی جمیع احواله۔ دوسری تقریظ جناب سلطان العلما طاب ثراہ کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ المنان والصلوٰۃ والسلام علی رسوله سید الانس والجان ووصیه قاسم الجنان والنیران

امابعد پس این کتاب لطیف وخطاب شریف از تصانیف عالیجناب + ملائک آداب + عمدۃ المحققین + واسوۃ المتکلمین + معین الملة والدین + مالک الممالکات الملکیه + وصاحب القوۃ القدسیه + شمس سماء العلوم العقلیه والنقلیه + وقطب فلک الفنون الادبیه + ناظور المعقول والمنقول + عرق الفروع والاصول + ملجاء العلماء العظام + ومفخر الفضلاء الفخام + السحاب الماطر بالجود والسماحه + والبحر الزاخر للبلاغة والفصاحه + ناثر اللئال + جامع الکمال العالم النحریر + والفاضل الخبیر + الکاشف عن دقائق العلوم بحسن رقمه + والقامع لاهل العدوان بسیف قلمه + ابلغ البلغاء + وافصح الفصحاء + الماهر الاعلم الاعظم الافخم + والکامل الاکمل الابجل الاکرم + وحید عصره + وفرید دهر + المتفرد فی علماء زمانه + والمتوحد فی فضلاء اوانه + صفوۃ العباد + زبدۃ الزهاد + الحسیب اللبیب + الکاتب الادیب + المقلق الاریب + الفائق فی البیان والبدیع والمعانی + علی السکاکی والزمخشری والجرجانی + مولانا ومولی الناس جناب السید محمد عباس الموسوی الجزائری الشوشتری + لازالت شموس افاداته طالعه + وبدور افاضاته لامعه + که مسمی است بجواهر عبقریه در رد تحفهٔ اثناء عشریه + که تصنیف عبی غوی + عبدالعزیز دہلوی است + باجوابہائے شائستہ + ونکات بائستہ + بطرز جدید + وطریق سدید + کہ ہر سطرش سیفے است قاطع + وبرقیست لامع + ونکاتش سنانے است دل دوز +

ومضامینش آتشی است عدو سوز + موائد فوائدش قوت روح و روان شیعیان + ونمک زخم دل وجان سنیان + جواہر اسرار را معدنی است وکنوز رموز را مخزنی حدیقہ ایست از جوئبار فصاحت آب خوردہ + و باغچہ از گلزار بلاغت آب و رنگ بردہ + ہر صفحہ اش صحن چمنے است وہر نقطہ مشک ختنی + ہر لفظش قمرے است بر سر جوئبار سلاست نشستہ + و ہر حرفش نشتری است در دل شرار اہل بدعت شکستہ + درین زمان سعادت توامان + و اوان بہجت اقتران + بیمن توفیقات الہیہ وتسدیدات سماویہ + حسب الارشاد + فیض بنیاد + نواب مستطاب گردون قباب + فلک کاب + برجیس علم عطارد رقم + خلاصہ السادۃ الکرام + نقادہ الامرا العظام + غرہ ناصیہ جاہ وحشمت + قرہ باصرہ عز و رفعت + زینت اورنگ حکمرانی متکی ازکیہ دالامکانی + قدردان فیض رسان + جناب معین الدولہ انتظام الملک نواب باقر علیخان بہادر ظفر جنگ دام اقبالہ وضاعف اجلالہ + حلیہ طبع پوشید + تا از مین قطوف دانیہ کا نباخبۃ عالیہ ہر یکے از اصحاب طریقہ حقہ اثنا عشریہ ثمر سرور وحبور برد + و ہر یکے از ناکسان فرقہ باغیہ خائبہ خسر الدنیا والآخرہ بدست آورد + وثواب بیحساب عائد روزگار فرخندہ آثار بانی این مبانی شود + واللہ ولی التوفیق + من المستمد بربہ الصمد - السید محمد عفی عنہ -

فقہ واصول فقہ — ان علوم مین مفتی صاحب کی دقت نظر اور وسعت تحقیق فقہا اور اصولیین مین مسلم ہی انھون نے جس ملکہ راسخہ اور قوت قدسیہ سے کام لیا ہی اسمین بہت کم لوگ سہیم وشریک ہین منصب افتاء کا تعلق اُنکے اس کمال کا ثبوت ہی اُنکے مضامین سے استفادہ کرنیوالے جانتے ہین کہ اُنکا طریقہ استنباط کسقدر متین

اور طرز بیان کسقدر لطیف تھا اور پھر احتیاط کا پہلو کسی موقع پر نظر انداز نہین ہوتا تھا اس علم کے مصنفات مین بھی اُنھون نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے ہین یہ خصوصیت اُنکی تمام کتابون مین طرۂ امتیاز ہی۔ فقہ و اُصول فقہ کے بعض مصنفات کا نام حسب ذیل ہے۔

(۱) معراج المومنین۔

(۲) بناء الاسلام۔

(۳) شریعت غرا۔ اس کتاب سے اُن کے جلالت علم ثابت ہوتی ہی جسمین مباحث فقہیہ و اُصولیہ مین زبردست استدلال پیش کیے ہین علاوہ اُن مطالب کے یہ کتاب علم ادب کا کافی سرمایہ ہی۔ ایک مسئلہ بھی اس انداز پر لکھنا دشوار ہے۔

(۴) صفحۃ الماس فی غسل الارتماس یہ ایک مستقل رسالہ غسل ارتماسی کے آنی الحصول یا تدریجی الحصول ہونے کے باب مین تحریر کیا ہی اس رسالہ کی جزالت و متانت قابل دید ہے۔

(۵) روض الریض فی منجزات المریض۔

(۶) تعلیقہ انیقہ۔ اس رسالہ مین شرح لمعہ کے مقامات مشکلہ کا حل کیا ہے۔

(۷) رشحۃ الافکار فی تحدید الاکرار۔

(۸) رسالہ استقبال تحقیق مباحث قبلہ مین۔

(۹) اسادہ عسجدیہ علی مبحث الفوریہ اُصول فقہ مین امر کے للفور ہونیکے مبحث مین۔

(۱۰) جلجلۃ السحاب فی حجیۃ ظواہر الکتاب۔ ظواہر القرآن کی حجیت مین بےمثل کتاب ہی۔

(۱۱) السماء المدرار فی مباحث الاصول و الاخبار۔ ایک بسیط و لطیف کتاب ہی۔

(۱۲) نور الابصار۔

(۱۳) طریق جعفری - اس رسالہ مین مسائل فقہیہ بیان کیے ہین -

(۱۴) عشرۂ کاملہ -

(۱۵) مجلدات مسائل دستخطی - یہ ذخیرہ فوائد جلیلہ پر مشتمل ہے -

علم منطق و فلسفہ

آپ نے یہ علوم علمائے اہلسنت سے حاصل کیے اور رشد داد جودت و طباعی نے وہ بات پیدا کی کہ خود بھی اس فن کے کاملین مین محسوب ہوئے اور ان علوم مین بھی تمام معاصرین مین ممتاز رہے اُنکی مجالس درس اور تصنیفات آئینہ دار کمال ہین حسب ذیل کتابین اس علم مین موجود ہین -

(۱) حاشیہ مُلّا جلال - (۲) حاشیہ مُلّا حسن - (۳) حاشیہ حمد اللہ (۴) رسالہ درجواب شبہہ ابن کمونہ (۵) رسالہ در علم منطق بزبان فارسی (۶) رسالہ درجواب انتقاض انعکاس خاصتین - اس مسئلہ مین اور علمانے بھی جودت طبع دکھلائی تھی مفتی سعد اللہ صاحب نے جو مشاہیر علمائے معقول مین سے تھے مفتی صاحب کا رسالہ دیکھکر یہ شعر لکھا ؎

لکل زمان واحد بعد واحد   وانت لھذا الدھر واللہ اوحد

(۷) ترجمہ شرح ہدایۃ الحکمۃ مُلّا صدرا (۸) حاشیہ بر شناۃ بالتکریر -

ان کتابوںسے اُنکی اکملیت کا اندازہ مبصرین کرسکتے ہین - ایک معتبر شخص نے ایک لطیف حکایت مفتی صاحب کے متعلق بیان کی جس کا ذکر اس مقام پر بیجا نہوگا -

مفتی صاحب سفر مین تھے کسی اسٹیشن پر توقف ہوا ملازم نے فرش بچھادیا آپ بیٹھ گئے - افاضل اہلسنت مین سے ایک بزرگ وہان ٹہل رہے تھے انکو اہل علم کے لباس مین دیکھکر بعد تعارف سلام آکر بیٹھ گئے اور علوم عقلیہ کے متعلق اپنے کمالات کا

ذکر نہایت شد و مد سے شروع کیا کہ فلان مطلب یون حل کیا اور فلان اشکال کا جواب
اسطرح دیا یہانتک کہ ریل کا وقت آگیا وہ بھی اُسی گاڑی مین بیٹھ گئے جسمین مفتی صاحب
تھے، یہان بیٹھکر بھی وہی سلسلۂ بیان رہا اور بعض مقامات کا بالتخصیص ذکر کرکے اپنی تحقیقات
کا دفتر کھولدیا اور اظہار کمالات مین بیحد مبالغہ کیا مفتی صاحب ساکت رہے یہانتک نوبت
پہونچی کہ اُن کے انداز بیان سے یہ محسوس ہونے لگا کہ مخاطب کو ان فنون مین مدخلیت ہی
نہین اُسوقت آپ نے کہا کہ یہ تمام مضامین و تحقیقات قابل نظر ہین سُنتے ہی گھبرا گئے
اور مقامات نظر کے استفسا مین مبالغہ کیا اُنکے اصرار پر تفصیلا جسقدر ایرادتھے ترتیب وار
اوّل سے آخر تک بیان کیے اُنھون نے تقریر سُنکر کہا کہ آپ مفتی میر عباس صاحب تو نہین ہین"
افسوس وہ مطالب و ایرادات محفوظ نہین رہے۔

علم طب اس علم مین بھی مفتی صاحب درجۂ کمال پر فائز تھے اور طبیب الملوک مرزا علیخان
صاحب و مرزا علی حسن خان صاحب مسیح الدولہ ایسے مشہور آفاق سے درسیات طب
پڑھکر مدت تک معالجات مین مصروف رہے اور امراض ہلکہ کے علاج مین کامیابی حاصل
کی جسکا ذکر سابقا آچکا ہے اس فن مین مفتی صاحب نے نفیسی اور شرح اسباب پر تحشی کی اور
ایک مستقل رسالہ تحفۃ الطبیب تصنیف کیا اس مقام پر ایک تقریظ جو مفتی صاحب نے
ایک رسالہ طبیہ پر جسکو مصنف نے بغرض اصلاح پیش کیا تھا اصلاح دیکر تحریر فرمائی ہے اور
فوائد طبیہ پر مشتمل ہے تذکرۃ للناظرین درج کیجاتی ہے۔

یا من اسمہ دواء و ذکرہ شفاء سبحنک انت الذی انی فی سواد اللیل ببیاض القمر
فمزج العنبر الاشہب والمسک الاذفر بقرص الکافور وجعل ظلمۃ اللیالی لمن
احیاھا بحمدہ الجمالی وذکرہ العالی مثل کحل الجواھر المفید للنور وسقاھم من

من زلال رحمته وكاس محبته + الشراب الطهور + صل على حبيبك محمد سيد البشر +
وآله الذين ولائهم الترياق الاكبر + وبغضهم سمّ ناقع + منذ ريعت اب واقع + ليس
له دافع **اما بعد** فيا ايها المتطبّب المتحبب الخاضع المتواضع + احسنت احسنت فيما
ضمنت في هذا المختصر المسمّى بالترياق النافع + وها انا ذا اضيفك بموائد + واضيف
الى فوائده سبع عوائد **اولها** ان لله آيه + وعن النبي روايه + كل منهما قد اشتملت
على رؤس ما يجب من علم الطب اما الآيه فقوله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا واما الرواية
فقوله المعدة بيت الادواء والحمية راس الدواء **وثانيتهما** ما روى عن مولانا
الصادق ع قال قال موسى يا رب من اين الداء قال مني قال فالشفاء قال مني
قال فما يصنع عبادك بالمعالج قال يطيب انفسهم فيه مئذ سمي المعالج بالطبيب اقول
المشهور يطيب بالياء التحتية بعد الطاء واشتقاق الطبيب من الطيب ليس بامر غريب
اذ للاشتقاق اقسام منها المشاكلة في الحروف والتركيب ولكن قال المحدث البحراني
لعلّ قوله يطيب انفسهم انما هو بالبائين لا بالياء فان الطب كما يكون للبدن يكون
للنفس ايضا كما في القاموس فالاشتقاق متّجه وما في النسخ من الكتابة بالياء المثناة
فالظاهر انه غلط من النسّاخ انتهى **وثالثتها** ما سنح بخاطري الفاتر + وسمح بها الفكر
القاصر + من ان مهامّ الطب ثلثة امور احدها معرفة جزئيه العلمي والعملي
وثانيها اهم ما فيهما وهو معرفة المزاج واقسامه تسعة احدها معتدل وباقيها غير
معتدل وثالثها اهم ما يتعلق بالمزاج وهو امران ابقاء الصحة وازالة العلة وفي لفظ
الطب اشارة الى عدد هذه المهام بالتمام فان في اللفظ حرفين وهو عدد المهمّ
الاول واولهما الطاء وعددها تسعة وهي عدد المهم الثاني وثانيهما الباء وعددها

اثنان وهو عدد المهم الثالث + فاتقن هذه المباحث + ورابعتها ان ارسطاطاليس
مات مسلولاً و بقراط مسرسماً وجالينوس مبطوناً وحكيم الملوك وهو من حذاق
المعاصرين باحتباس البول وكان كل من هؤلاء اسبا نطاسيًا سيما في علاج المرض
الذى ابتلى به + ومات بسببه + فانظر ايها الحكيم وذلك تقدير العزيز العليم و
خامستها العلم ينفع والجهل يضر فاسمع ما اقول من الحق والحق مرّ + كالدواء
البشع ينفع الابدان + ويعافه الانسان + وذلك ان معرفة النبض قد بالغ فيه جالينوس
ومع ذلك فربما يردّ عليه الشيخ الرئيس + فلا تبادر الى العلاج قبل تشخيص المزاج +
ولا تعجل الى التنبض + ولا تسرع الى التليين والقبض + واذا اشكلت فى التشخيص فامسك +
واذا مُدِحتَ فلا تعجب بنفسك + وداوم مع حال لسقيم محسناً او مسيئاً + ولا تبلع
مال اليتيم هنيئاً مريئاً + كلّا بل لا تكن كلاًّ على مولاك + ولا تاكل الاما اولاك +
وكِلْ كُلَّ امرٍ الى الله + ولا تستعن الّا اياه + فانه تعالى ملين المعسور + وقابض الامور +
فلن به واثقاً + وهل تجد غيره رازقاً + وليكن على ذكر منك ما حدّث به المعصوم مخبراً
صادقاً + ان الطبيب ضامن ولو كان حاذقاً + وسادستها ان اسماء ما يستعمل من
الدواء كالبرود والسنون والوجور والذرور والنطول + على فعول + بالفتح واسماء الامراض
كالصداع والخناق والسعال والكباد والفواق والطحال + على فعال بالضم والصواب
السلوك على هذا النمط + فالطحال بالكسر اسم العضو وبمعنى الورم غلط + وفى الطب الفاظ
تدور على السنة الاطباء وكثيرا ما يغلطون فيها + وان كان بعضهم نبّه على بعضها
تنبيها + فمن تلك الالفاظ ريوند قال فى القاموس الروند الصينى كسجل دواء معروف
والاطباء يزيد ونها الفا فلا تتبع زلّة السلف + فما هى حجة للخلف + ولا توافق

المريض على رايه + الا بد ليل + فقد قيل راى العليل عليل + اما النهى فقد حكى
عن بعض المغفلين انه كان به رمد فقيل له يلطخ صدغيه بالنوره ففعل فحصل له
خفة فقال ادخلها فى عينى لتبرء فمنع فقال كيف ذلك اذا كان وضعها على الصدغ
ينفعنى فهذا انفع بالاولوية فقيل له ان كان ولا بد فافعل ذلك باحدى عينيك
فان انتفعت بها فداو بها الاخرى ففعل فعميت او ضعف بصرها واما الاستثناء
فقد مرض بعض الفضلاء من الاصدقاء + فحضره واحد من الاطباء + فقال المريض
هذه الحمى وقصد الفصد فصده الطبيب عن هذا الفصد وخالفه واستجهله + و
نسبه الى عدم الوقوف على المسئلة واعتابه اغتيابا + واعجب بنفسه اعجابا + زعما منه
ان هذه الحمى نادره + ولم ينظر بعينه الناظرة الى علاماتها الحاضره + فاهلكه
بالآخره + ثم ندم ندامة الكسعى + وجرى هذا بمسمعى + ولا طائل تحت الندم + ولا آئل
الى الدنيا بعد العدم + ورب عثرة لا تقال + ورب حسرة لا تزال + واذا كان راى الطبيب
عليلا + فهو اضل سبيلا + ولقد قصدت لقاء بعض الاطباء فمشيت + وهو داخل البيت +
ورايت ولده وهو غلام يافع + لم يؤت شيئا من العقل والعلم النافع + جالس على
باب الدار فقام اليه رجل محموم من الحضار + فاستفسر عن حاله ولد الطبيب +
ولم يسئله عن اول يوم اصيب بل سأل القوم ما هذا اليوم ثم كتب على نسخة الادوية
ما اجيب + فقلت فى نفسى ان هذا شئ عجيب وعلمت انه كان يرى والده يسال
المريض عن اول يوم المرض وهذا المسكين لم يعرف الوجه فى ذلك ولا الغرض +
ولم يسئل عنه اياه + فوقع فى الاشتباه + وسأل عن يوم اتاه + فنبهته على ذلك
فلم يحصل له الانتباه + بل كانه انكره واباه + وبالجملة فانصرفت من عند الغلام +

ثم اتیته بعد ایام + وسالت عن المریض فتبین انه قُتِل + لما اشربه المسهل فی
یوم من ایام بحارین + وذلک هو الخسران المبین + اِذا المَوْؤدۃ سُئلت بِاَیِّ ذنب
قُتِلَتْ + وسابعتها انشدنیه بعض الاساتذۃ من حذاق الاطباء + وقلما فترع
صماخ الالباء + من شعر اذکرہ تنشیطا للاحباء سه

متوارث الامراض علی حروفها بنساجمد + وحروف جبر فی حجوح تلک التی تعدی الجسد

فالمراد فی الشطر الاول من البیت بالباء البرص وبالنون النقرس وبالسین السل
وبالالف ابیلیمیا وهو قسم من الصرع وبالجیم الجذام وبالمیم المالیخولیا وبالدال
الدق - وفی الشطر الثانی بالجیم الجرب وبالباء البخر وبالراء الرمد وبالقاف
القروح المتعفنه - وبالحاء الحصبة - وبالجیم الجدری - وبالواو الوباء وبالجیم
الجذام فاتقن هذا البیت وصل علی اهل بیت الرساله + واغتنم ما القیت علیک
فی هذہ العجاله + واستعذ بالله الکریم + من شراب الحمیم + واعتصم بآل یٰسین والقرآن الحکیم فقط

ایک رقعہ اصطلاحات طبیہ کی رعایت سے کسی کے نام لکھا ہے جو یہاں درج کیا جاتا ہے

رئیس زمان ارسطاطالیس دوران جالینوس اوان سقراط عصر حرسه الله عن عوارض الدهر
بعد تقدیم تحفظ مراتب مهمات و اتحاف عطریات تحیات و مشمومات تسلیمات معروض
سدّہ رفیعہ و ذروۂ منیعہ آنکہ اسباب بادیہ مباعدت و مهاجرت باعث انحراف مزاج از
اعتدال و صدمات کاویہ مفارقت از تمازج حال بحدی است کہ اگر اعماد اعتبار را
آخر اشد و سبب تفرق اتصال جسم و جان باشد توانایی داعضای کالبد جسمانی
بتحلیل رفته و انتظام قوائے نفسانی اختلال پذیرفته اما بهترین مسکنات و خوشترین
مفرحات که کهربائے یرقان کروب و از معاجین مفرح القلوب است نامۂ طبیب لبیب

دلخستگان و شوق آن دار الشفاے لب بستگان است کہ عبارت از آستان رفیع البنیان می باشد بکران قلم در وصفش چون شریان محموم سریع الحرکت و نیران الم از مین آن چون بحران محمودہ دلیل صحت تفسرہ حالات فیض دلالات از وارد و صادر مینماید از فرط اشتیاق و حدّت نار فراق مانند سیماب مضطرب و بیتاب می باشد درین انقلاب کہ حال اصّحا مثل مرضی خراب و زار است و لاف زنان بیجا بر سر عرصہ روزگار طبائع چند بمیزان الطب ناسنجیدہ بمقناطیس مکر زر الحدید قلوب اہل کفر بسوے خود کشیدہ دامن شان پر گہر است و کار شان سکہ بزر است **رباعی**۔

دردا کہ گرفت شہر را بیماری | عیسی شدہ مشت خسے از عیاری
گشتند طبیب مطبخے و نجار | شد نبض مریض ودی و منشاری

بیماری و ناداری وبائے است عام ولیس ہذا اول قارورہ کسرت فی الاسلام صورت استقامت کار بغیر از توجہ آن نادرۂ روزگار متصور نیست کہ قانون شفائے دردمندان مبتلا بدست آنجناب و الا است ادنی توجہ عالی برائے رفع علت طب اکبر است و گوشہ نگاہ متعالی بجہت جلب منافع کبریت احمر دریائے سخا بحر الجواہر است و کان عطا مخزن ظاہر ذکر حاتم طائی نسبت بجود و نوال آن بی ہمال زیرہ بکرمان بردن است و حصر مراتب افضال آن خاصۂ ذو الجلال بمنزلہ قطرات باران بانامل شمردن چون در نظر صاحبان افکار رسیدہ و انظار نفیسہ کلام موجز مقبول است بردعا اقتصار میرود تا خشاش و عقاقیر بحکم رب قدیر صاحب تاثیر است شاخسار تمنا پر برگ و بار و نخلستان مدعا مملو از اثمار باد بالنون و الصّاد ؎ زلکہ برص مفلسے نگہدارد + خدا جمیع محبان تو خصوص مرا +

الملیّنۃ بالتماس بعض الاحباء فارسلہ الی بعض الاطباء

اُصول و اخبار - یہ مبحث اگرچہ علم اُصول فقہ مین داخل ہی لیکن خصوصیت سے جداگانہ اِسلیئے ذکر کیا جاتا ہی کہ اُنکے زمانہ مین اس بحث کا چرچا زیادہ تھا اور مفتی صاحب سے اسکے متعلق کارہائے نمایان ظہور مین آئے ہین۔ اخباری حضرات سے برابر چھیڑ چھاڑ رہتی تھی اور مفتی صاحب کی زبان و قلم دونون سے جو فوائد ظہور مین آئے اُنکے بیان کیلیئے دفتر درکار ہے۔ ایک غزل کے دو شعرون مین اسی مطلب کو ادا کیا ہی ؎

بظنون است مدار عمل اخباری ۔۔۔ باز بر مجتہدان طعنہ زنی یعنی چہ

چون ضرورات بفروع است بکن رد اُصول ۔۔۔ بر سر شاخی و بیخش بکنی یعنی چہ

اسکے متعلق جو کتابین آپ نے تحریر فرمائی ہین انمین ایک مثنوی فارسی موسوم بہ رد دعوئے۔ مثنوی زہد و تقوی کے جواب مین ہی۔ ایک رسالہ استفسار ہی اور ایک بسیط کتاب نور الابصار ہی جسکے مضامین عالیہ نے زبانین کند کردین اور قلم شکستہ کر دیئے۔ مثنوی من و سلوی مین نہایت لطیف اور خوشنما طریقہ سے اخباریین کے ایرادات کا جواب دیا ہے ؎

بے مراعاتِ مبادی چنین ۔۔۔ میزنند اخباریان لاف یقین

خبط در ادراک مطلب می کنند ۔۔۔ مدحت جہل مرکب مے کنند

گوئیا ایشان سہیم عترت اند ۔۔۔ محرمِ اسرار رب العزت اند

طرفہ تر زین آنکہ چون املا کنند ۔۔۔ بر طریق اجتہاد انشا کنند

در کلام شان ز سر تا سر ببین ۔۔۔ ہست مظنونم چنین اظہر چنین

اسی سلسلہ مین ارشاد فرمایا ہے ؎

مردے از اخباریان گفت این کلام ۔۔۔ سر تراشی نیست جائز در صیام

بے اثر حکمے ترا شیدا ے عجب — بے سر موئے بیان بکشودہ لب

خلق اصلا در خبر مذکور نیست — وانچہ مذکور است ہم مخطور نیست

جرأتش بین در بیان حکم دین — افترا بر شرع پیغمبر ببین

گرچہ این را با عوام است اختصاص — لیک مے افتد و بالش بر خواص

اضمحل الشرع من احکامھم — ویح دین اللہ من اوھامھم

پھر فرماتے ہین

شاخ و برگ دین ایجادی شان — سبز شد از استر آبادی شان

الی غیر ذالک من الاشعار الجیدہ

منابر الاسلام کی جلد اول منبر ثانی مین ایک حکایت لکھی ہو کہ ایک شخص اخباریین سے جو مدعی علم و کمال تھے میری ملاقات کیلیئے آئے مین نے اس حدیث کا مطلب جو ویلمی نے ارشاد القلوب مین روایت کی ہو دریافت کیا کذب من زعم انہ یصلی باللیل ویجوع بالنہار جواب دیا کہ اسکا مطلب یہ ہو کہ ضعف کے سبب سے دن کی بھوک نماز شب سے مانع ہو جاتی ہو۔ مین نے کہا کہ ہم مین ایسے حضرات بھی ہین جو دن کو روزہ رکھتے ہین اور پھر نماز شب بھی پڑھتے ہین کہنے لگے کہ روزہ اور چیز ہو اور بھوک اور چیز ہو مین نے کہا کہ دونون مین تضاد بھی تو نہین ہو اور جب معانی متضادہ سے نہین ہین تو ایک مادہ مین دونون کا اجتماع ممکن ہو اور نقض کے لیئے ایک مقام بھی کافی ہے کہنے لگے کہ اچھا مجھے کچھ مہلت دیجیئے کہ مین غور کرلون بہت دیر غور کرنے کے بعد آئے اور کہا کہ میری سمجھ مین تو وہی آتا ہو جو مین بیان کر چکا ہون مین نے کہا کہ میرا اعتراض بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہو اور اس حدیث کے درست معنی تو یہ ہین کہ نماز شب اسباب رزق

مین ہی اکثر حدیثون مین موجود ہی کہ نماز شب کے پڑھنے والے کو رزق ضرور پہونچتا ہی یا یہ کہ
خداوند عالم ضامن ہوگیا ہی کہ تہجد گذار کو رزق ضرور پہونچائیگا پس جو گمان کرے کہ
کوئی نماز شب پڑھے اور پھر رزق سے محروم رہے تو وہ اپنے قول مین جھوٹا ہی اخباری صاحب
کہنے لگے کہ بیشک یہی مطلب ہی مین نے کہا کہ پھر آپکا قول تو باطل ہوگیا حالانکہ آپ کا
دعوی یہ ہی کہ احادیث کا مطلب ہمین یقینی طور پر معلوم ہوجاتا ہی اور یقین ایسی چیز
نہین ہوتا ہی کہ وہ زائل ہوسکے۔ اسی کتاب مین دوسرے مقام پر چودھوین منبر
مین تحریر فرمایا ہی کہ ایک مرتبہ بحالت سفر ایک اخباری بزرگوار سے ملاقات ہوئی اتفاقاً
کسی نے یہ آیت اُن کے سامنے پڑھی ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین
کہنے لگے یہ آیت قرآنی ہرگز نہین ہی اور اسپر یہ استدلال کیا کہ مجلسی علیہ الرحمہ نے
بحار مین آیات مکر و استہزا وغیرہ ایک باب مین جمع کیے ہین اُنہین یہ آیت مذکور نہین
اگر یہ آیت ہوتی تو ضرور یہ بھی وہان مذکور ہوتی درحقیقت آیت اسطرح ہی ویمکرون
ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین فرماتے ہین کہ یہ دلیل ایسی مفید ظن بھی نہین ہوسکتی
چہ جائے کہ اس سے یقین حاصل ہو اسلیئے کہ مجلسی نے آیات کا نہ حصر کیا ہی اور نہ ایسا
ارادہ ظاہر کیا ہی پھر یہ کسیطرح لازم نہین آتا کہ جو آیت بحار مین درج نہوئی ہو وہ قرآن
مین بھی بالضرور موجود نہو حالانکہ پہلی آیت سورۂ آل عمران مین موجود ہی غرض
کہ یہ گفتگو ایسے وقت ہوئی تھی کہ ہم دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہا تھا۔ مین نے بھی
اخباری صاحب کو متنبہ کیا اور اُن کے والد نے بھی۔ لیکن کسی طرح اُنھون نے
تسلیم نہ کیا یہانتک کہ کھانے سے فراغت ہوئی اور قرآن مجید منگا کر آیۂ مذکورہ اُنھین
دکھائی گئی۔ شرمندہ ہوکر خاموش ہوگئے۔ ایسیطرح کے حکایات عنہ بیہ ہین جنھین اخبارییت

مفتی صاحب کے مقابلہ مین شرمندہ اور لاجواب ہوگئے ہین زیادہ تفصیل اس کتاب
کے طرز و انداز سے خارج ہوجاتی اسلیئے ترک کیگئی۔

علم تاریخ اس علم کی طرف بھی مفتی صاحب کی توجہ کبھی کبھی مبذول ہوتی تھی چنانچہ
اوراق الذہب مین جناب سید العلماء طاب ثراہ کے حالات نہایت حسن و خوبی و لطافت و متانت
سے قلم بند کیئے ہین یہ کتاب علاوہ تاریخی حیثیت کے جواہر ادب سے لبریز ہی۔ تاریخ تیموری
اور تاریخ یمینی کے دیکھنے والے اس کتاب کی جلالت قدر اچھی طرح بیان سکتے ہین۔ ایک رسالہ
بزبان فارسی اپنے استاد کے تذکرہ مین موسوم بہ اخلاق حسینیہ تحریر کیا ہی اور علاوہ اسکے
اپنے حالات مین بطور روزنامچہ بہت کچھ لکھا ہی جس سے اس کتاب کی تالیف مین بھی
مدد ملی ہے۔

علوم ادبیہ کلام کو عیوب سے پاک رکھنا اور محاسن سے مالامال کرنا اسکو ادبیت کہتے
ہین اور چونکہ وہ کئی علم ہین اسلیئے اُسکے مجموعہ کو علوم ادبیہ اور اُسکے جاننے والے کو ادیب
کہتے ہین۔ صرف و نحو معانی بیان۔ بدیع لغت۔ عروض ادب کے عناصر ہین جس سے
اُسکا پیکر ہر صفت ہوتا ہی ایک ادیب کیلیئے ان سب علوم کا ماہر ہونا ضروریات مین سے ہی
اگر انمین سے کسی ایک علم مین بھی نقص ہوا تو ادبیت کا ایک عنصر کم ہوجائیگا۔

مفتی صاحب کا ان علوم پر حاوی ہونا اہل بصیرت پر پوشیدہ نہین آئندہ انکے
کلام سے اسکا ثبوت پیش کیا جائیگا فصاحت و بلاغت کے خزانون پر اُنکا تسلط
تھا صنائع بدیعیہ اُن کے کلام سے توام تھے روزمرہ کی گفتگو مین بھی کم کوئی فقرہ ایسا ہوتا
تھا جو کسی نہ کسی صنعت پر مشتمل نہو بہت سے کلام ایسے ہین جنمین متعدد صنائع موجود
ہین علم لغت پر اسقدر عبور تھا کہ عربی زبان کے لغات ایک لاکھ سے زیادہ اُنکے خزانہ

حافظ مین ذخیرہ تھی۔ علم صرف مین ایک رسالہ موسوم بہ توصیف التصریف اور ایک رسالہ فتوح العبیر فی مسئلۃ التقید والتخییر تحریر کیا ہی اور ایک رسالہ وجوہ الاستعمال فی صلۃ الافعال ہی جسمین تعدیہ کے طریقے بیان کیئے ہین اسیطرح علم معانی و بیان مین بھی ایک رسالہ لکھا ہے افسوس ہی کہ اُنکے مصنفات پر اس کتاب مین کوئی تبصرہ و تنقید کی گنجائش نہین ورنہ معلوم ہوتا کہ تالیف و تصنیف مین اُنھون نے کیا کارنمایان کیا ہے۔

ذیل کے چند اشعار مین بعض لطائف نحویہ کا ذکر ہے۔

ایجوز عندک ایھا النحوی فصـــــل المرتضی بالابعدین عن النبی

واذا اشفعت بتابع متبوعہ فالفصل غیر مجوز بالاجنبی

اولیس مولی الناس حیدرۃ باو ل تابع للمصطفی والاقرب

تبنی الکلام علی اصول حقہ ھلا نحوتم نحوھا فی المذھب

ومن لطائفہ الصرفیہ

ومنصرف عنی بغیر ملال وممتنع عن منطق بمقال

ولام عذار عندنون حواجب موکدۃ انجاز وعد وصال

اسیطرح علم عروض مین بھی اُنکا مرتبہ خاص طور پر ممتاز تھا اُنکے عہد مین جتنے حضرات اس فن کے ماہر تھے وہ سب استادِ مسلم الثبوت تسلیم کرتے تھے جب کبھی اس علم مین مشکلات پیش آتے تھے انھین کیطرف رجوع ہوتی تھی با اینہمہ اسقدر احتیاط تھی کہ اپنے اکثر منظومات کی تقطیع خود بھی کرلیا کرتے تھے شعراے معاصرین نے اس علم مین جس قدر اجازات اُن سے حاصل کیئے اُنکا ذکر خالی از طوالت نہین۔

بحور متعارفہ کا ذکر نہین مشکل سے مشکل بحرین بھی ایسی نہین جنمین مفتی صاحب

کے اشعار موجود نہوں۔

الفیہ ابن مالک پر چند اشعار تحریر کیئے جو خالی از لطافت نہیں ؎

ارکان وزن الشعر فی الالفیہ	ست نخذھا لا تکن منسیہ
مفتعلن مفاعلن مفعولن	مستفعلن فعلاتن فعولن
وانھا جاءت علی التناوب	ومن دری تقطیعھا لم یصعب
ووزنھا مسدس من الرجز	ومن اضاع وزنھا فقد عجز

شیخ احمد یمنی شیروانی نے کتاب منہج البیان الوافی فی علمی العروض والقوافی میں بحر وافر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"تتمیم استعمل المولدون مجزوّ الوافر المقطوف العروض والضرب وشاھدہ قول بعضھم۔ سقی طللا بحزوی + ھزیم الود واحوے + عھدنا فیہ اروے + زمانا ثم اقوی + واروی لا کنود + ولا فیھا صدود + لھا طرف صیود + ومبتسم برود + وفیہ من الزحافات العصب وھو حسن ویجوز ان یکون مضارع فتامل اس عبارت پر مفتی صاحب نے اپنی رائے لکھی ہے

اقول تاملت کما امر + فوجدتہ مخالفا لما سیذکر + فی الدیوان الثانی عشر + فانہ لا یجوز ان یکون مضارعا + الا اذا اسقطت من مفاعیلن الیاء والنون معا وھذا غیر صحیح + وکلامہ ثمہ فی عدم الجواز صحیح × نعم یجوز ان یکون من المجتث المجزو المشکول + فانہ یوازن لشاھدہ المنقول ؎ اولئک خیر قوم × اذا ذکر الخیار × وکیفما کان فتناجرۃ المولدین لغیرھم ھی الدعوی تکون قلیلۃ الجدوی × وخلافا بلا ثمر لان حرکات حروف البیت وسکناتہ علی الوزنین لا تتغیر + فعرض الشعر علی ھذا النمط مما لا ینکر × الا ان یقال ادخال الشکل فیہ قبیح فلذلک لا یتعبد

ہندسہ وہیئت مفتی صاحب ان علوم مین بھی کافی مدخلیت رکھتے تھے چنانچہ اقلیدس کے مقالہ اول پر جو حواشی تحریر کیئے ہین اور اختلاف وقوع اشکال کتاب کا سبق متانت سے لکھا ہی شاہد صدق موجود ہی۔ رسالۂ استقبال سے اور رسالہ لسان الصباح سے علم ہیئت کے معرفت اچھی طرح واضح ہی خود فرماتے تھے کہ ایک شخص فاضل علم ہندسہ مین مشہور تھے جب مین سفر کلکتہ کے اثنا مین بنارس گیا تو اُن سے ملاقات ہوئی اُنھون نے ایک شکل کے متعلق مجھ سے سوال کیا مین نے زمین پر شکل بنا کر مطلب حل کر دیا اُنھون نے کہا کہ ہمنے بھی اسیطرح حل کیا تھا پھر کہا کہ اسپر کوئی اعتراض بھی ہوتا ہی مین نے اعتراض بھی بیان کیا کہنے لگے کہ ہمنے بھی یہی خیال کیا تھا اچھا پھر جواب بھی اسکا کوئی ہو سکتا ہی مین نے اُسکا جواب بھی بیان کر دیا کہنے لگے کہ ہمنے بھی یہی سوچا تھا۔ اسکے بعد یہی عنوان ایک اور شخص کے ساتھ پیش ہوا لیکن اُنھون نے پہلے ہی دریافت کیا کہ آپکو اسکا جواب معلوم ہی یا نہین وہ مرد فاضل ساکت ہو گئے اور مین نے دلمین کہا کہ جائے اُستاد خالی کاش مین بھی اول یہ استفسار کر لیتا۔

علم ادب مفتی صاحب کی ادبیت اُنکے تمام علوم مین ممتاز اور زبان زد خاص وعام تھی ہندوستان کا بچہ بچہ اُنکے اس کمال سے واقف تھا۔ یہ علم کسی زبان مین کیون نہو تمام علوم کی روح وجان اور اہل علم کی عزت وشان ہی۔ ادیب مطالب کو دلکش پیرایہ مین ادا کرتا ہی۔ مقاصد کو دلونمین جاگزین کرتا ہی۔ اختصار وایجاز پر قدرت کاملہ رکھتا ہی۔ عبارت کا خلاصہ حسن سے بیان کر سکتا ہی۔ ہر کلام کی تہ تک اُسکا ذہن بجلی کیطرح دوڑتا ہی۔ مضامین کو مقبولیت کا خلعت پہناتا ہی۔ انبساط وانقباض تخییل ومحاکات کی تصویر جسطرح الفاظ مین کھینچتا ہی کسی فقیہہ یا منطقی سے محال ہی

محفل نشاط مین خوشی کا صور پھونکتا ہی مجلس ماتم مین شمع کشتہ کا دھوان بنتا ہی جسطرح چاہتا ہی اپنا سکہ دلون پر بٹھاتا ہی سلاطین سرکش کا جبروت اگر دیتا ہی تو ادبا و شعرا کی زبانون سے یہی گروہ تخت و تاج کی زینت سمجھا گیا شعر تو درکنار ادبا کی نثرون کے کارنامے ہین متاخرین ایران مین قائم مقام کی انشا اسقدر دلکش ہوتی تھی کہ بادشاہ کو ایک ایسے مجرم کی طرف سے جس کو دار کا حکم ہو چکا ہی وہ عرضی لکھتا ہی انداز عبارت دیکھکر بادشاہ آبدیدہ ہوتا ہی اور اسکی خطا سے درگذر کرتا ہی اس علم کے ماہرین کی عزت ہر طبقہ مین ہی مگر صرف درسیات ادب پڑھ لینے سے یہ ملکہ نہین حاصل ہوتا جب تک ذوق سلیم اور طبع خداداد بھی نرکھتا ہو۔

اسلام نے سب سے زیادہ اپنے ادیبونکی عزت کی اسلیئے کہ آسمانی کتاب عربی مین نازل ہوئی اور اسکی ادبیت اس پایہ پر پہونچی جو انسانی طاقت سے بڑھکر معجزہ ہو گئی۔ عرب مین کوئی کمال اسکے مقابل مین طرۂ امتیاز نہ تھا اُنکے ادیبون نے سلطنت کی قوت سے کام لیا محمد و آل محمد علیہم السلام کی فصاحت کو جنکا کلام فوق کلام المخلوق اور تحت کلام الخالق ہی۔ دشمنون نے بھی تسلیم کیا دیکھو دربار یزید مین سید سجاد کے خطبہ کا شوق یا بازار نیشاپور مین امام رضاؑ کے کلمات کا اشتیاق یہی مقدس گروہ یعنی بنی ہاشم کا خاندان مخزن شریعت اور دریائے فصاحت ہی جن کی حدیثین سپر ملت بیضا کی بنیاد ہی ہمارے علمائے اسلام جبتک ادبیت مین کمال حاصل نکرین قرآن و حدیث فہمی اُنکی قابل اعتماد نہین ہو سکتی۔ اور نہ اُنکا استنباط و اجتہاد محل وثوق ہو سکتا ہے۔

سُلطان الادب مفتی میر عباس صاحب نے اس علم کو اسطرح معراج کمال پر

پہونچایا کہ اپنے عہد کے نامور علما و فضلا و کملا کے مرجع و ماوا ہوئے حضرات اہلسنت نے بھی
اِس علم مین زانوے ادب اُن کے سامنے تہ کیا۔ تقریباً فرقہ امامیہ کے تمام مجتہدین عظام
اس علم شریف مین اُن کی عیال ہین اس علم کے متعلق مفتی صاحب کے افادات حد
حصر سے مافوق ہین اگرچہ ممدوح حضرت سید العلما کے گروہ تلامذہ مین داخل تھے اور
اُسپر اُنکو فخر بھی تھا لیکن یہ کہنا سوء ادب نہوگا کہ اس علم مین وہ بھی مفتی صاحب
کے حاجتمند تھے اور جو مشکلات و مراحل علوم ادبیہ کے متعلق پیش آجاتے تھے
اُنمین علمائے کبار کا مرجع اسی ادیب فقید المثال کی ذات ہوتی تھی چنانچہ کسی ایسے ہی
موقع پر سلطان العلماء سے علامہ بے نظیر نے ایک خط مفتی صاحب کو لکھا جسکی ابتدا
اس مصرع سے تھی **مصرع**

یا حضرت عباس علی وقت مدد ہے

جناب سلطان العلما[1] کا لفظ ازدیا کی صحت مین شک کرنا یا لفظ فاق کے

[1] جناب سلطان العلماء کو باوجود علمی جلالت قدر کے ایک مرتبہ شک ہوا کہ لفظ ازدیار صحیح نہین ہے اور بعد مطالعہ کرنے کے بھی شک رہا اور سبب اسکا یہ تھا کہ لفظ مذکور قاموس مین نہ ملا حالانکہ صحاح جوہری اور اساس زمخشری اور دیوان متنبی اور تبیان عکبری مین موجود تھا اور قاموس مین موجود نہونا عدم کی دلیل نہین ہو سکتا لہذا لفظ مذکور کے اسناد مفتی صاحب قبلہ نے ایک جگہہ جمع کرکے یہ عبارت تحریر فرمائی۔

العجب کل العجب من سلطان العلماء ذلك العالم النبیه انه انکر لفظ الازدیار ثم شك فیه بعد التنبیه حیث لم یجده فی القاموس وهو موجود فی صحاح الجوهری واساس الزمخشری ودیوان المتنبی وتبیان العکبری فاما الصحاح فلفظه وازدار افتعل من الزیارة قال ابو کبیر ـه وازدن مزدار الکریم المفضل + واما الاساس ففیه واستزرته فزارنی فازدارنی واما المتنبی ففی مطلع دیوانه ـه امن ازدیارك فی الدجی الرقباء + قال العکبری شارح الدیوان - الازدیار افتعال من الزیارة واما الفیروزابادی فلم ینکر اللفظ ولم یشك فیه ومن القرائن القویه والامارات الجلیه علی صحته انه لو کان یشك فیه و یمتری وقد ذکره الجوهری لاخذه علیه لکونه حریصاً علی نسبة الوهم الیه ومن تتبع مواخذاته فی القاموس کاد

تعدی بہ علی ہونیکی سند کا استشہاد کرنا یا جناب ممتاز العلماء[۱] کا بعض اشعار مشکلہ مین

بقیہ صفحہ ۲۱۹ — ان یجدھا احد شطریہ واما سکوتہ عن البیان فعذرہ واضح عیان وھل یقدر الانسان ان یحیط باللسان والفیروزابادی لم یذکر القیاسیات الا ماشذ وترک کثیرا من السماعیات ایضا والظاهر انہ لم یرد استیعاب الابواب ولذلک لم یذکر الاسترزاق وھو لفظ صحیح فصیح ففی جملہ دعاء علی علی ما اوردہ فی نہج البلاغہ اللھم صن وجھی بالیسار ولا تبذل جاھی بالاقتار فاسترزق طالبی رزقک بل الفیروزابادی لم یذکر نصف البسملة الرحمن الرحیم وفوق کل ذی علم علیم

جناب سلطان العلماء نے ایک جازہ مین لفظ فاق کا تعدیہ علی سے لکھا تھا ایک شخص نے جو مدعی عربیت تھے انکار کیا اور اعتراض کردیا جناب ممدوح نے مفتی صاحب کو لکھا اور انکے بعض صاحبزادون نے اسکی سند مفتی صاحب سے طلب کی کہ اپنا کلام تحریر فرمائین جناب نے جواب مین تحریر کیا۔

مینے چند شعر لکھے تھے انمین ایک شعر یہ بھی تھا ؎

ویوما قائظا فیہ سموم + یفوق علی جھنم فی ضرام + وقد انکر بعض القاصرین من المعاصرین تعدیة فاق بعلی وھو کالشھادة علی النفی غیر مسموع + علی انہ لا معنی للانکار بعد الوقوع + فمن ذلک ما اوردہ ابن الخطیب فی المستطرف مما قیل فی البطیخ الاصفر ؎ ثمانا غلام فاق حسنا علی الوری + ببطیخہ صفراء فی لون عاشق + ومنہ ما نقلہ السید المدنی فی اواخر کتاب انوار البدیع عن الفیروزابادی صاحب القاموس من قولہ مقرظا علی بدیعیة عبد الرحمن بن ابراھیم الشافعی ؎

ھذا القصید حوی البدائع کلھا + وسما علی نظم الامام وفاقا + حتی اقر الحاسدون لحسنہ + فابان من اھل الخلاف وفاقا + وھو وان احتمل الوجھین لکن المظ انہ عداہ بعلی علی نظم قولہ علی نظم۔ ومن ذلک ما انشدہ السید لنفسہ فی نوع التفریق من الکتاب المذکور ؎

وکلھم قد کاد یحکیہ مشبھا + ولکن من اھوی علی الکل فائق + ومنہ قول الشیخ برھان الدین القیراطی فی الطاس ؎ تامل فانی طاسة صح نقشھا + وفاق علی نقش الغوانی التی تسبیہ وھذا البیت مذکورة فی حلبة الکمیت الی غیر ذلک مما وقع قدیما وحدیثا فی النظم والنثر ولا یدخل شواھدہ فی الحد والحصر وما سمعنا احدا ینکرہ من ابناء العصر وھذا احمد الشیروانی وھو من اھل اللسان وفصحاء الزمان یقول فی اوائل المناقب ومن المطایا الھندیة ما تفوق علی النجائب العربیة فی اواسطھا ویرم من البلو الفائق علی الدر نضرة وصفاء فما لکم یطلب الشاھد اما کفاہ وقوعہ فی کلام السید السند المجتہد الاعظم

[۱] جناب ممتاز العلماء نے جن اشعار کا مطلب دریافت کیا تھا وہ یہ ہین۔

انی شربت وکنت غیر شروب ... وتقرب الاحلام غیر قریب
ما تمنعی یقظی وقد تؤتینہ ... فی النوم غیر مصرد محسوب

مفتی صاحب کی طرف رجوع کرنا جناب سید العلماء کا فنون ادبیہ مین مفتی صاحب پر اعتماد و استناد بیان مذکور کی دلیل واضح ہے۔

اس علم کے برکات پر نظر تامل سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب سید العلما کے تلامذہ اگرچہ بہت تھے لیکن کسی کی تلمذ نے استاد کے کمالات کے اظہار مین حصہ نہ لیا بلکہ اپنی حیات تک فہرست تلامذہ مین نام لکھوا کر اس شرف کو اپنے ساتھ لیگئے لیکن مفتی صاحب کی ذات سے استاد کے کمالات شرق و غرب مین پھیلی اور اس انداز سے کہ محکی عنہ سے حکایت لذیذ تر ہو گئی۔ اس کا سبب مفتی صاحب کی ادبیت تھی کہ اُستاد کے ہر فعل اور ہر قول اور ہر عمل مین اپنی طباعی سے ایک نکتہ لطیفہ پیدا کر کے دلکش عبارت مین قلمبند کر دیا اور ہمیشہ کے لئے ان کے فضائل و معارف مین حیات جاودانی کی روح پھونک دی۔

زمانہ اخلاقی حیثیت سے اسقدر تنزّل کر رہا ہے کہ اگر عہد سابق کے حالات کا مقابلہ دورِ حاضرہ سے کیا جائے تو سخت حیرت ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب نے محفل کو نئے طریقہ پر سجا شمعون کی جگہ برقی روشنی آئی بساط کے بدلے میز اور کرسیان صفائے ظاہری سے نرم اسقدر نظر فریب ہو گی کہ اگلی روشین اسکے مقابل مین کسی کی نظر مین نہین سماتین مگر افسوس ہے جسقدر روشنی تیز ہوتی گئی اخلاقی نور گھٹتا تھا باطن کی تیرگی بڑھتی گئی نہ استادون مین شفقت پدری رہی نہ شاگرد و نمین وہ عقیدت و خلوص۔ خدا غریق رحمت کرے ایسے بزرگان صفا مشرب کو جنھون نے باطنی آرائش کو مقدم سمجھا اور ہمیشہ ائمہ کرام کی تاسی کی یقیناً ان کے خصائل و کردار آئندہ نسلون کے لئے سبق ہین۔ تلامذہ کو اپنے اساتذہ کے ساتھ کیا اخلاق برتنا چاہیئے۔ مفتی صاحب نے اپنے طرز عمل سے اس کی ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

اوراق الذہب سی نادر الوجود کتاب اس کی شاہد ہے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مفتی صاحب کے جادو نگار قلم نے خاندان اجتہاد کی عظمت کا چراغ صبح قیامت تک روشن رکھا۔

جامعیت کے عنوان مین بالاجمال علوم کا ذکر کیا گیا تا تفصیل عام دلچسپی مین خلل انداز نہ ہو لیکن علم ادب کی ضمن مین کسی قدر تفصیل کتاب کی دلچسپی مین اضافہ کریگی اس لئے ان کے دریائے علم کے چند رشحات پیش کئے جاتے ہین جو فوائد عظیمہ اور نکات کثیرہ اپنے دامن مین لئے ہین۔

واقعہ حکیم مولوی سید محمد جواد صاحب بھیکپوری کا بیان ہے کہ سید محمد صاحب اکبرآبادی مصنف تنزیہ الفرقان ایک مرتبہ مولوی سید علی نقی صاحب کو اپنے ہمراہ لیکر لکھنؤ سے کانپور جناب مفتی صاحب مرحوم کیخدمت مین آئے اور وجہ حضوری یہ بیان کی کہ پادری عمادالدین نے جو پہلے مسلمان فاضل تھا اور بطمع دنیا عیسائی ہوگیا ایک کتاب فصاحت و بلاغت قرآن کی رد مین لکھکر شائع کی ہے اسمین کئی سو لفظی و معنوی غلطیان قرآن کی ثابت کی ہین مینے اُسکا جواب لکھا ہے پادری نے یہ شرط کی ہے کہ جواب خالص شعرائے جاہلیت کے کلام سے ہونا چاہیے ورنہ قابل تسلیم نہو گا اور شعرائے جاہلیت کا کلام سوائے اشعار حماسہ و عقد نہین و سبعہ معلقہ کہین مدون نہین ملتا اگر لغات کی طرف رجوع کرون تو کہین ایک شعر کہین ایک ایک مصرع نقل کیا گیا ہے جس سے پورا مطلب بھی حل نہین ہوتا دوسری خرابی غلطی کتابت کی ہے اسوقت کئی سو شعر ایسے ہین جنکے معنی و مطلب حل نہین ہوئے مین نے خود بھی فکر کی پھر لکھنؤ آکر مولوی سید علی نقی صاحب سے حل کرایا جو اشعار ان سے رہ گئے جناب مولانا سید حامد حسین صاحب کی خدمت مین حاضر ہوکر پیش کئے اور حل کرائے پھر بھی بہت سے رہگئے جو ابھی تک حل نہین ہوئے جنکی

نسبت جناب مولانا سید حامد حسین صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ حضور کی خدمت مین حاضر ہو کر حل کرائین۔ اسی غرض سے حاضر ہوئے ہین مفتی صاحب نے فرمایا کہ پڑھیے۔ مولوی سید محمد صاحب اکبر آبادی ایک ایک شعر پڑھتے جاتے تھے اور مفتی صاحب کم و بیش تامل کے بعد بغیر اسکے کہ کسی کتاب کی طرف رجوع کرین حل کرتے جاتے تھے۔

یہان مفتی صاحب کی عربی و فارسی و اردو کی ادبیت پر کسیقدر تفصیلی تبصرہ لکھا جائیگا پہلے عربی زبان کی نثر اور اُسکے اقسام اُسکے بعد نظم اور اُسکے اصناف کے نمونہ دکھائے جاتے ہین۔

کلام کی دو قسمین ہین نثر نظم و نثر سخن ناموزون ہو۔ قدمانے باعتبار الفاظ اسکی تین قسمین کی ہین۔ (۱) مرجز (۲) مسجع (۳) عاری بعض ادبا نے مقفی اور مسجع مین بھی تفریق کردی ہو جسکا طولانی ذکر یہان بے محل ہو۔ معنی کے اعتبار سے سلیس اور دقیق دو قسمین ہین دقیق کو بھی سادہ اور رنگین دو قسمون پر منقسم کیا ہے۔

اِن مین سے کوئی نثر ایسی نہین جسمین مفتی صاحب کے سحر نگار قلم نے اپنی روانی نہ دکھائی ہو اِس کتاب کی تالیف کے وقت یہ امر جسقدر ضروری تھا اسیقدر ایک کثیر الاشغال مولف کیلیئے دشوار بھی تھا کہ اُنکی تمام مصنفات پر بسیط نظر ڈالی جاتی کیونکہ کئی سو کتابونکا بالاستیعاب دیکھنا آسان کام نہین مین کیا کوئی فارغ البال بھی دقت سے اِس مرحلہ کو طے کرسکتا ہو۔ ناحق سپاسی ہو اگر حضرت استاذ الاساتذہ جناب نجم العلما مدظلہ العالی کا منت پذیر نہون کہ اُنھون نے اکثر مصنفات کو ملاحظہ فرمایا اور کچھ نمونہ اُنکے کلام کے دیئے۔ دیباچہ مین اسکا تفصیلی شکریہ ادا کرچکا ہون لیکن پھر بھی اِس احسان کا مکرر ذکر کرنا میرے مذاق مین نہایت لذیذ ہو۔ باوجود اسکے بھی

اکثر اصناف کے نمونہ اِسوقت پیش نہین ہو سکے اسکا سبب اُنکے مصنفات پر میری قلت نظر ہی ورنہ نثر و نظم کی کوئی قسم ایسی نہین جو اونکے یہان نہ ملے۔ طبع ثانی مین امید ہے کہ یہ کمی پوری ہو سکے۔

بڑے بڑے مشکل اور شوار مضامین مسجع عبارت مین اس خوبی سے ادا کیے ہین کہ اوباء متحیر ہین یہان تک کہ فقہی مسائل جنمین میدان تحریر تنگ ہے سب مسجع ہین کتاب شریعت غرّا از اول تا آخر مسجّع عبارت مین لکھی ہی۔ فقہی کتاب مین التزام سجع پر بعض حضرات معترض بھی ہوئے چنانچہ کتاب روض اریض مین مفتی صاحب نے اُن معترضین کا جواب بھی لکھا ہے۔

ولکن من الناس من شیمته الملام× و رغبته الی المذام× کانی ممن یالف ھذا الفن× یستقبح طرازی الحسن÷ فیقول یا للعجب× ھذا کتاب الشریعة او الادب× و یبالغ فی التشنیع× بانہ اتی بامر بدیع و حذا فی الفقه حذو بدیع× و لو انصف فقد عمد البحرانی و غیرہ الی التسجیع ماھذا النمط ببدع× و لا تنافی بین الشرع و السجع× و امسك عن عتابه لکفاہ ان یتدبر ان الشارع فی الحقیقة ھو اللہ÷ و الخطاب خطابه÷ و الکتاب کتابه× و ھو معما فیه من آیات الاحکام و ھی المسائل× مشتمل علی الفواصل و مما قلت

بینت نکات بکلام حلو	فی حال مرارۃ و حین التکوی
لا غرو ان استطرفه ذو دین	المؤمن حلو و یحب الحلوی

اب نثر مسجع کے مختلف نمونے ارباب ادب کی ضیافت طبع کے لیے پیش کیے جاتے ہین۔

قلت فی المدح والثناء علی الفصاحۃ والسخاء علی اسلوب بدیع فیه جناس و

ل ان اشعار پر ایک حاشیہ بھی لکھا ہی جو فائدہ سے خالی نہین۔

ھذا من اوزان الرباعی المختص بالعجم و ان تکلف بعض العرب فقال شعرا بھذا الاسلوب و لا حاکم فی ھذا الفن الا الطبع السلیم کما قاله ابو یعقوب و الرباعی مختص بھذا الوزن و شبیھه و الوزن غیر مختص به فافھم و انتبه

اس عبارت سے ایک عربی رُباعی بھی دستیاب ہو گئی جسکے وہ خود مبدع ہوئے حاشیہ کی عبارت بتا رہی ہے ۱۲۔

اقتباس و ترصیع و جمع و تقسیم + یتلقاها الطبع السلیم + بالتسلیم + لخلوه
من الغرابة و دنوه الی الانسجام + من الافتتاح الی الاختتام +

واما لکاییب ادیب + لولا مراعاة الادب + لقال فی وصف خرائد قلمه + اذا انشانا هن انشاءا
فجعلنا هن ابکارا + وسقیا لواهب عجیب + تناهی فی افاضة الفضة والذهب + حتی اکبره
المستفیضون بسحائب کرمه + فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا
مقوال مُغلق مُغلق + لمن اباه و احتذی مثاله + لا یتزن مع مقاله درّه + مثقال ذرّة +
قلله درّه + و مفضال منفق مرفق + لمن اتاه و احتذی افضاله + لا یلتحق بید نواله عسره
بل یدوم له عشرة ای عشره + فلا تسأل عشره + یمینا بالله ان له یمینا + تفیض فی الحالین درّا
ثمینا + فلا ادری ایقع تبره انفع للطالبین + ام نثره اوقع للکاتبین + ولکن اقول ان وجوده
اوفر واعلی + من فصحاء الیمن + وجوده اوفر واعلی من معادن الارض فی الثمن + اذا سعر شعره
بیع الجمان بالمجان + واذا نثر نثره قیل کانهن الیاقوت والمرجان + واسال الله ان ینضر
وجوه اولیائه + وینصرهم علی اعدائه + وها انا تحت ظلاله قائل + وفی الدعاء لدقائل + اللهم
بشره بما یسر قلوب احبائه + و یسر له ولاموانه واحیائه + بمحمد و آله خیر آل + سلام الله
علیهم ما برق برق ولمع آل + فعش سالما یا خاتم فن الکتابة والفصاحة + و خاتم اهل السخاوة
والسماحة + انات اذا تعطی تنسی فی الصنیع حاتما و معنا + واذا تنشی لا یترک نثرک من
البدیع لفظا ولا معنی + اوصلک الله الی المشاهد المقدسة معنا + اسکت یا عباس + فان
المدح لا یعجبه وان کان کلامک مشتملا علی جناس + موافقا لمزاج الناس + علی ان اصله طاهر +
وفضله ظاهر + فاظهاره لغو کالاخبار بالنهار فی یوم صحو عند الضحی + وظهور الضیاء و هو
فی شجاعته لیث + و فی سخاوته غیث + لا یمازجه ریب و لا عیب + فثناء عثک النقش

علی الماء + ولکنی تحیرت و تحیرت فی مقام العجب + و تحیرت ما خار لی الریب +

لکاتبه
عجبت من فضله کالشمس بازغة ¦ و بذله کسحاب حین یتسع
لا الشمس یسترها غیم احاط بها ¦ ولا السحاب بنور الشمس ینقشع
والشمس فی الغیم کالمهدی مختفیا ¦ ونحن بالنور والامطار ننتفع

ومن کلامه لا تلق الدنیا بالحرص والشرہ + واسئل بارئك ان یقیك شرها وشرہ + فان مادة الحرص احلا + من ان یبرأ معها احد + اما ان الدنیا دار + لا یخلد فیها دیار + ولا ینظر الی بستانها ناظرہ + الا و یزجرہ ناظورہ + ولا یاکل من نخیلها ثمرہ + الا و یثیر تامورہ +

ومن کلامه لا تخف الحق + ولا تخف الا الحق + و تخفف تلحق + بصالح من سبق + الا من رهب هرب + ومن فرق ارق + ومن تصدر من غیر اصل + سقط کهمزة الوصل +

ومن کلامه فیمن کبرت سنه وانقلعت سنه - ما بال الشیخ فان + مضی من سنه صنفان الصبی والشباب + وانقطع الاسباب + ایتمنی بعد ذلك سنا اخری + یعد فیها الاخرة ذخرا + ام یرید ان یاتی لذنبه + وقد افد ان یفد علی ربه + ایرجو ان یعود شبابه + فیمضغ حلوا وما لحا + ام یقول رب ارجعون لعلی اعمل صالحا + فهل هی منیة هو نائلها + کلا انها کلمة هو قائلها + ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون + فانا لله وانا الیه راجعون +

من لطائفه لبعض الموسوسین - لا تزال تشك حتی یاتیك الیقین +

ومن کلامه من افرط اختیارا + فرط اضطرارا + ومن فرط احتیاطا + فسیفرط افراطا +

ومن کلامه یا من غلبه الاوهام + فما اصبح الا واغتم اوهام + وخیل الیه وقع السیف علی جیده او هام + ان کنت تخاف الامر الموهوم + فاولی بك الاجل المحتوم + وما لك لا تخشی الله + والله احق ان تخشاہ +

ومن کلامه قد غلقت الدکاکین + فویل للمساکین + جیاع ضیاع + یاتون الابواب +

ضامرة البطون رثّة الاثواب + یقرعون + فیفزعون + هذا سخی شجیؒ لفقد المال + یعطی و یریدان یزید لمن شکر + ولکن قُدِر علیه فما قدر + وهذا باخل ناحل المخوف من السوال + یدّ رما ندر + فلا یوفی الامانة + کلالا وزر + الی ربك یومئذ المستقر +

ومن کلامه لا تعجب بنفسك + وعن تزکیتها امسك + فانّ لله ملائکة + مقربین یعبدون ویذکرون وهم لا یفترون + وکم من ملك فی کل فلك + بین رکع وسجّد + لا یرفعون رؤسهم الی آبد ولا یدعون نفوسهم الی امد + لونظرت الیهم وعثرت علیهم + صغرت عبادتك فی عینك وبصرت نفسك بشانك وشینك مالك کلما وجدت یومك خیرا من امسك + اعجبت بنفسك اما سمعت قوله تعالی فلا تزکّوا انفسکم هو اعلم بمن اتقی وناهیك ناهیا عن سوء عادتك + قول النبی ما عبدناك حق عبادتك

فی ذمّ العلم بغیر عمل یا حسرة علی من یعمل عمل الاشقیاء + وقد ورث علم الانبیاء + فهو منبع غیر ناج + کالاعمی بیده سراج + فقصارنجس + او ملیء مفلس + مثله کمثل الطبیب اذا نفث او الملاح علی الغرق اشرف + او سجنجل اراك ما اراك + ولیس له ادراك + تراه علی تبحره معدود افی الظماء + کالرمل الیابس المحیط تنبط الماء + لمولانا علی علیه السلام

لیس الفقیه بنطقه ومقاله	وکذا الفقیه هو الفقیه بحاله

عظة ایها المومن المفتون بالدرهم والدینار + اما تستنکف من حب الدنیا وهی خادم الفجار وانت من الابرار + وان امة من اماء الکفار + ارادت ان تمن علی المومنین الاحرار + لمنعهم من قبول احسانها العار +

پس چرا ز مومنان راعا نسیت	میل دنیا چون بجز کفار نیست
کس چرا دارد سر سودائے زن	دست نا کس چون رسد بر پائی زن

تسلیة اصفح عمن ظلمك + ولا تحرم من حرمك + واحسن الی من اساء الیك + وقدر
ذلك نعمة منه علیك + فانه سیموت و یخرج عن رمسه + مریحا لك متعبا لنفسه +

من کلامه ایها الموسر تطیل آمالك + ولا تصلح بما فی یدك مالك + فوا اسفی علی حالك
المحالك + اذا سالك عن مالك المالك + وایها المعسر ما بالك + تسر الحرص و تسر
بان توصف بالقناعه + والله یعلم السر والدهر یكشف عن الخیر والشر قناعة فعلیك
بالصبر عند البوس والباس + والیاس عما فی ایدی الناس +

من کلامه من فكر فی لذة العاصی والطائع فی العاجل + وفیما تؤل الیه حالهما
فی الاجل + الم و علم + ان كلاهما كالمحتلم + ولكن الاول كمن اذا استیقظ من منامه +
وجد نطفه قذرة + والثانی كمن اذا قام من احلامه + لم یجد اثره +

التكلم بلسان العرب فی تربیة ما طار و دب
اجابة لبعض من احب ان یتدرب فی الادب

در ذکر کبوتر یا غلام اطلق الحمام + قبل ان ادخل الحمام + واكثر لها من الحبوب + و
اطعمها السمین فانه غذاءها المرغوب + ولا تطعمها الا رز والقمح + فانه وان خلا
من القبیح + لكنه یهزلها ولا یسمنها + ولا تقصصها ابدا + فانه یغمها و یحزنها + یا بنی
استمع الیها كیف تغرد + ولا تنظر الیها حین تسفد + ولا تنظرها فان ذلك محظور + وان
كان یوجب السرور + علی انها ربما تصاد + فیحصل الفساد + والله رؤف بالعباد +

در ذکر خروس و مرغ یا فضة یا جاریة + كما رأیتك علی عادتك الجاریة + تفرقین بین الازواج
ولا تطلقین الدیك مع الدجاج + وما لك اذا باضت تسرقین بیضها + كالمرأة اذا
حاضت تخفی حیضها + اما تعلمین یا وصیف انی احب صفرة البیض فانها غذاء لطیف

صالح الکیموس + تستلذ به النفوس + لذیذ فی الفم مولد للدم + لکنی اکل الیسیر من کثیر +
لانها تضر بالبواسیر + وهو داء برءه عسیر + فانه للرجال کالحیض للنساء + وان الله
یفعل ما یشاء + فاذا اکثرت البیض فلتخزن + انی ارید ان تحضن + حتی نری کل زوج
بهیج + و ناکل الفراریج + فاذا حصل الفرخ و تم الفرج فاطعمه اللحوم + لتصیر کثیر الشحوم +
قال الشیخ الرئیس و قوله کثیرا ما یصح + خیر الدجاج ما لم تبض و خیر الدیک ما لم یصح +

در ذکر طاؤس | یا بنیّ شغف الطواویس + کیف ترقص و تمیس + لعمر الله السبوح القدوس +
باری النفوس + انی لمولع بالطاؤس + یدرج فرحًا و یزول مرحًا + وانی اطیل النظر الی
ذنبه و جناحه + حین ینشره فی غدوه و رواحه + یقال انه لا یسفد ولیس کما زعم +
فانه صاحب الشبق کالجمل المغتلم + الا انه لا یساکن باللیل الانثیٰ + فکانه خنثیٰ + ولعله
یغلب علیه السوداء + فلذلک یرغب الی البیداء + و یهرب الی الصحراء + فاعرف قدره +
ولا تامن غدره + وایاک ایاک ان تذبحه و تدخله فی حشاک + و تجعله غداءک او
عشاءک + لتکثر به جشاءک + فان لحمه حرام + عند الفقهاء العظام + علی انه حسن الشکل +
لا یصلح للاکل + بری من التشویه + فکیف نشویه + ینبغی للانسان ان ینظر صنع الله فیه +
و یجعله فی مسرح انظاره + لا ان یدخله فی فیه + الیس ما احله الله یکفیه + فلا یتعدی الا السفیه +

در ذکر اسپ | یا سائس اسرج المهر + لارکب وارجع قبل الظهر + فانی ارید ان انفرج و
لا یکون علیه الحرج + فلا تبخسه حقه من العلف + فانی اخاف علیه التلف + ولا
تذره یبز کثیرا علی الرمکه + فانه یضعف بذلک عن الحرکه + یا ولدی + و فلذة کبدی +
یا قرة عینی + لا فرق الله بینک و بینی + اذا امرتک بشیء فقل بالعین والراس + الق
الی السمع ولا تعر الافراس للاعراس + فانهم یجیعونها و یضیعونها + وهذه عادة الناس

الا الاتقیاء منهم والاکیاس روحی فداهم وقلیل ما هم

در ذکر شتر یا جمال لا تتعب الجمال فان کلا منها للرجال جمال وللرحال حمال اما تری ما لها من القناعة والصبر علی المجاعة وحسن التذلل الی الاطاعة فانها ذلل ذلل فی الحر سفن فی البر

در ذکر گاؤ یا غلام یا کثیر العثار یا خلیع العذار یا بردعة الحمار تجمع بین التبره فی بیت او حظیره دع عنك هذه الوتیره فانها ان تباعدت تصالحت وان تقاربت تناطحت اما تری یا فلیح یسیل من جلدة القیح مالك تراجعنی ولا تطاوعنی اسکت تسلم وارحم ترحم۔

در ذکر گوسفند و بز یا اسود احلب النعجة البیضاء او الشاة السوداء واحفظ الحلیب اشربه البکرة الیس الصبح بقریب یا ایها الراعی رعاك الله عند المصاب جعلك ممن تکلم فاصاب اراك مدما مثقلا بالثیاب جریئا فی الحضور جبانا فی الغیاب فکیف تسعی الی الشیاه حین تصاب بالذیاب والی الداعی حیث یرید ان یجاب ان هذا الشیء عجاب اهملها سائمه ولا تترکها هائمه والله الوکیل علی ما نقول وعلیك بالخبر المنقول

مکتوب بنام شیخ عباس خلف شیخ احمد شیروانی صاحب نفحة الیمن

الی الادیب الاریب + الحسیب النسیب + الفائز من الفضل بالمعلی والرقیب + الشبیه بابیه النبیه + الفصیح البیان + الطلق اللسان + البلیغ البالغ الی مدارج الکلام + الراغب الی فن الکلام + ناطورة الادباء + سلالة العرب العرباء + الکریم الانفاس + المنیع الاساس البریء عن الادناس + المعروف بین الناس + بادب لا یقاس + مولانا الشیخ عباس اما بعد فقد وصل الی منك کتاب مزیل للشجن + تفوح منه نفحة الیمن + عباراته

اسلس من الرحراح + کانها حدیقة للافراح + فیالہ من کتاب + مفصح عن عجب عجاب

بدیع النظام معل الاوام مثیر الغرام کالحاظ خود +

عزیز المثال لطیف المقال کعذب الزلال او ان الورود +

کلام رقیق و لفظ انیق ومعنی دقیق کمسک وعود +

یراع عجیب کغصن رطیب و خط خضیب بلون الورود +

ففیه مزایا وفیه خبایا وفیه هدایا البیض فی سود

کتبه علی جناح الاستعجال وانا فی هجوم الهموم ووفور الاشغال بحیث لا ادری یمینا عن شمال - من اضعف الناس السید محمد عباس

مکتوب بنام نواب سید باقر علی خان صاحب

سیبلغ مکتوبی بایمن ساعة الی ساحة علیاء ایة ساحة

یصافح من قبلی کتابی یمینکم ویالیت طرسی کان من جلد راحتی

طوبی لطرس یضاهی بیاضه بیاض النحور + ویباهی سواده سواد عیون الحور + لحلوله فی الصفحه السامکه ونزوله فی البقعة المبارکه من وادیک المقدس بمحل اجل من طوی ومن نادیک الاقدس بمکان سوی لانک فی ظل ممدود ومقام محمود بلغت الیه بعد بذل المجهود + وقاسیت المحن واخلیت الوطن وجبت الاغوار والانجاد واتعبت الاولاد وترکت العیش الناعم والذ المطاعم وارتع الاماکن وافسح المساکن + والطف البساتین + واطیب الریاحین + وا قطعت الساهرة بعین ساهرة ورضیت بسفینة قذرة مع نفس طاهرة حتی وصلت الی الطاهرین الغر وکذلک الحر یکابد البرد والحر وقد ثبت عند اولی النهی + ان

افضل الاعمال احمزها فلیهنک البلوغ الی تلک الارض التی تزدری السماء + وتحتوی علی الشهداء + وتنتمی الی الشفا + لله قوم صبروا علی حر الهواجر فی الفلوات + وترکوا ماء الثلج والقنوات + متعطشین الی ماء الفرات + تعطش ذی القرنین الی عین الحیاة فحطوا وانفوسهم عن الخضر وحضر واکالخضر بعد السفر + عند زلال اعذب من کوثر فقروا ابدلک عینا + وبذلوا عینا ولجینا + ونالوا مالم ینل منه اسکندر اثراً ولا عینا + عینا یشرب بها عباد الله یفجرونها تفجیرا + یوفون بالنذر ویخافون یوماً کان شره مستطیرا ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا مرحباً بالحبر الماهر + المتبتل الساهر + المتوکل الصابر + الشهم الکابر + النجم السائر + الدر الفاخر + علی سائر اولی المفاخر + الزائر للحائر + الحائر فی مدحه العقل العاشر + لله دره من دری دری + فاز من الغری ابدر النجف + من صفی صافی الولاء طاف بالطف + الا الطف + وبلغ الی شرف الشرف + وطرف الترف +

معین دولت و دین ایه امجاد	که بر عراق نظر بست و دست جود کشاد
زسیل حادثه بگذشت با دل دریا	زابر و باد نشد خائف و براه افتاد
چو بر سفینهٔ آل نبی گرفت قرار	کشود راه نجات و وزید باد مراد
قلم نوشت بتاریخش از سر الهام	زیارت نجف و کربلا مبارکباد

هذا ونلتمسکم الدعاء + تحت القبة الغراء + ونخصکم بما هو الاشرف من هدیة السلام والتحیة ونشرک فیها الذین معکم فی تلک البقعة المبارکة + والهدایا مشترکة +

فن شعر

ادبا مین ایسے افراد کم نظر آئین گے جو نثر و نظم پر مساوی قدرت رکھتے ہون - میزان ادب کے یہ دونون پلّے بہت کم ہموزن ہوتے ہین نظم سے جنکی طبیعت مانوس ہوتی ہی انکو نثر سے بہت مشکل سے دلچسپی ہوتی ہی موتیونکو لڑی مین پرونیوالا کبھی غیر منتظم اور بکھرے موتیونکو پسند نہین کرتا - عرب و عجم کے ائمۂ فن پر نظر ڈالو تو بہت کم کوئی نظیر ایسی ملے گی جسنے نظم و نثر کو ایک نگاہ سے دیکھا ہو، مگر یہ امتیاز بھی علامۃ الادب مفتی سید محمد عباس صاحب کے لئے مخصوص تھا - ان دونو چمنونکی گلگشت وہ ایک دل اور ایک انداز سے کرتے تھے -

عربی شاعری پر تنقید - فن شعر سے اُنکی طبیعت کو خداداد مناسبت تھی میرے خیال مین تو وہ شاعر ہی پیدا ہوئے تھے دوسرے علوم اکتسابی تھے مگر یہ خلقی و فطری - عربی فارسی اُردو تینون زبانون مین اُنکا مذاق بہت سلیم تھا جس کا ذکر اپنے اپنے محل پر ہوگا - یہان صرف عربی شاعری کا کمال دکھا کر مختلف اصناف نظم کے نمونے پیش کیے جاتے ہین جس سے شاعرانہ نکات پر روشنی پڑے

بیت فی الوعظ مع الجناس فی اللفظ	
الی مَ علی الدُنیٰ منکم تراکم	وعین الله ناظرة تراکم
فی ذکر الحمّیٰ وفیه صنعة الترادف	
قد شبت من طول البلویٰ واللیل شب	کم اشتکی تبّت یدُ الحمّیٰ وتب
فرد	
سکتّ علی غیظی فحلّ بی الردیٰ	ولا برء للمسکوت اذ کان مزبدا
بیتان وهو قول جامع لاصول الشرائع	
مقاصد الشرع خمس شذ سادسها	وحفظهن مدار النهی و الطلب

رعایۃ الدین وھو المستھلّ لھا | والعقل والنفس ثم المال والنسب

بیتان قد کتبھما علی اوراق الذھب

اثنان فاقا علی الآفاق افلاقاً | صاغا من التبر اطباقا واطواقا

فحیث لم یزکا طوقاً ولا طبقاً | سوّیت من ذھب قد راق اوراقا

مربع قال للحافظ السیّد جعفر علی

الا یا حافظا خیر الکلام | ویا من جدّہ خیر الانام

اتعلم ما بقلبی من غرام

فجسمی ذابل والحبّ نام

اتی ریح الصبا فاستنشقوھا | وعن اھل الحمی فاستنطقوھا

اذا قالت حذام فصدّقوھا

فان القول ما قالت حذام

قرأت مصاحف الرءوف | وراعیت الحروف مع الوقوف

وانی قد قنعت من الحروف

بحرفی الفۃ سین ولام

حفظت الوحی من ربّ السماء | کتابا فیہ آیات الشفاء

ولم تکتب الی اھل الوفاء

کتابا فیہ برء للسقام

مخمس علی النسق المعلوم فی کراھیۃ التوغل فی الطب والنجوم

بذلت الجھد فی علم النجوم | وعلم الشرع شمس فی العلوم

تُصدِّق کُلِّ مدحور ملوم　　لتعرف حال سعد او مشوم

وربك قاهر فوق العباد

اتفقوا ثو بقراط المشوم　　لتحقیق الحشائش والسموم

اعزرائیل من بعد القدوم　　یدافع بالذطول و بالشُّموم

فدعها واکتسب زاد المعاد

مسدس

لله قوم عبروا　　ان احسنوا یستبشروا

واذا اساءوا استغفروا　　وعلی العطایا شکروا

وعلی البلایا صبروا

ولذی الخطایا غفروا

مسدس

تری رحلة الاحباب مثل قوافلا　　وتبصرا علی الناس یصبح سافلا

فحتام تمشی فی الملابس رافلا　　وحتام تمسی فی المفارش غافلا

هو الموت مرصاد عظیم الشدائد

مبید البرایا واحداً بعد واحد

مسبّع

الا فی الاعتزال عن الانام　　وفی کف اللسان عن الکلام

واخلاء البطون عن الحرام　　واتعاب الطبائع بالصیام

واسهار اللیالی بالقیام　　لحوق بالنبیین الکرام

وفوز بالنعیم المستدام

مثمن بتضمین شعر مصلح الدین سعدی الشیرازی

الیک مولانا علی قد انتمی	الی صهره قدما و فی حجره نما
فعلمه ما کان فی الارض والسما	و اودعه الاسرار طرا و فهما
و کان کغصن البان فی لینه و ما	غدا کابی بکر متی شاخ اسلما

و عند هبوب الناشرات علی الحمی
تمیل غصون البان لا الحجر الصلد

متسع

اعندک ما لدینا من وداد	نذوق به المنایا فی البعاد
جفانی البعد عن تلک البوادی	حماها الله عن شر الاعادی
یحل بمقلتی ملح السهاد	و یحرم ناظری حلو الرقاد
الا من رقعة تسلو فوادی	فان وصالکم اقصی مرادی

کماء بارد عذب لصاد

معشر

لقد کنت فی عهد اماما و مقتدی	و اودعت فی الاوراق الوریة الهدی
و اصناف اسیاف تسل علی العدی	نصرت بها خیر البریة احمدا
و کنت بفضل من الهی مؤیدا	و کان یراعی عندلیبا مغردا
اذا قلت شعرا اصبح الدهر منشدا	انا الصائغ المحلی و الاخر الصدا

و ما کنت ادری الیوم ما یعتری غدا
کذلک حتی قد بدا فیه ما بدا

تضمین

قال مضمّنا لشعر ابن ابی الحدید فی مولانا علی صلوٰت اللہ علیہ

اصبحت عند اللہ فی اعلیٰ محل ووضعت اقدامًا علیٰ کتف اجل

وسواک خرّ علی الجبین لدی ہبل عجبًا لقوم اخّروک وکعبک

العالی وخدّ سواک اضرع واسفل

قطعہ بدیعیہ

اری دہری عدوًّا للامانی فیجعلہا منایا وہو جان

وقد اعددت آمالا وقد عدت الامًا بتقلیب الزمان

فما عسل بغیر اللسع آت ولا نادم من الاخدان دان

وروح صار حورا بعد کور وتبر اضحیٰ تربا وہو فان

وکم فرح الی حفر یؤدی وکم عرس علی عرس دہانی

رضیت بذاک لو ان قیل ہذا من النیران ناج وہو جان

ترجیع

فی التشوق الی زیارۃ النبی

انّ الہوی قد حل بی والہمّ صار مصاحبی

والدہر یبعد مطلبی من لی بریح الطیب

تزری بریّا الزرنب تجتاز ارض الیثرب

طوبیٰ لمن زار النبی

طوبیٰ لمن زار النبی

یا حادی غن وانشد	قد نلت غایۃ مقصدی
ما ذا تری یا قائدی	قد حان لقیا سیدی
ھذا ضریح محمد	مسته یا بشری یدی

طوبیٰ لمن زار النبی
طوبیٰ لمن زار النبی

مثنوی

مفتی صاحب کی مثنویان بکثرت ہین جسکا تفصیلی ذکر فارسی شاعری کے تحت مین آئیگا انمین ایک مثنوی اجناس الجناس ملقب بہ مرصع اول سے آخر تک صنعت تجنیس مین نمونۂ کمال ہے یہ مثنوی اپنے رنگ مین بے نظیر ہے۔

فی اصناف الکلام المنظوم

فی النسیب والصبابۃ

اخال اخالُ ام ارانی کوکبا	بہ الشفۃ الحمراء منقولۃ کبا
فان اخطاء فی وصف ذالک برعتی	فکم من جواد عند مشیتہ کبا

ولہ

وغادۃ تمر تبی	تروغ روغ لثعلب	لما اتتنی لیلۃ	معما بھا من طرب
وصد عھا او جھھا	کا اللیل غاشی الکوکب	رغبت فی نکاحھا	فاعرضت کالمغضب
دفلت ھذی سنۃ	فذا الای السبب	قالت الیس القمر	الان تری فی العقرب
یا حسنھا من لفظۃ	حالیۃ کالرطب	حلوی ولکن مُرۃ	معنی فیا للعجب

وله

انی لاعجب من خل ومن خلدی	ذا غیر شاک وذا جاف فما رحما
طال النوی والهوی ما صار منتقصا	فالعین ناظرة والجسم قد عدما
کیف الحشا قد نجا ان کنت ممرضه	ام کیف یشکو الجوی ان کان قد سلما
یا جیرة کان فی عینی منزلهم	انی لیحزننی ان تذهبوا بهما

وله

انی شادن اهوی اللحاظ کحیل	فارهف جفنا من راه قتیل
ویا عجبا من طرفه عالج الحشا	طبیب یداوی الناس وهو علیل

فی التفاخر والتصلف

یا من له الذوق بالاشعار والخطب	عباس فی الهند کالحسان فی العرب
فی نظمه حکم لم یبدها قلم	فی نثره کلم احلی من الضرب
دیوانه رطب اغصانه ادب	اوراقه ذهب تفضی الی العجب
الوجد من شعره والشعر من فکره	کالسکر من خمرة والخمر من عنب
یا رب لفظ جری من غیر فکرته	کالریح فی الروض تستغنی عن الطلب
الدهر یوحشنی والشعر یونسنی	والله یحرسنی من شر کل غبی

وقریب منه

عباس کم تشد وقریضا وتکتب	قصائد منها یستبین التعرب
اما ان اهل الهند لا یعقلونها	فما نفعهم من ذاک الا التعجب
ویفهمها اهل اللسان وانهم	لیمنعهم عن مدح ذاک تعصب

نعم بعد هذا العهد عهد و من مضى	مضى عنه حقد الناس واسا اقارب
علی ان صدری ظرف شعر و بحره	و کلّ اناء الذی فیه یسکب

ایضاً

ان الذی هو منساق بلا تعب	مُرٌّ و لو کان بالتحقیق کالرطب
فمن ینقّص اشعاری یقال له	قل مثلها ثم عب و الآن لا تعب
سهل و ممتنع من ان تباریه	مضمونه عجمی لفظه عربی
یا من تصدی لقرض الشعر ان له	عرفاً من الوزن و التخییل و الادب
و بعد ذلک مهما قلت من ملح	فانظر الیها بعین السخط و الغضب
و احذر تکلفه ما لم تجد بک مسا	یغیر الحال من وجد و من طرب
فکل شعر ملیح لا یقارن ذا	فکالعجوز تحلّى د ملح الذهب
و حیث ما کملت هذی الشروط لها	فادع الاله یقیها شر کل غبی
و لا تمیّز نفس لا مذاق لها	ماء من البحر من ماء من العنب

فی الذمّ و الهجاء

فظ شرس دبّ الیه الناس	یختال اذا صدّقه الجلّاس
مالی و له لست ادری ملقا	ان کان عبوساً فانا العباس

فی المدح و الثناء

فی مدح بعض السلاطین من لسان بعض الاخوان فی الدین

اذا سطا فعن الغاب غاب صاحبها	کما یغیب غبار الفلاة بالاعصار
قد استظل به الکائنات لائذة	ببابه و لته کالطیور للاوکار

نواله كنسيم غبارها غرب | وجوده كرياض نضيرهن نضار
تخور عند دهاء الملوك خاسرة | كما تغور نجوم السماء بالاسحار
عطائه كطبيب يداوي المرضى | فلا يخاف اسى في دياره ديار
كلامه كخيوط تزينها درّ | وفيضه كبحور وكفه تيار
اذا توجه نحو النضار انجلاه | ومن هنالك قد احمر وجنة الدينار
يحار لبي فيه فحان ان يدعى | ويستجاب بجاه الائمة الاطهار

في مدح امير المؤمنين

قل في مديح امام سيد العرب | فالقول في مدحه احلى من الضرب
اعيى علاه الكرام الكاتبين بما | في حصر طاعاته من شدة التعب
نور من الله الا انه بشر | نفس النبي ولكن لا يقال نبي
زوج البتول وما ادناه من سبب | صنو الرسول وما اعلاه من نسب
ان الخلافة ما زالت تراوده | حتى اتته بلا سعي ولا طلب
وكان يعرض عنها وهي تعشقه | لما تشاهد ما فيه من الرتب
نص جلي وانف شامخ شمما | وحلمه قد احاطت سر كل خبي
وهيبة في الوغى تعنو الاسود لها | ورعيه في الندى تسمو على السحب
وحطة النفس في عليا مراتبها | وخشية الله في الطاعات والقرب
والزهد والورع في حكم وسلطنة | والذكر والشكر في فقر وفي سغب
والجهر بالحق فيما لاح من فتن | والكظم والحلم فيما ثار من غضب
النصح للناس مع علم بباطنهم | والرفق بالخلق مع صبر على التعب

سلامة الرای مع فقد المشیر له — وقوة الجسم فی قوت من الجشب

صلابة القلب فی لین ومرحمة — طلاقة الوجه فی الآلام والکرب

ما نال ذو فطنة بالفکر فی مدد — ما قال مرتجلا فی الوعظ والخطب

فی الرثا

أقتل الحسین السبط یوم الشوری — فصبیحه الشوری هی العاشورا

عدة اشعار مما قال فی الرثا حین جری حکم القضا علی دار سید العلما بعد ارتحاله عن دار الفنا

ودارا عدت قبلة للافاضل — قدیما وکانت عصمة للارامل

وحفت بذکر الله جل جلاله — غدوا واصالا ودرس المسائل

ابکیت علیها حین هدت وعطلت — فبات کذکر فی البریة خامل

وکم حل فیها من محلی وعاطل — وکم جاس فیها من معل وناهل

انا الیوم فیها کالفواخت صارخ — عیونی علیها مثل سحب هواطل

الا قایلک هذی الدار لا المربع الذی — لسلمی ولیلی والقرون الاوائل

سلام علی ما فات من برکاتها — سلام علی رسم من العلم زائل

وان کانت الدنیا کذلک حالها — فدار ثواب الله خیر المنازل

قال عند وفاة شیخ الاسلام صاحب جواهر الکلام

تبکی العیون تحسرا وهیاما — لعظیم رزء یثلم الاسلاما

قامت قیامتنا لرحلة قیم — للشرع حل بمرقد وافاما

قد حاز امر جواهر بکلامه — والیوم امسی لا یحیر کلاما

قدکان یتحفنا بطیب سلامه	فلیقرء وامنی علیه سلاما
ارخت مصراعا لعام وفاته	بانت جواهر علمه ایتاما
	سنہ ۱۲۶۶ھ

مادۂ تاریخ چند وجوہ لطیفہ پر مشتمل ہی اول جناب شیخ طاب ثراہ کے صاحب تصانیف ہونے کیطرف اشارہ دوسرے اونکی تصنیف عظیم الشان یعنی کتاب جواہر الکلام کیطرف خاص ایماء مع مدح کتاب و مدح مصنف تیسرے اس طرف اشارہ کہ وہ درجۂ اجتہاد پر فائز تھے اور درجۂ عالیہ رکھتے تھے اور جواہر علوم کے لیے بمنزلۂ والد تھے چوتھے وفات کیطرف اشارہ لطیفہ اسلیے کہ یتیم وہ ہے جسکا باپ مرجاے اور جواہر علم کا یتیم ہوجانا خبر دیتا ہے کہ اونکا علمی باپ فوت ہوگیا۔ پانچوین سلاست و انسجام اور جوہر یتیم مین صنعت ابہام اور جواہر وایتام مین تناسب اور پورے مصرع کا بغیر تعمیہ و تخرجہ کے تاریخ ہونا۔

جناب مفتی صاحب کا بیان ہی کہ مجھ کو جناب سید العلماء نے حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن نجفی کی تاریخ وفات لکھنے پر مامور کیا تھا اسلیئے مین نے ایک مختصر خط لکھا اور پانچ شعر اسمین تحریر کیئے جو مرحوم کے مرثیہ اور مادۂ تاریخ پر مشتمل ہین یہ اشعار بطریق استعجال نظم ہوئے ہین کسی قسم کا اہتمام نہین کیا گیا ہی لیکن اس پر بھی بعض لطائف شعریہ سے خالی نہین ہین مثلاً شعر اول مین حدیث نبوی سے اقتباس کیا گیا ہی اور صنعت تضاد اور ایہام اور جناس غیر تام ہی اور چوتھے مین تحسیر و حسرت اور عجز بیت کو ضرب کیطرف رد کیا گیا ہی الحاصل جب میرا خط نجف اشرف مین جناب شیخ عبد الحسین خلف حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن نجفی اعلی اللہ مقامہ کیخدمت مین پہونچا اور مطمح انظار ہوا تو شیخ حسن نجفی اور اُن کے صاحبزادہ شیخ ابراہیم نجفی نے اِس تاریخ کی تشطیر و تکمیل و تخمیس پر قلم اُٹھایا اور ہر ایک نے اپنی اپنی نظم سے اسکی زینت کو بڑھایا مولانا شیخ عبد الحسین نجفی نے یہ قصد کیا کہ یہ تاریخ کاشی اینٹوں پر

کندہ کرکے مرحوم کے قبہ پر لگائی جائے۔ چنانچہ اپنے اس ارادہ سے جناب سید العلماء کو اطلاع بھی دی جناب شیخ عبد الحسین نجفی تحریر فرماتے ہین جو تاریخ میرے والد مرحوم کے مرثیہ مین جناب نے ارسال فرمائی ہی اُسکی تشطیر علامہ مؤتمن شیخ حسن قفطان نجفی نے کی ہی۔ مین نے اصل تاریخ کے مصرعون پر خطی نشان لگا دیا ہی تا کہ اصل اور تشطیر مین امتیاز ہو جائے۔

تبکی العیون مخدرا وهیاما	وتوجعا وتفجعا وسقاما
والمسلمون کأنهم فی سکرة	لعظیم رزء یثلم الاسلاما
قامت قیامتنا لرحلة قیم	عنا وکان لنا حمی وقواما
من بعد ما حیی شوارع منهج	للشرع حل بمرقد واقاما
قد حاز امر جواهر ایکلامه	تزری بمنظوم الجمان نظاما
وخطابه شهد الندی بهاله	والیوم امسی لا یحیر کلاما
کم کان یتحفنا بطیب سلامه	مسکا تضوع مبدءً وختاما
شح الزمان به علی نفاسة	فلیقرء وا منا علیه سلاما
ارخت مصرا عالعام وفاته	عام غدات ایامه اعواما
فقد الانام به الامام فارخوا	بانت جواهر علمه ایتاما
	۱۲۶۶ھ

شیخ حسن قفطان کے فرزند شیخ ابراہیم قفطان نے مادۂ مذکورہ کو دوسرے لفظوں مین بدل کر تاریخ کہی اور اصل کا ایک مصرعہ لیکر اس طرح دوسرا مصرعہ جسمین مادہ تاریخ ہے بڑھایا۔

ارخت مصرا عالعام وفاته	هو هادم اعلی الفخار مقاما
	۱۲۶۶ھ

یہ ارادہ ہی کہ ان دونوں تاریخوں کو جناب مرحوم کے قبہ شریف کی کاشی اینٹوں پر کندہ کرادوں۔ نسئل اللہ التوفیق۔"

شیخ ابراہیم قفطان نجفی نے اس تاریخ کی تخمیس کی ہی جو دراصل مجموعہ ہی تشطیر اور تکمیل اور اصل کا۔

الکون برجف واستشاط ظلاما | والدین یذرف لوعة وضراما
ان رحت نسئل ما البکا وعلاما | تبکی العیون تحسرا وهیاما

وتفجعا وتوجعا وسقاما

اجری الاسی فی الخد سافح عبرة | نفسا تصعدها لواعج زبرة
والناس من رهج الجوی فی غمرة | والمسلمون کأنهم فی سکرة

لعظیم رزء یثلم الاسلاما ۔

اوری الجوی فی کل وحی محکم | وذکاء قد برزت بشیمة ایم
فکان وقت حشر الوری فی ماتم | قامت قیامتنا الرحلة قیّم

عنا وکان لنا حجی وقواما

ما بعده فی الدین من متحرج | کلا ولا للدجی الشداد مفرج
یا ظاعنا ترک الحشا بتاجج | من بعد ما اجیی شوارع منهج

للشرع حل بمرقد واقاما

مولی اقام الدین فی احکامه | یهدی الانام لحله وحرامه
اقوی المسامع من فرید نظامه | قد حاز امر جواهرا بکلامه

تزری بمنظوم الجمان نظاما

فیها اماط عن الهدی اشکاله | وانا ط فی فصل الخطاب مقاله
ابدی بیانا ما رایت مثاله | وخطابة شهد الندی بجماله

والیوم امسی لا یحیر کلاما

قد کان ربع العلم فی ایامه | لتسمو النجوم الزهر زهر سلامه
مازال یولینا ندی انعامه | کم کان یتحفنا بطیب سلامه

مسکا تضوع مبدءً وختاما

فیه افتخرت علی سوای حماسة | فی المکرمات منا قبا و ریاسة
یا جوهر الما ال فیه حراسة | شح الزمان به علی نفاسة

فلیقرء وامنی علیه سلاما

عرش العلی قد ثل من جنباته | لمهذب مات العلی بمماته
ومذا جتباه الله فی غرفاته | ارخت مصراعا لعام وفاته

هو هادم اعلی الفخار مقاما

وتری المعالی فیه تکلی تصرخ | والحزن عقد لازم لا یفسخ
لله عام حزنه لا ینسخ | فقد الانام به الامام فارخوا

بانت جواهر علمه ایتاما

جب یہ شعر پہونچے تو مفتی صاحب نے شکریہ میں یہ شعر نظم کیے۔

لک الحمد یا ربی علی ما حبوتنی | من العلم فی ریعان سن رھاق
ونوهت باسمی کابرا فی اماکن | فانشد ما انشدته بعراق
وشطرها اهل اللسان لما راءوا | من الحسن فیها والتذاذ مذاق

ومن بدیع شعرہ
فی معنی لطیف

جب فی جبایة کنز العلم أفاقا	فمن تعلم نال العزّ ان فاقا
المال یسرق و الانفاق ینقصه	والعلم یُثرق لو انفقت انفاقا

ومن عجیب شعرہ

حلّت خیامًا بلیل ثم قد جعت	بیضاء طاردةٌ للنوم من مُقلی
الشمس قد طلعت من بعد ما غربت	هل کان فیهما امیر المؤمنین علی

مثنوی آب زلال کی پشت پر یہ شعر تحریر فرمائیے۔

کلامم دیدہ مرد نکتہ یابے	بد نیسان کرد سوئے من خطابے
ابا من شعرہ من و سلوئے	لقد صیّرت مرّ الحق حلوا

بر پشت بعض کتب نوشتہ

نحن العنادل والکتاب حدیقة	تبدولنا ازهارها فنصیح
حتّی اذا ما صادنا اقدارنا	غدا دًا فمنّا ساکت و ذبیح

ثلاثی مجرد کے اوزان کو عجیب خوبی سے نظم فرمادیا ہے۔

اوزان ثلاثی ہے عشرة ابنیة	قفل صرد
عنق عنب ابل	فلس فرس کتف عضد

قصیدۂ وعظیه المعروفة بالبائیة الفنائیة

الا کیف نشکو فقد ما نتطلب	وفی نعم من ربنا نتقلب
فلیس لابعاد الامانی غایة	سوی الموت فهو المنتهی وهی سبسب

يهيم الفتى فيها وينسى حمامه ... ويا ليته ينسى الفتى حين يتعب

وما هذه الدنيا وعيشتها سوى ... سرور وحزن عنه نرضى ونرغب

اهلتها بيض واضواء شمسها ... اسنة سمر في الكلاكل تثقب

اتتنا منايانا على حين غفلة ... وقد طالما كنا نخوض ونلعب

فقيل لنا قوموا سراعا وسافروا ... فسرنا وما غير الجنائز مركب

فساروا بنا سيرا الى دار وحشة ... وظلماء ما فيها سراج وكوكب

على سطحها بول الكلاب وخرئها ... وفي جوفها نمل ودود وعقرب

وكم ذات خصر ضامر تحت صخرة ... لها اعين سود وكف مخضب

وكم من طري الجسم اصبح جيفة ... وقد كان في شم الرياحين يرغب

وناح الورى من خلفه وهو ساكت ... وقد كان من لغط النوائح يقطب

يجيب الفتى في دار دنياه داعيا ... فيخرج منها خائفا يترقب

فمن مات في ضوء النهار فماله ... سمير يناجيه بليل ويطرب

ومن مات ليلا لم ير الفجر طالعا ... الى ان تلوح الشمس من حيث تغرب

ولو مات كهلا فهو كهل وربما ... يكون له في الولد من هو اشيب

نقلت من الاصلاب للعلم والتقى ... وهاجرت اوطانا فكيف التغرب

تنادي شبابا قد مضى وهو غافل ... وتبعد عن دار البلى وهي تقرب

رضيت بجسم منك كالورد ناعم ... ولكن به شوك المنية تنشب

فلما دهاك الموت بنت عن الورى ... فمن شامت يلهو واخر يندب

وولدك ايتام وزوجك زوجت ... وذكرك منسي وارثك ينهب

وتحشر عريانا وقد كنت رافلا ‏ رداء فخار بالتكبر تسحب
وان دفن الاصوات حولك ضجة ‏ فكل له شغل بما هو يصحب
سواسية الاحوال ما زعزعتهم ‏ رياح وامطار ومزن وخلب
احباءٌ ولكن لا تزاور بينهم ‏ شهود ولكن في الحقيقة غيّب
ولو زار ارباب المقابر زائر ‏ يجيء اليهم ساعة ثم يذهب
ولو كشف الاجداث عمن تضمنت ‏ فمن زارهم ولّى فرارا ويرعب
ولو لم يكن الا المنايا كفى بها ‏ فكيف وما بعد المنية اصعب
حساب موازين صراط نطائر ‏ سلاسل اغلال الجحيم تلهب
أعباس هذا كله متحقق ‏ فما لك لا تخشى ولا تتاهب
فهذا كلام بالغ في عذوبة الـ ---- مباني ولكن الزمان معذب
فكم ناقص قد زاد مني بماله ‏ كما زاد اعدادا من الاسد ثعلب
ولفظ غليظ يرتقي فوق شعري الـ ‏ رقيق كما يطفو على الماء طحلب
فلا بأس يا عباس فالمال زائل ‏ وان ثواب الله ابقى واطيب
وقل ربّ عاملني بما انت اهله ‏ ولا تجزني عدلا بما انا اكسب
فانك مولانا وانت ولينا ‏ عليك توكلنا واياك نرهب

وصلّ على شمس الضحى سيد الورى
وعترته ما لاح بالليل كوكب

***

فی الصنائع البدیعیۃ

صنعت غیر منقوط	ورھطٍ اُمُرُوْدِ ھمُ سعادٌ		الی ما اصلہ الوسواس عادوا	

علاوہ صنعت مذکورہ کے عروض وضرب مین تجنیس مرفو بھی ہے

صنعت منقوط	فشغف تشبیب ذی خزی غبی		شقی یبتغی شقی بغی	

اسمین علاوہ صنعت مذکورہ کے ضرب عروض مین تجنیس قلب ہے اور شقی اور شقی مین تجنیس خطی ہے اور کلمہ فشغف مین عکس مستوی ہے اور نیز تلمیح ہے شعر امرأ القیس کیطرف

سوال جواب

صنعت قلب بطور سوال جواب	بیع فعیب ام عیب فبیع عیب فبیع

سوال بطرز دیگر

عیب فبیع ام بیع فعیب		بیع فعیب

رد الصدر علی الضرب	انام الموت ما ولد الانام	لیوقظھم فما الی کم انام

علاوہ اسکے اس بیت مین انام اور انام مین تجنیس نام ہی اور انامۃ اور ایقاظ مین صنعت طباق ہے۔

صنعت ترجمہ	ومن یستعمل الافیون ھانا		یقول البرد عن غسل نھانا	

بےنظیر عنوان	فساد ولا اصلاح للحال بعدہ تعال الینا نحک عن سوء ما بیا

عجیب و غریب صنعت تجنیس	وان الانیس امرلنا انیس	وما فی الانس جاملنا انیس

ایضاً	نزد با وصف سختی لاف خارا مگر گل طینت حنا کی ندارد		یری اللعل طبعاً لا فخارا کہ با لعل شکر خا کینہ ندارد

مدح امیر المومنین میں یہ شعر مشہور ہے۔

ازرہ نابش لا سے فتے آمد پدید — وز سہ نالش ہل اتی آمد پدید

جناب مفتی صاحب نے جب سنا تو ایک عبارت انشا کی جو صنائع متعددہ پر مشتمل ہے اور راسمین علی الاتصال چند کلمات متحد الصورۃ مختلف المعانی عجب خوبی سے جمع ہوئے ہیں قد حبر حبر حبر حبر حبر حبر حبر بہ الامیر قلب مسکین فقیر واخرا ثو علی نفسہ الشریفۃ ودفع الی اسیر وصدرہ بذکر حربہ عجب بہا الملک فنادی فی جو الفلک وھذا شعرہ الذی علا اسعرہ

ولہ فی الجناس المرفو المجہر علی ضرب من الانشاء ون الخبر

گفت موسی گدزا قنا و پس از فاقہ مرا — لکریم حسن الوجہ بحاکی القمر
زد صلا یم ز سر لطف و کرم کا ے موسی — کل معی اغذیۃ صالحۃ کیموسا
گفتمش گرچہ تو در محفل و مجمع بودی — لم یکن منقطعا عن احد معبود
مونسے نیست اگر غیر خدا ے داور — ہمہ جا در تعب و رنج از و یاد آور

اجازہ

قال بعضہ فی مدح امیر المؤمنین

ھو البکاء فی المحراب خوفاً — ھو الضحاک فی یوم الضراب

لہ الخوارزمی

واجاز

فکان لہ اضطراب فی المصلی — ورابط الجاش عند الاضطراب

قال بعضھم

اوقدت قد ما مجرات فضائلی — من نور طلعتہ ونار ذکائہ
فاذا نطقت نطقت من الفاظہ — واذا وھبت وھبت من نعمائہ

فاجاز

من فيضه هذا المديح وانما ... قابلت بعض عطائه بعطائه
لكنه مع ذالك يشكر ما صنعه ...... وان هذا من جزيل جزائه

فى الوعظ والنصيحة

لا تحسدن الناس فى لذاتهم ... واذكر كثيرا هادم اللذات
هم ميتون وانت ايضا ميّت ... ومن العجيب تنافس الاموات

حل اشعار مشکلہ در اشعار

قال بعضهم ان هند المليحة الحسناء

قلت ان امر مؤكد بالنون ... من الواى مثل عد معنى
هند مدعوة بيا حذفت ... وهو انكان مفردا يبنى
والذى بعدها فمنصوب ... وهو مفعول قوله إنّا
ولك النصب فيه اغراء ... او على النعت فاروه عنّا

قال آخر اذا ما جاء شهر الصوم فافطر ... على مشويه وكل النهار
فان كنا اثام البرايا ... اذا اقرنت برحمته صغار

قلت اردت به القطاة او الحبارى ... فكلهما يقال له النهار
وذلك ان اتى فى سهر صوم ... فكل مشويه ما فيه عار

قال بعضهم يا رازق الذرة الحمراء وابنتها ... على سماطك ملحا غير مطحون

قلت يا راز فى الاصل يا رازى رحمه ... والفعل ينصب ملحا غير مطحون
فالاصل قد ذرت الحمراء وابنتها ... فابدل الدال ذالا غير مطعون

هو ذلك طائفة ذكر العبارت * ويقال له فيهم ضحكات

واللام تکتب تغلیظا لیسرلها | وجه یصححها عند الاساطین
ولو قنعت بتغلیظ مذاکرة | کفی الغموضة فی لفظ ومضمون

ترجیع بند

مالی وللجسم الذی | هو عنقریب بالی
اذکنت رهن حفیرة | قفراء تحت رمال
قد فارقتنی رفقتی | وتغیرت احوالی
وتفرقت اعضائی | وتقطعت اوصالی
فی صورة لوان رأی | بعض العدی لرثی لی
هبنی صبرت علی البلی | لوان ترکت بحالی
لکن لی من بعدها | اهوال یوم نکالی
من لی ومن یرحمنی | فی النار والاغلال
امر کیف رضوان الذی | اغضبته بفعالی
اذ لا محل لتوبة | وتدارک الاعمال

یارب امن روعتی
بمحمد والآل

یاغفلتی عن مبعثی | متغیر الاحوال
فردا ذلیلا حائرا | متحمل الاثقال
متحیرا بتطایر | لصحائف الاعمال

متوقفا بمواقف — فيها عظيم سوال
متوحشا متخوفا — من شدة الاهوال
بسلاسل ومقامع — ومواضع لنكال
وجهنم نيرانها — سود كقطع ليال
وشدائد ليست يقوم — لهن شم جبال
كلا وصيرت السما — مهلا بلا امهال
وكذا الجبال تدكدكت — كالعهن بالزلزال

يارب امن روعتي
بمحمد والآل

وارحم الهي شيبتي — ونحافتي وهزالي
بمصائب ونوائب — ياتينني كنبال
فالجسم مني ذائب — قد صار مثل هلال
والقلب مجروح لها — والصدر كالغربال
لا شهر الا شاهرا — فوقي لسيف هلال
فالنقص في عمري به — والزيد في بلبالي
والنفس تفقد همتي — بالطول في الآمال
والدهر يضعف قوتي — لعظائم الاشغال
والشيب صبح مسفر — يحدو على الترحال
والشعر ابيض مهلك — صبرا بغير قتال

یا رب امن روعتی
بمحمد والال

قد حان حین ترحلی	واوان شد رحال
لکن نفسی دائما	فی غفلة ومطال
حتی اذا ضعفت عن الا	غدا د للترحال
والموت خرب دارها	کالسیل باستعجال
فاستیقظت عن نومها	فی حسرة وملال
وارت مخاوف لم تکن	فی فکرہ وخیال
سالت دمعی سایل	والقلب لیس ببسال

یا رب امن روعتی
بمحمد والال

فارسی سے مناسبت ازلی

عرب جاہلیت کی زبان کے ماہرین جریر اور فرزدق کی نوا سنجیوں کے لذت آشنا متبنی ابونواس اصمعی ابودلامہ ثعلب ودعبل کے مرتبہ شناس مفتی صاحب کی عربیت کا اندازہ کر چکے گو اُنکی اصل خاک شوستر ہے مگر مولد ہندوستان ہے علوم عربیہ بھی اُنھون نے یہین حاصل کیئے ہین اس اعتبار سے اُنکی مادری زبان اُردو ہے اور لکھنؤ اُنکی علمی نشو ونما کا گہوارہ لیکن زبان عربی پر وہ اہل زبان کیطرح حاوی ہین اس راز کو عربی ادب کے جاننے والے جانتے ہین کسی خاص زبان کے شاعر کو دوسری زبان مین کمال پیدا کرلینا

آسان بات نہین اسمین علاوہ فہم وذکا اور محنت وجانفشانی کے ذوق سلیم بھی مدد دیتا ہی سعدی شیرازی نے نظامیہ بغداد مین بڑے بڑے علماء سے عربی زبان حاصل کی مگر جا بجا اُنکی نثر مین جو فقرات عربیہ یا نظم مین بعض بعض مصرع عربی آگئے اُنکی لیے حجازی نغمون سے نہین ملتی یہی حال حافظ کے عربی اشعار کا ہی باوجودیکہ ان لوگونکو عربی زبان دانی بہ نسبت اہل ہند کے نہایت آسان تھی۔

جسطرح یہ کمال قابل ذکر تھا اسیطرح فارسی زبان سے اُنکی ازلی مناسبت بھی قابل ہی وہ علماء جن کو شب وروز عربی زبان کا شغل رہتا ہی اُنکی فارسی اور اُردو مین خالص زبان کا لطف بہت کم ملتا ہی نہ فارسی مین اُسکی اصلی حلاوت باقی رہتی ہے نہ اُردو مین وہ سلاست نثر کا ہر فقرہ اور نظم کا ایک ایک مصرع عربیت کے رنگ مین ڈوب دیا ہوتا ہی خالص اُردو یا فارسی کی کوئی عبارت لکھنا یا بولنا وہ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہین اور اسمین اسقدر تصنع پیدا کرتے ہین کہ بے اختیار ہنسی آجاتی ہی ایک بزرگ اپنے ملازم سے دودھ منگاتے ہین اور یہ جملہ اُس سے اُنکی زبان سے نکلتا ہی لبن سلیغ خالص بلا انضمام شئے آخر لانا۔

عربی کے ایک مشہور اور زبردست ادیب کے چند شعر ایک فارسی قصیدہ کے لکھتا ہون جس سے اندازہ ہوسکے گا کہ اہل عربیت کی فارسی کیسی ہوتی ہے ؎

شمشیر او حتف العدای نخچیر او لیث الشری	تصویر او شمس الضحی تنویر او بدر الدجی
علم لدنی در برش سر دو عالم در سرش	جبرئیل دربان درش طود النہی کھف الوری
بر جاہ او ارض وسما آمد گواہ و رہنما	شد از زبان مصطفی فضلش علی عین غبا لسری
قتال کفار عرب ضدتو دائم در تعب	قرن تو داع بالحرب فی النار فی دار البقا

یا منجیٗ متوانیا چون آدم متدانیا	اعطیتمونی ثانیا مانلت منام اوّلا
واهالمن فی قریه بند همه رُوے بهی	فاحت روائح تربه کالمسک ما هب الصبا
از کوے تو باغ جنان از خوے تو خند قدسیان	از رُوئے تو روشن جہان از رُوئے تو زهر الحمیٰ

اسیطرح اِس قصیده کے تمام اشعار مین عربی زبان کا کیا کہنا مگر قند فارسی کی حلاوت اِس خوانِ ادب مین نہین۔

فردوسی کے شاہنامه کا یه کمال کم نہین که ایک لفظ بهی وه عربی کی نہین لائے ہ شیخ بہاء الدین عاملی علیه الرحمة کی فارسی اشعار دیکھیو کسقدر شیرین اور فصیح ہوتے ہین۔ مثنوی نان وحلوا دیکھئیے جسکے شعر فصاحت مین ضرب المثل ہین۔

کاکل مشکین به دوش انداخته	وازنگاہے کارِ عالم ساخته
یک دمک بنشست بربالین من	رفت وباخود برد عقل و دین من

یہی حلاوت مفتی صاحب کے فارسی اشعار مین تھی باوجود اسکے که وه دن رات عربی زبان مین غرق رہتے تھے مگر جب فارسی یا اُردو کی نظم ونثر پر قلم اُٹھاتے تھے تو اُسکے اصلی مذاق کو نظر انداز نہین کرتے تھے۔ ذیل کے مختلف نمونون سے اسکا اندازه ہو سکتا ہے۔

فارسی نثر کے مختلف نمونے

عبارت در نثر عاری درکتاب ربعین از عبد الله بن خالد مرویست که گفت ہمراه امیر المومنین علی ابن ابی طالب بودم دآنحضرت از کوفه برآمده عبور قریه که آنرا نخیله گویند افگند پس از انجا بنجاه یهودی برآمدند و گفتند که تو اگر وصی پیغمبر آخر الزمانی

و معجزہ محمد داری در کتابہائے قدیم خوانده ایم که درین سرزمین سنگے است که بران نامہائے جلیل نوشتہ است وکسیکه آنرا برمی آرد هم جلیل است و برنمی آرد آنرا از تراب مگر او پیرا آب پس اگر باین صفات موصوف ہستی مارا نشان بده که آن سنگ کجا است حضرت فرمود که همراه من بیائید پس جنود یهود و مسلمین قدم بقدم آنحضرت رفتند تا اینکه در صحرا رسید پس پشتہائے ریگ دید و فرمود که فرود آئید پس پائین آمدند و دران مقام گودالے پر از آب بود پس آنحضرت وضو کرد و نماز خواند و شب در دعا بسر کرد هنوز دعاہائے او تمام نشده بود که دم صبح ہوائے بر ریگستان وزید چنانچه در راه مکه میوزد و یکے از پشتہائے ریگ را از سطح زمین برداشت پس حضرت به یهودیان فرمود که درین مقام بکنید بعد از کندن سنگ عظیمے ظاہر شد اما نقش وکتابت بران نبود پس حضرت فرمود کتابت بان روئے سنگ است که بزمین ملصق است پس چهل کس آمدند تا آنرا برگردانند نتوانستند آنوقت حضرت پیش آمد و آنرا برداشت و نقوش ظاہر شد که بخط عبرے مرقوم بود۔ پس دانائے یهودیان حاضر آمد و آن نقوش را خواند و بران اسماء انبیاء صاحب شریعت یعنی آدم و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد مکتوب بود پس یهودیان بردست حق پرست آنحضرت ایمان آوردند و در وقت اسلام عرض کردند که ذکر تو پیش ماہست و تو بفریب کشتہ شوی و مدفن تو ہمین زمین باشد حضرت فرمود وکان ذٰلك فی الكتاب مسطورا

عبارت دیگر | مجلس سوم از کتاب حسناء غالیه المهر فی تفسیر سوره الدهر در حجیه و تمسك بظواہر قرآن باید دانست که آیات کلام الٰہی ہر دو قسم است یکے محکمات و دیگر متشابہات۔ و محکم عبارت از آیتے است که معنی آن واضح باشد و متشابه خلاف آن باز محکم ہر دو قسم است اول نص دوم ظاہر و نص آیتے را گویند که بغیر معنی واحد دیگر نداشته باشد و ظاہر آنرا

خوانند که دو معنی دا شغته باشد گر یکے راجح و دیگر مرجوح راجح را ظاهر گویند و مرجوح را
ماول و مجمل که معینش تفصیل نداشته باشد در متشابه داخل است مثال نص قل هو الله احد آمد
چه بغیر از یکتائے معنی دیگر بر نمی آید مثال ظاهر اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ معنی ظاهرش همین است که مالک
واولی بتصرف شما خدا و رسول اوست و مردمانی مومن هستند که نماز را برپا میدارند و زکوة
را در حالت رکوع بجا مے آرند و آنچه سنیان میگویند که ولی بمعنی دوست و مددگار است
و مراد از راکعون اینست که عادت شان در نماز رکوع کردن است نه اینکه زکوٰة را
در خصوص وقت رکوع میدهند پس اینهمه ماول است۔

خط بے نقط | عالم مراسم عدل و داد سالک مسالک صلاح و سداد مالک ممالک ولا و وداد
محرم اسرار کردگار مرهم دل سوگوار سردار اهل کرم سرکرده اولو الهمم ملا محمد اسلم سلمه الله
الاکرم۔ اهم مرام و اول کلام حصول مهام امور و وصول حال سرور۔ دگر محرر سطور
اراده مکه مکرمه و حرم رسول الله و محال مطهره امام والدُّل سوار و آل اطهار دارد اما عدم
مال و درم سد راه مامول که اعطاء ماهوار دو سه ماه را حکم محکم حواله کلک گوهر سالک
گردد که در اهم معدوده در رسد و کام دل روا گردد دو سه سطر کلام عاطل را دوما
للاصلاح ارسال کرده

سرم را که سودا عطا کرده	همه درد سر داده واکرده	سحر دور گرده هوا و هوس	مگر در سحرها دعا کرده
همه سال مه دارم آه الم	که هر سال ومه کارها کرده	مرا کار گردد گره در گره	گره ها که در طره ها کرده
سر آمد للاراه مهر و ولا	که طول امل در ادا کرده	دهد لعل هم کام هم مدام	که اهل هوس را صلا کرده
مده طول راه مهر و کرم	اگر وعده وصل ما کرده	عمر کم مده وعده کم مرده	والسلام والاکرام۔

رقعه سلیس بے نثر عاری مہربان من سلامت۔ مدتیست کہ رقیمہ بہجت شمیمہ نرسیدہ ازین
جہت خیالات وتوہمات بخاطر خطور میکند موانع بخیر با داحوال اینصوب قدرے مینویسم
بیاری یعنی تپہائی صفرادی سبب امتزاج الفصلین دائرو سائر در ہر خانہ یکے دوتا بہ بستر
افتادہ لیکن از فضل الٰہی زود شفا حاصل می شود۔ دیگر آنکہ چند روز پیش باران شدید
آمدہ خانہ ہائے خام وپختہ را خراب کرد غربا بدرو خانہ خرابی مبتلا شدند خدا بفریاد شان
برسد وعدم معیشت بحد افراط صورت فلاح وبوئے خیرے از کسی بنظر نمی آید اینہا ہمہ
نتیجہ افعال ذمیمہ واعمال قبیحہ خلق است چارہ بجز توبہ وانابت نیست فرمایش آن
مہربان انچہ بہم رسیدہ بصحابت آدم معتبر بخدمت فرستادہ عنقریب خواہد رسید
آمدن کشتی ہائے مال درین موسم بارش وطغیانی آب دشوار اقمشہ مطلوبہ در حیز تاخیر
افتادہ وطاقہ ہائے سنوات گذشتہ آب ورنگ ندارند یکماہ بعد خاطر خواہ بدست خواہد
آمد خاطر شریف جمع داشتہ باشند کاغذ استفتا بدستخط ومہر مجتہد العصر والزمان مزین شدہ
دو رلفہ خط ہذا بنظر شریف میرسد سبب دیری و درنگی منشی کہ کاغذ گذاشتہ فراموش
کردہ بود امروز یافتہ درست شد دیگر تازہ کہ قابل تحریر باشد نیست زیادہ والسلام۔

رقعہ بطرز اہل ایران اخوی زاد لطفکم دیروز عجب نقلے گذشت بخانہ نشستہ بودم
کہ کسی حلقہ در زد در فتم آقا محمد اصفہانی بود نشاندم ونشستم خوش آمد بد گفتیم را صدا
کردم کہ قلیان چاغ بکن بیار آورد میکشید کہ آقا حسن آمد گفتیم بیائید بفرمائید باہم
نشستہ بودیم حرف میزدیم آقا حسن گفت دلاک شما کلکتہ سفر کردہ گفتیم کے گفت دو ماہ شد
شنیدہ ام او تجا تجارت میکند چند دستہ کاغذ چینی خرید کردہ است این بود کہ می
بینم دلاک مذکور می آید امد گفتیم ناخنم بچین نچید گفتیم از دستہ کاغذ چینی بر خود می چینی

ناخنم نمی چینی حضرات لب خنده کردند او گفت او برا ناخن چیدن نیاورده ام درین
بین دو مرد جلنبری دیگر آمدند و پائے انداز ما نشستند اظهار کردند که ما می خواهم حرف شما
را یاد بگیریم گفتم خوبست دهقانی اُستاد بود آقا حسن بشوخی با و گفت چیز خورده او که نمی فهمید
من گفتیم بلے صورت کلاه خورده است آقا را خنده گرفت این دو مرد که دیدند که از لفظ کلاه
خورده آقا حسن خندید گفتند الحمدلله حظے از صحبت جناب برداشتیم و حرفے یاد گرفتیم گفتم کدام
حرف گفت صورت کلاه خورده خیر درین اثنا آقا حسین علی شیرازی که مرد صاحب شعو
هست آمد و نشست کج خلق و مغموم بود اینها خواستند که او را بخندانند همون قسم که من
آقا حسن را خندانیده بودم گفتند شما صورت کلاه خورده بر آمدید او پا شد و آستین ها
بالا زد و فحش هائے عرضی داد و خواست که یک کشیده بزند بمن کرد گفت که این هر دو
فلان شده کیستند تو می شناسی گفتم خیر ببخشید اینها حرف نمی فهمند نقل را حالے کردم بدش
آمد و گفت اگر اینها حرف نمی فهمند پس معلوم شد تو اینها را یاد داده هر چند معذرت کردم
نشنید و رفت من خانه اش را بلد نیستم و الا که می آمدم شما اگر سراغ دارید به خدمتگار من
نشان بدهید زیاده - والسلام -

رقعه در تعزیت سر دفتر علم و عمل خاصه خداوند عز و جل واقف رموز قرآنی مخزن
اسرار ایمانی کاشف معضلات اخبار سالک مسالک ائمه اطهار وارث علم پیمبرے
مروج منهاج اثنا عشری دریائے انوار تحقیق معدن جواهر تدقیق سقاه الله المتعال
رحیق النوال - ثمره نخل ماتم یعنی قلم محنت رقم بعد از وسمه کشی ابروے قرطاس ماتمی
لباس بمرکب تحیت و سلام و تفخیم و اکرام مشهود رائے خدام میدارد که غره شهر صفر که
در حقیقت سلخ عمر احبائے باخبر بود خبر فوت افضل الفضلا اکمل الکملا صاحب مناقب جلیله

جامع ضرائب جمیلہ شاہ خاور دانائی نیر اکبر کبریائی حکمران شہرستان دینداری پیشرو پیشروان پرہیزگاری نبض شناس بیمارستان حقیقت اشارات فہم قانون حکمت اوحد العصر والزمان اعلم العلماء الاعیان شائستہ افسر پیشوائی مرحوم سید مہدی طباطبائی درین نواح رسید بالیکہ از شنیدن این واقعہ ہوش ربا و حادثہ جان گزا افاضل ایدیار وہم این خاکسار بیمقدار را لاحق حال گردیدہ نہ چنانست کہ پارہ ازان بقدر گویائے قلم و گنجائش حوصلہ رقم بودہ باشد عالم لیل و نہار در نظر تیرہ و تار و گلشن روزگار سر بسر خارزار می نماید والحق رخنہ عظیمی در بنائے اسلام و مصیبت جسیمی بر دین خیر الانام افتاد بلے عادت چرخ سفلہ نواز و زمانہ شعبدہ باز از طلوع صبح ازل بدینسان بودہ و تا انتہائے مسائے ابد ہمچنان خواہد بود کہ اہل کمال را ساغر ناگوار آجال می چشاند و جہان را روز و شب در محفل عیش و طرب می نشاند اما در حقیقت این از قضایائے شعریہ و کلمات خطابیہ است کہ در عالم احزان بر زبان قلم شکستہ زبان رفتہ والا تعلق امور غیبت و حضور و سر رشتہ حیات و ممات بدست حضرت فاطر السماوات است و بمصداق کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ و فحوائے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوت ہر کہ لباس حیات پوشیدہ کفن وفات خواہد پوشید و آنکہ غسل زندگانی خوردہ زہر مرگ خواہد چشید جہان گذران را اثبات و قرارے نیست و عمر بے وفا را استمرارے نہ غزل

خوش است عمر چہ حاصل کہ جاودانی نیست	پس اعتماد برین چند روزہ فانی نیست
درخت قد صنوبر خرام انسان را	مدام رونق تازہ جوانی نیست
گلیست خرم و خندان و تازہ و خوشبو	ولی امید ثباتش چنانکہ دانی نیست
مدام پرورش اندر کنار مادر دہر	طمع مکن کہ در و بوئے مہربانی نیست

بہر حال چون دامن آن ولی ذو الجلال از دست رفتہ باری گوشہ جامہ صبر را

از دست نباید داد و سر از راه تسلیم و رضا نشاید کشید چون بفضل الله از خفایائے علوم آگاہ می باشند اظہار اجر و ثواب بحساب کہ در اختیار صبر و شکیبائی و ترک جزع و اضطراب مندرج است چون چراغ پیش آفتاب افروختن و متاع بطالت اندوختن است البتہ در اعقاب صلوات و اوقات خلوات دعائے مغفرت آن مغفور و مبرور را بمرافقت ملاء اعلیٰ باعث مزید سعادت دنیا و اخرے و انند و تا توانند وظائف حق معلوم باخلاف اشراف آن مرحوم رسانند ما نیز از خداوند عزیز طلبگار امزش آن فاضل حمید و توفیق و تائید آن سید سعید می باشیم بعید نیست کہ بفتوح روح ممدوح او حجاب غفلت از پیش دیدہ بصیرت ما بر اندازند و چشم عبرت درین دار محنت مفتوح سازند

چشم بکشا سبک از خواب گران کن خود را	بر ہوا پائے بنہ تخت روان کن خود را
میکند کار لبان لب افسوس اینجا	لب بکن فارغ از اندیشہ نان کن خود را

انچہ از تصانیف آن سید جلیل و عالم بے عدیل بجلوہ گاہ ظہور و منصہ حضور رسیدہ باشد بار سال آن بر دل و جان این ہیچمدان منت گذارند کہ در بیہوشی فراق آن گل گلشن دین بمنزلہ گلاب مایہ افاقہ و تسکین شود بہ تواتر مسموع شد کہ از بس طریقہ مرضیہ احتیاط مسلک آن خدا بیامرز بودہ است بہ تصنیف و تالیف کمتر التفات داشت و بیشتر انچہ می نوشت بآب میداد و بر صفحہ دہر نمیگذاشت باز ہم چون فیض جبلی دریا فشانست البتہ رشحہ در اکواس و اقداح و نقطہ بر قرطاس و الواح ماندہ باشد قلم اینجا رسید و سر بشکست۔

رقعہ در تعریف فیل فیل آسمان درجا نواب عظیم الشان رفیع المکان بکجکاہ اقبال روان باد۔ فیلیکہ از راہ احسان و امتنان باین گرفتار زنجیر احزان مرحمت شدہ سواد

مرکبا ز توصیفش پے نیل مقصود خشکیده تعالی اللہ ما اعظم شانہ از عظمش چہ نویسد کہ فضائے دنیا بروتنگ است اگر خالق او را مخلوق نمیکرد زمین بر روئے آب قرار نمی گرفت و کرہ نار تا مقعر فلک تو ار میرفت کشتی جہاز النگر بسیت و عالم آب را معبرے اگر کوہی زمین بجائے آسمان است بجا ست و اگر آسمان را باو بسنجی خطا دلیل آنکہ بلّہ او ہنوز بر زمین است و بلہ آسمان بالا چرخ برین کوہ پیش او اگر ابر شے مینماید و پشتہ زمین پشہ بے پرے فیل مگو طغیانی نیل است نکتہ سنج خیال وسعت آباد حبش را خال سیاہش می سنجد و عکس چہرہ پُر شکوہ شش در آئینہ تختہ زنگبار می گنجد سواد شام از خط پیشانیش پیدا است۔ و صد ہزار چین در چین جبینش ہویدا شیر از صولتش چون روباہ زہرہ گداختہ و گوزن از ہیبتش رنگ و باختہ دمیکہ خرطوم علم سازد گردن را بر بدن لرزہ اندازد پنداری بلائے سیاہ ہیبت معظم یا شب یلدائے مجسم خرطوم مگو عصائے موسیٰ است یا صور اسرافیل کمند رسائے خرطومش چہ کم بودہ کہ دو نیزہ خارا اشگاف از دندان افزودہ از جنبش دمش کوہ سرمہ سا و از صدائے نعرہ اش گنبد سپہر پر صدا اگر از خشم خرطوم بہوا اندازد کرہ ہوا انقلاب پذیرد و اگر از غضب پا بر خاک گذارد آب از شکم زمین برآرد و از صدمہ پایش زلزلہ در شہر افتاد و از غلغلہ صدایش کوہ را اضطرار رو دادہ چشمش تنگ تر از حلقہ جوشن فولاد و گوش کشادہ تر از بادزن عنصر باد گوش مگو بادبان کشتی نوح علیہ الصلوٰۃ است یا دامن پردہ ظلمات سر و کلہ اش کوہے زیر کوہے بالا است یا نہ طبق آسمان یکجا کجاب در دست فیلبان نیمہ ہلالیست از ابر سیاہ نمایان لموَلفہ۔

نگو فیل قہر الٰہ است این	سر نامہ ہائے آنہا ست این
اگر سوخت از قہر تو شہر کفر	بجا ماندہ خال سیاہ ست این

که برقدرت حق گواهست این	چو هندوش بیند مسلمان شود
دو مخروط نور نگاه است این	نیاید دو دندان او در نظر

می خواستم دفترے در وصف سواد رخش سیاه کنم لیکن کمیت قلم مشکین از تصور
آن سیه مست غرور رم خورده مطلق العنان کرده شد روے دوستان سفید تر از عاج و
بخت دشمنان سیاه تر ازین شب دلج باد۔

رقعه در مذمت اسپ فارس عرصه سخن سازی پیشتاز فارس تازی ابداالله ظله العالی

بعد از طی مراحل اشواق و قطع ذکر بوادے فراق که سمند خامه در بیابانش سکندریها میخورد
و ابلق لیل و نهار بمنزلش پے نمی برد واضح رائے آن یکه تاز جولانگه سخندانی آنکه نواب هلال
رکاب شاهزاده کام بخش رخش سمست گام برائے حقیر فرستاده که سر سمه و سمنش
بر پیک خیال تنگ افتاده سبحان الله عجب اسپ است ناتوان که چون سایه از زمین بر نمی
خیزد و یکقدم تا رفته عرق میریزد شیهه اش از آواز مور آهسته تر و بنیه اش از تار عنکبوت
گسسته تر از بار زین کمرش خم است و از وزن کاه ثقلش کم از نسیم سحر چون کاغذ باد میپرد
از لکد مگس جان سلامت نمی برد از نفس کشیدن لرزه بر اندامش می افتد و از تازیانه
زدن جگرش میترکد گویا هیولائیست بے صورت یا دعوائے است بے حقیقت اگر پشم
پری باو زند فیلش فهمیده رم کند چون نهرے پیش رویش آید از خوفش آب شود و اگر آفتاب
بالایش تابد از گرمیش کباب گردد دمش پریشان تر از حال درویشان و پشتش مجروح تر از
دلهائے سینه ریشان طلعتش کالشیطان الرجیم و گردنش کالعرجون القدیم مرتع جلد نمش
از داس رکاب بدرد رسیده و بنیه زار استخوانش بصد شور رسیده و یه اش خیالیست
. . . .

موهوم و پایش ستونی منهدم اگر شیر قالین را باو نمایند جانش برآید و اگر بر سطح دیوار چسپانند
تصویر نماید اگر او را با پوست آهو کشند سبک باشد و اگر بپوست خربزه بخرند گران تا
راکبش چون طفل نی سوار او را بجو کشیده است استاده است و همینکه عنانش از دست
داده دم برو افتاده مثنوی

زمین گیر از هجوم ناتوانی ‌ ‌ برنگ اسپ شطرنج استخوانی
نمی جنبد بصد دشواری از جا ‌ ‌ که از آماس دارد کنده بر پا
ز فکر رنگ او اندیشه ناکام ‌ ‌ ندارد هیچ وقت یکمو بر اندام
نگردد چون ره خوابیده بیدار ‌ ‌ باین معنی توانش گفت رهوار
چو در یک وقت و ساعت آن سگ پی ‌ ‌ بروزی مے کند ده گام ره طے
غرض کز صبح تا شام این معطل ‌ ‌ تردد مے کند در گام اول
بیفشانی چو محکم ریسمانش ‌ ‌ زهم چون سبحه ریزد استخوانش
چو مرغی کز قفس جنبش هویدا است ‌ ‌ دلش از رخنه پهلوش پیدا است

خلاصه اینکه اقل العباد ان مرکب سست بنیاد شاهزاده جواد پس داده دم
و اگر نه برای ملاحظه ان عالی نژاد را در قیمه لود او پیچیده می فرستادم زیاد گردش ایام
بکام و توسن چرخ نیلفام رام باد۔

رقعه در حال دزدی عسس کشور باطنی و محتسب قلمرو معنی شعله جان سوز رهزنان دین
و شحنه خانه بر انداز اهل بدعت و کین ابده الله رب العالمین بالعز و التمکین بعد از تزئین
حانوت مودت بامتعه تحیت و عرض کالای نیاز و اخلاص بر منظر انور تقدس اختصاص
ملتمس آنکه جارچی اتحاد و پاسبان وداد یعنی نامه تودد آما و مکتوب اشفاق انتما مصحوب قاصد

همایون قدم مسیحی دم که مردم چشم خیر مقدم گویش و مشام روحانی مست بویش بود رسید
تحریر او تقریر استفسار اسباب معیشت و زندگانی و تفقد حال این انس گرفته بے سروسامانی
کرده اند مصرع عجب عجب که ترا یاد دوستان آمد مخلص نوازا ترکمان روزگان ناهنجار غارت
کن اثاث کاروان حیات است و بد دیان ماه و خورشید قطاع لطریق قافله عمر بے ثبات
هرچه از آسمان بعاریت یافته ایم مال دیگران است و خانه ویران که آنرا مسکن ساخته ایم
سرائے گذران لکاتبه

سر و سامان من چه می پرسی	که از ینهامرا کناره بود
انچه در کار هست با ما نیست	انچه با ماست هیچ کاره بود
جامه صبر را که می پوشیم	کهنه ناگشته پاره پاره بود
مال غیر یکه شب شمار کنیم	دانه هائے درستاره بود
چند شعر است در بضاعت ما	مایه اش نیز استعاره بود

از ماهتاب وے آفتاب وے قرص نان نمایانست انهم بر خوان آسمان و از قسم تخت وافسر خاکی
زیر پا و کردمی بر سران نیز در کوے جانان بیت

لنگے زیر و لنگے بالا	نه غم دزد نه غم کالا

سواری در دست طفل خورد سالے بود آنرا هم دزد بد مآلے ربود بقسمیکه عقل
ارسطو نشانش نداند و فکر بوعلی حیران بماند مجملش اینکه چون طفل پیرایه خواب
پوشید جهانی از معاریف رسید و در بغلش کشید ظاهر اوست برنجن از دست بیرون کرد
که بچه فریاد بر آورد و اقربایش چون گلدسته در دورش نشسته و او مانند صبا که بوے گل
را می برد کار خود کرده چون دستش خالی یافتند تلاشی نمودند غیر از پوست جسمش و رده

چشمش هر سحر از دور اکشو دند نمیدانم که ان زیور را بر پر عنقا بسته پرانده و بکوه قافش رساند یا باب دهن آمیخته در فم معده آتش ریخته رمال خاک بسر کرد و بگردش نرسید و عامل افسون کرد و بجز درد سر هیچ ندید یاره در تعریف ان عیاره درین قطعه اشاره کرده میشود و اندکے از حال آن شعبده باز بزبان قلم سحر طراز میرود لمولفه۔

دزدیست که رنگ از رخ گلزار بدزدد — از پیک صبا سرعت رفتار بدزدد

معنی برد از سینه و آواز ز حلقوم — حرف از قلم و وزن ز اشعار بدزدد

نان برد ز کشکول گدایان و عجب نیست — تبسم نمک خنده دلدار بدزدد

گر دست بیابند بر و اهل عدالت — از قاضی شان جبه و دستار بدزدد

از زلف صنم نافه تاتار رباید — تنگ شکر از کنج لب یار بدزدد

از عاشق بیچاره رباید گهر اشک — داغ از جگرش در سر دینار بدزدد

بیرون بکشد دولت قارون ته خاک — از چرخ در ثابت و سیار بدزدد

گر تیغ برد از کف مستان عجبی نیست — تیر مژه از دیدهٔ بیدار بدزدد

و درین زمین دیگرے گفته و گهر گران بها سفته۔

دزدیست که زهر از دهن مار بدزدد — خال رخ زنگی بشب تار بدزدد

گر بهر طوافے برود سوے مزارے — از مرده کفن و ز کفن آهار بدزدد

هرچند قطعه حقیر مضمونے دلپذیر نداشت اما برائے وزن شعر بر نگاشت زیاده ساز و برگ کامرانی در دست تقیچه ان حبیب روحانی جاودانی باد و قهرمان حفظ الٰهی دار الامان صحت جسمانی ان مهربان را پاسبانی کناد بالفیض القدسی و آیة الکرسی لراقمه۔

نیست نثاریکه بود دست رس ❊ تحفه مانقد سلام است و بس ❊ نوشته هفدهم جمادی الاولیٰ ۱۲۵۲ھ

رقعه در تعریف خیاط | منبع نوازشهائے دلدوز و مخزن مرحمت ہائے خاطر افروز سلامت

ہر چند رشتہ تار استواری حیات ہنوز از مقراض اجل محفوظ است اما بیت۔

در لباس زندگی راحت نمی دانم کہ چیست		این قبائے تنگ را عمریست می پوشم بزور

از انجا کہ تشریف خبر نوازی بر بالائے شریف راست است و مسند عزت و علا
چون فلک اطلس بے کم و کاست التماس می شود قبل از انکہ خیط ابیض بر بساط فلکی
سر زند خیاط قبائے زرتار آورده بنداری تکمہ اش از آفتاب زده ظاہر اسوزن حضرت
عیسی علیہ السلام بدستش افتاده یا خود درین فن ید بیضا در آستین دارد چشم توقع بہ
آن دوختہ کہ او را در سلک ملازمان منسلک گردانند و از قطع و برید حوادث روزگار
وارہانند تا پیوند ایام و لیالی با قیست باقی باشند۔

رقعه در تعریف خط معشوق | بلبل چمن خوشگوئی عقیق یمن پاکیزه خوئی شمع انجمن آرائے

محبت ساقی صہبائے مودت نضر اللہ ریاحین آماله باقطار امطار افضاله بعد از اہدائے
ہدیہ رضیہ سلام کہ سنت سنیہ اسلام و تحیہ بہیہ دار السلام است منطبع سنجنجل دل صفا
محل آنکہ گلدستہ خجستہ بہارستان وداد و غنچہ شگفتہ چمنستان مراد یعنی مکتوب بدیع اسلوب
و تعلیقہ محبوب مرغوب از نزول فیض مشمول کماء النہر اذا جرئے وطیف الحبیب
اذا سرے دماغ آشفتہ را تازه تر و دیده غمدیده را منور گردانیده روائح روح
افزائش آتش شوق را باد زن و دسومت عبارت ہائش چراغ عشق را روغن گشتہ
نمیدانم این خط گلزار آن رنگین سخن است یا حسن سبزه رنگان دکن یا سبزه زمردین
چمن یا بخت سبز من خط گو رائحہ کاکل یار آمده است یا نسیم سحر از شہر تتار آمده است
یا این بیاض بین السطور است در سواد خط ریحان یا سرچشمہ آب حیات در ظلمات

تماشاے پارسے آفتاب روئے درمیان زلفین تابان یا تباشیر صبح بر افق آسمان لکاتبہ ۔

اے گل روے ترا جنت ما و از رسد
چون رسد از تو نسیمے گذر صبح چنان

طوبی و سدرہ بآن قامت رعنا رسد
کہ بدامانش سر دست تمنا رسد

حبذا نامہ جان بخش کہ از دوست رسید
رشک گلزار ارم غیرت ریحان خطے

وہ چہ خطے کہ بآن معجز عیسے رسد
کہ بہ پیچ و شکنش سنبل سودا رسد

وے سر شام چہ خطہا کہ ازان خط بردم
نہ ہمین معنی او جلوہ گہ طور بود

ہمچو رندے کہ سر صبح بہ میخانہ رسد
کہ بہ ما ہین سطورش ید بیضا رسد

بالجملہ از جلوہ ظہور آن نگار معنی کہ در لباس صورت برآمدہ بود از خود رفتم و بیہوش گشتم و بعد ازان کہ بہ مخلخلہ راحت پرورد و شیشہ ما الورد ش بحال آمدم پرتو شمع طور وادی روشنش دیدم و صدائے فاخلع نعلیک از طرف ایمنش شنیدم آنگاہ زبان بے زبانی چون شمع آتش بیانی سر کردہ علم بہ ثنا خوانی آن نگار خانہ مانی گل مقصود بدست آورد از انچہ بیاد ماندہ در دامن بیان نشاندہ و ہو ہذا ۔ لراقمہ

شمع کافور است این یا بیت معمور است این
نیست این بین السطور نامہ نامے یار

ساق بلور است این یا ساعد حور است این
آیہ نور است این یا شجرہ طور است این

شربت قند و نبات است این ویا آب حیات
مست و مدہوشم چہ کیفے بود در اشعار تو

یا عبارات شما یا آب انگور است این
نفخہ صور است یا صہبائے پرزور است این

بتدا برشئے شما یا تار گیسوئے شما
سطرئے سلک گہر یا رشتہ جان جہان

جادہ کوئے شما یا سطر مسطور است این
گردن مینائے مے یا تار طنبور است این

این من و سلوی است یا حلوا ست یا لطف خدا است
جنگ صلح آمیز تو یا شہر زنبور است این

چیست این آئینه یا سینهٔ بی کینهٔ / یا صفائے جوئبار رق منشور است این
نقطهٔ مشکین است یا هندهست یا خال رخی / یا سویدا یا سواد دیده حور است این
این الف یا سرو موزون یا قد رعنائے تو / یا نهال مقصد عباس مهجور است این

از استماع بارآوری دوحهٔ مطلوب و اهتزاز نفحهٔ مقصود مرغوب معجون مفرح القلوب بدست
آمده چون دست اشتیاق از اول بخیه گیر این مفتاق بود و شریعت وفاق از ابتدائے فراق ترغیب طرفه
حریم تلاق میفرموده الحال لمعهٔ ایمائے مسرت انتمائے آن انسان العین مستحب بلکه واجب فرض عین نموده خداوند یگانه
پیوسته وجاودانه باین مراسم دوستانه باشنائے آشنا و یگانگی بیگانه وا راد بمحمد و آله الامجاد (مرقوم هجدهم جمادی الاول)

رقعه در تهنیت تولد فرزند

تا جبین خورشید از مشیمهٔ صباح نمودار و شکم امهات سفلی از
قطرات فیوض آبائے علوی باردار باشد گهواره حیات و زندگانی و دبستان سرور و شادمانی از
جبین نور آگین وجود فائض الجود ان سلاله فرزندان آدم و حوا پُر نور و معمور باد بعد از سلام سنت
الاسلام که غیرت غنچه هائے دار السلام است مشهود خاطر تودود فاتر آنکه دیروز هنگامیکه طفل اشک
زیب کنار و حصول فیروانه از دست ابنائے روزگار سنگسار بود بریدهمایون قدم و نسیم مسیحادم رسید مژده میلاد مرشد
زاده زاد الله بقاءه و سناه رسانید مشام روح و فواد و مذاق محبت و وداد از رسیدن این خبر فرحت اثر تر و تازه
و لبریز لذت بی اندازه گردید زبانی قاصد مبارک پی مسموع شد که قبل از تولد فرزند ارجمند حریم حرم خاص
و مخدره عفت اساس را کمال الم و وجع در هنگام وضع عارض شده بود و چنان می نمود که رشتهٔ امید زندگی
منقطع می شود و خرمن آرزوے والدین بباد فنا میرود علاوه بر درد زه غثیان و قے و توقع پیاپے از
اکل و شرب آب و طعام و حصول شمهٔ از راحت و آرام ممانعت میکرد و قوابل پشت دست حسرت
میگزیدند و طبیب و عامل چون گستان و سجاجل از حیرت صورت هیکل گردیدند فاقله وقوع در سلک طرق
خضوع و خشوع منتظم و قیمت و صفحات چهره از لطمات اندوه رنگ آسمان کبود پیرهن و صورت سوسن میگرفت

دوار الاثر نشان نبود دعا را باجابت اقتران نه که بیک ناگاه مرضعه تقدیر آلهیه
برسر التفات دمادر ایام ولیال از راه مهر وکرم آمد خلاق زمین وآسمان وفرمان فرمائے
عالم امکان دانائے مافی الارحام وملجائے حاجات انام بردل افکاران غمدیده
وسوگواران محنت رسیده رحمت فرمود وعقده سربسته مشکلات را در یک طرفة العین
بے ناخن تدبیر کشود نوباده اقبال لاازال به ثمره شیرین بار آورده دیدۂ دولت وحشمت
بنور موفور منور شد نوائے زمزمۂ عشرت برخاست ومحفل طرب رونق عجب یافت
پیر فلک از کمال خرمی دم از جوانی زد ومغنیه زهره نغمۂ دلفریب سرود وعجیب برکشید
نقارۂ جاه وجلال چنان غلغل انداخت که کران عالم را شنوا ساخت وانجمن خرمی
بر افسان زیب وزینت بهم رسانید که وارستگان مجرد را محو تماشا گردانید خداوند عالم
مقدم میمنت توام آن عزة ناصیه ابهت وقره باصره مملکت را نور افزائے اختر سعادت
گرداناد واین نوباده گلشن امانی وآمال را در زیر سایه بلند پایه آن عالیجاه تادیرگاه
محفوظ ومصئون داراد بمحمد وآله الامجاد۔

رقعه بعض احباب | بعرض میرساند عصرے که فی الجمله طبیعت درست بود دیدم پنس
سواری شکسته واز این راه راه زیارت درگاه بسته است قطعه که بخاطر گذشته بخط
شکست نوشته شد ۔

	دلم از شدت الم بشکست	بے تو اے دوست محفلم بشکست	
	پالکی نیز چون دلم بشکست	نه سوارے است نه پیاده روے	

باالجمله از حضور معذورم زیاده زیاده ادام الله اقبالکم وضاعف اجلالکم۔

جواب باصواب | بعرض میرساند برائے وصف رباعی تازه اجتماع حواس خمسه لازم

ودل ودماغ بشش وپنج آشوب عالم گرفتار حقا که رباعی خوبی در سلک نظم کشیده اند
بمضمون شکست پالکی طرف حصول زیارت بسته بودم ۵ آخر رقعه ات دلم شکست
جواب دیگر بعرض میرسانده

بارک الله رباعی که ازو		رنگ بر چهرهٔ المم بشکست	
دلم از بستن امید وصال		کمر کوه مشکلم بشکست	
لیکه از علم عذرای کل فضل		خار در پردهٔ دلم بشکست	

زیاده زیاده۔

جواب بجواب بعرض میرساند سبحان الله عجب قطعه برجسته در عزت افزای چهار
مصرع شکسته بسته این دلخسته زیب رقم گشته ۵

وصف این قطعه کرد قطع سخن		چه نویسم اگر قلم بشکست	

جواب بجواب دیگر بعرض میرسانده

طرهٔ بشکست و دل باو بستم		من اسیر وسلاسلم بشکست	
تا چه سان بگذرم ز لجهٔ غم		زورق از لطمه الم بشکست	
چون رسم تا بکعبهٔ مقصود		ناقه افتاد و محملم بشکست	
رزق پا هم نماند کز سختی		خار این راه و منزلم بشکست	
روئے اخلاص هم نمایان نیست		بسکه آئینهٔ دلم بشکست	
نیست روشن سواد نامهٔ من		کاندرین کشمکش قلم بشکست	
چه نویسم که از شکسته دلی		وزن اشعار یک قلم بشکست	
سیدا بگر از نظارهٔ دوست		چشم تا بسته شد دلم بشکست	زیاده زیاده

رسید کے خطوط

میر عابد علیصاحب محمود آبادی نے ایک مرتبہ آم بھیجے تھے اُسکی رسید تحریر کی۔

انبتکم اللہ نباتاً حسناً | وزادکم بہاءً وسناً

(۱) قریب پانصد دانہ انبہ کہ قسمے از ان ہمرنگ سبزان دکن و صنفے حیرت بخش نرگس چمن برخی در لباس سندس خضر بالائے بالائے حور عین و بعضی گر صفرا فاقع لونہا تسر الناظرین مع صحیفہ شریفہ و نمیقہ انیقہ کہ از حلاوت عبارات و طلاوت اشارات شربت نبات و آب حیات را غرق عرق انفعال مے کرد شاہد شیرین کار فقرات خوشگوارش آئینہ انبہ را پیش روئی آورد رسید مذاق محبت را لذت گیر و مشام مودت را ہمنفس عنبر و عبیر ساخت ولکن الم ناسازی مزاج قدس امتزاج فاضل اوحد سید محمد سلمہ چنان طبع را ہیزہ ساختہ کہ میلے در غلتے بفواکہ و میوہ جات بودہ باشد شفاہ اللہ بفضلہ و نوالہ بحق محمد و آلہ ہذا ماجری علی لسان المذ بر بحری الصحری اضعف الناس عباس

(۲) نواب نوازش علیخان صاحب نے ایک مرتبہ پچاس روپیہ بھیجے اُسکی رسید تحریر کی۔ "مبلغے کہ ابتدائے نوازش و منتہائے احسان بود رسید"

(۳) احسان حسین خان نے ساٹھ روپیہ بھیجے اُسکی رسید تحریر کی "مبلغے کہ عین احسان بود رسید"

(۴) ایک مرتبہ جناب شیخ فدا علی صاحب عرف اچھے صاحب متخلص بہ عیش نے اٹھارہ ورق سبز رنگ پیشکش کئے تھے فوراً یہ اشعار فی البدیہہ نظم کئے۔

اے بخت تو سبز باد چون گشت امید	وز عیش رُخ تو سُرخ روئے تو سفید
ہیجدہ ورق زمردین رنگ بمن	چون دستہ اوراق گل تازہ رسید

(۵) ایک مرتبہ نواب سید علی خان صاحب نے ایک سبد حاضر کیا جسمین چند گاجرین بھی تھین جنکا قطر ایک بالشت کا ہوگا اسکی رسید مین پہلا قطعہ تحریر فرمایا دوسرے روز انھون نے دو تربوز بھیجے جسکی رسید مین دوسرا قطعہ نظم فرمایا۔ اور یہ واقعہ ۲۹۔ مارچ ۱۸۶۹ء کا ہے

سبدے آمدہ شام از سرکار	مثل فتح و ظفر از اوج فلک
شد عیان در نظر اوج شفق	شامگاہے زمیان زردک
دہ چہ زردک کہ عزیز دلہا است	ہمہ چون نیمہ اول بے شک

قطعہ دوم

دام اقبالکم و اینع اثمار کرم تحت ظلالکم

میوہ سرد و موسم گرما	ہر دو تا کار آن یگانہ بود
شاہد حکمت است مسلم را	صنعت او کہ ہندوانہ بود

ایضاً

بر زمین زیر گنبد خضرا	حقہ سبز ہندوانہ ببین
پوست سبز است و مغز تخمش سرخ	ہر دو نیرنگ یکدو دانہ ببین
روے ہم وصل گشتہ است دو جام	شربت قند در میانہ ببین
سبز بختی او چہ مے پرسی	دل خونین عارفانہ ببین

ایضاً

سبزی ہندوانہ شیرین	گوئیا طوطی شکر شکن است
این زمرد بیاد آن لب لعل	خون دل خوردہ آب در دہن ست

یا شهیدے که در برانه رحمت — حله خلد بهتر از کفن است

(۶) مکتوب در رسید کباب سیخ | حرسکم الله تعالی۔ دیروز سر شامے کباب سیخے که بوے محبت ها ازان بمشام جان مے رسید چون رومال را از سر کباب از رحمه کشودم و قدرے صرف نمودم چنان از نمکینی و ملاحت و خوش مزگی و لطافتش خاطر کوفته را آسائشے رو نمود و دل بریان را تسکینے بهم رسید که اگر فلفل در باب تناول تندے و تیزے نمیکرد دست از نعلیکی بر نمی داشتم خداوند عالم علی الدوام از خوان انعام متمتع و منتفع دارا د بمحمد و آله الامجاد۔

(۷) مکتوب در رسید کباب و حلوا | شبانگاهیکه عاصی بر خوان احسان نشسته بود یکمرتبه دو قسم کباب رسید لذت بخش دلهائے خسته و حلوائے کدو که ذکر حلاوتش لبها را بهم بسته سبحان الله زهے کباب در کان ملاحت شور افگن و خهے حلوا بالبهائے شکر لبان هم سخن کباب مگو ملیحه ایست نمکین گفتار که بر حسب مصالح خموشیده و حلوائے صبیحه ایست شیرین کار که چادر نقره باف خسروانی پوشیده اگر سیخ قلم در اظهار ملاحت آن سرگرمی کند بین السطور نامه بر خنده نمکین خوبان خنده زند و اگر طوطی خامه شکر شکن از وصف حلاوت این سخن گوید۔ در سبزه زار صفحه نبات روید ؎

کبابے خسته گر مغز قلم بود	کدو چون شیرهٔ جان در دلم بود
کبابے چون کلام نکته سنجان	کدو چون خصلت اهل کرم بود
سخن کوته ملاحت با حلاوت	دو نعمت چون لب خندان بهم بود

(۸) رسید تنباکو | عطر بیز مشام الفت و مجلس آرائے مقام محبت سلامت بعد از مجمره گردانی سینه دخانی در بزم خلت و محفل مودت ملتمس آنکه دود شعله

طور جمال پرنور یعنی صحیفه نامی و نمیقه سامی رسیده مرقوم قلم مشکین رقم بود غلام سیاه رو
بخدمت می رسد ای آقا سواد جبش قربان این بنده خوش رو و سرمه اصفهان بلاگردان
خمیره او است و فایش رانازم که با آتش محبت مے سوزد و مے سازد و مختش را چه
برطرازم که عمود آه مے فروزد و مے فرازد و آتش بر سرش میگذارند و ازخود دورش نگاه
مے دارند و لکن او از قرب و حضور دم مے زند و در دمسازی قصور نمی کند در صحت
و تندرستی همدم است و درد و رد کاسر پیچ شکم ؎

دود او اندر هوا پیچیده سنبل می شود	تحفه تریاکے که بعد از سوختن گل مے شود

بنائے عیش از وجود او آباد است و بنیاد راحت در عدم او برباد زینت انجمن
احباب کار او است و مشک سائے عالی دماغان شعار او و نیچه بهمراهی او نیشکر است
و نیشکر در جدائے او از نے بیمغز تر ؎

ساقیا از پرتو رخسار تو ؎	آتش قلیان برنگ گل شود
هندوانشو مطربا بانائے نے	تا یکے از قلقلش غلغل شود
لب گهربار است از دمسازیش	ابر نیسان دود او بالکل شود
رونق بزم است تا دارد نفس	شمع سان چون سوخت اکسیر کل شود

راه غم از دودش مسدود و خانه نشاط بجد و دش محدود هر چند نیچه و پیچان است
اما قوت روح روان است و قوت جان ناتوان و چون خمیره صندل دافع خفقان
فریادرس ایام تنهائے و غمزدائے شبهائے جدائی طبله عطارست یا حقه دهن یار
اگر فارسیش بعربی کرم است صحبت یاران از صورتش کرم و چون هندیش بفارسی
شیر است کام دوستان از مصاحبتش لذت گیر خلاصه نے کلک در ستائش عاجز بود

چونکہ بیان از گنجائش مدحش تنگی نمود برین قطعہ قطع کلام شد ؎

مردم چشم صنم یا دیدہ آہوست این	نافۂ مشک ختن یا عنبر خوشبوست این
این دوا المسک یا معجون فرحت آورست	قہوۂ عشرت فزا یا نسخۂ جادوست این
ہندوے خال لبے یا زلف کافر مشربے	نکہت باد صبا یا دود مینا کوست این
طیب نشر این وخان مانند یا دگلرخان	وقت شب گل میکند گویا گل شبوست این

بزم نشاط از روائح انبساط بذکر بہشت برین و دماغ اہل وفاق بشمیم اخلاق طراوت آگین باد ــ الی یوم تاتی السماء بدخان مبین ــ ۱۰ جمادی الاولے۔

(۹) ایک شخص نے عینک ہدیہ دی ۔ جواب مین تحریر کیا ؎

لطف فرمودہ بما عینک	نور اللہ ربنا عینک

(۱۰) رسید خربزہ فرستادہ جناب نواب جعفر علیخان صاحب ۔ ادام اللہ اقبالکم وضاعف اجلالکم۔

اے کہ ز لطف تو رسیدہ بما	خربزہ خوش مزہ لکھنؤ
آب حیات ست رشاد ابیش	شیرہ جان مے چکد از قاش او
خصک مولائے وموے الورے	من نعم الدہر بما یہنو

(۱۱) رسید طعام از پیشگاہ سلطانی عالم پناہا زادہ اللہ ملکاً و مالاً و جاہاً ۔ خوان ہائے الوان نعمت از پیشگاہ سلطانی مثل مائدۂ آسمانی بتفصیل ذیل رسیدہ حسب حکم خاقانی فقیر مستحقین را طلبیدہ ام و بپیش نگاہ خود ہمہ را خورانیدہ طبق طبق دعوات بر سموات رسانیدہ بافراغ بال مشغول دعائے سلطنت و اقبال مے شوند۔

(۱۲) رسید انبہ فرستادہ حکیم مرزا نبدہ مہدی صاحب انبتك اللہ نباتاً حسناً نوزدہ دانہ انبہ با رقعہ کہ عبارتش شیرین تر از قند و نبات بود رسیدہ باعث سرور فور

گردید گویا کہ بودہ از نوبادۂ جنان است یا ثمر محبت آن قدر دان شیر و شکر یاد از شیر و شکر ست
شیخ بہائے مے دہد و قیمتش بہ بے بہائے مے رسد حلوائے بے دود ھ یاد آورنان و حلوا[1]
و مذکر من و سلوئے مصری قند۔ رنگ طلا دارد و نکہت مصر و لامے آرد یا قوت آیا قوت جان
است یا قوت جسم ناتوان نحیف ہم شوق ملاقات دارم و از صبح تا ساعت دہ مے نشینم
تشریف بیارید خانہ خانۂ شما است و اگر سواری بفرستند خود حاضر شوم۔ والسلام۔

نظم فارسی

شاعری کیا چیز ہی؟ شاعر کو کیسا ہونا چاہیئے؟ مفتی صاحب کا پایہ شاعرانہ حیثیت سے کیسا تھا؟ شاعری پر قدمانے بھی کچھ لکھا ہی لیکن یورپ کے نکتہ سنجون نے اس باب مین نہایت دقیق مضامین لکھے ہین اور بڑی بڑی باریکیان پیدا کی ہین۔

متقدمین و متاخرین کے تمام اقوال و خیالات اگر لکھے جائین تو ایک مستقل تالیف ہو جائے جسکی گنجائش اس کتاب مین نہین۔

۱۔ کتب قدیمہ مین شعر کی تعریف صرف اسقدر کیگئی ہی "کلام موزون جو متکلم نے بارادہ موزون کیا ہو"

۲۔ شاعری ایک تخئیل کا نام ہے۔

۳۔ نظامی عروضی سمرقندی نے چہار مقالہ مین شاعری کی نسبت لکھا ہی "شاعری صناعتے است کہ شاعر بدان صنعت اتساق مقدمات موہمہ کند و التیام قیاس نتیجہ بر آن وجہ کہ معنی خرد را بزرگ کند و بزرگ را خرد و نیکو را در لباس زشت و زشت را

[1] حسب ذیل آم حکیم صاحب نے بھجوائے تھے جسکے تام عبارت مین کس خوبی سے صرف کیے ہین سفیدہ۔ مصری۔ قند۔ حلوائی۔ دودھ۔ شہد۔ بکھی۔ شیر۔ شکر۔ یاقوت

در حلیہ نیکو جلوہ دہد و یا ایہام قوت غضبانی و شہوانی برانگیزد تا بدان ایہام طبائع را انبساطے وانقباضے بود و اُمور عظام را در نظام عالم سبب گردد"

۴- شاعری وہ ہی جس سے جذبات انسانی برانگیختہ ہون۔

۵- جذبات و احساسات عائدہ کا ایک خاص طریقہ سے استدلال و استنباط شاعری ہے۔

۶- شاعری ایک مصوّری یا ایک نقالی ہے۔

۷- محبت اور غضب لفت اور کراہت کی قوتون کا طریقہ موزون استعمال مین لانا شاعری ہے۔

۸- شاعری ایک صداقت اور راستی ہے۔

۹- شاعری ایک وجدانی وذوقی چیز ہے۔

۱۰- جو جذبات الفاظ کے ذریعے سے ادا ہون وہ شعر ہین۔

۱۱- ہر چیز جو باعث استعجاب یا حسرت یا جوش یا اور کوئی اثر پیدا کرے شعر ہے۔

۱۲- شاعری وہ ہی جسمین صرف اپنے جذبات ادا کیے جائین۔

۱۳- شاعری مطالعہ نفس کا نتیجہ ہے۔

۱۴- شاعری ایک قدرتی جذبہ ہے۔

۱۵- شاعری احساسات اندرونی یا بیرونی کا ایک نقشہ ہے۔

محققین نے شعر کے مفہوم کو نہایت وسیع ثابت کیا ہی وہ اسکا علاقہ صرف تخئیل سے بتاتے ہین اسی سے موزونیت و ناموزونیت کی قید کو بھی اُٹھا دیا ہی اور یہین سے شاعر کا فطری اور شعر کا غیر اکتسابی ہونا ثابت ہوتا ہی اس مقام پر

اپنی ایک نظم درج کرتا ہون اِس سے شعر کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہی عصر موجودہ کے مختلف جرائد و اخبارات نے اسکی بہت کچھ داد دی ہے۔

شاعری کیا ہی؟ فقط اک جذبۂ طوفان خروش — قوت تخئیل مین اِک ولولہ انگیز جوش

شاعری کیا ہی؟ فقط تصویر جذبات نہان — قوت تخئیل کے ہمراہ تاثیر زبان

ساغر جذبات باطن مین جب آجائے اُبال — دلکے سرچشمہ مین جب پیدا ہو جوش انفعال

دل پہ ہو جسوقت قدرت کے مناظر کا اثر — منہ سے کچھ باتین نکلجائین اثر مین ڈوب کر

صورتین اسنے مجسم کین اُمید و یاس کی — اسکی خاکستر مین ہین چنگاریان احساس کی

جب زبان شعلہ پاتی ہین وہی چنگاریان — گلشن تخئیل مین دکھلاتے ہین گلکاریان

واردات قلب کی تفسیر طولانی ہی یہ — اِک مجسم ہستی اغراض نفسانی ہے یہ

روح تازہ اسنے پھونکی پیکر جذبات مین — مہر تابان کردیئے خاکستر جذبات مین

نغمہ خوابیدہ کو اسنے جگایا خواب سے — ساز ہستی اسنے چھیڑا ناخن مضراب سے

اسکے نالون سے ہوئین آباد لاکھون بستیان — جاگ اُٹھین آنکھون کو ملکر سونیوالی ہستیان

اِک نگاہِ شوخ سے دل درد کا برما دیا — جلوۂ رنگین دکھاکر روح کو گرما دیا

اِک خلاصہ تھا وہ اسکے درد کی تفصیل کا — جب کہا تھا مرثیہ قابیل نے ہابیل کا

اِک سخن اسکا ہی جو کچھ کہ دہر کی محفل مین ہی — متن قدرت کی مفصل شرح اُسکے دلمین ہی

ہین جو اربابِ صفا اُنکو تو کافی ہے یہی — روح موجودات کی تفسیر صافی ہے یہی

دل ہی یہ اور عالم ارواح اسکا سینہ ہی — شاعری تصویر روحانی کا اِک آئینہ ہے

روح خوابیدہ مین دوڑاے ہی بیداری کی لہر — دلکے خوابستان مین جاری کی ہی ہشیاری کی نہر

رزم کی یہ روح ہی اور بزم کی یہ جان ہی — عشق کا قرآن ہی اور حسن کا ایمان ہی

سرزمین عشق پر سکہ ہے اُسکے نور کا | سنگِ بنیادی رکھا ہی اس نے کوہِ طور کا

مدتون بزم سلاطین مین رہی یہ سرفراز | یہ وہ سُلطان ہی دل محمود تھا جسکا ایاز

اسکے گلدستون سے زینت ہی نشاط بزم مین | دلکو زرہ ہونپر بٹھا دیتا ہی دشت رزم مین

چٹکی پھرتی ہی ستارے منظرِ آفاق مین | بجلیان دوڑا رہی ہے پیکرِ آفاق مین

غیر محسوسات کا ادراک کرتی ہی یہی | تخلیہ مین سیر ہفت افلاک کرتی ہے یہی

ظلمت اسکی شام گیسو صبح اسکی صبح عید | طبع قدرت کا لطیفہ قلب فطرت کی امید

دلکشا منظر نسیم صبح نورانی سحر | یہ پرندان فضا اور ان کے وہ رنگین پر

جگمگاتی یہ ستارون کی پریشان انجمن | یہ مہکتی بزم پھولون کی چمن اندر چمن

شفق کی سُرخ بیرق یہ روپہلی طیلسان | یہ حصارِ لاجوردی پر چمکتی گُمزیان

یہ ردائے آسمانی یہ نگار شعلہ فام | یہ کرہ سونیکا جس سے ہی ثوابت کا نظام

وہ شفق کے رنگ مین شانِ غروبِ آفتاب | اِک حسین ڈالے ہوئے چہرے پہ نارنجی نقاب

نغمہ سنجانِ حقیقت طائرانِ خوشنوا | کویلونکا کوکنا اور یہ پپیہے کی صدا

آسمانِ حسن کے ٹوٹے ہوئے تارے تمام | وہ رُخِ قدرت کی افشان جگنوونکا اژدہام

نقش معنی خیز ہین ایوان فطرت کے یہی | مختلف اشعار ہین دیوان قدرت کے یہی

خواجہ فریدالدین عطار نے بھی کئی سو برس پیشتر اس خیال کو ادا کیا ہی کہ دنیا بھی ایک شاعر ہی ع پس جہان شاعر بود چون دیگران۔

شاعری تین قسم کے جذبات طبعی پر مشتمل ہی۔ یہ تینون کیفیتین شاعر کے دل و دماغ اور اسکی طبعی سرشت کے حسب استعداد و قابلیت اُسمین داخل ہوتی ہین۔

(۱) مظاہر قدرت و مناظر قدرت کے نظارہ سے جذبات باطنی کو پہچانتا ہے۔
(۲) دوسرا ملکہ وہ ہی جو دماغ کی قوتون کے نتائج اور مدرکات حسیہ سے فراخور استعداد پیدا ہوتا ہے۔
(۳) وہ مقام جہان مبدء فیاض سے حقائق و معارف کی جلوہ گری شروع ہوتی ہو اور یہ درجہ انتہائے معرفت کا ہے۔

شاعر کو کیسا ہونا چاہیئے؟

فن شعر کی اہمیت کے متعلق علمائے ادب کا یہ قول کافی ہو کہ الشعر اخر العلوم صرف موزونیت طبع اسکے لئے کافی نہین فنون لطیفہ مین فقط شعر ایک ایسی چیز ہے جس مین تمام علوم کی ضرورت ہوتی ہو۔ چہار مقالہ مین نظامی سمرقندی نے شاعر کے خصوصیات لکھے ہین جسکا اقتباس لطف سے خالی نہین۔

"شاعر باید کہ سلیم الفطرۃ۔ عظیم الفکرہ۔ صحیح الطبع۔ جید الرویہ باشد و دقیق النظر کہ از انواع علوم متنوع باشد و در اطراف مستطرف زیراکہ چنانکہ شعر در ہر علمی بکار آید ہر علمی نیز در شعر بکار میشود و شاعر باید کہ در مجلس محاورت خوشگوئی بود و در محفل معاشرت خوبشروے و باید شعر او بان درجہ رسیدہ باشد کہ در صحیفہ روزگار مسطور بود و برالسنہ و افواہ مشہور و در ہر سفائن بنویسند و در مدائن بخوانند کہ حظ او فرو قسم افضل از شعر بقائے اسمست و تا مقرر و مسطور نباشد از اثر نبود و این معنی از و حاصل نیاید و پیش از خداوند خود بمیرد چون اورا در بقائے خود اثرے نیست در بقاے اسم دیگرے چہ اثر باشد اما شاعر بدین درجہ نرسد الا کہ در عنفوان شباب و روزگار جوانی بیست ہزار شعر از اشعار متقدمین یاد گیرد و دہ ہزار کلمہ از آثار متاخرین در پیش چشم کند و پیوستہ

دواوین استادان ہمخواند و مستحضر ہمی باشد و آگاہی میدارد کہ در آمد و بیرون شد
ایشان از مضائق سخن بر چہ وجہ بودہ است تاکہ طریق و انواع شعر در طبع او مرتسم شود
وعیب و ہنر شعر در صفحہ خرد او منقش گردد و سخنش روے در ترقی آرد و طبعش بعلو میل کند
ہر کرا طبع در نظر شعر راسخ شد و سخنش ہموار گشت در پے بعلم شعر آورد عروض بخواندو
گرد تصانیف استاد ابوالحسن بہرامی سرخسی گردد مانند غایۃ العروضیین و کنز القافیہ و نقد
معانی و نقد الفاظ و سرقات و تراجم و انواع این علوم بخواند بر استادی کہ او داند تانام
استادی را سزاوار شود و اسم او در صحیفہ روزگار بماند چنانکہ آسامی دیگر استادان کہ نامہاے
ایشان یاد کردیم تا انچہ از مخدوم و ممدوح بستاند حق آن بتواند گذاردن و بقاے اسم او بماند
اسکے بعد ایک طولانی بحث اسپر لکھی تھی کہ شاعر کے واسطے بدیہہ گوئی سے بہتر کوئی
کمال نہین ۔

شعر و شاعری کی حقیقت کا انکشاف کرنیکے بعد مفتی صاحب کو بحیثیت ایک شاعر
کے دکھانا چاہتا ہون طبیعت کیطرح ہر شاعر کے کلام مین کچھ خصوصیات ہوتے ہین جس سے
اُسکا تعارف ہوتا ہی چنانچہ مفتی صاحب کے کلام مین چند باتین مخصوص ہین ۔
(۱) جس زبان مین شعر کہتے تھے اُس زبان کی شیرینی و لطافت کا لحاظ رکھتے تھے ۔
(۲) طبیعت اسقدر سیال تھی کہ شعر گوئی کے وقت قلم نہین رُکتا تھا اِس بات کا اندازہ
اُنکی تعداد تصانیف سے ہوتا ہی تقریباً ۱۹ مثنویان ایک دیوان مکمل فارسی کا ابیات بولن
موسوم بہ طب العرب عربی کا اسکے علاوہ اگر مرتب کیا جاے تو ایک ضخیم کلیات تاریخون
اور قصیدونکے سوا تمام اصناف سخن پر حاوی ہوگا اگر کوئی شاعر اپنی عمر طبعی کا پورا حصہ
صرف فن شعر مین صرف کرے تو اسقدر ذخیرہ دقت سے فراہم ہوگا مگر مفتی صاحبنے

باوجود اسکے کہ ایک دوسرے منصب پر مامور تھے جسکے کاروبار سلطنت کے تعلقات سے کم نہ تھے اسقدر حصہ فراہم کیا اس سے اُنکی طبیعت کی روانی کا پتہ چلتا ہے لطف یہ ہے کہ طبع سیال کے ساتھ اسقدر جید الفکر تھے کہ کوئی شعر مضمون سے خالی نہ ہوتا تھا۔

چنانچہ اسی مطلب کیطرف اپنے دیوان کی ایک غزل مین خود اشارہ کیا ہے

سید چہ شد کہ کون و مکان در تزلزل است	در ہر کجا کہ بود ترقی تنزل است
استاذ ما کہ سید اعلام دہر بود	بود اجتہاد کارش و کارم تعطل است
باینہمہ من انچہ درین عمر کردہ ام	گر در ہزار سال کنی ہم تامل است
در ہر سفینے مسودہ ہاے مرا ببین	گویا کہ طرہ ہائے پریشان سنبل است
کلکم نوشت یکصد و پنجاہ جلد را	اکنون ز ریک و حرف نوشتن تکاسل است
دانی کہ از چہ راہ خموش است خامہ ام	از بانگ الرحیل بہر کوچہ غلغل است
ابعاد حادثات جہان بے نہایت است	گویا کہ دور باہمہ دور و تسلسل است
سید عجب مدار اگر ہست رنگ گل	از نوک خامہ ام کہ چو منقار بلبل است

[illegible]

(۳) بدیہہ گوئی اُنکی طبیعت کا خاص جوہر تھا نظم تو اختیاری چیز ہے اکثر اوقات تاریخین برجستہ کہہ دیتے تھے۔

مجتہد العصر جناب سید ابو صاحب قبلہ نے ایک مرتبہ یہ عرض کیا کہ آپکی شان اس سے اجل و ارفع ہے کہ تمام دُنیا کی اموات و واقعات کی و ولادت کی تاریخین کہا کرین مجھے یہ بات اچھی نہین معلوم ہوتی جواب مین فرمایا کہ لوگ مجھ سے اصرار کرتے ہین جتنی دیر اُنکے اصرار و میرے انکار مین گذرے اتنے عرصہ مین اگر نظم کردون تو میرا کیا نقصان ہے۔

اِس قسم کے اشعار او تاریخون کا ذکر اپنے اپنے محل پر آئے گا۔

(۴۳) مفتی صاحب کے زہد و تقوے اور ورع و تقدس کو تمام دنیا جانتی ہی مگر پھر بھی رنگینی طبیعت مین کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

ایک سوداگر ہمسائے مین رہتا تھا ایک روز اوسکی چہاردہ سالہ لڑکی شوخ طبیعت آپکے گھر مین آئی۔ آپ ایک حجرے مین پسِ پردہ کتاب کے مطالعے مین مصروف تھے اوس لڑکی نے کچھ ایسے ناز و انداز سے زمین پر گام زنی کی کہ جو نہایت دلکش تھی تا اینکہ اوسنے پردہ کسیقدر چاک کرکے جھانکا مگر آپنے کتاب سے نظر تک نہ ہٹائی جسکے متعلق خود لکھا ہے کہ "رُخے چون پارۂ قمر برآورد کہ پرتو شعشعہ آتش برکتاب افتاد و من باو نگاہے نہ کردم ولکن جائے کہ درین مجاہدہ برمن گزشت عالم السرائر میداند چنان منیمود کہ کسے دل را از سینہ میبرد و نگاہ را خواہی نخواہی بالا میکشد" اِسی واقعے کیطرف اس نظم مین اشارہ ہی ؎

دمیکہ آن گلِ نوبر سر ایستادہ مرا	قریب بود کہ بوئیش دہد بباد مرا
خیالِ عشوۂ آن دلربا و خوفِ خدا	دلِ ضعیف دران کشمکش فتادہ مرا
میانِ عقل و خرد طرفہ جنگ در پیوست	کمک رسید ز حق فتح دست داد مرا

مثنوی گوہر شاہوار مین یہ حکایت نہایت خوبی سے نظم فرمائی ہے جو یہان ملخصاً لکھی جاتی ہی

مرا تاجرے تازہ ہمسایہ بود	کہ دانشور و صاحب مایہ بود	سخنگو و خوشرو و نیکو خصال	تونگر بمال و جمال و کمال
خداداده بودش از آن سیم و زر	دو تا دختر دلبر سیمبر	دو پاکیزہ دوشیزہ خرد سال	دو ناسفتہ گوہر کانِ جمال
دو خاتون لیلی وشِ نازنین	دو غارتگر صبر تقوے و دین	دو باغ بہار خیابانِ حسن	دو چشم و چراغ شبستانِ حسن
پدر بود بازارکان ہر دو را	مگر ساخت یغماگران ہر دو را	شنیدم کہ با اینہمہ دلبری	نبودند عاری ز دین و پری
خبردار بودند از واجبات	مقید بصوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ	عجب کارہا مینمودند شان	بتانِ خدا ترس بودند شان

مرا کامرانی دران عصر بود — شروع جوانی دران عصر بود
نشاطے فزون از بیان داشتم — فراغے ز سود و زیان داشتم
ولے جز بتحصیل شوقی نبود — بجز لذت علم ذوقی نبود
سحر خانه ام آن بتان آمدند — بکاشانه ام میهمان آمدند
مرا بود آن وقت شغلے دگر — نبود دست از مقدم شان خبر
نگاهی بآن قد و بالا نبود — هوای رخ سلمی و لیلی نبود
چو آگاه گشتم ازان اتفاق — ز صحن آمدم رو بسوے اطاق
ازانها سراسیمه بگریختم — دران گوشه هم پرده آویختم
مگر آن بتان ختا و ختن — بشوخی رسیدند تا جای من
چو دیدند آن پرده را درمیان — ستادند ناچار بیرون آن
ولے گرم انداز خوبان شدند — بروے زمین پای کوبان شدند
دلم از صدائے که خلخال داشت — عجب اختلال و عجب حال داشت
مگر بود چون گوش من حق نیوش — ندادم بآن بانگ حقیوش گوش
زدند از برون رخنه در حجاب — تو گوئی ز روزن نمود آفتاب
ز مژگان خدنگے درونم زدند — که در پرده چنگے بخونم زدند
صدا ها شد از هر دو بانو بلند — نکردم سر از جیب زانو بلند
اگرچه ندیدم ولے زان صدا — پراگنده شد دل جدا جان جدا
ز عقل و هوس کار مشکل فتاد — نزاعے میان من و دل فتاد
غرض بود از هر دو سر کشمکش — فتادم من خسته در کشمکش
خرد پیر بود و هوس نوجوان — خدا عقل را داد تاب و توان
ز رخساره آن و ز زهره جبین — ندیدم بجز پرتوے بر زمین
نگارے که من پیش رو داشتم — همه تن توجه باو داشتم
بآخر چو نومید گشتند شان — ازانجا گزشتند دامن کشان
دل من ز تاب تب آسوده بود — که آن روز بحران محمود بود

اِس حکایت سے اونکے زہد اور رنگینی طبیعت دونون کا پتہ چلتا ہے انتخاب غزلیات مین اِس جوہر کو دیکھنا۔

(۵) مظاہر قدرت۔ مدرکات حسیہ۔ حقائق و معارف جسکو مفصلاً عنوان مین لکھا ہے تینون صنفین اونکے کلام مین بوجہ اتم موجود تھین۔ تمام مشاہدات۔ واقعات۔ تمثیلات۔ جذبات کو اُنھون نے نظم مین نہایت خوبی سے ادا کیا ہے۔ اونکا دفتر نظم اگر بالاستیعاب دیکھا جائے تو اون کی سوانح عمری کا ایک کافی حصہ اوسمین ملجائے گا۔

(۶) شعرا اکثر قیود مذہب سے آزاد ہوجاتے ہین مزاج مین وارفتگی پیدا ہوجاتی ہی اُنکو کیش و

ملت کی بھی پروا نہین رہتی بزرگانِ دین کیخدمتمین گستاخیان کرتے ہین مجنونانہ خودسیریون کی سفارش نے دین ومذہب کے دربارہین بھی اُنھین یجوز للشاعر مالا یجوز لغیرہ کی سند لوادی ہے مفتی صاحب کی شاعری کا دامن اس الوث سے بالکل پاک وصاف ہے اُنھون نے اپنی عالمانہ عظمت کی قربانی شاعری کے دربارہین کبھی نہین کی ایک شعرمین یہ مطلب ادا بھی کیا ہے ؎

بناز اے شوستر امروز کیعالم سخن ہستی		چومن شرعی بہ زعرفی زشیراز تومی آید

(۷) کلام کا زیادہ حصہ حقائق ومعارف کا سرچشمہ خوف وخشیت الٰہی کا معدن ہے حسن ازلی سے راز ونیاز ہے محفل عشق مین سوز وساز ہے سراپا محویت کی ایک تصویر ہین۔ درس آموز فنا ہوکر خواب ہستی کی تعبیر ہین۔ ان تصویرونکو آگے چلکر دکھاؤنگا۔

(۸) واعظانہ اور حکیمانہ حصہ نظم مین زیادہ ہے۔

(۹) اکثر لوگون کا خیال ہے کہ اونکے کلام مین زہد وتقوے کا رنگ غالب ہے اور وہ شوخیان اور آزادیان جو ایک شاعر کے کلام مین ہونا چاہئین نہین ہین۔ میرا بھی پہلے ایسا ہی خیال تھا مگر اونکے کلام پر بالاستیعاب نظر کرنے سے ثابت ہوا کہ ایسا نہین لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ہر شاعر کا کلام اُسکے خیالات وجذبات کا آئینہ ہوتا ہے ایک شعرمین خود فرماتے ہین ؎

	باہمہ دعویٰ تقویٰ وفضیلت سیدہ		این سخن لحن خوانی رندانہ شمارا زسد

مفتی صاحب جیسے مقدس نفس اور پاک باطن شخص تھے ویسے ہی جذبات اون کے کلام مین تھے سوقی اور عامیانہ مذاق اونکی طبیعت مین کیونکر پیدا ہوسکتا تھا۔

(۱۰) فن شعرمین اونکی دقت نظر کی یہ حالت تھی کہ اپنے عصر کے تمام شعراے کاملین کے

مرجع تھے میر انیس سا شخص استفادہ کیا کرتا تھا۔

(۱۱) سلیم الفطرۃ اور صحیح الطبع ایسے تھے کہ جس زمانہ میں یا جس شاعر کے تتبع میں قلم اوٹھاتے تھے اوسکے پہلو بہ پہلو نظر آتے تھے۔

(۱۲) ظریف الطبع اور خوش بیان ایسے کہ جس محفل میں بیٹھ جاتے تھے کسی دوسرے کیطرف لوگ متوجہ بھی نہ ہوتے تھے۔

(۱۳) کلام کی مقبولیت اس حد پر ہے کہ ابتک ذاکرین و واعظین منابر پر اون کے اشعار فخریہ پڑھتے ہین۔

اس ادعا کے ثبوت مین اونکے کلام کے مختلف نمونے پیش کیے جاتے ہین۔

غزلیات

غزلون کا دیوان غیر مطبوع ہے مین نے اول سے آخر تک اس دیوان کو پڑھا اسکے خصوصیات حسب ذیل ہین۔

(۱) غزلین زیادہ تر واقعات کے متعلق ہین۔

(۲) دیوان مین غزلیات کا زیادہ حصہ حقائق و معارف و موعظت پر مشتمل ہے جو اونکے جذبات خاص تھے۔

(۳) سلاست و روانی طبع ہر شعر سے پیدا ہے۔

دیوان کی پہلی غزل نعت سے شروع ہوتی ہے۔

ای سر بر آستان تو عرش عظیم را　　　وز پایۂ تو شرف رہ مستقیم را

تقسیم سکہ زہد و زہر تو　　　روز [illegible] بدو بہ تیم نعیم و جحیم را

از بهر نشر نکهت خلق عظیم تو
ره داده اند در چمنستان نسیم را

ما را همین قدر ز شناسائی تو بس
نتوان شناخت بی تو خدای کریم را

خرق فلک که در شب معراج کرده
در هم شکست سفسطه های حکیم را

در پهلوی شفاعت تو روز بازپرس
بر طاعت است ناز گناه عظیم را

در شرح وصف قامت و زلف و دهان تو
آورد جبرئیل الف لام میم را

در مهد گشت مار سیه را وصی تو
وز چند ریسمان شده دهشت کلیم را

سید که هیچ تاب و توان در بدن نداشت
مدح تو زنده ساخت عظم رمیم را

ردیف الف مین ایک غزل ہے جسمین چند اشعار قطعہ بند ہین اوسمین اپنی موجودہ حالت اور کشمکش تعلقات کا ذکر کیا ہے۔

بگذار شکایت جفا را
گویم همه شکوهٔ وفا را

یاران که خطوط می نویسند
پیچیده هزار عقده ها را

جمعی بامید این که گویم
تاریخ حوادث قضا را

برخی بهوای اینکه سازم
چون فرش حریر بوریا را

این شکوه ز جور چرخ دارد
تا دور کنم ازو بلا را

این می طلبد وسیلهٔ من
تا ره دهم و عطا را

این فتوی و حکم شرع جوید
دان نفع و مضرت دوا را

این نکتهٔ نظم و نثر پرسد
وین سوره و آیه و دعا را

خواهند رضای خویش از من
با این همه اختلا[illegible] را

تنها من و این جماعت خلق
بیماری و رنج و فکر پیری
تدبیر سوال خلق سازم
شد تلخ به بنده جانِ شیرین
چون عذر کنم بزار نالی
ای چشم تو کور گریه تا کے

کلک ار نی و راه سنگِ خارا
بیکار فگنده دست و پا را
یا حیله پرستش خدا را
این غصه چسان کنم گوارا
گویند نهان و آشکارا
بنویس جواب خط ما را

※

طرفه شوریست بیتو در دلِ ما
نگهِ مست خواهم اے ساقی
از دو عالم کشیم رخت برون
نفس وا ماند دل براه افتاد
این چه دیوانگی و بے ادبیست
از که دعواے خونبها سید

صبح حشر است شیخ محفلِ ما
که نشد حل ز باده مشکلِ ما
تا شود کوے یار منزلِ ما
عشق بے ناقه راند محملِ ما
که شود زلفِ تو سلاسلِ ما
حاکمِ محشر است قاتلِ ما

※

جان بر لب ست ای بت پیمان شکن بیا
گل گل شده ز نالهٔ شبگیر دامنم
ای جان بگوی یار جدا از بدن مسوز
در ہاے توبه نیم شبان وا ازمی کنیم
بکشا بسوے مقبره چشم عبرتے

دل می طپد بیا و در آغوشِ من بیا
مثلِ نسیمِ صبح به سیر چمن بیا
ای شمع بزم حسن میان لگن بیا
بیدار شو بدر که ما نعره زن بیا
تا چند در سفر گذرد در وطن بیا

سید چرا بخاک فتادی بدین کمال
برخیز فوق گنبد چرخ کهن بیا

ای گل از من حجاب تا بکجا
برنداری نقاب تا بکجا
رفت شب ساقیا صبوحی کو
صبح بی آفتاب تا بکجا
مرگ مانند سیل می آید
سرکشی چون حباب تا بکجا
در خالق بگیر و محکم گیر
جا بجا دق باب تا بکجا
لرزه بر عرش و کرسی افتاداست
ای دلم اضطراب تا بکجا
سالها شد نگاه لطفی نیست
ای خدا این عتاب تا بکجا
غلغل الرحیل برپا شد
سیدا نوش خواب تا بکجا

دل غمگین گدا این قصه رنگین شنید امشب
که مثل مرغ بسمل تا سحر در خون طپید امشب
دلم در کوی یار امشب نوای تازه دارد
نمیدانم که این بلبل درین گلشن چه دید امشب
مگر از سر شب رخصت آتش کردم و هردم
برون میکرد دل دست و گریبان میدرید امشب

بی پرده شد بعد و خطا را بهانه ساخت
افگند خود نقاب و صبا را بهانه ساخت
در داز شوخ چشمی قاتل که خون ما
پامال کرد و رنگ حنا را بهانه ساخت
آمد شبی و دور نه بیمار غم نشست
آهسته خواست گرد و عا را بهانه ساخت
برخاست با رقیب که تیمار من کند
خون دلم چشید و دوا را بهانه ساخت
سید دل مداشت شکایت ز جور تو
از بهر گفتگو گله را بهانه ساخت

هر زبان در دور گردون کامرانی دیگر است
گه هلاکویی گهی نوشیروانی دیگر است

کاروانی چند رفته تازه ای شهر گاهیم
چشم واکن باز شور کاروانی دیگر است

رحمت و منت چرا ها از سگت در [illegible]
سجده گاه جبههٔ ما آستانی دیگر است

امتحان دوستی از دشمنی فرموده اند
ور نکردند امتحانست امتحانی دیگر است

غم مخور سید اگر بازار عالم بسته شد
در نظر دارم متاعی کز دکانی دیگر است

※

ساقی دگرم ذوق مدام تو فتاده است
شاید بدلم پرتو جام تو فتاده است

در حلقهٔ زلف تو تپان است دل من
این مرغ مگر تازه بدام تو فتاده است

قطع کف اغیار میالای بخونم
طشتم که فتاده است زبام تو فتاده است

در زیر نگین تو بود کشور جانم
بر نقد دلم سکه بنام تو فتاده است

سید قلم تست مگر نیشکر مصر
کاین شور حلاوت ز کلام تو فتاده است

※

دلا بر روی آن کافر دگر نظاره میخواهم
گناهی در نظر دارم کز آن کفاره میخواهم

سپهری دیگر و دوری دگر باید برای من
که اقبال ابد از ثابت و سیاره میخواهم

نه تنها آبروریزی که باید خون دل خوردن
کف آبی اگر زین لجهٔ خونخواره میخواهم

فراغ بال در بند خودی صورت نمی بندد
دلی آزاده مستی ز خود آواره میخواهم

گل مقصد ز مژگان ترم رنگین نمی گردد
بجای اشک خونابی ازین فواره میخواهم

طراز دولت دین ست از کلک و دوات من
بدهر آوازهٔ این نوبت و نقاره میخواهم

ز تنهائی بتنگم آشنائی می کنم پیدا
بلای تازه بر سید بیچاره میخواهم

از حسن و عشق حصه مقابل گرفته‌ایم
او خوش دلی گرفته و ما دل گرفته‌ایم

در گلشن وفا غزل از ما توان شنید
گلبانگ تازه ز عنادل گرفته‌ایم

نزد جنون بطفل دبستان نمی رسیم
وز پیر عقل درس مسائل گرفته‌ایم

تر دامنی نمی‌شود از قتل عاشقان
از خون خشک دامن قاتل گرفته‌ایم

نقش ثبات بر صفحات زمانه نیست
ما نقل نسخه‌های اوائل گرفته‌ایم

دل گرچه در بر است گریزان بود ز ما
این موج در کنار چو ساحل گرفته‌ایم

سید ز دست برد قضا نیست نقص ما
از گنج صبر بهرهٔ کامل گرفته‌ایم

تا کجا در بدر گدائی من
بر درت چون شود رسائی من

دل به فتراک عهد پیمان بست
توبه‌ام چیست ژاژخائی من

باک از ذوق آفرین دارم
وای من وای خودستائی من

دل پریشان دماغ آشفته‌ام
دست و پا طالب جدائی من

می‌کشم آه دور از منزل
آه از ناوک هوائی من

پرده از روی کار افتاده
من و این طاعت گدائی من

قشقهٔ برهمن به پیشانی
جانب کعبه جبهه سائی من

سید آنکه بست کار مرا
میکند خود گره کشائی من

چه خوش است نیم شبها در توبه باز کردن
غم دل به دوست گفتن گله‌ها دراز کردن

تو که در نمی گشودی به حریم خانه بودی
ز کدام کس نبودی همه خشم و ناز کردن

به طلب ز عشق و مستی روش خدا پرستی — که بجاست در حقیقت نظر از مجاز کردن

بگذشت عشقبازی تحقیقی و مجازی — منم و ز نغمہ سازی نفسی دراز کردن

بچنین غزل تو سید چه زنی دم نظیری — بخدا که واجب آمد ز تو احتراز کردن

کملائے فن کو لکھنؤ سے ایک محبت تھی یہ جذبہ مفتی صاحب کی ایک غزل سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

گرچہ زائل شد شباب لکھنؤ — عشوہ ہا دارد جناب لکھنؤ

ہست در کلکتہ گر سیم و زری — کیمیا باشد تراب لکھنؤ

غیرت معمورہ ہای عالم است — شہر ویران خراب لکھنؤ

ہمصفیر بلبل شیراز ہست — در نوا سنجی غراب لکھنؤ

قوت و قوت جسم و جان را مید ہد — لذت نان و کباب لکھنؤ

لب فرو بستی اگر گشتی ظہیر — باریاب فن ارباب لکھنؤ

مید ہد یاد از نعیم ہشت خلد — لطف و عیش بیحساب لکھنؤ

ہر کہ رفت از لکھنؤ خوابش نبرد — در خیال خورد و خواب لکھنؤ

برون رفتم دلا زین خارزار آہستہ آہستہ — رسیدم بر در آن گلعذار آہستہ آہستہ

نفس از ناتوانی سنگ راہ زندگی بودہ — گرفتم بر سر منزل قرار آہستہ آہستہ

خلشہائے علائق سخت گیرا بود در خاطر — ز پائے دل کشیدم خار خار آہستہ آہستہ

ز نقد عمر در کف داشتم کابین حور عین — ربود این مایہ از من روزگار آہستہ آہستہ

تن ندارم که از هیچ رواز باد سحرگاهان | شدم بر دوش این مرکب سوار آهسته آهسته

نمی دانم کجا بسته کاروان عمر را منزل | درای دل صدا از چند بار آهسته آهسته

بود نازکتر از نوای صبا جسمی که من دارم | قدم بر مرقد سید گزار آهسته آهسته

جدا از دیگر در پی ایمان شده | من با این چنین که تو از کرده پشیمان شده

ناظر مصحف و بشر نشدی ای حافظ | کور کورانه مگر حافظ قرآن شده

تو هنوز از سر تحقیق مسلمان نشدی | گرچه در زعم خود ثانی سلمان شده

گر در عقر بود نعمت هستی کافی است | بوده نطفه گندیده و انسان شده

نیست باغی نه ابلهی نه دماغی نه دلی | این جنون چیست که سید غزلخوان شده

مرا ز چرخ همین بس که یار من باشی | اگرچه عار تو ام افتخار من باشی

تو آن کسی که جهانی باختیار تست | مرا هوس که تو در اختیار من باشی

فغان ز وحشت شبهای تار من بلجه | خوشا شبی که تو شمع مزار من باشی

هزار جان بفدایش که وقت یاس مرا | بناز گفت که امیدوار من باشی

باین نوای شرربار ترسم ای سید | ازان دمی که تو در پنبه زار من باشی

وقت است ساقیا که سر شیشه وا کنی | جامم دهی و از غم دنیا رها کنی

آئینه هیچ گه ندارد بجز قبول | هیچ تو ام جفا کنی و یا وفا کنی

تا چشم سیاه کار ازو رو بار دست | او هرچه کرد کرد تو باید دعا کنی

اشعار متفرقه غزل

مدار زندگی آدمے اگرچه دم است | چو عین عقل و بصیرت بران فتد عدم است

بیک نگاه فشاندیم جانِ شیرین را | هنوز نرگس مستِ تو در شکر خوابست

بود چاره در دستِ آن چاره ساز | ز بیچارگان جستجوے بس است
بگو گوے قمری ز جامے روم | که از بهر دیوانه هوے بس است

دل خونگشته من چیست باطراف جهان | سُرخی رنگ حنا بر سر ناخن ماند است

عجبی نیست اگر آتش هجرانم سوخت | حیرت است اینکه بهشت رُخ جانانم سوخت

دلِ مرا ز نگاهش فگند و من غافل | چه کار کرد که این شیشه بے صدا انداخت
نگاه خوش که مسِ قلب را طلا بکند | چو کیمیاست که در پردهٔ خفا انداخت

بصد زبان ز لبِ لعلِ تو سخن گفتم | هنوز هم نشنیدیم از زبان تو هیچ

فلک اگرچه بر خلافست و زمانه در مصافست | چو اقامت است اندک ضر این قدر نباشد

خطاب کرد نبعشتم که قبل وعدهٔ وصل بگفتمش مے وصلم بده بوعدهٔ خویش	گرشتی از سر جان این چه بیقراری بود بگفت وعده نه در وقت هوشیاری بود
ماه کنعانے من جلوه نمامے گردد طاقتے کو که رسد تا بگریبان دستے	یوسف مصر سر دست بریدن دارد دل چھپا آرزوے جامه دریدن دارد
کشاده بود در فیض بزم رنگینش	ولیک گریه خونین ره تماشا بست
چون خاک پست شو که چو گردون شوی بلند	در زندگی بمیر پس از مرگ زنده باش

زمانے کی بے مہری و ستمگری کی شکایتین بھی عجب لطف سے کی ہین

گرفت مادر بے مہر گیتیم سید	چنانکه قبر کشد تنگ تنگ در آغوش
در فقر فقرهٔ نشود سید ادرست	فکر قریض چیست درین فکرہاے قرض
پامال کردم آبله گوهر بصحرای جنون تا در ره آشفتگی شد کوهکن هم پیشه ام بستم بتار کاکلش شیرازهٔ اوراق دل دادم نشانی شیخ را از روی تو گرویده شد	افسر همه لعل آبد خشش از سنگ طفلان ساختم عرش غرور عقل را خاک بیابان ساختم جمعیت و خواستم دیگر پریشان ساختم بر بو مسیلم آیتے خواندم مسلمان ساختم

ناگفتہ بماند قصۂ ہجر	دیر آمدی و شتاب رفتی
تو کہ نادیدہ رخش گرم فغانی ای دل	گر نقاب از رخِ او وا شود اے وا چکنی
اے صبا بوے سمن می دہی و می دانم بوے گل از نفسِ تیسید ماے آید	اثرِ وا شدن بندِ قبائے داری تو مگر در دلِ آن غمزدہ جائے داری
نشستہ ایم و عجب بزمکے خوشی داریم	خدا کند کہ بگویند یارے آید
کرم با غنیاے لطفے ندارد	غذا بے اشتہاے لطفے ندارد

قصائد

قصائد کا ذخیرہ بھی بہت ہے اس مقام پر چند قصیدے نقل کیے جاتے ہیں
عرفی کے مشہور قصیدۂ ترجمۃ الشوق پر ایک قصیدہ کہا ہے ؎

جہان بگشتم و در داکہ ہیچ شہر و دیار	عرفی	نیافتم کہ فروشند بخت در بازار

ترا کہ نیست بکفت ہیچ درہم و دینار خدا غنی ست اگر تو فقیرے باشی	چہ سود از این کہ فروشند بخت در بازار ہمبر تو درہم و دینار پیش او دینار

دو رستہ گر ایتی ز ہم شب بعجز و نیاز
دہند در عوضش بہتر از دو صد قنطار

دو روزہ عیش ز مال و منال می باشد
نہ وقت مرگ بکار آید و نہ روز شمار

بسیم و زر نکند الموت بر تو گردد
نہ حور خلد بود طالبش ز تو زنہار

تو تابع از حرص نیاز بفکر دنیائے
اگرچہ ہست سزاے ہر انچہ کردی نار

بس است دلیل صبر و قناعت اندر فقر
کہ نیست سیم و گہر را چو اجر صبر قرار

کم است آنکہ بود در جنان باب الصبر
ولے روند ز ابواب دیگرش بسیار

مدار کار بود عزتے کہ پیش خدا است
بعزتے کہ ز خلق از زر است کار مدار

ترا بعزتش رسانند وقت دولت تو
بوقت فقر رسانند بر دل تو غبار

دمیکہ پیش تو عرضی ز حرص و آز ارند
اگر قبول نہ کردی چہا کشی آزار

عجب ز نشاک تشانت خامہ سیہ
اگرچہ نیست دماغ و دل از غم است فگار

فلک دہست زمین قطع را بجاے سماط
فلک بخون عزیزان شکستہ است نہار

ز سرد مہری ہر است سوزش دلہا
ہواے این کرۂ زمہریر آتش بار

ز باغ دہر تو بے برگ میروی الآ
کہ بعد مرگ بکار آیدت دو برگ کنار

دل تو پارہ شد آمد چو فقر بر سر تو
بشوق سیم چو سیماب رفت از تو قرار

بکن حذر ز خیالات دنیوی در دین
کہ میکند بت اندیشہ سبحہ را زنار

ز ہیچ دوست سواے خداے عز و جل
امید نیست کہ از بندہ بشنود اعذار

تو گرچہ لاف محبت زنی و دم ز کرم
باین خوشم کہ کشی دست از سر آزار

[illegible] تو رفت آبروے مالیکن
ہنوز باد غرور تو ہست آتش بار

[illegible] شد مدین ادب
ز ما بخاطر تو از چہ رہ رسیدہ غبار

زنه سپهر مخور غصه در سرای سپنج ز شش جهت بگذر با ولای هشت و چهار

بکن ثنای علی ولی که بی‌مثل است بعلم و زهد و شجاعت به بخشش و ایثار

بنای مسجد و محراب و منبر اسلام در مدینهٔ علم محمد مختار

وصی و نفس پیمبر امام جن و بشر براش خسرو خاور رجوع کرد دو بار

فرید اعصر و ازمن وحید عالم کن شفیع یوم تغابن قسیم جنت و نار

فکننده قلعهٔ خیبر بقوت داور شکست و بست سر دست و گردن کفار

ز پشت کعبه بر انداخت جمله بتها را بدوش پاک رسالتمآب گشت سوار

رسیده اند ز جنبش به منزل اعلی کمیل و اشتر و سلمان و بوذر و عمار

شبی فروخته جان را پی رضای خدا چنانکه کرد مباهات ایزد غفار

که از صحابه نه پرسید هیچ مسئله باو رجوع نمودند صاحبان کبار

اگر برند مس قلب را به حضرت او شود به نیم نگاهش طلای دست افشار

بدهر سورهٔ انسان پر است از مدحش سه نان چو کرد سه کس را عطا دم افطار

ز جور و ظلم رعیت کشید در عهدش رعیت آنچه کشید از ملوک در اعصار

ولیک با همه رنج و غم و هم و محنت شگفته رو و خوش اخلاق بود با حضار

بدست اوست لوای محمد مرسل چه در معارک دنیا چه روز گیر و دار

کند خطاب بدوزخ چنانکه در خبر است که آن عدوست بگیر و ولیست این بگذار

بکعبه شد متولد شهید در مسجد بهشت خلد به ملک کبیر یافت قرار

اگر حساب و کتابت کنند جن و بشر بود بحار مداد و قلم شود اشجار

فضائلش نرسد تا بحد بوفق حدیث اگر چه صرف نمایند سر بسر اعمار

نزول یافت ربع کتاب درمدحش ‌ ‌ ‌ شنو روائح قرآن و ختم کن گفتار

بصبح و مساتحفۂ درود وسلام
بہ بارگاہِ نبی و ائمۂ اطہار

ظلی میگوید قصیدہ

قطرۂ خونم ز تیغِ آبدار افتادہ ام ‌ ‌ ‌ تخمِ داغم بر زمین لالہ زار افتادہ ام

سید

این قصیدہ بمقام طاہر نظم شد ۱۳۵

اے خدا در کوے تو زار و نزار افتادہ ام ‌ ‌ ‌ رحمتِ دیرینہ را امیدوار افتادہ ام

ابر در بارست دنیا بر سر ہر بیسواد ‌ ‌ ‌ من اینجا نقطہ سان پاے بہار افتادہ ام

دورم از عیش وطن چون شمع مومین از عسل ‌ ‌ ‌ سخت در سوز و گداز این دیار افتادہ ام

بود شغلے در کتاب فقہ استدلالیم ‌ ‌ ‌ ماندہ فرنیمہ کار و من ز کار افتادہ ام

بارور گردیدہ شاخ خشک ہر تردامنی ‌ ‌ ‌ من ز بے برگی در اینجا زیر بار افتادہ ام

باہمہ روشن دلی بر خاکِ این دل مرگان ‌ ‌ ‌ مثل اشکِ شمع بر لوح مزار افتادہ ام

تشنہ ایم و چشمہ ہای فیض جاری گرد ما ‌ ‌ ‌ خشک مانند جزائر در بحار افتادہ ام

مثل آن ماہی کہ از دریا فتد بر خاکِ خشک ‌ ‌ ‌ بر زمینِ نم کنارِ رود بار افتادہ ام

در غضب افگندہ اند اینہا و من شہر شان ‌ ‌ ‌ چون نگاہ رحمتے از کردگار افتادہ ام

وعظ من آبے نمی آید ازش بر روی کار ‌ ‌ ‌ شور بارانم ولے در شورہ زار افتادہ ام

باصفاے طبع من اینہا مکدر مے شوند ‌ ‌ ‌ گوئیا آئینہ در زنگبار افتادہ ام

تیر دارم هوای صید مضمون لطیف — گرچه در دام بلا مثل تذروی افتاده ام
تحن اقرب خوانده ام در نقش خود درمانده ام — در کنارم یار و من از دوری او افتاده ام
گر بدار الضرب افتادم شکایت نا روا ست — بر محک مثل طلای خوش عیار افتاده ام
گرچه اهل شهر یار من نیند اما چه باک — بر در اختر بلند شهریار افتاده ام
گرچه من در پنجهٔ غم مثل طیر بی پرم — در هوای روضهٔ هشت و چار افتاده ام

قصیده در منقبت

مدحت کیست که شد مطلع از ان غیرت ماه — آفتابی که بود مطلع او بیت الله
ز آسمان نجم فرود آمده بر خانهٔ او — کوری چشم عدو گفت نبی شد گمراه
مهر رجعت پی او کرد به نزدیکی شام — نیز با او متکلم شده هنگام پگاه
قائد الغر شده زان رو که محبان او — روسفید اند و بود روی بد اندیش سیاه
ثابت از آیت یتلوه چنان شد که علی — تالی احمد و بر بعثت او هست گواه
نص برای دگری نیست باقرار عدو — و هو الاصل فما استخلف الا ایاه
عائشه کرد روایت ز ابوبکر چنان — کز عبادات خدا سوی علی هست نگاه
غزوات احد و بدر و حنین و خیبر — فتح زو گشت و شده مملکت کفر تباه
می نمودند چو کفار عزیمت بر جنگ — میشد از هول وی آن وقت کفن پوش سپاه
رابط الجاش لدی الحرب و فی مسجده — قلبی مثل سلیم و منیبی اواه
آنچه در وادی جن رفت بر او بهر خدا — نکشیده ست چنان یوسف مصری در چاه
بود عالم بمنایا بفرائض به سنن — سر حق از کتب اول و آخر آگاه

مشکلاتی که بر اصحاب گران بود چو کوه — حل آن بود سبکتر بر او از پر کاه
غیر او هر که بتقلید سلونی گفته — سائلی کرده پشیمان و ذلیلش ناگاه
رفت در زی بثینه بحضورش بنیا — شاه فرمود که گم شو چو نیم طالب جاه
چه قدر ها پسر هند دغا با او کرد — شیر دل تنگ شد از بازی و مکر روباه
زهر شمشیر باو داد چو ابن ملجم — شیر خشید باو از کرم الله الله
با عناد تو عبادات نه بخشد نفعی — با ولای تو ضرر هم نکند هیچ گناه
بسکه خورشید جبین سای درت شد هر صبح — یافت از ذره درگاه تو زرینه کلاه
چه عجب باشد اگر ارض غری فخر فلک — یا ملائک همه سایند بر آن خاک جباه
کان زمین خوابگه مصحف ناطق باشد — ذکر او عین عبادت بود و زیب شفاه
ذکر فرزندی تو سوء ادب هست ترا نه — فخر ما هست که باشیم گدایت یا شاه
روز محشر که رود تابش خورشید ز حد — نیست جز سایهٔ لطف تو مرا جای پناه
یا علی قرب خودت بهر من از حق بطلب — دوری هیچ محبی ز در خویش مخواه
همه دارند نسبت مسجد نبی الا در تو — که بغیر از در تو نیست رسائی باله
نیست اگر بشود مدفن تو خاک نجف — عرش گوید غفر الله له طاب ثراه

قصیده در مدح سلطان محمد علی شاه اعلی الله مقامه

سحر که شد تر و شاداب گلشن اقبال — ز آشیانه بر آمد همای زرین بال
سحرگهی که ز کویش وزید باد شمال — رسید از نفس جانفزاش بوی وصال
عجب نسیم طرب خیز کز طراوت آن — شگفت در دل و در سینه گلشن آمال

گذشت شب چه شبی چون سواد ملک حبش | گذشت شب چه شبی تیره چون دل جهال
شبی سیاه تر از نامهٔ گنهگاران | شبی سیاه تر از بخت اہل علم و کمال
عجب سحر که بر آورد سر ز پردهٔ شب | چنانکه نام خدا در اذان ز بانگ بلال
شگافت موسی خورشید نیل گردون را | چنانکه تیغ علی دل صفوف قتال
شعاع شمس برآمد ز پردهٔ ظلمات | چنانکه نور بصر از سواد چشم غزال
الی متی و الی کم تنام ساقینا | اما تنسم شمیم الصبا تعال تعال
برآر بادهٔ حمرا ز مشرق خمها | چنانکه مهر برآرد سر از سحاب ثقال
چه آفتاب که چون برق سوخت خرمن شب | مگر فگند شرارے بتوده های زغال
چنان رسید ز آفاق چرخ لمعهٔ نور | که در بسیط زمین حکم شاه با اجلال
سمی احمد و حیدر سحاب فیض خدا | که چشمه سار شریعت ازوست مالامال
ز ذره های درش کاتب صحیفهٔ چرخ | نوشته نقطهٔ خورشید بر طریق مثال
کسے که نقش کند نام او بسینهٔ خویش | رسد چو درهم و دینار عزتش بکمال
ز انتظام جهان عقل دور بینش را | خبر رسیده بماضی ز حال استقبال
بکام اوست روان فیل پر شکوه فلک | هلال جلاے کجک هست و فیلبان اقبال
نگاه او بگشود عقود کار جهان | سریع تر بود از جنبش زبان بسوال
وفا بوعدهٔ او متصل تر است ازان | که سلک با در و دریا بموج و لب بمقال
چرا بمنطقهٔ کهکشان کمر بستست | اگر بچاکریش آسمان نه بسته خیال
ز عدل او که زمین تا بچرخ معمورست | چو فرقدین بهم میروند شیر و شغال
بنان بعدل روان کرده حکم در هر باب | که از خواص تعدی نماند در افعال

فتد بمصحف کلکش چو همزه های وصل — تمام رایت اعدا بصفحه های قتال
کند مطالعهٔ روزنامهٔ غدوات — ضمیر صافی او از مسودات لیال
بدهن او شده منطق شفا چند زاهم — بدست او متعلق شفای داء عضال
کند عزیز و سرافراز هر یتیمی را — ولیک در یتیم است خوار و هم پامال
ز لطف او بلب عاشقان نماند ذبول — ز مهر او بمیان بتان نماند هزال
بعهد او اگر آید جفا بشهر جهان — شود چو کاغذ باطل عذار با خط و خال
ز چشم خویش نهان گر نشاند هر چیز — دگر بخواب نه بیند بشکل غنج و دلال
اگر منقش و نو بودی اطلس افلاک — برای مطبخ شکر او شدی دستمال
سحاب ناظر دستش نظر بما جهان — کعاشق قلق ما ء عینه سیال
صبا خبر برساند بسمع شاهی — گر آه سرد برآرد ز جور رستم زال
امید و بیم رعیت ز جود و سعد لقش — چو فکر شنبه بود روز جمعه اطفال
فلک ز گلبن کوشش دو گل زند بر سر — فیض دهی بها بالغدو و الآصال
جهان به بخشش او دوخته است چشم امید — چنانکه بندهٔ عاصی بعفو حق تعال
ز نوک مرکز کاف کرم برشته لطف — زند بدست عطا بخیه بر دهان سوال
نهاده پایه بعرش و نظر بالطافش — دهند خاک نشینان ما و عریضه حال
شبیه نیست باخلاق شاه سوده مسک — که جان آدم بود شبیه خون غزال
بمال چون نگرد همتش بوقت عطا — ز انفعال شود روی زر برنگ آل
جهان جهان همه زیر نگین خاتم اوست — چنانکه والی جانش ولای حیدر آل
نماند حاجت آنکس را داد نخواهد هست — که آب رحمت شاهی نیافت در غسال

بس است دشمنی وهسر دشمن او را — چه حاجتست به شمشیر و نیزه و گوپال

کشند جدول شنجرف بر صفایح دشت — بصارم دو دمش از سیاهی اجال

فمن یلذ بذراه یفز بمنیته — ومن تخلف عنها فماله من وال

شل است خاتم و قفل خزائن شاهی — چنانکه وعده و پیمان صاحبان جمال

بعید نیست ز باد بهار لطف ملک — که گل کند رطب تر ز شاخ خشک غزال

ز معده قوت جذب غذا شود زائل — خورند رشوت دهقانیان اگر عمال

دمے که از نفسش ابر جود بر خیزد — فلک حباب نماید بروے بحر نوال

نرفت لا بزبانش مگر دم تهلیل — چرا که ناقص این نفی بود در دنبال

مجاز مرسل و اغراق و استعاره عبث — حقیقت است بمدح ملک همه اقوال

سخنورے که درین جا نکرد گلکاری — زبان ناطقه اش همچو غنچه گردد لال

من و سپهر بکوبیش ز شعر و از شعرے — ستاده ایم بقصد نثار عقد لآل

رسد مغنی نظمم به بزم سلطانی — اگر بپایے به بندد ز آسمان خلخال

چه نسبت است فلک را بآستانهٔ تو — تو مهر گستر و گردون ستمگر و قتال

میان جود تو و جود حاتم آن فرق است — که در میان ضیاء و ظلام و حق و ضلال

وجوب حج همه یکبار هست در عمرے — طواف کوے تو واجب بود چه ماه و چه سال

وجود همچو تو شاهی عطاء جود خدا است — وگرنه قابل اجرت نکرده ایم اعمال

چسان ادا بکنم شکر نعمت حق را — وان ذالک خطب و لی لسان کال

شعار من نبود شاعری ولے امروز — بمدح شاه کنم فخر بر کمال و جمال

ثناے او بتراکیب بست و هشت حروف — بود چنانکه بیک مشت حصر حد مال

زبان خامه ذکر مراتب شاهی — گیاه را نتوان کرد زیر بار جبال
خریده ام ز قلم نافه های تاتاری — که شکر نعمت شه بود درمیان ولال
صداع من ز موی نیست سرم سراوست — محبتش بچکد گر زنی رگ قیفال
بهار جود و نوالش فگنده جوش و خروش — بگو به بخت گران خواب من کج چشم بمال
زعدل او میان جهانیان صلح است — ولی میان سپهر منست جنگ و جدال
منم که چرخ حسد برد بر فضائل من — زرشک ساخت مرا مبتلای حزن و ملال
منم که برسرم آرد الم شبیخون ها — شها کمک که رسد لشکرش باتصال
زمانه در دل من کشته آرزوی چند — قصاص کو که نداد ست خونبها تا حال
منم که برسر خوان افاده و درسیم — رسد بدله خوری عقل عاشر فعال
منم که از شه خاوری ستانم باج — زننگ مسند دارای کنم پامال
بباد داد کلامم بنای بابل را — ربود از سخنم چشم یار سحر حلال
نماند گرچه طراوت بچشمهٔ طبعم — هنوز میرسد از من به سلسبیل زلال
چو حرف روح فزای برآید از دهنم — دم مسیح رسد از فلک باستقبال
کنم بیان معانی و نکته های بدیع — ولی فتاده بتصریف عالمم اشکال
شکست گردش افلاک خاطر ما را — بقای دانه درین هفت آسیا است محال
ز قصهٔ دل تفسیده گر زنم حرفی — ز سینه تا بلب افتد هزار جا تبخال
هزار عقده به مطلب چو رشتهٔ تسبیح — کنم تشفی خاطر باستخارهٔ و فال
هلال عید دلم خون کند بناخن غم — اگرچه منجلی گشت امیدهاست هلال
گذشته ایم بدوکان جوهری فلک — بجز نجوم ندیدیم ریزه های سفال

چه آرزو کنم از چرخ در بساطش چیست	بجز گلیم سفید و سیاه یوم و لیال
اگر سرور بگردد بگرد خاطر من	رسد بکلبهٔ ویرانه سیل غم فی الحال
می نشاط و طرب در صراحی دل من	چنان قرار نگیرد که آب در غربال
سزد اگر بکنم دعوی جهانبانی	که عالمی است مرا از امانی و آمال
بهر کجا که شود خاک آرزوی کسی	بسینه ام برساند فرشتهٔ نقال
یکی است سینه و از غم هزار رخنه درو	سوای مرگ که باشد رفوگر این شال
چو طوق گردن قمری فلک گلوگیر است	بغیر ذبح ازین قید رستن ست محال
مرا که جای خرام است سقف عرش برین	میان پنجرهٔ آسمان ست ضیق مجال
توان پرید ازین بقعه دور چون عنقا	ولیک رشتهٔ فکر عیال بسته ببال
مرا که حور بهشتی بجان طلبگار است	رسیده کار بمنت کشیدن ارذال
مرا که صدرنشین مجالس قدسم	نشانده اند درین انجمن بصف نعال
خورد کلیم سر خوان من من و سلوی	برو سلیم هم از چشمه سارم آب زلال
ولیک مثل گهر آب و دانه که مراست	امید سیری و سیرابی از وی ست محال
فغان و آه ازین قدر ناشناسی دهر	چه خوش بخاطرم آید ز گفته های جلال
مرا به تجربه معلوم شد در آخر کار	که قدر مرد بعلم ست و قدر علم بمال
دلا ببین ز سحبان فارس خاقانی	که بود چرخ بعهد تو هم برین منوال
درین زمانه فروغی ز بیفروغی خویش	شعیر در عوض شعر خواهد از بقال
گرفته لذت اشعار با ملاحت من	فگنده شور هجا حاسد نمک بجلال
چنان شد است فلک گرم سر مهر بها	که گشته سینهٔ سوزان عاشقان تبخال

خمیده است ز بار گناه پشت فلک — زبسکه کرده جفاها بر اہل علم و کمال

چو اندک ست اقامت بتوشه حاجت نیست — ولیکن از سفر آخرت چهاست خیال

اگرچه صبر در افلاس دشنه و دم است — که بیشتر برگ جان زدست و گفته منال

متاع فانی دنیا بیا غنیمتم یارب — فغان اگر تو بخواهی بضاعت اعمال

کجاست توبه اکسیر اثر که قلب گناه — طلای احمر طاعت شود باستعمال

بغیر توبه زمن جنس معصیت بپذیر — چه حاجت ست که باشد میان ما دلال

بس ست سیدنا این نفس درازی چیست — رود ز طول سخن آبروی لطف مقال

ترا که دولت علم است رشک عمر خضر — مگرد مثل سکندر بگرد مال و منال

نگشت چشمهٔ حیوان نصیب اسکندر — که بخت و مال بود معرض فنا و زوال

اگر تو جاه و بقا هر دو جمع سے خواهی — بکن سوال ز درگاه ایزد متعال

که بهر شاه محمد علی عالیجاه — بود چو خضر و سکندر حیات با اقبال

قطعات

خوب ست در فراق تو شبها گریستن — از خلق دور رفتن و تنها گریستن

چاکی زدن بجیب گریبان ز اضطراب — دست زدن بدامن صحرا گریستن

بودن تپان چو ماهی بی آب بر زمین — چون سیل شور کردن و دریا گریستن

شبها بهجر یار پریشان چو گل شدن — مانند مرغ صبح سحرها گریستن

لرزیدن از خیال لقای خدا چو بید — چون ابر از تصور عقبی گریستن

کردن خیال محکمۂ روز باز خواست
زاندیشۂ گواہی اعضا گریستن

در فکر نار و وزخ و غسلین گداختن
خون دل و جگر ہمہ یکجا گریستن

خواہی کہ بزم وصل شود جائگاہ تو
باید چو شمع در دل شبہا گریستن

خواہی کہ روز حشر کنی خندہ بایدت
امروز از مصیبت فردا گریستن

قطعہ

شکرست کہ خوان کرمت وقف جہانست
از بخت خود افسوس کہ با دست رسا نیست

از فیض تو ہر ذرہ بود خسرو خاور
با رای تو خورشید بمقدار سہا نیست

در کوی تو شد سکہ بزر کار فقیران
دیوار تو البتہ کم از بال ہما نیست

از بخت سیدم بمعادن ہمہ خاکست
وز فیض قدومم بہ چمن باد صبا نیست

عیسی اگر از چرخ فرستد دم جان بخش
بیمار چنانیم کہ امید شفا نیست

از ہر طرفم روی بمحراب درستست
این دل کہ تپان است کم از قبلہ نما نیست

در سینۂ من کشتہ شدند آرزوی چند
شمعی بجز آہی بمزار شہدا نیست

بشکست دلا ناخن تدبیر عزیزان
صد عقدہ بمطلوب یکی زان ہمہ وا نیست

دادند غم عمر گران مایہ گرفتند
بازار عجیبی است کہ سودا برضا نیست

خون می شود از دست رسا نم بز مرد
در مزرع من ہیچ بجز برگ حنا نیست

دنیا بمن آشفت کہ دیدار گمان کرد
دین ہم شدہ بیزار کہ تسلیم و رضا نیست

سید ز خدا دارو بیماری خود جوی
جز خاک درش صندل درد سر ما نیست

قطعه

فلکا بدروشا بی‌دردا / از فغانم خبرت اصلا نیست

خون دل بر سر خوانِ دهر است / ای فلک وه چه عجب مهمانی ست

بزم سیراب شد از ما و چو جام / بهرهٔ ما همه سر گردانی ست

عالمی درهم و برهم شده است / کشتی چرخ مگر طوفانی ست

سیل غم رو بسوی ما می آید / لکهنؤ مستعدِ ویرانی ست

آسمان غنچهٔ اسرار خدا است / فکر حل گرهش نادانی ست

نیک و بد را نشناسیم که چیست / کار ما آئینه سان حیرانی ست

سخنم آب گهر می ریزد / رگِ ابر قلمم نیسانی ست

خامه‌ام بتکده را ناقوس است / شمع در انجمن ایمانی ست

چشم بستم ز جهانِ فانی / نظرم بر کرم یزدانی ست

سخنی گفتم و خاموش شدم / قصهٔ دردِ دلم طولانی ست

فکر سامان چه کنی سیدنا / سر و سامان تو بی سامانی ست

قطعه

یاد عهدی که هجرِ یار نبود / سینه آلودهٔ غبار نبود

در شب تار و صبح صاف مرا / هیچکس جز تو غمگسار نبود

میزدم آه و نعره در غمِ دین / با غمِ دهر هیچ کار نبود

هرچه میخواستم مهیا بود — حاجتِ هیچ انتظار نبود

گرچه عارِ جهانیان بودم — خواجه را از غلام عار نبود

بوده ام ذکرخوان محفلِ تو — غلغلم بر تو ناگوار نبود

بود ذوقے به گریهٔ خونین — که به گلگشت لاله زار نبود

تا نمے خواندم آیهٔ رحمت — دلِ شوریده را قرار نبود

شد خزانی گلِ جوانی من — که کم از موسمِ بهار نبود

می شود ضعف و هر روز افزون — آنچه امسال هست پار نبود

قطعه

مدتے هست خدایا که طلبگار توام — ذرّهٔ کوے توام سایهٔ دیوار توام

از جوارِ خودم اے وائے کجا میرانی — خسته ام نابلد از کوچهٔ اغیار توام

دلِ آزردهٔ من رحم ترا می طلبد — که بود مرهمِ جان ناوکِ سوفار توام

بکش از دستِ خودم گر سرِ کشتن داری — تا دهد آبِ بقا خنجرِ خونخوار توام

مالکِ نار چرا از تو کند دور مرا — او مطیعِ تو و من نیز گنهگار توام

استخوان پنبهٔ دل نازک و تن مومین است — کو توانائے سوزندگے نار توام

پاره هرچند که شد پردهٔ ناموس چه غم — که نظر دوخته بر رحمتِ بسیار توام

چیست استادگی اے ابرِ کرم بر سرِ من — گل نیم خارم و روئیدهٔ گلزار توام

بیشتر بر رگِ جانم زده سید این حرف — از که مرهم طلبم من که دل افگار توام

قطعه

ای آنکه کفِ بخششِ تو رشکِ سحابست — با فیضِ تو دریا ز خجالت ہمہ آبست

از ناخنِ احسانِ تو وا شد گرہِ دل — وز رشتۂ لطفِ تو دہانِ فقر ابست

ای خوانِ نوالِ تو پُر از نعمتِ الوان — جان و دلم از سوزِ غم و درد کبابست

از دستِ ستمگاریِ گردون بعذابم — بر من نظرے کن کہ ثواب ست ثوابست

در مسلخ تو روزِ مبارک پئے اضحے — ثور و حمل و جدی فلک ہم زدواست

میناے حیاتِ تو بود پر زمے عیش — تا در دلِ عاشق ہوسِ یار و شرابست

قطعه

یارب چہ خط است این کہ ز ہر نقطہ گہر ریخت — مشکِ ختن است آن و عقیقِ یمن است این

این عنبرِ سارا ست کہ سطر است کہ سنبل — یا کاکلِ خوبانِ خطا و ختن است این

با کاغذِ نازک روشِ نظمِ طرب خیز — برگِ سمن است آن و نسیمِ چمن است این

عکسِ رُخِ حور ست کہ اوراقِ لطیفش — یا دستۂ خوش رنگِ گلِ نسترن است این

شیرینیِ این خط نگر و رنگِ زمرد — گویا کہ مگر طوطیِ شکر شکن است این

بالغ نظرے کو کہ شود محوِ تماشا — در خلعتِ زرتارِ عروسِ سخن است این

خطے است فرح بخش و کلامی است غم اندوز — صحنِ چمن آن، باشد بیت الحزن است این

من سادہ دل و اینہمہ سامانِ تکلف — باور نتوان کرد کہ اشعارِ من است این

این نقشِ نو و تازہ نگاریست کہ امروز — فرداست کہ یاد آورِ عہدِ کہن است این

هر بیتِ من از خانۂ غربت خبر آرد | معذورم ازین راه که حب الوطن است این

قطعه

درین عهد بے بادۂ و بے شراب | دل پیر و برناست یکسر خراب
مپرس این زمان حالِ طلّابِ علم | نہ ذکرِ مسائل نہ فکرِ کتاب
شب و روز در بحث باب زکات | چو اطفال مصروفِ درسِ حساب
اگرچہ ہوسناکی سیم و زر | ز عہدِ قدیم است در شیخ و شاب
ولے مے نمودند ہم گاہ گاہ | ز راہ ریا علم را اکتساب
کنون نیست چون قدر علم و عمل | نہ شوقِ ثواب و نہ خوفِ عقاب
نخواہند آوازۂ فضلِ خویش | مگر در صناعات چنگ و رباب
بہم مے رسد از زنا و غنا | غنائے کہ افزون بود از حساب
درین بزم خواہے اگر آبرو | بکش نغمۂ و مے بخور بے حجاب
بزن آتشے در نیستانِ کلک | بشو دفتر شعر و انشا بآب
بزن پنج نوبت بہ بابِ نشاط | ز موسیقی ار خواندۂ یکدو باب
وگر نیست بر بط ترا ور بغل | چو دف بر قفاہیت زنند از عتاب
ز یونان رسد تا جرے گر بہند | فروشان بیک فلس دہ من کتاب
نگیرد جز آنکس کہ اوراق را | کند در شیشہ ہاے شراب
ہمہ فکرِ نان است و عشقِ زنان | نداریم کارے بجز خورد و خواب
چو در قبر پرسند من ربّکم | بگوئیم فرج و شکم در جواب

ازین ره رسد هیضه و آبله ۔۔۔ بسن صبا و بعهد شباب

قطعه

تازه زخمی عجبی در جگر افتاد مرا ۔۔۔ کار با گریهٔ خونین دگر افتاد مرا

داغ در سینه و دل سر بسر افتاد مرا ۔۔۔ لخت لخت جگر از چشم تر افتاد مرا

دل که در منزل والای ولایش جا بود ۔۔۔ دیدم امروز که در رهگذر افتاد مرا

بیرخ از من شده خوش منظر عالی نظری ۔۔۔ که جهان بی رخ او از نظر افتاد مرا

سر او داشتم و بود دو سرم هیچ نبود ۔۔۔ باز سودای عجیبی بسر افتاد مرا

تا زشم بود که دل را ایدلش راهی هست ۔۔۔ حیف صد حیف درین ره خطر افتاد مرا

کوی او شد وطنم بعد سفرهای دراز ۔۔۔ با که گویم ز وطن هم سفر افتاد مرا

دیدهٔ دل بجمال تو بهشتی بود است ۔۔۔ ز آتش خشم تو جان در سقر افتاد مرا

دل بلطفت ز وسائط همه مستغنی بود ۔۔۔ وینکه دریوزه گری دربدر افتاد مرا

دمبدم هر سحری می زدم از عشق تو دم ۔۔۔ حالیا نوبت آه سحر افتاد مرا

یاد وصل تو بهجران شکر و شیرم بود ۔۔۔ زهر در کاسهٔ شیر و شکر افتاد مرا

گرچه در دار قضایم قدری راحت نیست ۔۔۔ این بلا هم از قضا و قدر افتاد مرا

قطعه

چه خوش بود ز سلاطین زیارت علما ۔۔۔ که نیست مقصد ایشان بجز رضای خدا

بکوی شان نتوان شد ز درد سر فارغ ۔۔۔ که خاک درگه ایشان بود چو خاک شفا

سواد دیدهٔ شرف باید از نظارهٔ آن — کسی که هست مدادش به از دم شهدا

بنه بخاک سرے را که بر فلک سائے — خمیده با همه رفعت ببین به ارض و سما

ز رتبهٔ شعرا هیچ کم نمی گردد — کنند گر ز نوازش تفقد فقرا

نماند از تو اثر در بلند پروازی — چنانکه هیچ نشانے نماند از عنقا

ز نوکِ خامهٔ شان برگ و بار علم بچین — که روزِ حشر نشینی بسایهٔ طوبیٰ

صباح و شام بزن حلقه در ایشان — که وا کنند بروے تو جنة الماوا

شنیده ام بدر حاج باقر رشتی — پیاده فتح علی شاه رفت مثلِ گدا

خطاب کرد بسید که هیچ می دانی — بدین روش ز چه راه آمدست شاه اینجا

پیاده آمده ام بهر دیدنت امروز
که تا سوار بخلد برین روم فردا

قطعه بروقت مراجعت از کلکته

الله الحمد که سید بوطن آمد باز — رفت با محنت و افلاس و باعزاز آمد

لکهنؤ باد صبایش نفس عیسیٰ بود — کز تنم جان برون رفته باعجاز آمد

سالها هفت طبق بود پر از تعزیتم — دیگه در تهنیت از ششجهت آواز آمد

شوخ بیباک که همواره بمن می جنگید — بر سر آشتی و دلبری و ناز آمد

لطفها گشت عیان در سفر از پردهٔ غیب — کیست جز دل که دران بادیه همراز آمد

خوش نیامد روشِ مردم بنگاله مرا
بیشتر در نظرم مرد سخن ساز آمد

مرشد آباد ز دم قال کہ تا پٹنہ روم
مژدۂ خوبی انجام ز آغاز آمد

کانپور آمدم و گم شدہ صندوق کتاب
طائر روح روان حال بپرواز آمد

واجب آمد کہ اقامت بکنم تا دو سہ روز
انچہ آمد ہمہ از صنع خدا ساز آمد

بعد از ان کز حرکت رفتہ ز من طاقت صوم
از سکون قوت گم گشتۂ من باز آمد

شکر صد شکر کہ آمد کتبم نیز بدست
گرچہ بعد از قلق و فکر و تک و تاز آمد

از تواضع شدہ سید قلم صدر نشین
سرنگون رفت ازین راہ و سرافراز آمد

عیدی نوروز

صبح است وقت منقبت مرتضیٰ علی
بنشست بر مقام رسول خدا علی

گل را کہ تازہ خلعت نوروز در برست
بخشید آب و رنگ ز عین عطا علی

عیدی غدیر بفرمائش ذوالفقار حسن صاحب

شکر للہ کہ کوچہ و برزن
شد ز عید غدیر رشک چمن

درچنین روز پاک و پاکیزہ
مدحت شاہ ذوالفقار حسن

عید الفطر

مژدۂ تازہ رسیداست مبارک باشد
صبح اقبال دمیداست مبارک باشد

شادی و دل بہم آمیختہ چون شیر و شکر
رمضان رفتہ و عیدست مبارک باشد

ایضاً

شب مشک فشانست و سحر مرہم جانست
گل خندہ زنانست و گہر رشک [illegible]

شکر است خدا را که اثر داده صبا را — عیش انجمن آراستہ عید رمضان ست

عیدی

صبح است و رشک نسترن خوشبو تر از برگ سمن
عید است و در صحن چمن گلہا ز شادی خندہ زن
دلہا شگفتہ از خوشی لب لالہ گون از میکشی
الحمد للّٰہ الذی قد اذہب عنا الحزن

عیدی عید قربان

عید قربانست و جانہا جملہ قربان تو باد — اطلس افلاک پا انداز ایوانِ تو باد
تا میانِ دہر رسم عید قربانی بود — ابلق شام و سحر دائم بجولان تو باد

عیدی میلاد امام عصرؑ

امشب بچرخ چنبری رقصد ماہ و مشتری — از مولد صاحب زمان نور نگاہ عسکری
بارید بر شہر و چمن ابر کفِ شاہِ زمن — بالید دینِ جعفری مثل گل نیلوفری

ایضاً

این ظہورِ نور مہدی یا شب ماہ است این — یا فروغ جلوۂ انی انا اللّٰہ است این
غنچہ دارد مشت زر گل شد ز شبنم پرگہر — عہد سلطانِ زمن امجد علیشاہ است این

رباعیات

(عمر خیام)

من مے نخورم و ہر کہ چو من اہل بود — مے خوردن او پیش خدا سہل بود

مے خوردن من حق زازل میدانست	گر مے نخورم علم خدا جہل بود

مفتی صاحب

مے خوردنِ تو پیشۂ نا اصل بود	سخت ست عذاب خوردنش سہل بود
در فعل تو علم حق ندارد تاثیر	پس نسبت فعل خود بحق جہل بود

عمر خیام

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو	آنکس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی	پس فرق میان من و تو چیست بگو

مفتی صاحب

عفو و کرم از خدا اگر نیست بگو	ور ہست پس اعتراض تو چیست بگو
گر در عوض ستم نکوئی بکند	پس عدل چہ چیز و صاحبش کیست بگو

رباعی در تہنیت نوروز

ای روشن از جبین تو قندیل آفتاب	بر فرق ذرہ درت اکلیل آفتاب
روزیکہ شد طلوعِ تو بر آسمان شرع	گردون ندید چارہ ز تحویل آفتاب

لذت غم

من طالب لذت از الم می باشم	با خشکی جسم و چشم نم می باشم
از بسکہ شدم ز شادمانی محروم	ہر روز امیدوار غم می باشم

عبرت

از قبر گر کنارہ گزینے چہ مے شود	در پیش ہست مرگ نہ بینی چہ میشود
بر باد پلے عمر سواری و می روی	گر روے بر تقا بنشینی چہ میشود

ایضاً

عہدیست کہ گشتہ است خلقے گمراہ — روہاست سفید و نامہ ہا جملہ سیاہ
گویند کہ بے خداست حول و قوت — لا حول و لا قوۃ الا باللہ

ایضاً رباعی

درداکہ نماند ہمدمے ہمرازے — جز آہ ندارم نفسے دمسازے
بالا زنیم باد لکے سوختہ چیست — کے مرغ کباب مے کند پروازے

رباعی

دیروز فقیر بودی امروز غنی — فرداست کہ محتاج لباس کفنی
حال دگرست ہر دم و با این حال — حیف است کہ دمبدم از کبر زنی

رباعی

بگذار کہ بر رخت نگاہے بکنم — یا رو بدر تو گاہ گاہے بکنم
زینہا ہیچ گر ندارید قبول — در کوے شما فتادہ آہے بکنم

رباعی

شد قوت جوانی و ز ہر مو پیداست — و ز دسمہ لباس سیہ از بہر عزاست
در پیری اگرچہ چشم سر بے نورست — بر قطع حیات دیدۂ دل بیناست

رباعی

از دیدۂ دل شیب نہان نتوان شد — و ز دسمہ بظاہری جوان نتوان شد
این ریش سفید گر ببندی رنگش — برقے است کہ سد راہ زان نتوان شد

رباعی

چیست دنیاے کہن سال و فریب تازہ	پیر زالے کہ کند غمزہ با برُی سفید
ریش را رنگ نہ از روی تقدس بستم	شرمم آمد ز سیہ کاری واین روی سفید

رباعی عید قربان

عید قربانست جانہا جملہ قربانِ تو باد	اطلس افلاک پا انداز ایوانِ تو باد
تا میان دہر رسم عید و قربانی بود	ابلق شام و سحر دائم بجولانِ تو باد

خماسی بروزن رباعی از اختراعات علامہ موصوف

دنیا چو نسیم صبحگاہی گزرد ... درویشی و مفلسی و شاہی گزرد

خواہی گزرد و گر نخواہی گزرد

اکنون نفسی چند کہ باقیست ز عمر ... آن بہ کہ طاعتِ آلہی گزرد

غزل بروزن رباعی

فریاد کہ فریاد رسے نیست مرا ... جز دود دلم ہمنفسے نیست مرا

یارب تو بفریاد من خستہ برس ... غیر از تو بدارین کسے نیست مرا

گلدستۂ یاران وطن آہ چہ شد ... در دور بجز خار و خسے نیست مرا

رفتند عزیزان و شکست دلم ... زان قافلہ اکنون جرسے نیست مرا

در حفظِ امانات چہ تدبیر کنم ... جز دزد درین خانہ عسے نیست مرا

خواہم کہ مرا وا بگذارند بمن ... از خلق جز این ملتمسے نیست مرا

سید شدہ ام سیر ز گلزار جہان

جز دیدن جنت ہوسے نیست مرا

معمّیات

(معما باسم عباس)

ز نفس خویش بود بیم و از حق امید ست
دلم چو ذرّہ و سامان حرف تعریف است
نشستہ ام بعزا رو توقّع عید است
کہ چشم برکف آل عبا چو خورشید است

ایضاً

دارند دوستی بتو چون نیک سیرتان
شیرِ خدا ست جد تو و پیشوائے تو
غم نیست سمیدا کہ بدان کینہ ور شوند
درّندگان بنام تو زیر و زبر شوند

ایضاً فی آخر القطعہ

چرخ بسے چرخ زد پختہ نشد کام و لے
از روش ماہ و خور عمر چو پیمانہ پُر
راحتِ عنقا و غول شرم و حیا کیمیا
عیش و ہدست کے جز بہ مے و نای و نے
صبح اگر خندہ بزدیک دو نفس بیش نیست
ہیچ درین بزم گاہ جز غم و محنت مخواہ
آنکہ طلب میکنی نام و نشان مرا
برکفِ او از قمر نقرۂ خام است و بس
چیست درین انجمن گردشِ جام است و بس
مہر و وفا و کرم این ہمہ نام است و بس
این ہمہ اسباب بے نقلِ حرام است و بس
گل چو شود این چراغ دود و شام است و بس
منزلِ عیش و رفاہ دار سلام است و بس
چشم[1] چو برہم نہی ماہِ تمام است و بس

[1] ماہ تمام سی پر و مراد از سی لام کہ عددش سی تا است و مراد از لام تمام کلمۂ لام کہ عددش ہفتاد و یک است موافق عدد عین و الف پس از اسم عباس دو حرف کہ عین و الف باشد برآمد باقی ماند با و سین کہ مجموعۂ آن بس می شود و الیہ اشارہ بقولہ ماہ تمام است و بس و چونکہ

معمے

آن چیست کہ گردہ بفزاید بران شی ۔ صدگرد دو گرکم بکنی پنجاہ است

ایضاً

چیست آن چیست کہ تامش گفتم ۔ ہیچ ناگفتہ تماشش گفتم

ایضاً

رود از چہار چو تنہا بسر دن ۔ میشود ظاہر ازان نام بردن

ایضاً

گر بران شش بفزائی صد گشت ۔ ور ز صد شش برود باز صد است

ایضاً

گفت جان تو برون رفتہ بھجران از تن ۔ گفتمش باکہ در افتادہ برہ قالب من

ایضاً

جدا اسرو خرامیدۂ ما ۔ کہ برود و ختر یاران دیدہ
گہر از تاج خرامیدہ بریم ۔ ما تماشا بہزاران دیدہ

معمی باسم کبوتر و فیل

[illegible]

چیست آن یک شکل گر مابہ ۔ وین بعمر طبیعی انجامد
این چو آن اسم ہست ترکیبش ۔ از دو تا حرف جر بفعل آمد

مقتضاے این اشارات محض مادۂ اسم ست نہ صورت آن پس از برہم زدن ترتیب را مراد گرفتہ
واز تقدیم و تاخیر بعض حروف صورت می بندد و در استخراج عین و الف طریق دیگر این است کہ بقاعدۂ
ترادف اشارہ بعین و از عین حروف عین مراد باشد و از ماہ تمام عدد سی و از سی یک کہ ہم عدد آنست و
از یک الف دا استخراج با و سین و ترتیب حروف بدستور سابق ۱۲ منہ

ایضاً

چیست آن جانور کہ در پے وے	دشمن او چو گشت آدم شد
رو نمائے پرندہ ساختمش	جلوہ گاہ چرندہ ہم شد
سر این شد زیادہ از سر آن	پای او گرز پای او کم شد
صاحب زندگی برون آمد	دل این ہر دو چون فراہم شد

معمّی باسم شعیب

بلا ہا رسد بر سر سروران	زسودائے آن یار پیمان گسل
چہ عاشق بمعشوق یکدل فروخت	صدبار برداشت بر بیع دل

ایضاً

مال و جان ہر چہ ہست با انسان	نیست الا عطائے رب کریم
لیک چون زو خرید حق آنرا	گشت بیعش سبیل فوز عظیم[1]

مثنوی

بعض کملائے فن کا خیال ہے کہ شاعر کی مہارت اور کمال مشاقی مثنوی سے ظاہر ہوتی ہے چنانچہ متقدمین و متاخرین مین اس وقت تک جسقدر مشہور مثنویان ہین وہ سب کملائے فن کی ہین جنکا آوازہ اس فن مین بلند ہو چکا ہے۔

مفتی صاحب کے کلام مین یہ صنف بہ نسبت اور اصناف سخن کے بہت زیادہ ہے۔ ایک مرتبہ خود فرمایا تھا کہ شعرائے سابقین نے مختلف مذاق مین مثنویان تصنیف کین اور خوب زور طبع دکھایا۔ یہانتک کہ بعض شعرا نے پانچ پانچ مثنویان نظم کین

[1] لہ اشارہ بآیۂ ان اللہ اشتریٰ

جسطرح خمسہ نظامی اور خمسہ جامی مشہور ہے۔ ان تین شاعرون نے ایک ایک خمسہ لکھا اور مین نے بقدر مجموع پندرہ [۱۵] مثنویان لکھین"۔

اِس قول مین حسب ذیل مثنویون کیطرف اشارہ ہے۔

(۱) مثنوی من و سلویٰ
(۲) مثنوی گوہر شاہوار
(۳) مثنوی آب زلال
(۴) مثنوی جواہر منظوم
(۵) مثنوی بیت الحزن
(۶) مثنوی صحن چمن
(۷) مثنوی نظم الفرض
(۸) مثنوی خطاب فاضل
(۹) مثنوی تسکین مسکین
(۱۰) مثنوی شمع المجالس
(۱۱) مثنوی مرصع
(۱۲) مثنوی مونس الخلوات
(۱۳) مثنوی موجزۂ رابعہ فی المعجزۃ الشائعہ۔
(۱۴) مثنوی نور
(۱۵) مثنوی رد دعوی

علاوہ ان مثنویون کے اور بھی چھوٹی چھوٹی مثنویان ہین مثلاً بنیاد اعتقاد جو اُردو زبان مین جامع مطالب مہمہ ہے اور عام طور سے خراج مقبولیت حاصل کیا ہے۔ ایک مثنوی "نان و نمک" کے انداز پر۔ ایک حملۂ حیدری کے طرز پر ہے۔

خواجہ عزالدین صاحب عزیز نے ایک روز اہلی شیرازی کی ذوبحرین ذوقافیتین مثنوی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اساتذۂ ہند بھی کسیطرح اعجام سے کم نہین ہین شیرازی کی مثنوی کے جواب مین مفتی سید محمد عباس صاحب نے ایک مثنوی موعظ مین ذوبحرین ذوقافیتین تصنیف کی ہے مین نے اُسکی نقل ایک طالب علم کے ذریعہ سے حاصل کی تھی اوسکے بعد مین نے بھی ایک مثنوی اُسی انداز پر لکھی جسکا نام یہ بیضا ہے

خواجہ صاحب اوس مثنوی کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور اکثر شعرا اُسکے سناتے بھی تھے
اس حساب سے انیس[19] مثنویاں جناب مفتی صاحب کی تصنیف سے ہین اُنمیں سے اگر بعض کے بھی
اقتباسات لطیف جو اِسوقت پیش نظر ہین ناظرین کتاب کیخدمتمین پیش کیے جاتے تو طول ہوجاتا

رقعۂ عتاب آمیز

ای بلبل گلشن بلاغت | جستیم ز خار و گل سراغت
دعوی محبتی کہ داری | کو شاہد تو چرا نیاری
سنگین دلی و سخت بیوفائی | در حرص و ہوا جدا ز مائی
در ہجر گذشت صبح و شامی | نی نامۂ از تو نی پیامی

جواب

ای گوہر معدن فصاحت | وی نیر روشن صباحت
این خط کہ سیاہ تر ز مست است | دودیست کز آتش غضب است
آن معنی و اینچنین عبارت | یکجاست حلاوت و حرارت
ہر سطر کہ ہست پیچ در پیچ | چینی ز جبین بود گرہ پیچ
مکتوب تو خواند و ماند عباس | فرسودہ سودۂ ز الماس
داغ تو گل دل ملول است | خار تو مرا بجان قبول است
در ہجر تو وصل با الم بود | بے خط تو درد در دلم بود
آمد خط و آن عتاب دردی | چون زلف تو پیچ و تاب دردی
این نامہ کہ در خط غبار است | گردی ز ملال آن نگار است
نوش تو و نیش نیشتر نیست | نوک قلم تو نیشتر نیست
در خط عتاب این ملاحت | گویا نمکے است بر جراحت
لیکن ز تو ام شکایتی نیست | فکری ز نکنی حکایتی نیست
مکتوب تو با ہمہ کدورت | چون دُرد شراب داد فرحت
آن معنی تلخ و لفظ شیرین | چون گل شکرم نمود تسکین
قند بکے و گلے سرشتہ باشی | پیوستہ خطے نوشتہ باشی

رقعہ محبت آمیز

الا ای نوا سنج بلبل نوا | کجا رفتۂ نغمہ زن در ہوا

تو بودی ضیا بخش باغ سخن	ز تو بود روشن چراغ سخن
چو از پیش رفتی تو پس ماندہ ایم	تو در باغ و ما در قفس ماندہ ایم
صفای مئی نامہ ات آرزوست	نوای نئی خامہ ات آرزوست
بپرسم سراغ تو در ہر نفس	نیابم نشان تو از ہیچکس

جواب

الا اے گل بوستان وفا	کہ از نامہ دادی دلم را صفا
ثنا اے نہ در حق من گفتہ	ز رنگینی خود سخن گفتہ
سخن بود باغے ولے پیش ازین	کنون ماندہ برگے نگو بیش ازین
سمومے درین گلستان آمدہ	بہاران گزشت و خزان آمدہ
زبس سوختہ بال و پر قمریان	بجا ماند خاکستر قمریان
نگویم قلم را تنک و نماند	قلم یکقلم از قلم و نماند
سراغم چہ پرسی دماغم کجاست	کہ من خود ندانم سراغم کجاست

در وصف خربزۂ اکبرآباد کہ شخصے بطور ہدیہ فرستاد[1]

واہ کس شکل کا یہ خربزہ ہی	ہی عجب رنگ و بو عجب مزہ ہی
اکبرآباد کا یہ تحفہ ہے	غور سے اسکو دیکھیے کیا ہے
تھا مجھے اسکا اشتیاق کمال	آج دیکھا جمالیے کا جمال
نعمتین لکھنؤ کی یاد آئین	صحبتین لکھنؤ کی یاد آئین
پھوٹ سے اسکی تھا گلہ مجھ کو	اب جدائی کا پھل ملا مجھ کو

[1] مناسب تھا کہ یہ اشعار اردو نظم میں درج ہوتے مگر بمناسبت سابق یہاں درج کیے گئے

بس دلا ناروا ہی طولِ کلام
گول گول اسکا حال لکھدے تمام

کیا سفالی کی گڑگڑی ہے یہ
یا فقیروں کی تومڑی ہے یہ

رقعہ منظومہ در رسید خربزہ

ایکہ گلِ سر سبدِ الفتی
نو رس باغ شجر حشمتی

طبع شریفِ تو کہ شاداب باد
یادِ من آورد دلم کرد شاد

نو بر آن فصل کہ از فضل و جود
داشتی ارزانی سم ارزان نبود

حیرتم آن کوزۂ از قند بود
یا سبدِ خربزہ چند بود

ہر چہ دران بود شکر ریز بود
فکر یم آیا کہ چہ خالیز بود

ہر یک ازان جملہ کہ نشمردہ بود
بر دگرے گوی سبق بردہ بود

بود مسلّم ہمہ بدرِ کمال
تیغ زدم سر زدہ چندین ہلال

سبز تکیسہ ارچہ من آزردمش
بوے وفا داشت چو بو کردمش

گر سلاوت چو لبِ یار داشت
رنگ رُخِ عاشقِ بیمار داشت

فاش کہ نیمی ز دل خستہ است
فاش چہ گویم کہ لبم بستہ است

بہ کہ ازین باغ بپیچم عنان
خربزہ آہست کنم فکر نان

جواب رقعۂ مذکور

اے سخنت خضرِ رہِ اتّقا
کلکِ تو فوارۂ آبِ بقا

تحفۂ مار نگِ قبولے نداشت
برگ و برے بود حصولی نداشت

بود کجا قابلِ توصیفِ تو
آب شدم زین ہمہ تعریفِ تو

نظمِ ترا کیفیتے دیگر است
شعر تو از خربزہ شیرین تر است

گرچہ بود خربزہ بدر کمال
شمسِ کمالِ تو ندارد زوال

رقعۂ منظومہ در مذمتِ آدمی کہ خربزۂ بے مزہ آوردہ

آدم سرکار بوقتِ سحر
خربزہ آورد مگر بود خر

رفت برِ مفت برِ گنج نہاد
گول ازو خوردہ باو پول داد

خربزۂ فاسدِ گندیدۂ
لائقِ ریشِ تو پسندیدۂ

گر بخوری پوستِ او را کنی
در عوضِ خربزہ تیغش زنی

مرد کہ بود است بسی تند گام
شل ہمین خربزہ صورت حرام

خربزہ آورد باین چابکے
تلخ و ترش بیمزہ و آبکے

پیش روے چون زدمش خورد پیچ
حرف حسابیش کدام است ہیچ

جواب

آدمِ من آدمِ معقول نیست
خربزہ آورد کہ ماکول نیست

قہر بمن کردی ازین ماجرا
زور بخر نیست بہ پالان چرا

رقعۂ منظومہ در مذمت انبہ

انبہ ہا گرچہ بے بہا بودہ است
چہ کنم وصفِ او چہا بودہ است

مردمانی که رغبتش دارند ‏ ‏ ‏ نیک و بد را بجان خریدارند

سرشان در هوای انبه بود ‏ ‏ ‏ مغز تا پوست در شکنبه بود

گوش کن آنچه بنده میگویم ‏ ‏ ‏ حال او پوست کنده میگویم

بر زبان گرچه لذتش باشد ‏ ‏ ‏ بس زیان از حرارتش باشد

خستهٔ چند گرچه بویش را ‏ ‏ ‏ مے شمارند معجز عیسیٰ

طبع را بدمزه کند مزه اش ‏ ‏ ‏ جمع ضدین هست معجزه اش

ناخوشی هست بو اگرچه خوش است ‏ ‏ ‏ مزه شیرین و بوے آن ترش است

این نه صفرا ز فاقع اللون است ‏ ‏ ‏ که ز صفرا فساد در کون است

صورتش صورت مراره بود ‏ ‏ ‏ گرچه مُر نیست هیچکاره بود

خفقان است آنچه من گفتم ‏ ‏ ‏ راست خواهی چه این سخن گفتم

ورنه پیران که طالب باه اند ‏ ‏ ‏ از وے آب حیات میخواهند

نوجوانان صاحبِ قوت ‏ ‏ ‏ بے محابا کشند زان لذت

کودکان میوهٔ ترش دانند ‏ ‏ ‏ شیره اش شیر مادرش دانند

الغرض خاص و عام مرد و زن ‏ ‏ ‏ انبه را پر کنند در مرکن

صرف و اسراف بیحساب کنند ‏ ‏ ‏ تا لب و کام کامیاب کنند

من ندارم قبول این همه را ‏ ‏ ‏ چه علاج است خوف واهمه را

از ضرر خائفم بمحض خیال ‏ ‏ ‏ خورده ام یکدو دانه در سی سال

جواب

اے جهان از تو بارور باشد ‏ ‏ ‏ نۓ کلکِ تو نیشکر باشد

انبہ را نیست لذتے بر تو	نتوان حرف زد برابر تو
گر ہمین است لذتِ انبہ	بے ثمر ہست رغبتِ انبہ

مکتوب بنام بادشاہ مرحوم واجد علیشاہ در صنعت معطلہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الحمد للہ الملک الودود والسلام علی رسولہ مالک المحل المحمود

وآلہ مصادر الاحکام وموارد الالہام

مدح ملک عالم مالک امم اعاد اللہ ملکہ در رمل طرح سطور مہمل

ملکِ دہر مددگارِ ہمہ	حاکم دادور و داور ہمہ	طالع او سر کسرے داد	در گہِ او در وا را دارد
عدل ورزو کرم و مہر و عطا	عمل و علم مسلم او را	ہمہ اکرد عطا مال و درم	دادہ در دل ما را مرہم
مہر او ہر کہ و مہ را در دل	ہر کمال آمدہ او را حاصل	کرم او اسرار اسر داد	ہمہ مال و درم و گوہر داد
ہمہ کس را رہِ آرام دہ	وگر احکام وہ کام دہ	مصدر رحم دلِ اطہر او	موردِ مہر گدا را در او
عالم رسم رہِ دارالسلام	حاکمِ عادل اہلِ اسلام	گردہ حکم و صلاء در عالم	طمع و حرص رود راہِ عدم
اصلِ ہر کار مراد او معلوم	ہمسرِ او دگر آمد معدوم	کلک و حکم عطا رہ دارد	لعل و گوہر ہمہ در سلک آید
	اہل و آل او در ہر سو	در محل ہالۂ او سر مہر و	

در صنعت منقوطہ	چشتک یا لودہ شعر پر نقطہ
بنشین شب غضب چین بجبین	بشب جشن بخشش بنشین
بخشش غیب بینی زین بشین	زینتِ تخت ببین بخت ببین

مناجات

سر نزد ایچ ز من کار بهشت — تا شوم از تو طلبگار بهشت

چه عجب از کرم و رحمتِ تو — که شود مسکن من جنت تو

توبه ناکرده گنهم بخششی — نعمتی را که نخواهم بخششی

که بدنیا تو بدینسان دادی — نعمتِ بے طلب جان دادی

علم و فهم و خرد و تاب و توان — عمر طولانی و عقل و ایمان

زینهمه نام و نشان هیچ نبود — آنچه دارم بگمان هیچ نبود

پیش ازین گور سوادے بودم — نه چو حیوان که جمادے بودم

آنچه هست از نظر رحمتِ تست — بر دل و جان و تنم منت تست

بوده ام خاک و دگر خاک شوم — ورکنی مهر فرحناک شوم

راه تاریک و بسے دور دراز — پیچ در پیچ و نشیب است و فراز

بار سنگین گناهان بر سر — غل و زنجیر سقر پیش نظر

توشهٔ و همسفرے با من نیست — جز تو یارب دگرے با من نیست

جوشش اشک و قلق هوش ربا — رحم کن قد بلغ السیل زبے

بے ثباتی دنیا

سیدا شکوه از جهان بیجاست — بندگی کن که حکم حکم خداست

لذت ار هست مدعای تست — در الم هست پس سزای تست

چون تو با غیر خویش بد کردی — هر چه کردی بجاے خود کردی

انتقام از تو گر کشید این جا	شرا دستور ہستی از غم فردا
شرا زو نیست خیر خواہ تست	ہمہ کفارۂ گناہِ تست
ور الم بے سبب رسید ترا	غم بجاے طرب رسید ترا
پس طرب کن کہ غم نخواہند	لذت است این الم نخواہند
ثابت است این سخن ز علمِ کلام	نظرے کن بہ مبحثِ آلام
الغرض ہر چہ می شود حاصل	شادی عاجل ست یا آجل
سر بفکر معاد باید بود	در ہمہ حال شاد باید بود

ولہ

ز آزردگیِ تو خوف ست ما را	ترا چیست غم گر من آزردہ باشم

تصلفِ شاعرانہ

ولہ

فصاحت را ز نامم اعتبار است	بلاغت را ز کلکم افتخار است
بلاغت را چراغی نیست بے من	بلوغے یا بلاغے نیست بے من
پس از من وای بر حال فصاحت	غدت کصبیۃٍ تیمت فصاحت
مائیم کہ شعر امرء القیس	دانیم چو شعر لحیۃ التیس
سازم چو بیا سخنورے را	عجز است ز پاسخ انوری را
حسانِ عرب کجاست ے و پوش	سحبانِ عجم چراست خاموش
زین اہل عناد نیستم	جولاہہ نژاد نیستم

ـله کنایہ از خاقانی کہ در نسب کمینہ و در مذہب از اہل کینہ بود ولکن در سخنوری و نکتہ پروری گوی سبقت ربودہ از اشعار اوست ـه جولاہہ نژادم از اب و جد + جد و پدرم نخواندہ ابجد ؎

مائیم ز خاندانِ احمد	دستان زن بوستانِ احمد
داریم فصاحت از اب و جد	خواندیم ادب بجاے ابجد
از شعر دو صد کتاب خواندم	وز علم ہزار باب خواندم
در نثر بدیع این زمانم	کشاف معانی و بیانم
نظمم بمذاق ہندیان نیست	حظ گر نبرند ہم زیان نیست
ذوق عجم است با نظامم	شوق عرب است با کلامم
خوش گفت کسیکہ حسب حالست	فہمیدن حرف ما کمال است

دوسرے مقام پر اوس شخص کے جواب مین جسنے محاورے کی سند دریافت کی تھی فرمایا ہے

تفتیش سند ز مستند چیست	سید سند است خود سند چیست

ولہ

خامہ ام تازہ صلای زدہ بر خوان سخن	چید در بزم کرم نعمتِ الوان سخن
بادۂ روح فزای است مداد کلکم	خطِ من صورتِ معنی سخنم جان سخن
آنچنان ریخت غزال قلمم مشکِ تتار	غبارش کہ بگردش نرسد فارس میدان سخن

ایضاً

نقشہا بستہ کلکِ مشکینم	کہ ازان ہا نشان نمی بینم
بستہ ہاے مسوداتِ عجیب	شد پریشان مثال زلفِ حبیب
محو شد شعرہاے ناگفتہ	شد تلف در نہاب ناسُفتہ
فکر بکرم بحجلہ فانی شد	غنچہ نشگفتہ و خزانی شد
رشحہ ہا ریخت از ایاغ دلم	کہ بدان تر نگشت نوکِ قلم

در غلطان بود تراوش کلک ‌ ‌ ‌ فرصتی نیست تا کشم در سلک

گر چو بلبل نوای تازه کشم ‌ ‌ ‌ بر رخ گل ز خامہ غازہ کشم

می برد عقل و ہوش اہل سخن ‌ ‌ ‌ جز غبار ز شرابخانہ من

سخن از نازکی و رنگینی ‌ ‌ ‌ می شود رشک لعبت چینی

با کہ گوئیم درس مائل کو ‌ ‌ ‌ گنج بخشیم لیک سائل کو

جاہلان قدر علم نشناسند ‌ ‌ ‌ عالمان خود افضل الناس اند

ہر کہ زین مے نخوردہ طالب نیست ‌ ‌ ‌ وانکہ از خود پرست راغب نیست

ما درین مملکت شہنشاہیم ‌ ‌ ‌ مایہ دارے حریص میخواہیم

تا شناسد بہاے مایہ من ‌ ‌ ‌ ہم نہ گردد جدا ز سایہ من

مثل بے مایگان ہوس نکند ‌ ‌ ‌ ببرد گنج را و بس نکند

ہر کہ مے خوردہ پر ز ولولہ است ‌ ‌ ‌ مرد نادیدہ تنگ حوصلہ است

نظم کے اکثر مضامین احادیث سے ماخوذ ہوتے ہین

متنبی بہ دو شعر عربی ‌ ‌ ‌ لاف می زد کہ رسول ست و نبی

من کہ در فن ید بیضا دارم ‌ ‌ ‌ در تکلم لب عیسیٰ دارم

در سخن سحر طراز آمدہ ام ‌ ‌ ‌ وز رہ عجز و نیاز آمدہ ام

نیست در گفتۂ من کیت و کیت ‌ ‌ ‌ ہست ہر بیت من از اہل البیت

تاریخ گوئی

اس صنف خاص مین بھی مفتی صاحب کو کمال حاصل تھا جو بڑے بڑے شاعرون مین

بھی نہین تھا۔ استخراج مادۂ تاریخ اُنکے لیے اُسی طرح آسان تھا جس طرح نظم کر لینا بغیر تخرجہ اور تعمیہ۔ وہ بہت جلد تاریخ نکال لیتے تھے۔ ارباب فن جانتے ہین کہ تاریخ کی بہترین خوبی یہ ہے کہ تاریخ معلوم نہ ہو یعنی مناسبات اور مُراعات اور صفائی سے خالی نہ ہو۔ مفتی صاحب کی جسقدر تاریخین میری نظر سے گزرین وہ سب صنائع سے مالامال اور صفائی سے ہمدوش ہین معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے اپنی زندگی مین سوائے تاریخ گوئی کے کوئی دوسرا کام نہین کیا۔ مگر حقیقت مین یہ اونکے روزمرہ کی باتین تھین۔ لکھنؤ کے مشہور مقابر مین اور علما کے مزارون پر اُنکی بے شمار تاریخین کندہ ہین۔ اگر اُنکی تاریخون کا مجموعہ مرتب کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائیگی۔ اکثر بغیر تخرجہ اور تعمیہ کے کہتے تھے۔ نہایت صاف مصرعہ نکالتے تھے۔ جب کبھی تخرجہ اور تعمیہ کرتے تھے تو نہایت خوبی سے مثنوی مرصع کی تاریخ کہی ہے ؎

زنظمِ مرصع کشیدیم دامان

اِس تخرجہ کی خوبی قابل تحسین ہے۔ سید غلام حسنین خان صاحب امروہوی کی تاریخ کہی ہے اوسمین تعمیہ کیا ہے ؎

پاک در آمد بمیانِ لحد	ازلفت الجنۃ للمتقین

یہان بعض تاریخین اُس ذخیرے سے نقل کیجاتی ہین۔

تاریخ وفات حکیم محمود علی صاحب

محمود علی کہ نام او بود علی	بود است دلش حامد و محمود علی
قبرش بعزا خانہ شد و تاریخش	خوابیدہ دران مقام محمود علی

تاریخ وفات مرزا محمد حسین مرحوم

مرقد پاک عزادار حسین ابن علی است — شافعش باد محمد که فدا شد بحسین
بست و یک ساله بدو شش که چاردهم — ورز ولاے ده و دو بوده سعید دارین
سرو نوخیز روان شد ز لب جوے مژه — نو گلے چید فلک از چمن زینت و زین
ریخت یک طرح پے سال وفاتش سید — هست این تازه جوانے ز جوانان حسین

قطعه تاریخ وفات کرم علی مرحوم

سید کرم علے که برآورده بود نام — در شیعیان پاک امیر اُمم علی
شد دفن زیر پاے جگر گوشۂ بتول — انداخت بر سرش نگھے از کرم علی
از نوک خامه ریخته سال وفات او — در بارگاه قدس رسیده کرم علی

وضع حمل و تولد و وفات توامین کے بعد جعفری بیگم بنت سید العلما نے انتقال کیا اس واقعہ فاجعہ کی تاریخ میں دو عدد کا تخرجہ کس لطف سے کیا ہے۔

سیده عابدهٔ صالحه — عارفهٔ دین و رهِ جعفری
کرد سفر چارم ماه صفر — از حرکات فلک چنبری
عمر شریفش همه بست و دو سال — دامن پاکش ز معاصی بری
مصرع تاریخ باسقاط دو — سوے جنان رفت گل جعفری ١٢٧١ھ

تاریخ وفات سید صادق مرحوم ابن سلطان العلما سید محمد صاحب

یارب چه ماتم است که این شور بیحد است — آه و فغان تازه درین کهنه گنبد است

گویا فتادہ است در اسلام رخنۂ — زنیسان جناب مجتہد العصر بیخود است
گویا کہ دور گشتہ زیعقوب یوسفے — یا از حسین اکبر دیگر جدا شد است
تاریخ موت کیست کہ در اہل آسمان — تا شش عزاے صادق آل محمد است
۱۲۹۶

اِس تاریخ کو دیکھکر سلطان العلما نے کہا کہ اِس سے بہتر تاریخ اس واقعہ کی نہین ہوسکتی

تاریخ عقد جناب ممتاز العلما سید نقی صاحب ابن سید العلما آقا سید حسن صاحب طاب ثراہما

طولانی مثنوی ہو صرف تاریخ کے دونون مصرع لکھے جاتے ہین

شدہ بہ سج دین قرآن نیرین ۱۲۵۱ — رسیدہ تازگی بگلشن حسین ۱۲۵۱

تاریخ جوان رعنا سید حسن مرحوم

چون زگلزار جہان فانی — رفت سید حسن نیک سرشت
بر دلِ خستۂ ما از خط سبز — نسخۂ مرہم زنگار نوشت
زد و داغِ دل از آبِ سرشک — آتش لالہ نگر دو انگشت
مصرع سالِ وفا آتش گل کرد — سروِ پاکیزہ بگلزار بہشت
۱۲۶۸ھ

تاریخ طبع کتاب شمس بازغہ

کتابے کہ چون شمس بازغ بر آمد — چو شد با حواشی مزین بمطبع
چو این شمس اظہر من الشمس گشتہ — برم فارسی نام او را بمصرع
نوشتیم سید بتاریخ طبعش — عجب مہر روشن برآمد ز مطلع
۱۲۷۹ھ

تاریخ ترجمۂ رسالہ ذہبیہ

چو نوکِ خامۂ مشکین شمامہ / نوشت این نامۂ زرین ختامہ
بنامِ نامیِ سلطانِ عالم / کہ قائم باد تا یوم القیامہ
فلک تاریخ گفت از روی اقبال / چہ اوراقِ طلا حل کرد خامہ

تاریخہای عمارات لکھنؤ

نظم متعلق حسین آباد

ہمنام مصطفیٰ و علی بادشاہِ عصر / کاوصاف او ز حاتم و کسریٰ توان شنید
آوازۂ بنای عزاخانۂ کہ ساخت / در شش جہت فتادہ و ہفت آسمان شنید
سید دران مقام رسید و بچشم دید / کیفیتی کہ از ارم و از جنان شنید
چون بر ضریحِ پاک نگاہ من اوفتاد / آہے زدم کہ گوش کر آسمان شنید
یا حبذا عجیب مقامے کہ از ازل / نے چشمِ چرخ دیدہ نہ گوشِ جہان شنید
سال بناش را چو دلم کرد جستجو / آواز گریہ از ملکِ پاسبان شنید
گفتا ببین بمرقد انور نوشتہ ایم / اینجا نوای نالۂ زہرا توان شنید
۱۲۵۲

اِسی عالیشان عمارت کی تعریف مین ایک عبارت بھی نہایت لطیف تحریر کی ہے
یہ سبحان اللہ عجب مکانے دلکشا کہ بہشت عنبر سرشت را یاد می آرد و برارم
ذات العماد خاکِ حسرت می بارد نشیمنش چون منظر دیدۂ منور و صحنش از تمکن سینہ
صاف تر قبہ طلائیش روکش آفتابِ تابان و بقعۂ مینائیش حیرت بخش گردون گردان

حوضش از زلال سلسبیل موجه زن و روضش با جنات عدن هم سخن۔ خاکش با خمیرۂ صندل آلوده و نسیمش کدورت دلها زدوده۔ روی زمینش آئینۂ رخسار حور العین و شگوفۂ ریاحینش پرتو انوار خلد برین۔ سبحانه ما اعظم شانه آسمان را بجای قطره در مجره باید انداخت آنگاه شمه از عظمت رفعتش مرقوم توان ساخت مرغ وهم در وسعت آبادش پر و بال می ریزد و طائر خیال از اوج حضیضش برنمی خیزد تا به چشم نظارگیان بران مکان می افتد تار نظر بدامن فضائش می پیوند و سکویش نمودار جزائر خالدات است و ستو نهائش عالم سبع سماوات۔ فروعش چون فنون علم معظم و صولش چون اصول دین محکم اما با همه دلکشائی هوش رباست چراکه عزاخانۂ سید الشهدا است۔ رنگ آمیزی جدارش از خون دلها و شور انگیزی بلبلانش چون فریاد محفلها۔ لکاتبه

تعالی الله عجب ماتم سرای / که باشد در کنارش کربلای
صدای بلبل اینجا دردناک است / قبای هر گل از غم چاک چاک است
کعیتش می زند گلبانگ خونبار / مگر خون جگر دارد بمنقار

سرو رعنایش یادآور قامت جوانان حسین علیه السلام و موج خیزی جیحونش مذکر تلاطم اهلبیت کرام۔ سبزه زارش همرنگ خیمه های زنگاری و از هار اشجارش افسرده تر از دلهای فگاری۔ سرخی گلهایش زخمهای امام مظلوم و شورشش بلبلانش سراج شیون زینب و ام کلثوم۔ شقائقش بسان جگر پاره های امام حسن و قمارش بریاد گلگون قبای کربلا کوکوزن۔ آبشارش مثل چشمۂ فرات در جوش و غنچه هایش مانند اهل صبر و ثبات خاموش۔ عنادلش بر منابر اغصان مرثیه خوان نرگستانش بصورت قربانیان حیران۔ حصونش از فرط غم پشت خم زروعش از شدت الم درهم برهم

سنبلش با نالۂ خواطر پریشان نعمانش مثل ریشان خون فشان۔ گلشن چون شمع گل شدہ بے دود و سوسنش چون لبہاے تف زدہ کبود۔

تاریخ تعمیر شبیہ روضہ حضرت مسلم

زفضلِ حسین آن امیرِ معظم ۔ بنا شد چنین روضۂ تازہ کارے
ازین باغ و بستان بدلہا نمایان ۔ بہارِ خزان و خزان بہارے
مقامیست دلکش چو گلزارِ جنت ۔ زگلہاے مسلم بود یادگارے
چہ دیدند از چرخ آن دلفگاران ۔ کہ بودست ہر یک غریب الدیارے
چنان خوابِ شیرین و این تلخکامی ۔ کہ قاتل بہ بالین ہرشان فشارے
ز شکلِ مہیبش چہ وحشت دران شب ۔ کہ از خواب بودست در سر خمارے
دران خورد سالی چنین خستہ حالی ۔ نہ جاے قرارے نہ پاے فرارے
فغان زان شب و ریسمانِ جفاجو ۔ کہ پیچیدہ بر دستہا ہمچو مارے
اسیری و طفلی و شمشیر قاتل ۔ نہ مادر نہ والد نہ عمو نہ یارے
نہ یاور نہ وارث بجز قلب حارث ۔ کہ سوزد برایشان دلِ سوگوارے
نگہ کن خدارا برین سنگِ خارا ۔ کہ زد آتشِ کینہ در لالہ زارے
برادر بخونِ برادر طپیدہ ۔ دران دم چسان شد زمین را قرارے
جفائیست تا نہ نبودہ جنازہ ۔ بدریا فتادہ بدنہاے زارے
بجاے کفن بود بر پیکر شان ۔ زصحرا غبارے ز دریا بخارے
نہ چشمے پر آبے بغیر از حبابے ۔ کہ بودست چون دیدۂ اشکبارے

ز تاراجیِ گلستانِ محمدؐ — بدلہاے ما می خلد خار خارے

خدایا بخونِ یتیمانِ مسلم — کہ رحم آر بر بندۂ شرمسارے

ازان بیکسی ہا بجا ماندہ حسرت — کہ آنجا نبودہ ز ما جان سپارے

چہ گوئیم اے عترتِ سرورِ دین — چہ باشد باین شیعگی افتخارے

بجز این روضۂ و چند تاریخ از ما — نیامد براے شما ہیچ کارے

کشیدم از ینجا شبیہے ز مرقد — کہ از گوہر اشک باشد نثارے

رواقش مصفا و مرغوب و موزون — چو بیتے ز ابیات رنگین نگارے

کنم بر شما عرض تاریخ روضہ — یتیمان مسلم بنا شد مزارے

۱۲۹۶

ایضاً

ز فضل حسین این مکان یافت رفعت — کہ ہر مومنے را دہد یاد مسلم

مکانیست اطیب نشان مسیّب — بیانیست انسب ز روداد مسلم

بیایند اینجا کہ در شہر غربت — نیامد کسے بہر امداد مسلم

نشینند گریان برارند افغان — کہ شادان شود طبع ناشاد مسلم

نشستہ در خانۂ پیر زالے — نبودہ بجز بیکسی زاد مسلم

ہمہ دشمن اے وائے کس نیست شنوا — بہ پیچیدہ در سینہ فریاد مسلم

لعینے کہ انداخت از بام اورا — خدامی ستاند از و داد مسلم

کشیدند در شہر پابستہ نعشش — ببین ظلم اعدا و اضداد مسلم

دلِ ہر مسلمان از ینجاست سوزان — ز قید دو تا گشت آزاد مسلم

دو پروین ایمان و نجم درخشان — دو ریحانِ مسلم دو شمشاد مسلم

بنا چون دوتا شد دو تاریخ باید — بذکر مسیب فقرا یاد مسلم
یکے قبه ہاے عظام مسیّب — دوم روضهٔ پاکِ اولاد مسلم
بسالِ یا حسین و بستان نوشتم — گل روضهٔ پاک اولاد مسلم
بتاریخ این تربت گل رقم شد — گل روضهٔ پاک اولاد مسلم
بگو سال باهم دو حسن یکجا — همه روضهٔ پاک اولاد مسلم
خدایا ز آفات سالم بماند — عزاخانهٔ محنت آباد مسلم
سلامم بمسلم رسان نظامم — اگر هست شایان انشاد مسلم

۱۲۹۶ھ

بطرز تازه و وزن جدید

زفضل حسین آن امیر معظم مکرّم — محب حسین شهید و ثناخوانِ مسلم
مقامی است دلکش و گنبد زبهر مسیّب — دگر هم شبیه مزار دل و جانِ مسلم
خوشا این عمارت بگریه مدد کرد اورا — مدد چون نکردند الضار و اعوانِ مسلم
درین جا چو در عشره ماه‌ہاے محرّم — مقرر بود ذکر اطفال و اخوانِ مسلم
بود هم بعشره غم آن دو بیکس دو بالا — که عشره بود ضعفِ ارکان ایمانِ مسلم
معشر بحر تقارب بسالش نوشتم — بنا با ادب شد مزار یتیمانِ مسلم

۱۲۹۶ھ

وله

آن منشی که فضل حسین است نام او — باید ثنای او ز من بی‌زبان شنید
این است سعی او که بنا کرد روضه — کاوصافِ او تمام زمین و زمان شنید
سید بآن مقام رسید و بچشم دید — کیفیتی که از ارم و از جنان شنید

[illegible]

رفتم بمسجدیکہ ملک سجدہ خوان اوست | ناقوس دم کشید جو بانگ اذان شنید
ہمدم لبے کہ منقبت این دو بیت خواند | خرم دلے کہ مدحت آن خاندان شنید
معمار را ببین کہ چسان ساخت روضہ | مثلیکہ صوت و صفت این مکان شنید
ہر کس سر نیاز برین آستان گذاشت | آواز خیر مقدم کرد و بیان شنید
ہر ذرہ کہ بار درین بارگاہ یافت | آیات نور راز شہ خاوران شنید
واحسرتا کہ دختر مسلم میان راہ | حال شہادت پدرش ناگہان شنید
فریاد و زاری کہ یتیم صغیر او | در خواب بانگ حارث نامہربان شنید
ظلم و مصیبتیست کہ رضی نشد بآن | ابن زیاد نیز چو این داستان شنید
چون بر شبیہ قبرگاہ من اوفتاد | آہے ز دم کہ گوش کر آسمان شنید
سال بناے مرقد اولاد مسلم است | زینجا صداے نالہ زہرا توان شنید ١٢٩١
ظالم شکستہ عہد مکرر کہ بستہ بود | وقتیکہ بیم از لب شان الامان شنید
آن عجز و منت و سخنان جگر خراش | در حیرتم کہ پیر ز طفلان چسان شنید
گلچین روزگار بدینگونہ کے جفا | بر بلبلان بے پر و بے آشیان شنید
در خاک و خون فگندن اطفال بے پدر | آیا کسے بدہر ز پیر و جوان شنید
شد نعشہا چو غرق عجب نیست گر کسے | جوش فرات و شیون ماہی فغان شنید

تاریخ بناے عزاخانہ کہ میر ببر علی انیس ساختہ بود

یکتاے عصر ببر علی آن کہ مثل او | نے چشم چرخ دیدہ نہ گوش جہان شنید
آن سید انیس لقب عندلیب ہند | کاوصاف او توان ز زمین و زمان شنید

اصل: [illegible]

آن ذاکرے کہ گفت سرِ منبر آشکار — رازیکہ جبرئیل بگردون نہان شنید
آن نغمۂ کہ سر نزد از طائرانِ قدس — در حیرتم کہ بلبلِ گلگشتِ چسان شنید
ہر جا کہ خواند مرثیہ از بام و در تمام — گر سنگِ خارہ بود از ان ہم فغان شنید
غیر از زبانِ دل نتوانند شنا کنند — آنکس کہ نظمِ پاکِ وے از گوشِ جان شنید
نازک دلے کہ ہر چہ بگفتند گوش کرد — اما نہ حالِ زارِ منِ ناتوان شنید
نشنید نیم حرف ہم از سرگذشتِ من — از دیگران اگرچہ دو صد داستان شنید
آوازۂ بنائے عزاخانۂ کہ ساخت — در شش جہت فتادہ و ہفت آسمان شنید
معمارِ وقت صنعت این خانۂ عزا — شاید کہ بیتے از لبِ آن نکتہ دان شنید
ہر کس سرِ نیاز بر این آستان گذاشت — آواز خیر مقدمِ کرّ و بیان شنید
ہر ذرہ کہ بار درین بارگاہ یافت — آیاتِ نور خود ز شہِ خاوران شنید
سید باین مقام رسید و بچشم دید — کیفیتے کہ از ارم و از جنان شنید
چون بر ضریحِ پاک نگاہِ من اوفتاد — آہے زدم کہ گوشِ کر آسمان شنید
سالِ بناش گشت رقم از سرِ الم — اینجا مدام نالۂ زہرا توان شنید

قطعہ تاریخ ترمیم حسینیہ جناب غفرانمآب

این تعزیت سرا کہ ز غفران مآب ہست — مانند کعبہ قبلۂ حاجات مرد و زن
اینجا ہزار مرتبہ مجلس بنا شدہ — از قطرہ ہای اشک فتادہ در عدن
ہر صفہ و رواق وے ہر حظیرہ اش — پاکیزہ منزل برکات سے سخن
این خوابگاہ مجتہد العصر و الزمان — سید محمد است و حسین و ہم حسن

در هر مقام وی که ستونی ستاده است — سرویست از حدیقه و شمعیست در لگن
چون از جفای دهر دران رخنه فتاده — بشکست خانهٔ دل ما از غم و حزن
والا نژاد سید واجد علی بنام — توفیق یافته ز خداوند ذو المنن
یکجا سعادت دو جهان سوح اوست — در چار عنصر است تولای پنجتن
از حب اهلبیت که دارد بآب و گل — گردید در بنای حسینیه قطره زن
تعمیر آن تمام شد از اهتمام او — مانند نظم بیت بکلک زبان من
دروازهٔ جدید بنا کرد یکطرف — چون باب صبر پیش روی خانهٔ محن
دوشینه التماس ز من کرد عالمی — تاریخ این بنا که پسندید اهل فن
چون صبحدم ز خامهٔ من ریخت رشحه‌ها — باد صبا گشود دو صد نافهٔ ختن
گل کرد سال اینهمه تعمیر از قلم — شد نو بنو بنای عزا خانهٔ کهن ١٢٩٠ھ

تاریخ لطیف

ساخته خون دل حسن — حال شهادت حسن
هم ز دل حسن بپرس — سال شهادت حسین ٦٠ھ

تاریخ وفات زوجه نواب محسن الدوله بهادر

چو نواب فلک رفعت جناب محسن الدوله — که دارد حشمت جمشید و جاه قیصر و دارا
ز فوت بانوی عصمت سرا شمس النسا بیگم — سیه پوشید در ماتم بسان گنبد خضرا
بتاریخ زوال نور آن سیاره بنوشتم — رسیده آفتابی از افق در سایهٔ طوبی ١٢٦٩ھ

لطائفے کہ درین تاریخ بکار بردہ شد اول رعایت اسم شمس النسا در صفت لفظ فلک رفعت۔ گنبد۔ خضرا۔ آفتاب۔ افق۔ سایہ۔ دوم۔ آوردن نام بارعایت ادب یعنے نواب فلک رفعت جناب محسن الدولہ سوم ایراد تمام اسم مرحومہ با تعظیم و توقیر یعنے بانوے عصمت سر شمس النسا بیگم چہارم جمع نمودن دو رنگ سیاہی با خضرت در یک مصرع پنجم اشارہ بسر سبزی در تشبیہ نواب بگنبد خضرا ششم اشارہ بسر بلندی در تشبیہ بگنبد ہفتم اشارہ باینکہ آسمان نیز درین ماتم سیہ پوش است ہشتم ثبوت سیہ پوشی از مصرع سوم چہ از فوت شمس آسمان سیہ رنگ میشود۔ نہم ثبوت سیہ پوشی از مادہ تاریخ چہ آفتاب ہر گاہ از افق میرود تاریکی و سیاہی در آسمان رو میدہد دہم تشبیہ عصمت سرا با فق آسمان کہ آن آفتاب ازین افق بسایہ طوبے رسید یازدہم اشارہ و تفاول بہ جنتی بودن آن مرحومہ دوازدہم اشارہ بنام آن مرحومہ از مادہ تاریخ بطور کنایہ نہ بتصریح سیزدہم دلالت بر ملحق شدن آن مرحومہ باہل بیت علیہم السلام چرا کہ طوبے در بہشت بخانۂ آن حضرت است و ہیچ مومنے نیست مگر اینکہ شاخے از شاخہایش بخانہ او رسیدہ چہاردہم یائے تعظیم در آفتاب پانزدہم رسیدن آفتاب در بہشت کہ امر تازہ ایست بدلیل قولہ تعالےٰ لایرون فیہا شمسا و لا زمہریرا" پس اگر گفتہ شود کہ شمس در جنت نخواہند دید پس این منافی مطلب است۔ گویم ندیدن آن زیادہ تر لطف میدہد چرا کہ اشارہ بکلیۃ بر پردگی و عصمت او شانزدہم تمام مصرع تاریخ است نہ نصف آن ہفدہم اینکہ تاریخ بے تعمیہ و تخرجہ است و چون محسن الدولہ بعد شنیدن تاریخ مذکور التماس نمودند کہ بتاریخ ششم محرم اشارہ فرمودہ شود لہذا اشعار را باین قسم تغییر نمودم ؎

چو نواب فلک رفعت جناب محسن الدولہ	کہ دارد حشمت جمشید و جاہ قیصر و دارا

زوجت بانوے عصمت شمس النسا بیگم	کہ واقع گشت در روز سوم از یوم عاشورا
سر شکے در غمش باشید ہمچون گوہر غلطان	سیہ در ماتمش پوشید مثلِ گنبد خضرا الخ

در وفات مونس صاحب بالارتجال گفتہ شد

بازاین چہ شورست وفغان! اندر جہان اے آسمان - از نوحۂ اہلِ عزا
آن مونسِ شیرین زبان - شد تلخ کام و خستہ جان - لب بست از حکمِ قضا
فریاد از درد دلے - کان بود زہر قاتلے - یا اثر دہاے جان گزا
برد از تنش تاب و توان - غلطاند اورا ناگہان - کو فرصت فصد و دوا
بلبل برون رفت از چمن - شد شمع گل در انجمن - از تندی باد فنا
یا طوطی ہندوستان - شد مثل عنقا بے نشان - واحسرتا واحسرتا
سر افگندہ آسمان - در ماتمِ آن مدح خوان - گفتہ بتاریخش بجا
سید بگو اے اہل دل - شد مونس اہل جنان - مداح شاہ کربلا

ولہ

میر نواب آنکہ بودہ مونس اہل عزا	ذاکر شاہِ شہیدان صاحب فکرِ رسا
در مجالس گریہ و در وقتِ صحبت خندہ زن	بود مثل گل شگفتہ مثل بلبل خوش نوا
در سلام و مرثیہ می ریخت رنگے تازہ	آفرین بر طبعِ معنی آفرینش مرحبا
شد شرفیاب از زیارت ماند چندے در وطن	ناگہان گردید سوے دار غربت رہ گرا
چون دلش پرورد بود از کشت نخل اہلبیت	گشت اورا عافیت دلدادہ بر حکم قضا
چون روان شد زین چمن گل کرد سال فوتِ او	بود ازین گل بلبل بستان سرای آن سرا

تاریخ وفاتِ سید العلما

فغان ز رحلتِ همنام سید الشهدا
که نیست هیچکس او را درین زمان همتا

ببین که هر طرف افتاد شورِ ماتم او
بکربلا و نجف هند و یثرب و بطحا

فرا گرفت مصیبت بمسلم و کافر
زدند بر سر و صورت احبه و اعدا

بیا بزیارت این قبۀ شریف لکن
که میرسند ملائک ز آسمان اینجا

گذار پای ادب سال فوت او برخوان
مزارِ مرقدِ پرنورِ سید العلما ۱۲۷۳ھ

وله

نعش او چون درمیانِ اربعین برداشتند
شورِ شیون تا سپهرِ هفتمین برداشتند

رفت از دنیا سمیِ خامس آلِ عبا
سایۀ رحمت ز فرقِ اهلِ دین برداشتند

شد رقم تاریخ سال فوت آن عالیجناب
آسمانی بوده ای وا از زمین برداشتند ۱۲۷۳ھ

وله

بشنو چه بکا و شور و شین است اینجا
چشمی بگشا ضیاء عین است اینجا

سال فوتش ز روی اخلاص بخوان
یعنی که زیارت حسین است اینجا ۱۲۷۳ھ

تاریخ حمام مولوی سید علی نقی صاحب (مادہ تاریخ حمام)

وه چه حمام که بانیش علی نقی است
آنکه جد و پدرش کرده بنای اسلام

بسکه از عترتِ اطهار بود طینت او
کار و بارش همه پاکیزه و پاکست تمام

آب و تاب سخن از مدحت او صورت یافت
شسته و رفته ازین ماده گردید کلام

سر دہر ہے جہان گرچہ زحد بگزشتہ	بہر خاصان خدا ساختہ گرمابہ عام
برزبانم شدہ تاریخ بنایش جاری	یادم از آیت تطہیر دہد این حمّام ۱۲۹۱ھ

اور چند تاریخین

مرزا ہادی صاحب پسر مرزا علی صاحب صاحب لکھنؤ کے مقدسین مین تھے اونکی تالیف سے "خلاصۃ المصائب" نہایت مشہور کتاب ہے انکی تاریخ وفات کہی ہے۔

"یا دِ تو خلاصۂ مصائب"

ایک کبابی نے مسجد تعمیر کرائی اُسکی تاریخ کی فرمایش ہوئی۔ آپنے یہ مصرع تاریخ فرمایا

"یا رب ہذا کباب بیت اللہ"

میر منصب علی مدرس مدرسۂ شاہی (شاگرد سید العلما) کا پایۂ احتیاط بہت بڑھا ہوا تھا حوض مین دن رات غوطہ طہارت کیا کرتے تھے۔ سید نقی صاحب کے حمام مین نہانے گئے اور کُنڈی بند کرلی دو پہر گزر گئی مگر نہ نکلے۔ لوگون نے دروازہ توڑ کر دیکھا تو حوض مین مرا ہوا پایا مفتی صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا گیا برجستہ فرمایا "بغوطہ مُرد"

لطیفہ

سید مصطفٰے وکیل سید نقی صاحب کے مختار تھے اونکے سرطان نکلا ایک روز سڑک پر جا رہے تھے اتفاق سے غش کھا کر گرے اور مر گئے۔ مرزا محمد زکی صاحب نے یہ واقعہ مفتی صاحب سے بیان کیا۔ فوراً فرمایا کہ "وکیل بر حاکم حقیقی رفت"۔ اسمین ۳۶ عدد کم ہوتے ہین۔ اسکے بعد مسکرا کے کہا کہ ڈبل کے ۳۶ ہین مصرع کی ظرافت دیکھیے۔

ڈبل وکیل بر حاکم حقیقی رفت

تاریخ تولد پسر سید محمد صاحب وزیر خلف جناب مرحوم

بمیلاد فرزند فرزند نازد	کہ او ہست چشم و چراغ محمد
برآمد ز تاریخ یک طرح رنگین	دمیدہ گل نو ز باغ محمد

ایک مسجد کی تاریخ

مرزا محمد زکی خان کے والد نے ایک مسجد بنوائی اوسکی تاریخ صنعت خاص مین فرمائی

خوشا این مسجد پُر نور و روشن	کہ دارد جلوۂ انوار مقیاس
کہ مرزا مہدی و مرزا زکی خان	بنا کردند بے تشویش و سواس
پدر آغاز و اتمامش پسر کرد	حیاتش باد مثل خضر و الیاس
مرمت ساختہ حسب الضرورت	نمودہ تازہ کاری بعد اساس
خدایا باد در حفظ و امانت	رقم تاریخ سر بر لوح الماس
برائے سال ہجری ہست ایما	ز لبہائے وزیر و جان عباس

عباس		وزیر
ب ا		و ز
۱۲	ھ	۲۶

ایک گلاس کی تاریخ

عباس مورخالما شتر الکاسس من نحاسس

این مشربہ سی منقوش	کز جام بلور خوشتر آمد
در روز مبارکش خریدم	تاریخ خرید ساغر آمد ۱۲۶۱ھ

اُردو کی نثر و نظم

طبقۂ علما مین بالعموم عربیت اسقدر غالب ہوتی ہے کہ فارسی یا اُردو کا خالص لطف اونکی زبان مین نہین ملتا۔ مگر یہ شرف بھی مفتی صاحب کے واسطے ہندوستان مین مخصوص تھا کہ عربی زبان کی نواسنجیون مین وہ رشک حسان و اعشی تھے۔ فارسی کی نغمہ سرائی مین بلبلان شیراز کے ہمنوا۔ اُردو کی نثر و نظم[۱] بھی اونکی اعلی پایہ کی تھی۔ عربی و فارسی سے جو مناسبت فطری اونکو تھی اوسکا ذکر اُن ابواب مین ہوا۔ اسوقت صرف اونکی اُردو نثر و نظم کے مختلف نمونے دکھائے جاتے ہین باوجود اسکے کہ وہ اس زبان سے ہمیشہ اپنی اجنبیت ظاہر کرتے تھے۔ چنانچہ مثنوی بنیاد اعتقاد مین فرماتے ہین

ماہر زبان ہند سے واللہ مین نہین ۔۔۔ ہندی کے روزمرّہ سے آگاہ مین نہین
تازی و فارسی کی تو کچھ مشق بھی ہوئی ۔۔۔ ہندی کی مجکو فکر نہ اب تک کبھی ہوئی

[۱] اُردو کی عبارت بہت کم لکھتے تھے اور اگر لکھی بھی تو کہین محفوظ نہین رکھتے تھے۔ ایک رقعہ ملا ہے جسکی نقل درج کیجاتی ہے۔

مہدی بیگم صاحبہ۔ مین خود قرضدار ہون اور زیر بار ہون اور تشویش مین گرفتار ہون۔ چاہا تھا کہ میر باقر سوداگر سے قرض لیکے اپنے خرچ مین لاؤن تمکو بھی دس روپیہ دلواؤن۔ ادھر مین نے یہ خیال کیا اُدھر اُنھون نے انتقال کیا۔ میری کیا تقصیر ہے تمہاری تقدیر ہے اب تقاضا بیجا ہی مگر تمنے پھر خط بھیجا ہے اور میرے پاس ایک روپیہ نہین لیکن ایک شخص کی امانت رکھی تھی اُنھین سے دس روپیہ کی ہنڈوی کی۔ پیسے بھی اوسی مین سے لیے اور بابت رجسٹری خط کے دیے تم اوسکو خرچ کرو اور شکر خدا کرو اور اپنا قرض ادا کرو اور میرے حق مین دعا کرو کہ قرض میرا بھی ادا ہو اور آخرت کا بھلا ہو۔ یہ التماس میری قبول کرو چار آنے کم دس روپیہ وصول کرو اور توبہ کرو خدا سے ڈرو۔ تمنے یہ لکھا کہ والدین تو آپ ہین خدا ہین تو آپ ہین۔ معاذ اللہ مین بندۂ ناچیز گنہگار کہان۔ مین کہان پروردگار کہان

نیم داس جوالا ناتھ کی دوکان چوک مین سُنی ہے اور ہنڈوی درشنی ہی۔

نظم اُردو

ایک قطعہ مین کانپور والے مکان کی آتش زدگی[1] کا واقعہ نظم کیا ہے مبصرین انصاف کی عینک لگا کر دیکھین کہ محاکات کے ساتھ تخیّل نے کس طرح اپنے جوہر دکھائے ہین۔

حالت تھی کل ہماری عجب پیچ و تاب کی
دل جل رہے تھے دھوم تھی بس آب آب کی

سوتا تھا مین کہ آگ کا اک بار غل ہوا
اُٹھا تو کچھ خبر نہ رہی فرش خواب کی

دیکھی لپک تو دل نے کہا بھر کے آہِ سرد
دوزخ کی آنچ ہوئے گی کس التہاب کی

مطبخ مین جبکہ آگ لگی باغ کے قریب
پھولونکی شاخین سنگئین سیخین کباب کی

اُترا نہ تھا ہنوز گلِ سرخ شاخ سے
بوندین ٹپک رہی تھین مین پر گلاب کی

نشہ مین جھومتی تھین درختونکی ڈالیان
ہر غنچہ بن گیا تھا صُراحی گلاب کی

اس گل سے کوئی پوچھے کہ بلبل کا کیا گناہ
کیون باغ مین دہکتی تھی آتش عذاب کی

[1] اِس واقعہ کو ایک کشکول مین نہایت لطیف عبارت عربی مین لکھا ہے۔

قد وقع الحریق فی داری ظہیرۃ یوم السبت ثانی عشر رجب الاصب فی سنۃ الف ومائتین واحدی وسبعین من ہجرۃ سید العرب وانا نائم غفلان فاحترق بعض البیوت والاشجار التی قد غرستہا فی سالف الزمان کالورد والرمّان فلما استیقظت وجدت الاطفال فی اضطراب البال وارتماز الحال وراءیت الاحباب یہرعون الیہ من کل جانب فتطیرت وفکرت عند ہذہ السانحہ فیما یقدّمہ الفتی من الاعمال الصالحہ فانّہا ربما تکون سببا لغرس الاشجار فی الجنّہ ثم اذا عمل شیئا مما یخالف الکتاب والسنّۃ فکانما یبعث الیہا النار فتحترق کما احترقت ہذہ الاشجار فبتّ متحسّرا ودمت متفکرا ثم قلت فی نفسی لو وقع الحریق فی بیت الانسان لاشتغل بہ عن کل شغل شاغل کائنا ما کان فما بال المرء یضیع الاوقات والانفاس بمحادثۃ الناس وقد اوقد علی ظہرہ النیران بالاثم والعدوان

جب تک کہ پہونچے پانی وہ برباد ہوگیا | اس آگ نے چمن کی بھی مٹی خراب کی
سید یہ کسکے عشق کا جوش و خروش تھا | ہے یہ غزل تمہاری عجب آب و تاب کی

رباعیات

۲۱-جمادی الثانی سنہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے کہ میر نواب صاحب مونس کی موجودگی میں ایک رباعی برجستہ نظم کی اور کہا کہ مضمون اچھا ہے مگر نظم نہایت پست ہے

پیری بھی عجیب غم کا افسانہ ہے | اس صبح کو خواب مرگ کا آنا ہے
طاقت کا یہ ہے حال کہ جنبش ہے محال | اس ضعف پہ دیکھو کہ کہاں جانا ہے

رباعی

بیتابیے دل نے شب کو سونے نہ دیا | پاس ادبِ عشق نے رونے نہ دیا
نہ زندگی وصل نہ مرگِ فرقت | تقدیر نے کوئی کام ہونے نہ دیا

رباعی

برسوں سے ہے خیال عذرخواہی دل مین | ہرگز نہین کچھ خوف الٰہی دل مین
نافہ کی طرح خطا مین کی عمر بسر | بالون مین سفیدی ہے سیاہی دل مین

رباعی

عاقل نے کبھی نہ دل کسی کا توڑا | ہان توسن نفس کو لگایا کوڑا
جو امر کہ دین کا ہے اسے آپ کیا | دنیا کے امور کو خدا پر چھوڑا

رباعی

ہے یہ قید حیات قید فرنگ | اجل آئی تو بر محل آئی

زندگی نزع تھی مصائب مین | آگئی جان جب اجل آئی

رباعی

اندھیر کیا اے فلکِ نیلی فام | کعبہ تو سیہ پوش ہو عشرتکدۂ شام
بیٹھے پہ معاویہ کے بادہ ہو حلال | اور آلِ نبی پہ بوند پانی کی حرام

رباعی

تھے پیاس سے شاہ کے دہن مین کانٹے | تیروں کی انی سے پیرہن مین کانٹے
تھے اُس تن نازنین مین یون تیر ہم | جسطرح کہ ساہی کے بدن مین کانٹے

رباعی

جب معرکہ حشر مین جانا ہوگا | جز آلِ نبی نہین ٹھکانا ہوگا
رویا غمِ شاہ مین بخشش لیلی | آنسو کا بہانہ ہی بہانا ہوگا

رباعی

اِک دن سفر اِس جہان سے کرنا ہوگا | گر لاکھ برس جیے تو مرنا ہوگا
ثابت نہ رہے رہِ شریعت پہ قدم | کسطرح صراط سے گزرنا ہوگا

رباعی

کیا غُسل ہو خیال طوق سجاد نہین | فریاد کے موقع پہ یہ فریاد نہین
مجلس مین طلب ہے دمبدم پانی کی | کیا تشنگیِ حسین کچھ یاد نہین

رباعی

غزل جب کہتے تھے تو رنگینی اور درد جو جانِ غزل ہے کوٹ کوٹ کر بھر دیتے تھے
یہ شعر ملاحظہ ہون۔

شہید عشق ہوا ہین تو کیا تعجب ہے
ترا مزار پر آنا ابا تعجب ہے

طپش ہے قلب مین اور آہ سرد لب پہ ہے
یہ گرمی اور یہ ٹھنڈی ہوا تعجب ہے

گزر ہوا کا بھی ہرگز نہین ہے اُس گل تک
پیام وصل کا کسنے دیا تعجب ہے

طلب وہ کرتے ہین جاتے نہین ہو تم سید
عجب ہے آپ سے اُنسے جدا تعجب ہے

غزل

زینت نہین ہے رنگ نہ پوچھو خضاب کا
یہ ماتمی لباس ہے فوت شباب کا

مٹتی ہے ایک نفس مین یہان صورت حیات
دیکھا ہے جیسے آب پہ نقشہ حباب کا

کیا عیش تجھکو ملتا ہے دور شراب مین
مت کر خیال عشرت پا در رکاب کا

ابرو ہے بیت شعر تو وہ خال مشکبو
نقطہ کنار صفحہ پہ ہے انتخاب کا

ہمکو تمھارے لطف کی امید کچھ نہین
پر خط لکھو اگرچہ ہو مضمون عتاب کا

دل گرچہ ہے برشتہ ملاحت سخن مین ہے
جب تک نہو نمک تو مزہ کیا کباب کا

غافل کو ہوش آتا ہے میرے کلام سے
ٹپکا ہے جو قلم سے عرق ہے گلاب کا

ہے اسقدر زکوۃ سے نفرت کہ طفل و پیر
مکتب مین نام بھی نہین لیتے نصاب کا

کھاتے ہین سود روز و شب اُسکا حساب ہے
آتا نہین خیال بھی روز حساب کا

آنکھون کا نور عالم پیری نے کھو دیا
گل کر دیے چراغ کہ ہے وقت خواب کا

سید ہے خاک میری نظر مین سر تاج
ہے عشق آب و گل مین مرے بوتراب کا

دوسری غزل کے چند شعر ملاحظہ ہون۔

تھا شور قیامت کا مگر آنکھ نہ چونکی
کیا کہتے ہین اس نیند کو اس بیخبری کو

غفلت کا یہ عالم ہے نہین یاد وطن کی	کیا اُنس ہی اِس جسم سے جانِ سفری کو
آفت کی ہوا چلتی ہی یان چار طرف سے	کس طرح بچاؤن مین چراغ سحری کو

مولوی میر محمد جعفر صاحب مرحوم اُمید جو خاندان اجتہاد کے ایک رُکن تھے اور مفتی صاحب کی خدمت مین بہت حاضر رہتے تھے۔ ایک روز آئے اور کہا کہ جناب آج میرے یہان مشاعرہ ہے آپکو بھی زحمت دونگا۔ مفتی صاحب نے ہنسکر فرمایا کہ مشاعرہ مین میرا کیا کام ہے۔ اُنھون نے بیحد اصرار کیا۔ راضی ہوگئے اور تشریف لیگئے۔ شیخ ناسخ کی مشہور طرح تھی سے "میرا سینہ ہی مشرق آفتاب داغ ہجران کا" کنول گردش کرتا ہوا مفتی صاحب کے سامنے آیا۔ لوگون نے اصرار کیا کہ حضور بھی کچھ پڑھین چند شعر جو وہین نظم کر لیے تھے پڑھ دیے تمام مشاعرہ اُلٹ گیا۔ ایک شعر ابتک لوگونکو یاد ہے

مرینگے صبح تک امیدوار وصل ای گردون	ابھی سے ماتمی کیون پیرہن ہی شام ہجران کا

اِس شعر مین اُردو غزل کا نہایت اعلی مذاق ہی معلوم ہوتا ہی کہ وہ ہمیشہ غزل گوئی کرتے رہے

جہان پناہ واجد علی شاہ مرحوم کا یہ شعر کسی نے سُنایا ؎

شانہ کرکے بال رخسارون پہ کیون بکھرا دیے	آنسون مین بال ڈالے اِس سے کیا حاصل ہوا

آپ نے فوراً یہ شعر نظم کیا ؎

حسنِ ابرو سے عجب زینت ہوئی رخسار کی	یہ ہلال ایسا ہی جس سے ماہ بھی کامل ہوا

خواجہ حیدر علی آتش کے یہ دو شعر کسی نے سُنائے ؎

دل لگی اپنی ترے ذکر سے کس رات نہ تھی	صبح تک شام سے یا ہو کے سوا بات نہ تھی
التجا تجھسے کب اے قبلۂ حاجات نہ تھی	تیری درگاہ مین کس روز مناجات نہ تھی

فوراً یہ چند شعر نظم کیئے۔

فکر مین شعر و سخن کے گئین شبہای شباب
ذکر معبود کیا کرتے تو کچھ بات نہ تھی

نہ ہوئی رات کو توفیق نماز شب کی
دن کو کچھ کیفیت ذکر و مناجات نہ تھی

ہوش آیا جو جوانی مین تو پیری آئی
شب کو اُسوقت کھُلی آنکھ کہ کچھ رات نہ تھی

خواجہ آتش کا کلام بہت پسند کرتے تھے چنانچہ ایک شعر پر تضمین بھی کی تھی

دل کو ہر حال مین لابد ہے کہ ایذا ہوئے
چین ہرگز نہین دین ہوئے کہ دنیا ہوئے

فکر و اندیشہ سے خالی نہین ہی کوئی بشر
دل ہے بیمار اگر آپ مسیحا ہوئے

آج حاصل ہو اگر سلطنت ہفت اقلیم
پھر بھی ہے فکر یہی دیکھیے کل کیا ہوئے

ذکر جنت مین عجب شعر کہا آتش نے
گفتگو کا جو مزہ ہوئے تو ایسا ہوئے

حشر کا روز گزر جاے ملے حور و بہشت
وہ بھی دن ہو کہ نہ اندیشۂ فردا ہوئے

فیاض علیخان صاحب نے مفتی صاحب کی خدمت مین ایک خط بھیجا کہ مین بہت بیمار ہون کوئی زندگی کی امید نہین اپنی حیات مین چاہتا ہون کہ قبر بنوا کر ایک پتھر اِس صورت سے نصب کر دون کہ اوسکے ستون مین ایک ہاتھ مثل سائل کے ہو اور اوسپر چند اشعار کندہ ہون لہذا آپ اُسکے مناسب کچھ فرما دیجئے مفتی صاحب نے یہ چند شعر لکھکر بھیجدیے

پڑا ہون بیکس و بیدل تہ خاک
کرے کچھ رحم مجھپر ایزد پاک

کہ ہون مداح سبط شاہ لولاک
کڑی منزل ہے اور راہ خطرناک

تہیدستم فقیرم بینوایم
طلبگار زر نقد دعایم

نہ تھا کچھ پاس میرے توشۂ راہ
ہوا مجکو سفر در پیش ناگاہ

یہان طاعت سے اب ہے ہاتھ کوتاہ
دعا بخشش کی کرتے جاؤ للہ

تہی دستم فقیرم بے نوایم
طلب گار ر زِ نقد دعایم

عجب خیا نہ وحشت بنا ہی
خدائے لم یزل کا سامنا ہے

نہ کوئی دوست ہی نہ آشنا ہی
کہ ہی اُسکو بقا سب کو فنا ہی

تہی دستم فقیرم بے نوایم
طلب گار ر زِ نقدِ دعایم

قطعہ

زائر بھی ہون مدّاح ہون کیا نام بتاؤن
اِک سورۂ الحمد کا۔ بخشش کی دعا کا

بے نام ونشان آج ہے فیاض علیخان
محتاج ہے محتاج ہے فیاض علیخان

ناظرین انصاف کرین کہ علمی دنیا مین جسکے کارنامے اسقدر ہون اوسکو شعر کہنے کی فرصت کہان ہوسکتی تھی یہ صرف باتین تھین اور باتون مین اتنا اثر۔ اگر وہ اس فن مین شاعرانہ حیثیت سے اشتغال رکھتے تو کیا آفت ڈھاتے۔ غزل کے اِس مطلع کو دیکھئے۔

خو نامۂ وپیغام کی دلبر نہین رکھتے
بت کیسے خدا ہین کہ پیمبر نہین رکھتے

مصرعِ غزل

عباس روزِ حشر پکارے گا برملا
لوٹا مجھے بتون نے دُہائی خدا کی ہے

اخلاقی غزل جو مذکور ہوچکی اُسپر حقیر نے تخمیس کی ہے ملاحظہ ہو

یہ جھرّیان ہین یا ہے اثر پیچ وتاب کا
نقشہ ہے حسرتِ دلِ خانہ خراب کا

شیرازہ کھُل چلا ہے بقا کی کتاب کا
زینت نہین ہے رنگ نہ پوچھو خضاب کا

یہ ماتمی لباس ہے فوتِ شباب کا

ہر وقت چاہیے کہ ہو آمادۂ ممات ۔۔۔ ہشیار اس سرا مین سے دن ہو یا کہ رات
سن گوش ہوش سے اسے سننے کی ہے یہ بات ۔۔۔ مٹتی ہے ایک دم مین یہان صبح رتِ حیات

دیکھا ہے جیسے آب پہ نقشہ حباب کا

کیون رو رہا ہے حسرتِ عودِ شباب مین ۔۔۔ بتلا تو دیکھتا ہے سمان کیا یہ خواب مین
حدت بڑھی ہوئی ہے بہت آفتاب مین ۔۔۔ کیا عیش ہمکو ملتا ہے دورِ شراب مین

مت کر خیال عشرتِ پا در رکاب کا

جب تم نہین ہو پاس تو پھر عید کچھ نہین ۔۔۔ سبزہ ہو یا کہ گل ہوس دید کچھ نہین
ثابت ہوا کہ حسن کی تقلید کچھ نہین ۔۔۔ ہمکو تمہارے لطف کی امید کچھ نہین

پر خط لکھو اگرچہ ہو مضمون عتاب کا

کیا جانین وہ ثواب ہے کیا کیا عذاب ہے ۔۔۔ سمجھا ہے کوئی آکے تو اوپر عتاب ہے
بس جمع خرچ آپکا ام الکتاب ہے ۔۔۔ کھاتے ہین سود روز و شب اُسکا حساب ہے

آتا نہین خیال بھی روزِ حساب کا

کھانے کو مال غیر کا حاتم ہین یہ امیر ۔۔۔ دینے کا وقت آئے تو بنجاتے ہین فقیر
سائل کا ذکر کیا ہے کہ ہے وہ تو اک حقیر ۔۔۔ ہے اس قدر زکوۃ سے نفرت کہ طفل و پیر

مکتب مین نام تک نہین لیتے نصاب کا

ساری جو یادِ دوست مرے تن بدن مین ہے ۔۔۔ یوسف کی بو بسی ہوئی سب پیرہن مین ہے
حسنِ ملیحِ یار کا ذکر انجمن مین ہے ۔۔۔ دل گرچہ ہے برشتہ ملاحت سخن مین ہے

جبتک نہو نمک تو مزہ کیا کباب کا

کشتی عمر کو مری آخر ڈبو دیا ۔۔۔ ناسور بنگیا وہ مجھے داغ جو دیا

مین اپنے حالِ زار پہ خود آپ رو دیا | آنکھون کا نور عالم پیری نے کھو دیا

گُل کر دیے چراغ کہ تھا وقت خواب کا

کل ہمنشین جو تھے وہ لحد مین مکین ہین آج | ہے دور دورِ چرخ مین یہ کچھ عجب رواج
اکلیل ہو کہ تخت ہو دولت ہو یا کہ راج | یکسان ہے خاک میری نظر مین سریر و تاج

ہے عشق آب و گل مین مری بوتراب کا

کسی خاص موقع پر یہ دو قطعہ فرمائے تھے

گنجائش اس کمال کی تقریر مین کہان | طاقت ثنا کی خامۂ تحریر مین کہان
ممکن ہے آفتاب کی تصویر کھینچیے | پر نورِ آفتاب کا تصویر مین کہان

قطعہ

رحمت تری قلزمِ عطا ہے | دنیا لبِ لجۂ فنا ہے
مین چشم پُر آب ہون الٰہی | دریا پہ حباب ہون الٰہی
گردش مین فلک کی مبتلا ہون | گرداب عظیم مین پڑا ہون
پیری ہے اور بے غذائی | تنہائی بیکسی جدائی
آمادہ ہون ضعف مین سفر پر | عصیان کا پہاڑ ہے کمر پر

ایضاً

اپنے ہُنر سے اہلِ ہُنر بہرہ ور نہین | کامل کو کچھ کمال پہ اپنے نظر نہین
اہلِ نظر کو لطف جو ملتا ہے حسن کا | خود صاحبِ جمال کو اسکی خبر نہین
لڑیان ہین موتیون کی اسے نظم کیا کہین | ہم سنگ انکا درج مین کوئی گہر نہین
یہ ہین جواہر انکا طلبگار ہے فقیر | تم ہو غنی جو قدر تمہین اس قدر نہین

شیرین سخن کو اپنے سخن مین مزہ کہان — جی بھر گیا ہے رغبتِ قند و شکر نہین
کیا جانے اپنا حال کہ کتنا بلند ہے — جبتک نگاہ عرش برین فرش پر نہین

ذیل کے اشعار مین ہر شعر ایک موعظہ حسنہ ہے ؎

شام سے صبح ہوئی مرگ کا سامان نہوا — اشک حسرت سے بھی آلودہ یہ دامان نہوا
سن بڑھا زور گھٹا جہل گیا علم آیا — تو مگر اپنے گناہون سے پشیمان نہوا
واعظ و شاعر و علامہ طبیب و زاہد — سب مین مشہور رہا حیف ہی انسان نہوا
رمل و تعویذ و دعا نسخہ قانون شفا — سب ہوا پر دلِ پر درد کا درمان نہوا
صبح ہے فصل بہاری کی مگر دل ہنوز — شمع کا گل ہے کہ اس فصل مین خندان نہوا
روے محبوب کی کچھ یاد نہ کی سید نے — صاحب علم ہوا حافظ قرآن نہوا

ایام شباب کی یاد اور بے ثباتی کے متعلق ایک غزل ہے۔

کیا ہو گئے وہ دن کہ غرور شباب تھا — کیسا سرور اور نشہ بے شراب تھا
کچھ غم نہ مرگ کا نہ معیشت کی فکر تھی — نے کچھ خیال حشر نہ خوفِ عقاب تھا
غفلت مین کس مزے سے گزرتی تھی زندگی — جو لطف کمسنی مین اوٹھا یا وہ خواب تھا
نقطونکی پیروی نہین کرتے ہین عقلمند — جو غور سے حیات کو دیکھا حباب تھا
واماندگانِ راہ کا کیا پوچھتے ہو حال — کوئی سوار تھا۔ کوئی پا در رکاب تھا
وصلت کی شبکو کچھ نہ ہوئی گفتگو بہم — اونکو غرور حسن تھا ہمکو حجاب تھا

[illegible]

مفتی صاحب کی زبان اُردو کی مقبولیت مین صرف مثنوی بنیاد اعتقاد پیش کیجا سکتی ہی جو عہد طفولیت کی نظم ہی اور کُہنہ مشقی کے آثار اُس سے ظاہر ہو رہے ہین۔ چنانچہ ایک شعر مین خود کہتے ہین ؎

تصنیف کمسنی مین کیا اِس کتاب کو		یہ ہدیۂ ردیہ دیا شیخ وشاب کو

یہ وہ مثنوی ہے جسکے مقابلے مین بڑے بڑے شعرائے کاملین کے دفتر بے حقیقت ہین
اِس مثنوی نے جو خلعت قبولیت پہنا ہے وہ اسوقت تک کسی اُردو کی مثنوی کو نہین ملا
ہندوستان کی شیعہ آبادی مین مرد۔عورت بچے۔بوڑھے کوئی ایسا نہین جو اِس
مثنوی کے اثر سے متاثر نہو یہانتک کہ وہ داخل نصاب ہوگئی۔ابتدائی کتابین
بچون کو جب پڑھائی جاتی ہین تو سب سے پہلے مثنوی بنیاد اعتقاد شروع کرائی جاتی
ہی چنانچہ مین نے بھی اپنے بچپن مین عقائد مین سب سے پہلے یہی مثنوی پڑھی تھی اب تک
مجکو اوسکے بہت سے شعر یاد ہین۔اس مثنوی مین سچے مضامین اس خوبی سے نظم ہین کہ
ضرورت شعریہ مین جو الفاظ اضافہ ہوجاتے ہین اُنمین ایسا نہین ہوا۔یہ مثنوی بھرتی
کے الفاظ سے خالی ہے۔مثلاً "لولا علیؑ لھلک عمرؓ" کا ترجمہ نظم فرمایا ہے ؎

ہوتا عمر ہلاک نہ ہوتے اگر علی

قرآن مجید مین ارشاد خدا ہے "اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ
مثنوی کا شعر ملاحظہ ہو ؎

کچھ شک نہین ہو ارض و سما کے وجود مین		پھر شک و شبہہ کیا ہے خدا کے وجود مین

بعض مقامات سے اُسکے اشعار یہان اقتباس کرتا ہون۔

توحید

پہلے خدا کو جان کہ کیا اوسکی ذات ہی		ہستی یہ جسکی شاہدی کائنات ہے
خالق ہے لامکان ہی بدن سے بنا نہین		زندہ ہے اُسکی ذات کو ہرگز فنا نہین

قادر ہر ایک چیز پہ ہی چاہے جو کرے | پیدا ہزار ایسے جہان چاہے تو کرے
سنتا ہے دیکھتا ہے نہ پر آنکھ کان سے | کرتا ہی وہ کلام نہ لیکن زبان سے
دانا ہر ایک امر کا ہے بے خبر نہین | تنہا ہے لاشریک ہی آتا نظر نہین
کیونکر ہو کام فاعلِ مختار گر نہو | بنتا نہین مکان کوئی معمار گر نہو
یہ ماہ و آفتاب و زمین و فلک دلا | پیدا ہوئے ہین آپ سے کیونکر کہون بھلا
صحرا و کوہ و معدن و دریا کو دیکھیے | صنعت طرح طرح کی ہے جس جا کو دیکھیے
پھولون مین موتیون مین کیا آب و رنگ ہے | حیرت ہے جسکو دیکھ کے اور عقل دنگ ہے
صنع خدا یہ ساری خدائی گواہ ہے | انسان خود نمونۂ صنع الہ ہے
بیمثل و بے نیاز و سے جانتے ہین ہم | دیکھا نہین ہی عقل سے پہچانتے ہین ہم

در مدحِ حسنین علیہم السّلام

یہ دونون بھائی خاصۂ پروردگار ہین | یہ دونون گلشن نبوی کی بہار ہین
یہ دونون لاڈلے ہین رسول کریم کے | یہ دونون گوشوارے ہین عرش عظیم کے
بوسے لیا کیے ہین نبی اِنکے صبح و شام | اشتر بنے ہین اِنکے لیے سید الانام
ریحان ہین یہ دونون گلستان خلد کے | سردار ہین یہ دونون جوانان خلد کے

اِس مثنوی کی مقبولیت کی نسبت شیخ امداد علی صاحب کا خواب ہی جو جناب مرحوم کے شاگرد تھے اور مکان بھی ہمسایہ مین تھا۔ شیخصاحب کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ مفتی صاحب تشریف لائے ہین اور مین جانتا ہون کہ انتقال کر چکے ہین۔ مین نے عرض کی کہ قبلہ و کعبہ کچھ حال بیان فرمایئے کہ کیا ہوا۔ فرمایا

کہ دو کتابین ہمارے کام آئین شیخصاحب کہتے ہین کہ ایک نام مین توشبہہ ہے کہ روائح القرآن فرمایا یا کچھ اور مگر دوسرا نام یقیناً بنیاد اعتقاد ارشاد کیا۔
مرزا فصیح علیہ الرحمہ نے مثنوی نان و نمک نہایت رنگین لکھی ہے جسمین امام پنجم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حال تک نظم پہونچی ہے۔ جناب مفتی صاحب قبلہ نے مرزا فصیح مرحوم کے لب و لہجہ مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا حال نظم فرمایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعینہ مرزا فصیح کی زبان ہے س

اے دلا کیا ہے تجھے کاذب سے کام	لے جناب جعفر صادق کا نام
مدح اُس مولا کی اب منظور ہے	جسکی طلعت سے فلک پُر نور ہے
گر بیاضِ صبح ہو زیب رقم	اور شعاعِ مہر ہو نوکِ قلم
صفحۂ کون و مکان دفتر بنے	ہر رگِ جان جہان مسطر بنے
ہو عیان نامہ مین عالم نور کا	ہاتھ مین خامہ ہو شمع طور کا
تب فروغ گفتگو پیدا ہو کچھ	مدح مین اوس شاہ کی انشا ہو کچھ
اُس سے ظلمت کفر کی زائل ہوئی	خلقت ایمان کی طرف مائل ہوئی

بقیہ کلام اُردو

ایک مثنوی مین نظارۂ دنیا سے اپنی نفرت ظاہر کی ہی چند شعر اُسکے حسب ذیل ہین

زندگی کا نہین مزا مجکو	یا الٰہی یہ کیا ہوا مجکو
نغمہ پر دل نہ میرا جاتا ہے	نہ خیال شراب آتا ہے
نہ طلب ہے کسی پریرو کی	نہ ہوس ہے کسی کے گیسو کی

بو نہ بھاتی ہی مجکو بیلے کی — نہ خوش آتی ہی چھاؤن کیلی کی
سیر دریا سے کچھ مزا نہ ملا — لطف گلگشت باغ کا نہ ملا
خود بخود دل ملول رہتا ہے — کس سے کہیے کہ کیا یہ کہتا ہی
نہ تو صحرا کی مجکو رغبت ہی — نہ کسی بزم سے محبت ہے
خوف بس قبر کے فشار کا ہی — ہول محشر کی گیر و دار کا ہی
جسنے بیمار مجکو ڈالا ہے — وہی میرا بچانے والا ہے
ای خدا میرے دلکو شادان کر — میری مشکل کو تو ہی آسان کر
کسکو دکھلایئے دھڑک دل کی — ہی تڑپ آہین مرغ بسمل کی
نعمتِ دنیوی سے ہون محروم — رحمتِ اُخروی سے کر مرحوم
آرزوے دلِ حزین یہ ہے — جو کہ خواہش ہی دلنشین یہ ہے
کوئی عالم جہان سے باہر ہو — کہ وہان پر گزر میسّر ہو
سیر سے وانکی دل خوشی ہووے — حسب دلخواہ زندگی ہووے

مولوی شیخ دولت علی بدایونی متخلص بہ قطب جو جناب مرحوم کے تلامذہ مین ہین بیان کرتے ہین کہ "مین بمقام کانپور جناب کیخدمت مین حاضر تھا ایک شخص کا خط آرہ سے آیا کہ آپ مجالس مین کم شریک ہوتے ہین اسکا کیا سبب ہے؟ اگر آپ کی تصنیف سے کوئی مرثیہ ہو تو بھیجدیجیے مفتی صاحب نے مجھسے فرمایا کہ لکھو۔ حضرت عباس کے حال مین ایک مرثیہ اُسی دن نظم کر کے مجھے لکھوا دیا اور اُنکو بھجوا دیا۔ ایک بند مجھے یاد رہ گیا۔

حضرتِ عباس ہین عالی نسب والا حسب — بیشۂ شیرِ خدا کے شیر ہین یہ تھا النسب

حُسن مین یوسف لقا ماہ بنی ہاشم لقب — بھائی کو آقا سمجھتے تھے زہے عجز وادب

گرچہ بے مثل زمان تھے سارے انصارِ حسین
اُنمین بھی بے مثل تھے گویا علمدارِ حسین

میر انیس مرحوم کا مشہور سلام ہے۔

غمِ شہ کا گر داغ دل پر رہے — سلامی لحد بھی منور رہے

مفتی صاحب نے اُسی انداز پر چند شعر نظم کیے

یہ تھی آرزو قتل شبیر کی — کہ روزے سے اُسدن ستمگر رہے
ہوا عصر تک صاف زہرا کا گھر — نہ اکبر رہا اور نہ اصغر رہے
اُسیوقت اُدہر سب کے روزے کھلے — اِدھر بھوکے آل پیمبر رہے
عجب ہول و دہشت کی وہ رات تھی — کہ جنگل مین حیران سراسر رہے
عزیزونکا غم اور شہیدونکا خوف — کرین کیا جو کوئی نہ سر پر رہے
پریشان سراسیمہ بے سرپرست — نہ بھائی نہ بیٹے نہ شوہر رہے

اُردو کی تاریخین

رمضان ایک بادشاہی ملازم تھا انقلاب غدر کے بعد مفتی صاحب کے یہان ملازم رہا۔ اُسکے یہان لڑکا پیدا ہوا۔ اُسنے تاریخ کے لیے عرض کیا مفتی صاحب نے فی البدیہہ یہ قطعہ کہدیا ؎

رمضان نام سپاہی ہے یہان — اُسکو اللہ کی تائید ہوئی
اُسکو فرزند خدا نے بخشا — رونقِ مہد کی تمہید ہوئی

مین نے تاریخ بدیہاً یہ کہی | واہ رمضان[۵] کی ہان عید ہوئی ۱۲۹۹ھ

ایک شخص نے مسجد بنوائی اور جس روز سلسلہ تعمیر ختم ہوا اتفاقاً اُسی دن اوسکا انتقال ہوگیا حسب فرمایش اُسکی تاریخ کہی ؎

وکیل المومنین جسکا لقب تھا | بنائی مسجد اُسنے خوب جا پر

نماز اُسمین ادا کرنے نہ پایا | کہ وعدہ اسکا آپہونچا برابر

ہوئی تاریخ دوامرون کی یکجا | خداکے گھر گیا مسجد بناکر ۱۲۷۱ھ

تاریخ وفات میر انیس مرحوم

تھے انیس الغربا ذاکر و مداح امام

اُٹھ گیا دار فنا سے وہ مہ برج کمال

موت کی یاد ہمیشہ تھی دل اقدس مین

مدح مین اُنکی کسے طاقت گویائی ہے

سال تاریخ بھی گویا کہ کلام اُنکا ہے

ہے یقین پیش خدا درجۂ اعلی ہوگا

کوئی دنیا مین نہ اس وضع کا پیدا ہوگا

جو کہا شعر وہ البتہ غم افزا ہوگا

کون ایسا ہے جو اس طرح کا گویا ہوگا

ہاے جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا ۱۲۹۱ھ

میر انیس کی مشہور رباعی ہے ؎

آغوش لحد مین جبکہ سونا ہوگا | جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا

ایک لفظ بڑھا کر اُسی مصرع سے تاریخ وفات نکالی ہے۔

پہیلیان

۵ رمضان بسکون اوسط بھی شعرا نے نظم کیا ہے۔ ۱۲ عزیز

مشاغل علمی سے کسی وقت جب فرصت پاتے تھے تو بچّون کو پاس بٹھاتے تھے اور اسی وقت پہیلیان نظم کرکے اُنسے پوچھتے تھے اُنہین بعض بعض پہیلیان لوگون کو یاد ہین اگرچہ اُنکی جلالت قدر اور منزلت پر نظر کرتے ہوئے یہ تذکرہ وقیع نہین مگر طبیعت کی جامعیت کا اس سے ضرور اندازہ ہوگا۔ ہ

وہ نازک بدن تازہ مہمان ہے	عجب بھولی بھولی وہ نادان ہے
مزے مین تو شیرین ہے خوش ذائقہ	پہننے مین آراستہ کان ہے

پہیلی

عجب نازنین ہے وہ پردہ نشین	کہ دیکھی ہے پر شکل دیکھی نہین
نہ اُسکو سمجھ ہے نہ اوسکی زبان	بتاتی ہے کیا کیا وہ رازِ نہان
چلی جاتی ہے وہ ٹھہرتی نہین	مگر پھر جہان تھی وہین کی وہین

پہیلی

چھلکے ہر چند ہون پھیکے سیٹھے	دو ہی ٹکڑے ہین وہ دونون میٹھے

دیگر

چلتا ہے وہ پا مگر نہین ہے	پردار ہے جانور نہین ہے
مینھ برسے تو پھر کہان ٹھکانا	بوچھار بھی پر خطر نہین ہے

ہندی

چڑھتے نر اُترتے ناری	وہ ناری سو ہی اَدک پیاری
دناد نادہ پر جوبن آئے	ناری سے وہ نر کہلائے

دیگر

نہ ہنستا نہ روتا		پوتے کا پوتا

پہیلی

بدصورت بدہئیت لعنت کی بھری ہے		لوگ اوسکو کہین سب پوشیدہ کلی ہے

دیگر

کھوٹا سونا

دیگر

ڈبیہ چھوٹی سی بڑے مطلب کی جب تلک بند ہی کچہ اُسمین نہین جاڑے مین وہ مہنگا آئے اُسکا نام بتا دو مجھ کو	دیگر	چھوٹے سے گھر مین سمائی سبکی کھول کے دیکھو تو سب کچہ ہی وہین گرمی مین وہ سستا بن سل سبکے پستہ

دیگر

پسلی ہے پر بین کی نہین		چکھی ہے پر کھائی نہین

دیگر

نہ رنگ ہے نہ روپ ہے نہ چھاؤن ہے نہ دھوپ ہے۔ نہ چھلنی ہے نہ سوپ ہے۔ بن پاؤن چلتی ہے۔ ہر فصل مین بدلتی ہے۔

دیگر

نہ پتی نہ ڈالی نہ سینچے ہے مالی بہت دانت ہین پر چباتی نہین	دیگر	قلم کے لیے ایک پھل خالی خالی کبھی اُسکو اُلجھن خوش آتی نہین

دیگر

سراسر بادشاہی کا نشان ہے	جڑاؤ سر کے اوپر سائبان ہے
و لیکن دو ستون مین سادے سادے	جو اونکو دیکھ لے چھت کو گرا دے

دیگر

مُرغ ہے بے جان کا	کام کرے ایمان کا

دیگر

نہ دُکھ ہے نہ ایذا ہے روتی ہے کیون	یہ گُھل گُھل کے جان اپنی کھوتی ہے کیون

دیگر

سارا زہر آدھی کٹنی

چیستان

چُپ ہے پر ذکر کچھ خوشامد کا	جب وہ پھر تلے ہے تب نکلتا ہے
جنگلون مین اگرچہ پلتا ہے	فرش ریشم کو مُنھ پہ ملتا ہے
سر پہ اوسکے پہاڑ ہے لیکن	نہ تو جان ہے نہ پاؤن چلتا ہے
نہ صدف ہے نہ قعر دریا ہے	گوہر بے بہا اُگلتا ہے
سر و پا اُسکے دونون ایک ہی ہین	کس طرح سے کہو سنبھلتا ہے
ایک گردش مین ہوگیا عاری	اِس پہیلی سے دل بہلتا ہے

دیگر

اِس ہوا سے بارش اُلٹی ہوگئی	کیا مزے کی یہ پہیلی ہوگئی
جب پھرا دریا تو وہ ظاہر ہوئی	جب ہوا ظاہر تو مخفی ہوگئی

اِک ہوا پر دوسری آئی ہوا — پھر تو گویا بندھ پہیلی ہوگئی
تھی تو بیجان ہوگئی گردش سے گرم — ریل کی جس طرح گاڑی ہوگئی
آنکھ اُسپر جب پڑی دل خوش ہوا — وہ کتاب لفظ و معنی ہوگئی
پانچ ناقص شعر ہین پھر پائدار — کس سبب سے اصل انکی ہوگئی

فقرۂ ہندی در تجنیس

بہدی بہدی سہدی ترکاری ہے

اصلاح نظم و نثر

مفتی صاحب کی اصلاحون کا دفتر بھی قابل دید ہے نظم ہو یا نثر عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ ہر زبان مین وہ برجستہ ایسی اصلاح دیتے تھے جس سے بہتر کوئی ترقی نہین ہوسکتی اُردو جس سے وہ اپنی اجنبیت ظاہر کرتے تھے اُسمین بھی ایسی اُستادانہ اصلاحین دیتے تھے کہ طبیعت وجد کرنے لگتی تھی۔

ذوالفقار الدولہ کا نوحہ

ذوالفقار الدولہ مصاحب واجد علی شاہ ایک مرتبہ اُردو کا ایک نوحہ لیکر آئے کہ حضور اسپر اصلاح دیدین۔ فرمایا کہ مین اُردو کیا جانون۔ جب اُنھون نے بہت اصرار کیا تو کہا اچھا پڑھیے۔ ذوالفقار الدولہ نے یہ شعر پڑھا ؎

شاہ جب مرنے چلے رنکو تو زینب نے کہا — اِک لحد پہلو مین ہو بھائی بہن کیواسطے

شعر سنکر کہا کہ حضرت نے یہ کلام کہان فرمایا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ قبلہ وکعبہ یہ تو ہماری بان ہی
ارشاد ہوا کہ جب یہ بات ہی تو مجھ سے اصلاح کی خواہش بے معنی ہے اُنھون نے عرض کیا
کہ یہ مضمون بھی رہے اور اصلاح بھی ہو جائے۔ فوراً فرمایا اچھا پہلے مصرع کو یون بنا دیجیے

وقتِ رخصت شاہ نے زینبؑ اتنا کہہ سکین

وقت رخصت کو کسقدر تنگ ثابت کر دیا۔ اب شعر مین کسقدر درد پیدا ہو گیا۔ زینب خاتون
اپنی حسرت دل کا اظہار بھی نہ کرنے پائین۔ پہلی صورت مین آرزو کے ظاہر ہو جانیسے
شعر زیادہ درد انگیز نہین تھا۔ الکنایۃ ابلغ من التصریح۔ اسکے علاوہ شعر کی شرعی پہلو سے
بھی حفاظت کی۔ یہ وہ باتین ہین جنکا بالعموم التزام مرثیہ گویون مین نہین ہے صرف
وہ مراسم اور اُسوقت کی حالت کا اندازہ کرکے تخئیل سے کام لیتے ہین واقعات و اخبار سے
زیادہ بحث نہین کرتے۔ اگر حضرت زینب نے واقعی اس حسرت کو بیان کیا ہوتا تو کوئی
مضائقہ نہ تھا لیکن اصلاح مین دونون پہلو مدنظر رہے ہین۔ امام حسینؑ کا شوق شہادت
قلت فرصت۔ زینبؑ کا اس حسرت کو بیان نہ کرسکنا۔ کیا کیا دلخراش معنی پیدا کر رہا ہی

اصلاح قصیدۂ میر غنی نقی

مولوی میر غنی نقی صاحب قبلہ زید پوری ایک زبردست ادیب و فاضل تھے مفتی
صاحب سے اصلاح بھی لیا کرتے تھے اور زمرۂ احباب خاص مین تھے۔ بلکہ غالباً ہمدرس
بھی رہے تھے جنکے روابط و اتحاد کے بیان کے لیے چند شعر مثنوی آب زلال سے
درج کیے جاتے ہین ؎

غنی آن رازدار و محرم من	انیس و ہمصفیر و ہمدم من

جلیسِ من بہ بزمِ نکتہ رانی — ردیفِ من بوقتِ شعر خوانی

کہ لذت یاب می شد از کلامم — کلامش بود چون شکر بکامم

بذوقش کردہ ام نظمِ فرائد — بشوقش گفتہ ایم چندین قصائد

بگوشش می رسانیدم دُرِ ناب — بوصلش گفتمی فصلے ز ہر باب

گہے معنی ز من الفاظ از وے — گہے چشم از من و الحاظ از وے

بسیر راہِ دین ہمراہ من بود — تصانیفش تماشا گاہ من بود

سحر گاہان چو بادِ صبح گاہی — رسیدش یک بیک پیکِ الٰہی

چو شمع از انجمن ناگاہ برخاست — ز من چون شمع دودِ آہ برخاست

تمام شب چو بلبل بود در جوش — سحر شد چون چراغِ صبح خاموش

بکنجِ خاک جا شد از برایش — بچشمم پر صفا خالیست جایش

از و دی بود با من ہمزبانی — من و امروز بے او نوحہ خوانی

اُنکی ایک کتاب فروق اللغات میں ہے۔ جو جناب مفتی صاحب قبلہ کی اصلاح سے سراپا مزین ہے۔ اُنھین کا ایک فارسی قصیدہ جسپر مفتی صاحب قبلہ نے اصلاح دی ہی درج کیا جاتا ہے تشنگانِ ادب سیراب ہون ~

غنچۂ دل از نسیمِ فیضت اے عالی وقار	اصل	چون گلِ بشگفتہ میدارد بجیبِ خود بہار
دوسرا مصرع یون بنایا ہے	اصلاح	چون گلِ بالیدہ دارد در گریبانش بہار
نکہتِ خلقت نبردے گر صبا اندر تتار	اصل	در جہان بودے نہ ہرگز نافہ او عطر بار
باصبا گر نکہتِ خلقت نرفتی در تتار	اصلاح	نافہ اش چون کاکلِ خوبان نبودے عطر بار
قطرۂ از دریای جودت شاید عمان بودہ است	اصل	زین سبب دارد مگر او لعل و گوہر بے شمار

قطرهٔ از لجهٔ جود تو در عمان رسید	اصلاح	زان در شهوار پیدا شد هزار اندر هزار
آسمان این دو گل پژمرده از باغت بود	اصل	میکند از فخر ظاهر هر دو را لیل و نهار
	اصلاح	هر دو را بر سر زند شام و سحر از افتخار
در محاذی جود و عالی همت حاتم خجل	اصل	در برابر رزم تو رستم چو طفل نی سوار
در کنار بزم جودت کیست حاتم سائلے	اصلاح	در میان رزم تو رستم که طفل نی سوار
بره آهو گر بصحرا بگذرد در عهد تو	اصل	گرگ چون مادر نماید پرورش او در کنار
گر جدا گردد ز آهو بچه اش در عهد تو	اصلاح	گرگ او را پرورد مانند مادر در کنار
ذکر قهرت گر رساندے آسمان در گوش او	اصل	شیر گردون مثل روباه و نهادی در فرار
ای اگر در پیش تو گل لاف خوبی خود زند	اصل	بلبل شیدا کند از پنجه خود رویش فگار
بوے	اصلاح	رویش را - رخسارش
در بهایش نذر سازند ملک جمشید و قباد	اصل	گر دهی از بزم فیض جود جامی خوشگوار
جام خود را جم بسازد کاسهٔ دریوزهٔ	اصلاح	تا برد از بزم احسانت شرابی خوشگوار
گر شراب مهر تو نوشد کسے یک جام اگر	اصل	همچو نرگس تا ابد در خاطرش ماند خمار
گر خورد یک جرعه از صهبائے الطافت کسے	اصلاح	در سرش مانند نرگس تا ابد ماند خمار
سوے نرگس گر نمائی یک نگاه التفات	اصل	ذره گویا شد ولے از مهر گردد نامدار
گر نگاه لطف تو افتد بسوی ذرهٔ	اصلاح	مقتبس گردد از و خورشید تابان ذره وار
التفاتت گر شود بر حال یک مور ضعیف	اصل	پایه اش گردد علو همچو سلیمان تاجدار
	اصلاح	طرقوا گویش رود صد چون سلیمان تاجدار
مسندے از بهر تو مے دوخت خیاط قدر	اصل	اطلس افلاک را انجم گر نبودے داغدار

فلک اطلس کہ چرخ نہم است از ستارہ خالی است پس داغدار نے توان گفت ۱۲ دوسرے مصرع کو تین طرح بنایا ہے	اصلاح	اطلس افلاک گرمی بود با نقش و نگار نیست اما خوش قماش این اطلس عالیمدار گر نبودی نیلگون این اطلس عالی تبار
مثل عیسیٰ پور احیا خاطر عالم کنی	اصل	چون ترا در شش جہت یحییٰ بگوید روزگار
تا مقر گشتہ یحییٰ نام عشرت بخش تو	اصلاح	یافت بر تو عمر خضر و رفعت عیسےٰ قرار

میر نفیس کے کلام کی اصلاح

میر خورشید علی صاحب نفیس نے جناب مفتی صاحب مرحوم سے اکثر کتب درسیہ پڑھے تھے فارسی منظومات کی اصلاح بھی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ اُنکے چند قطعات اصلاح شدہ مرحوم کی کتابون مین ملے۔ ایک کتاب سے یہ عبارت اور قطعہ نقل کیا گیا در تاریخ ولادت پسرے کہ از خورشید مرزا بوجود آمد میر خورشید علی دو قطعہ پیش حقیر آوردہ کہ اصلاحش بکنم یکیش بد نبود بحال داشتم و نقل بگرفتم و دیگرے کہ بران اصلاح کردم۔ الفاظ اصل در جائیکہ تغیر دادہ شد بحمرت و باقی مع اصلاح بسواد نوشتہ سوادش بعد ازین برداشتہ شد۔ اما قطعہ تاریخ کہ[۱] سالش گزشت در کمال استعجال و کثرت اشتغال خود گفتم سے

نمایان شد چو نور اختر سعد		زمین شد آسمان از فرط عشرت
عشرت کی جگہ رفعت بنایا ہے۔		
زشادی تو گل امید لشگفت رسیدہ نو گل امید و شادی		ثمر آورد نخل جاہ و شوکت پہلا مصرع یون بنایا ہے۔

[۱] غلطی سے ایک قطعہ جو میں نے لکھا تھا اس کا مادہ تاریخ یہ ہے - نذیر احمد از آفتاب۔

عطا یشش کرد چون فرزندِ مسعود		ثریا رفعت و خورشید طلعت

"عُطا یشش کرد" کے بجائے "عطا فرمود" بنایا

زبان دولت و شوکت صدا زد		کہ ہست این گوہر تاج شرافت

زبان کی جگہ سروش کی لفظ رکھی ہے۔

طرب خود منبسط گردید در بزم		مبارکباد شاد است از مسرّت
دوسرا مصرع یون بنایا ہے		مبارکباد بالید از مسرّت
شدہ چون غنچہ گلزار خندان		دل پاکِ ترقی خواہِ دولت
برنگِ غنچہ گلزار بشگفت		پہلا مصرع یون بنایا ہے۔
ز شادی و فرح چون فکر بنمود		نفیس از بہرِ تاریخ ولادت
بجیب فکر سر را یک نفس برد		پہلے مصرع پر یہ اصلاح ہے۔
ندا این از لبِ اجلال آمد		شعاع مہرِ اقبال و جلالت ۱۲۹۱ھ
برآمد مصرعے از روے الہام		پہلا مصرع اس طرح بنایا ہے

حزین کے قطعہ پر میر نفیس مرحوم نے تخمیس کی تھی اور اپنے والد مرحوم کا مرثیہ کہا ہے وہ مخمس مفتی صاحب کی ایک کشکول سے نقل کرتا ہون جسپر یہ عبارت لکھی تھی۔
"تخمیس نفیس قلم خوردہ سید در عزاے انیس بر قطعہ حزین در مرثیہ مسیحای" [لہ]

از باغ جہان بلبلِ بستانِ سخن رفت		در زیر لحد نیّرِ تابانِ سخن رفت
ہیہات کہ سر دفترِ ایوانِ سخن رفت		افسوس کہ شایستہ ایوانِ سخن رفت

ویرانی نظم است کہ سلطانِ سخن رفت

لہ یہ قطعہ اصلاح شدہ ہے لیکن مقامات اصلاح مرقوم نہین ۱۲

فریاد برآمد ز لبِ ہر گلِ گلشن / بلبل ز غمش کرد بپا نالۂ و شیون
بودہ است از و راہِ سخن وادیِ ایمن / شد تیرگیِ روز سخن بر ہمہ روشن

کان شمع فروزان ز شبستان سخن رفت

سر دفترِ اہلِ ہنر و اہلِ زبان بود / روشن قمرِ برج معانی و بیان بود
در نظم سخن افصح استادِ زمان بود / سرمایہ دہِ نکتہ فروشانِ جہان بود

او رفت ز عالم سر و سامانِ سخن رفت

رفت آنکہ سرافرازیِ مجلس ز دمش بود / تازہ گل مضمون ز نسیم قدمش بود
سیرابیِ بزم سخن از جامِ جمش بود / شادابیِ معنے ز سحابِ قلمش بود

از رفتنِ او فیضِ گلستان سخن رفت

در مجلس او بود ز بس جوش ملائک / برخاست و گردید ہم آغوش ملائک
بودہ است بر آواز خوشش گوشِ ملائک / می برد سخن سازیِ او ہوش ملائک

ہر کس سخنش خواند بقربان سخن رفت

پنہان شدہ خورشیدِ سپہرِ ہمہ دانی / جان داد شہِ کشورِ اعجاز بیانی
تاریک شدہ انجمن مرثیہ خوانی / ماتمکدہ شد خطۂ الفاظ و معانی

سلطانِ سخن شانِ سخن جانِ سخن رفت

ہر چند بظاہر بدنش زیر زمین است / روحش بفلک ہمنفس روح امین است
یاد آور او مرثیہ سرورِ دین است / خاموش نفیس از المش طبع حزین است

کان شہر سخن بحر سخن کان سخن رفت

اِسکے بعد ایک دوسرا مخمس مرثیۂ انیس ہین جو اصلاح دیتے وقت قلم بر داشتہ لکھتے چلے گئے

وہ میر انیس اور مفتی صاحب کے عنوان مین درج ہوگا۔

ایک تاریخی نام کی اصلاح

مقامع الفضل ملا محمد علی بن آقا محمد باقر بہبہانی علیہما الرحمہ کی کتاب ہی جسکا تاریخی نام آصار رشت ہی اسکے متعلق ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے کہ "کتابے است خوب خوش اسلوب نافع فقیہ و متکلم و مورخ و ادیب لیکن مقامع الفضل نامے است عجیب کہ علاوہ غرابت بر خلاف مطلب دلالت دارد چہ مقصد اینکہ فضل را جامع است نہ کہ قامع و کذا اللقب ہو اعجب و اغرب اذلا اصر ولا عسر فی الدین و المذہب و اگر بگویند کہ ضرورت تاریخ تصنیف مصنف را ملجا ساختہ و درین غرابت انداختہ گفتہ شود کہ عذری است بارد و مقامع ہم عددش موارد پس اگر موارد الفضل نامش مے گذاشت چہ بدی داشت و اما در لقب پس بزبان عجم ربیع رشتی اولے دانسب و اوفق بمطلب و کذا الدقائق الرشتیہ بلسان العرب و الامر سہل ایک مقام پر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر بجاے مقامع الفضل کے انتظار الفضل نام رکھا جاتا تو نام بھی مناسب ہوتا اور تاریخ بھی برآمد ہوتی

ایک تاریخ کی اصلاح

مولوی کلب باقر صاحب کے چھوٹے لڑکے نے انتقال کیا وہ حاضر ہوئے اور اس واقعہ کو بیان کرکے کہا کہ مین نے اسکی ایک تاریخ کہی ہے "بدر نختفی" دو عدد اسمین زیادہ ہوتے ہین۔ آپنے فوراً کہا کہ درنختفی کہیے بدر کو فرزند صغیر سے مناسبت بھی نہین۔

اسی طرح ایک شخص نے ایک تاریخ اصلاح کے واسطے بھیجی تھی جسمین چھیالیس شعر اور مختلف عنوان سے چودہ ہزار تاریخین اُس سے نکلتی تھین اسی التزام سے اُسپر اصلاح فرمائی افسوس کہ اُسکی نقل نہ مل سکی۔

ایک مصرع کی اصلاح

نام روشن کرکے مین چھپ ہوئے گیا مانند شمع	ہو گیا خاموش مثل شمع روشن کرکے نام
ناموافق تھی زمانہ کی ہوا میرے لیے	

ایک تاریخ کی صلاح

مرزا محمد علیخان صاحب لکھنؤ کے نامی شعرا مین تھے کسی عورت کی تاریخ وفات مین انھون نے ایک مصرع نظم کیا جسمین ایک سال کی کمی تھی اور جناب سے خواہش کی کہ تین مصرع خود ارشاد فرمائین اور مصرع سوم مین کمی عدد کا اشارہ بھی ہو جاے۔ وہ مصرع یہ تھا ؎ پری بیگم زحوران بہشتی ؛ جناب نے اسطرح اصلاح فرمائی کہ تعمیہ کی بھی حاجت نہ رہی ؎

چون گل برون رفت زین خارزار	کہ بوداست از گلستان بہشت
پس از خامہ گل کرد تاریخ او	پری بیگم از حوریان بہشت

یہ ایک ایسا باب ہی کہ اگر اُنکی اصلاحون کا مختصر حصّہ بھی لکھا جاے تو مستقل ایک کتاب ہو جاے گی۔

مولوی محمد علی حسن صاحب نے اپنے نام کا سجع ایک شعر مین لکھکر اصلاح چاہی۔

الخمسة الهداة الی اللہ ذی المنن الفاطمه حسین محمد علی حسن

جواب مین لکھا کہ دوسرے مصرع مین فاطمہ مین الف لام بقاعدہ ہی اور نیز وقف بے محل ہے۔ اسماے متبرکہ کی ترتیب مین خلل ہے اور تینون عیب کا اجتماع اور بھی قبیح ہے لہذا اگر بجاے شعر مذکور کے مصرع عربی اسطرح ہو تو کافی ہے۔

مولاے محمد علی حسن ؎ ۔ اور فارسی مین۔ مولاے ماست بعد محمد علی حسن"

مناسب ہے۔ یا اسطرح ۔ امام بعد محمد علی حسن باشد ۔ یا اسطرح نفس نبی و سبط محمد علی حسن

ایک شخص نے تاریخ وفات ہاے آغا میرزا کہکر اصلاح چاہی اور آغا مین دو الف لیے جسکے عدد ۲۰ ۱۲ ہوتے ہین۔ فرمایا بجاے "ہاے" کے "واے" بنا دیا جاے

سید العلما طاب ثراہ کی تاریخ وفات مین چند قطعات کی اصلاح فرمائی جنمین سے ایک تاریخ لکھی جاتی ہے ۶ صفر و ہفتدہم شنبہ آہ ۔ اسمین لفظ ہفتدہم باظہار تا مقام تردد تھا۔ اسطرح اُسکو تبدیل فرمایا ؎

مجتہدِ راہبر نائب خیر البشر	حضرت سید حسین بست چو رختِ سفر
سر زدہ تاریخ او صوری و ہم معنوی	بین شب ہفدہم شنبہ بماہ صفر

اور اس سے بہتر یہ صورت ہی ؎

چون جناب مجتہد آقاے ما سید حسین	کرد از دار فنا رو سوے گلزار بہشت
خامہ سال فوتِ او ہم صوری ہم معنوی	ہفدہم پایان شب ماہ صفر شنبہ نوشت

تاریخ کی اصلاح

بسمتِ کربلا چون شد رُخِ من	عزیزانش بحفظِ حق سپردند
شفا سال ذہابِ آن معظم	رقم کردہ یگہ تشریف بردند

جواب ۔ یگہ فصیح نہین اور تشریف بردن زیارت مشاہد کے متعلق نامناسب ہے اور مادہ مطلب پر دلالت نہین کرتا کہ کس چیز کی تاریخ ہے اور کہان سے کہان جانا مقصود ہے لہذا اسطرح مناسب ہے ؎

کرد چون قصد زیارت اخوی	دل من گشت مکدر از ہند

شد رقم از سر الفت تاریخ	نینو ارفتہ برادرازہند

اصلاح اشعار

کتاب درمنشور در حالات زید پورین مفتی صاحب نے خود یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے۔
از سادات قصبۂ زید پور سید جلال الدین غالب کہ او را بر امثال و اقرانش در جلالت
شان غالب توان گفت مرد دیندار و شاعر نغز گفتار بودہ و در ہر دو صفت گوے
سبقت ربودہ اما ورع و تقوایش پس میگویند کہ مدۃ العمر شیرینی را اصلا نخوردہ بمظنۂ آنکہ
شکر را ہندو می سازند و اما شعر و سخن پس درین جزو زمان کسے از متتبعان باو نمی رسد
و کلامش با کلام اہل زبان خیلے مشابہت دارد و این معنی را از گلدستہ معانی کہ در تاریخ
حضرت صاحب الزمان از رشحات قلم اوست توان یافت و از غرائب اتفاقات آنکہ
اصل مسودہ آن مثنوی چون دفتر گاؤ خورد بدہن گوسفندے افتاد و مصاریع خاتمہ اش از کار
رفت بعضے بقدر ثلث و برخے زیادہ یا کمتر از آن ضائع شد و یکے از رؤسائے این قصبہ حقیر را
در ایام ورود بہ تکمیل اینہا تکلیف نمود و الحق کہ تتمیم آنہا از تصنیف جدید دشوار تر بود و لکن
از خوش نیتی آن خدا بیامرز در نیم ساعت ہمہ را مکمل و مرتب ساختم و در ینجا بنا بر تذکرۂ
احباب آنہا را اولاً بہ ہیئت خراب می نویسم و ثانیاً سقطاتے را کہ رقعہ رقعہ بردوختہ
ام جلی می نمائم ناظران از انصاف نگزرند کہ از چند گلے رگے و ریشہ بیش نماندہ بود
و تجدیدش برین بے برگی اعادۂ معدوم می نمود۔ شنیدم کہ شیخ علی حزین جیلانے
بآن نکتہ دانی چون با ایشان برخوردہ گمان بردہ کہ اصلش از ایران است پرسید چند
گاہ است کہ اینجا وارد شدہ اند گفت اینجا متولد شدہ ام نہ وارد و از خوش سلیقگی او آنکہ

مسموع شد که شیخ را دعوت کرد و خوان الوان کشید شیخ دربین چیز خوردن به تیمیش اشاره
کرد چون مجلس برچید سیدا از یتیمچه پرسید که مرادش چه بود گفت پیش ازین بمن یاد داده
بود که چون بر سر سفره بنشینم و غذا را غیر ماکول ببینم بتوه اشاره میکنم که طعامے از خانم
بیاری الحال ایما کرد که اغذیه لذیذ است حاجت بغذاے دیگر نیست بالجمله اشعاریکه
بعد از عمل گوسفند باقی مانده است این است

۱	بحمد الله که این گلدسته بستم	ز خجلت رنگ گلشن را شکستم	
۲	بچشم پاک بین اہل ایمان	بود گلدستۂ از باغ رضوان	
۳	آب و رنگ معنوی یافت	بہار تازہ باغ مثنوی یافت	
۴	آب و رنگین حرف جوش	چو بوے گل مضامین شکرفش	
۵	بچشم حسن بینان	نگارین ہمچو دست نازنینان	
۶	زند کاب گہر جوش	شود سامع سراپا چون صدف گوش	
۷	برگ گل سیراب سازد	چو نرگس دیدہ را بیخواب سازد	
۸	چنین رنگے نہ بندد	گل معنی ازین خوشتر نخندد	
۹	برنگ غنچه تنگ است	که از باغ دگر این درنگ است	۱۰
۱۱	شرح اوصاف	ہمان بہتر که گویند اہل انصاف	
۱۲	چیدن	حباب آسا است خوشبوئی م درکشیدن	
۱۳	بیابان نارسید این نامۂ من	شد انگشت تحیر خامۂ من	
۱	مرا غالب نبود این وزر گفتار	ہمانا فضل مولا شد مددگار	
	بحق وحرمتش اکنون دعاے	کنم چون صبح با صدق و صفاے	

۱۸	زبس رنگینیش رشکِ چمن باد رسید از غیب تاریخش بدستم بود اثبات از گلہا عبارت چو بشمارند یک یک میشود گل	پسندِ خاطرِ اہل سخن باد کہ گلہا چیدہ این گلدستہ بستم بر نگینی نمودم استعارت ہزار و ششصد و پنجاہ و شش گل	

الفاظیکہ حقیر برائے تتمیم بہم رسانیدہ ام بترتیب نوشتہ شد و در خطے ہم فرقے باقی نماند حتے کہ چنان می نمود کہ کاتب نسخہ اصل تمام بیت را نوشتہ و ہیچ حرفے ازان ساقط نگشتہ۔

۳ ہزاران ۳ عجائب ۳ سوادش

۴ چو مل خوش

۵ مصالیحش ۵ ورقہایش

۶ زالفاظش

۷ نکاتش ۷ مدادش ۷ حدیثش

۸ سخن سنجی

۹ دل گلچین

۱۰ این آب و رنگ است

۱۱ نمی آید بگفتن

۱۲ نیاید گوہرے زین بحر ۱۲ بود مشکل گہر زین بحر

۱۳	بپایان تا رسید این نامۂ من	شد انگشت تحیر خامۂ من

۱۸	بود ابیات

مواعظ صرف زبان سے وعظ بیان کرنے والا واعظ غیر متعظ ہے اور دل سے بیان کرنے والا وہ گروہ ہے جسنے خود تصفیۂ باطن وصفائے نفس مین مدتون ریاضت کی ہو۔ شعرا مین اول الذکر واعظین نے ایک باب کا اضافہ کر دیا ہی اور حقیقت مین اگر غور کیجئے تو انسے وہ رندلا ابالی ہزار درجہ بہتر ہین ؎

واعظان کاین جلوہ بر محراب و منبر میکنند	چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند

خود را فضیحت و دیگران را نصیحت کے مصداق ہین۔ ایسے لوگون کے بیان مین تاثیر کو نہ ڈھونڈھو وہان کوسون اس عنصر کا پتہ نہین۔ ہان جب انسان خود مقام عمل مین منزل ریاضت مین ثابت قدم ہو تو اثر اوسکے کلام سے دوش بدوش ہوگا۔ "انچہ از دل خیزد بر دل ریزد" بہروز باقلی کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے "از جہان دو چیز مرا پسند آمد سخن دلپذیر و دل سخن پذیر" ایک حکایت مناسب مقام یاد آگئی۔

ایک غلام اپنے آقا کی سخت گیری سے سخت عاجز تھا عرض حال کے لیے امام جمعہ و جماعت کی خدمت مین گیا۔ جو ہر جمعہ کو وعظ کہا کرتے تھے۔ استدعا کی کہ میرا آقا بھی شریک نماز و وعظ ہوتا ہے آپ عتق غلام کے فضائل بیان کرین تاکہ اُسپر اثر ہو اور مین اس صعوبت سے نجات پاؤن۔ اُنھون نے وعدہ کیا۔ جمعہ کو یہ غلام بھی مجلس وعظ مین شریک ہوا اور منتظر رہا کہ عتق غلام کے فضائل بیان ہونگے لیکن امام جمعہ نے اُسکے متعلق کچھ نہ بیان کیا۔ غلام نے پھر عرض کیا۔ اسیطرح کئی جمعہ گزر گئے آخر اس غلام نے شکایت کی۔ امام جمعہ نے کہا کہ اگلی جمعہ کو ضرور بیان کرونگا چنانچہ جب جمعہ آیا تو فضائل اس امر خیر کے بیان کیے اُسکے آقا پر اثر ہوا وہانسے آکر اُسنے غلام کو آزاد کر دیا۔ وہ غلام امام جمعہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپنے اس مطلب کے بیان مین اسقدر تاخیر

کیون کی؟ امام نے معذرت کی کہ اسوقت تک مین نے خود کوئی غلام آزاد نہین کیا تھا مجھے شرم آتی تھی کہ مین دوسرون کو اس امر خیر کی ہدایت کیا کرون درصورتیکہ خود عامل نہون جب تیرا اصرار ہوا تو مین نے کچھ سرمایہ فراہم کرکے ایک غلام خرید کیا اُسکے بعد اُسے آزاد کیا اُسوقت مجھکو جرأت ہوئی کہ عتق غلام کے فضائل بیان کرون۔ اہل اللہ کا طرزِ عمل یہ ہے مفتی صاحب کا زہد و ورع زبان زد خاص و عام ہے یہی سبب تھا کہ اُنکا موعظہ دلون مین بجلی کیطرح سرایت کرتا تھا۔ مقام خوف بیان کرتے وقت اُنکی آنکھون سے آنسو مسلسل جاری رہتے تھے۔ ایک مرتبہ رد ودیعت کے متعلق بیان کیا حاضرین جب وہان سے متفرق ہوئے تو ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ تمہاری فلان چیز ہمارے پاس امانت ہے اُسے معاف کردو۔ کوئی کہتا تھا کہ بھائی ہمسے اپنی امانت واپس لیلو۔
لکھنؤ مین حکیم مرزا بندہ مہدی صاحب مرحوم کی مسجد مین جو کٹرہ ابو تراب خان مین ابتک موجود ہے سالہا سال موعظہ بیان کیا اور مومنین شریک ہوتے رہے آجتک اُن مواعظ کا اثر دلون سے محو نہین ہوا۔ ضمن بیان مین لطائف و ظرائف اور اشعار مناسبہ اس لطف سے بیان کرتے تھے کہ سامعین وجد کرتے تھے۔ سابقاً ذکر آچکا ہے کہ جناب السید العلما جو جناب مفتی صاحب کے استاد تھے مشتاق ہوکر مجلس وعظ مین شریک ہوئے اور آپ کی سحر بیانی سے بیحد مسرور اُٹھے۔

جن لوگون نے مفتی صاحب کا موعظہ سنا ہے اُنکے کانون مین ابتک اُنکی آواز گونجتی ہے اور اُسکا لطف فراموش نہین ہوسکتا۔ اصل یہ ہے کہ اُنکی ہستی خود ایک موعظہ تھی اُسپر اُنکا بیان زبان عمل تھا۔ زندگی مین زبان نے رہبری کی مرنے کے بعد صفحات تصنیف وادی ہدایت بنے جو تا قیامت یادگار رہینگے۔ ایک ایک صفحہ مجلس وعظ

سے کم نہین ان کتابون کو دیدۂ دل سے دیکھو۔

(۱) منابر الاسلام۔ واعظین کے لیے یہ کتاب چشمۂ فیض ہے

(۲) رق منشور۔ اس کتاب مین وہ مواعظ ہین جو زمانۂ غدر مین بمقام زیدپور بیان کیے تھے

(۳) رسالۂ وعظیہ۔ مولوی سید اصغر حسین صاحب پاروی کے لیے یہ مختصر رسالہ لکھا تھا

(۴) " برائے مولوی سید رفیق علی۔

(۵) " برائے مولوی سید مہدی شاہ صاحب مرحوم

اِسکے علاوہ مجلدات عدیدہ مواعظ مختلفہ مین ہین جو مرتب نہین ہوئے اکثر حصہ اونکا کشکولون مین ہے اور پانچ چھ جلدین مدون ہین مگر ترتیب طلب ہین انمین وعظ کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ اونکا ہر قول ہر فعل ایک وعظ تھا وعظ بالقول سے زیادہ وعظ بالعمل سے لوگ مستفید ہوتے تھے۔ اگر اونکے عربی زبان کے کلمات وعظیہ فراہم کیے جائین تو ایک مجلد ضخیم ہوجائے جسمین مواعظ کے علاوہ علم ادب کا ایک نادر الوجود ذخیرہ ہو۔

تدریس تدریس کی حالت یہ ہے کہ بالاختصار ہر کتاب کا نفس مطلب اسطرح سمجھا کر سمجھاتے تھے کہ طالب العلم کو اعتراض کرنے کا موقع نہ ملتا تھا جس مطلب کے بیان کرنے مین بہت کچھ نقض و ابرام اور بحث و مباحثہ کے بعد دوسرے حضرات نتیجہ تک پہونچتے آپکے درس مین بے زحمت اور بآسانی وہی نتیجہ حاصل ہوجاتا تھا۔ پھر اگر کوئی طالب علم کج بحث ہوتا تھا تو اُسکو بھی نہایت خوبی کے ساتھ اسطرح سمجھا دیتے تھے کہ مطلب ذہن نشین ہوجاتا تھا۔ مدرسۂ شاہی مین جن حضرات کو اُنکی مجلس درس مین حاضری کا موقع ملا تھا وہ ہمیشہ طرز تعلیم کے فریفتہ رہے اور جو برکات اُنکی تعلیم کے فیض سے پڑھنے والون پر اثر کرتے تھے وہ مفتی صاحب کے ذاتی تقدس اور للہیت کا نتیجہ تھا

اِس مدرسہ مین اگرچہ اعلی درجہ مفتی صاحب کے سپرد نہوا تھا اور بعض دیگر افاضل اُنپر مقدم قرار دیے گئے تھے لیکن کمال ایسی چیز ہے کہ اُسکی نورانی شعاعین کسی حالت مین مخفی نہین رہ سکتین مفتی صاحب قبلہ نے ذوق تدریس اور شوق ترویج علم مین یہ درجہ قبول تو کرلیا تھا لیکن بمقتضاے بشریت دل مین اسکا ضرور خیال آجاتا تھا۔ چنانچہ ایک قطعہ سے جو رطب العرب مین موجود ہے اس مضمون کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے ؎

واهل مدرسة العلم لا مثيل لهم	جرى قضا ئا ئهم فى البلاد كالمثل
وهم على طبقات بعدّة الافلاك	والافاضل منهم حلوا على الزحل
لقد تقدم بالاتفاق طائفة	ولا مزيّة فى علمهم ولا العمل
وان تاخر عن هؤلاء افضلهم	فقد تاخر خير الورى عن الرسل

اپنی تعلیم و تدریس کے عنوان مین خود فرماتے تھے کہ اگر ایک معمولی آدمی اور جاہل محض میرے پاس آئے تو صدرا کا مطلب اُسے بخوبی سمجھا سکتا ہون اور ضرور اوسکی سمجھ مین آجائیگا اسمین کچھ شک نہین کہ جو کچھ فرمایا تھا وہ بالکل صحیح و درست تھا۔

ایک شخص بارہ مرتبہ مختلف اہل کمال سے شرح جامی پڑھ کر آیا اور اُسنے تیرہوین مرتبہ پھر شرح جامی آپسے پڑھی اُس سبق کا لطف اُسی کا دل اُٹھاتا تھا یا جو لوگ اوس درس مین ناظر تھے وہ سمجھ سکتے تھے۔ اُنکے افادات اور تدریس سے جو فیض پہونچے ہین اوسکی طولانی فہرست باب التلامذہ مین دیکھو۔

افادات و تحقیقات

مفتی صاحب کے افادات لکھنے کے واسطے مجلدات عدیدہ کی ضرورت ہی۔ ہر فن کے لوگ اُنسے فوائد حاصل کیا کرتے تھے اُن تمام فوائد کا ضبط کرنا محال ہے۔ اُنکی کشکولون مین جابجا جو افادات نظر آئے ہین

اُنمین بعض کا انتخاب ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ ارباب فنون اور اہل ذوق کے لیے دلچسپی سے خالی نہین ہے۔

سوال از عدد بیض

سالنی بعض الطلاب عن عجوز فی السوق بین یدیھا بیض لعض الطیون تبیعھا فمرّبھا رجل فعثر بھا رجله فانکسرت کلھا فاخذت بتلابیبه فقال لھا ارایتنی کم کانت البیض لادفع الیك ثمنھا فقالت لا ادری الا انی کنت ان عدتھا اثنتین اثنتین بقیت واحدۃ وقس علےٰ ھذا القیاس ثلث و رباع وخماس وسداس قال فکم عددھا فقلت فی الجواب احدیٰ و ستون وذلك لان الاعداد المذکورۃ فی السوال بمنزلة الکسور فلابد من استحصال مخرجھا بما تقرّر فی محله ثم من اضافه الواحد فنضرب الاثنتین فی ثلث للتباین بینھما والحاصل وھو الستّ فی الاثنتین للتوافق بینھما و بین الاربع والحاصل وھو اثنا عشر فی الخمس للتباین ایضاً ونکتفی بالحاصل وھو الستون لانّ الستّ داخلة فیھا ثم نضیف الیھا الواحد فالمجموع احدیٰ وستّون ان اسقطنا منھا الاثنتین ثلثین مرہ بقیت واحد وکذا ان اطرحنا الثلث عشرین مرہ اوالاربع خمس عشر مرۃ اوالخمس اثنی عشر مرۃ اوالستّ عشر مرات

جواب آخر اضرب عدد البروج فی المتحیرۃ وزد علیه واحدۃ او اضرب عدد الائمةؑ فی عدد آل العبا ثم ارجع الی اللّٰہ الواحد۔ من اضعف الناس عباس۔

یہ جواب کسقدر مشابہ ہے اُس جواب سے جو جناب امیر المومنین نے دیا تھا جبکہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا امیر المومنین کسور تسعہ کا مخرج مشترک کیا ہی۔ حضرت نے فرمایا تھا اضرب ایام اسبوعك فی ایام سنتك۔ یعنی ہفتہ کے دنون کو اپنے سال کے دنون مین ضرب کرلے“

نقل خط مولوی سید علی اکبر صاحب خلف سلطان العلما اسمی سید محمد عباس

جناب مقدس الالقاب استاذی المکرم و ملاذی المفخم مدظلکم العالی

بعد اہدائے ہدیۂ بہیۂ تسلیم و تفخیم و ادائے مدارج سنیۂ تعظیم و تکریم گزارش است کہ بالفعل چند اشعار دیوان حضرت امیر علیہ السلام بنظر قاصر حقیر رسیدہ معنی آن بخوبی مفہوم نمی شود زیراکہ حساب لیالی از حساب شہور و اعوام محذوف و ساقط نمی شود پس حساب عمر انسانی باستثنائے لیالی چگونہ راست آید و حساب دیگر اشان نیز بدین حساب مشکوک فیہ و مشتبہ میماند حل این عقدہ لاینحل غیر از التفات نظر خدام کرام مترقب نیست لہذا ترقب از الطاف کریمہ و اعطاف جسیمہ آنکہ جواب قیمۃ الصناعۃ ہذا مع اخبار از کوائف حالات خیریت آثار عنایت فرمودہ مرہون منت فرمایند۔ زیادہ والسلام مع الاکرام

حررہ العبد الاحقر علی اکبر عفی عنہ

اذا عاش امرء ستین عاما	فنصف العمر تمحقہ اللیالی
ونصف النصف یمضی لیس یدری	لغفلتہ یمینا عن شمال
وثلث النصف آمال وحرص	وشغل بالمکاسب والعیال
وباقی العمر اسقام وشیب	وشغل بانتقال وارتحال
فحب المرء طول العمر جہل	وقسمتہ علی ہذا المثال

جواب خط مذکور

مولوی صاحب فضائل مآب فواضل اکتساب زبدۃ الاجاب سلالۃ السادۃ الاطیاب سلمہ رب الارباب۔ بعد اہدائے ہدیۂ سلام باکرام ملتمس آنکہ اشعار دیوان منسوب بجناب امیر علیہ السلام کہ قلمی فرمودہ اند فقیر بر نسخہ مملوکہ خود حل آنرا پیش ازین بر حاشیہ اش نوشتہ

بودم ولیکن آن نسخه سر دست موجود نیست و مضمون حاشیۂ بخاطر نمانده است اما ظاهراً چون بفحوائے نحن معاشر الانبیاء اُمرنا بان نکلم الناس بقدر عقولھم بنای کلام انبیاے عظام وائمۂ کرام علیھم السلام بر تفہیم و افہام میباشد و در ینجا نیز مدار اشعار بلاغت آثار بر عرف است و اینقدر بر طبق فہم اہل عرف کافی و در وعظ و نصیحت و تنبیہ بر حسرت براے شان وافی است کہ نصف عمر در خواب میرود و از باقی قدرے در طفولیت و زمانے در کسب روزی و آخر عمر در مرض و پیری میگذرد و ہرگاہ کلام از تحقیق و تدقیق و در میان لیل و نہار تفریق و بر اسنان تطبیق نمودہ شود پس چند احتمال دارد اظہر احتمالات اینست کہ چون لیل مثل نہار نعمتِ پروردگار ست مقتضاے عبودیت آنکہ ہمہ عمر شب و روز در عبادت بگذرد و حال عمر اینست کہ اگر شصت سال بودہ باشد نصف النصف یعنی ربع آن کہ پانزدہ سال میشود از تولد تا بلوغ ایام غفلت و فراغ بال و عدم فرق در یمین و شمال است و بعد از بلوغ بست سال کہ ثلث عمر شصت سالہ است حرص و آمال و فکر عیال و بعد از سی و پنج سال تا آخر عمر بیماری و پیری و ارتحال کہ اینہمہ اسباب بطالت و حسرت و موانع اعمال است و اما اینکہ فرمودہ اند فنصف العمر یمحقہ اللیالی مقصود این نیست کہ عمر شصت سالہ را تنصیف بکنند و سی سال در حساب لیالی بگیرند و ہمین قدر در حساب نہر تا مشبہہ مذکورہ وارد شود بلکہ محض بیان ازدیاد حسرت است کہ علاوہ بطالت و غفلت طفولیت و فکر عیال و شیب و ارتحال کہ نوشتہ شد حسرت دیگر اینست کہ بقدر نصف عمر در خواب می گذرد چراکہ در شصت سال عمر ہر یوم عبارت از شبانہ روز است پس ہرگاہ شبہاے خواب تنہا حساب کردہ شود دو شب بمنزلۂ یک شبانہ روز میشود و شبہاے شصت سالہ

از روے حساب یوم بلیلہ بسی سال بر میگردد کہ نصف عمر باشد لیکن این تنصیف گویا کہ درامتداد عرضی است نہ در طولے۔ باقیماندہ اینکہ ثلث عمر گفتیم و در شعر ثلث النصف بود تطبیقش باین گونہ است لہٰذا از نصف کہ مضاف الیہ افتادہ تمام عمر شصت سالہ مراد است چراکہ چون لیالی را یک نصف عمر قرار دادند پس نصف دیگر ہمین شصت سالہ خواہد بود چہ عدد ستین از تکرار ہیئت وحدانیہ شبانہ روز حاصل شدہ بود نہ از لیالی مستقلہ و شہر منفردہ۔

نصف دیگر باعتبار لیالی	ہفت و نیم سال باعتبار ترکیب لیالی	دہ سال از لیالی باعتبار سابق	دوازدہ و نیم سال باعتبار مذکور
نصف عمر	پانزدہ سال تا بلوغ وغفلت اطفالی	بست سال ایام فکر عیال	بست و پنج سال شیب و ارتحال

و ہرچند لیالی ایام طفلی در سن طفولیت داخل است و ہمچنین لیالی ایام جوانی در سن شباب و لیالی ایام پیری در سن شیب و ہیچ یک از اسنان خالی از لیالی نمی باشد ولیکن چون غالباً وقت شب نوم مستولی و مستوعب می شود پس نہ لہو ولعب طفلی وقت شب میماند و نہ فکر عیال و نہ شغل ارتحال لہٰذا مجموع لیالی را بالاستقلال در اغفال و اہمال اعمال حساب فرمودند کہ جداگانہ حسرت انگیز و غفلت آمیز و سبب اتلاف عمر عزیز است و مقصود چنانکہ گفتیم ہمین اظہار حسرت بر غفلت و بطالت و عطلت میباشد و بالمرہ لیالی را ساقط و محذوف نکردہ اند کہ خللے در مقادیر اسنان راہ یابد و لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ و الحاصل ان الانسان یستبدل النقمۃ بالنعمۃ الا ان یتدارک اللہ بالرحمۃ و ہذا کلہ

ظاہر بالتامل بعد خفائہ واللہ العالم بمراد امنائہ۔ **لطیفہ**

ارّخ بعض الاحبّاء لبعض السوانح فی عبارۃ غیر فصیحۃ ولا ملیحۃ فاراد منّی اصلاحہا

فرددتہا الیہ وکتبت الیہ انہا دون شانک فکاتبنی انما اردت ان نصلحہا

او تنبہنی علی ما فیہا من السقم وما فعلت فہو مفوّت الامرین فزبرت ما ہذا لفظہ

حسن ولطف کلام وجدانی است نہ بیانی وہمچنین عدم لطف و بر تقدیر آخر اصلاح

وتغیر خصوصًا در تاریخ عسیر وانما مثل الکلام کمثل الطعام ربما یحترق او

یغلظ قوامہ او یرقّ والتعدیل فی الانضاج بعد الاستخراج من القدور غیر مقدور

اوغیر میسور بل مثلہ کالماء یکون عذبا واجاجا والثانی لا یقبل علاجا فلا بُدّ

من الذوق السلیم والتسلیم۔ وقلت فی ہٰذا المعنیٰ الکلام الخالی عن معنی یطرب و

یسرّ کالصدف الفارغ عن الدرّ وفی ہذا المعنی ایضًا الکلام الفصیح کالوجہ الصبیح

والخالی عن الفصاحۃ کفاقد الصباحۃ فمن ذا الذی یملک اصلاحہ وبنمط اٰخر

من الکلام ما ہو لطیف کالنسیم ومنہ ما ہو کالسموم لا بارد ولا کریم واصلاح القسم

الاخیر کتغییر الہواء عسیر علی الانیم ذٰلک تقدیر العزیز العلیم وبطریق اخری من الکلام

ما ہو کالربیع لطیف ومنہ ما ہو کالخریف کثیف وتغییر الزمان لا یقدر علیہ الانسان

وایضًا لا یخفی ان الکلام منہ ما ہو کالنار ومنہ ما ہو کنسیم الاسحار واصلاح القسم

الاول من غیر افساد لا یتعقل فان جعل النار ہواء من دون الاستحالۃ واضح الاستحالۃ

وبعبارۃ اُخریٰ والقلم وما یسطرون ان الکلام لہ فنون فمنہ ما ہو کالریحان

وما ہو کامّ غیلان وہذا لا یمکن اصلاح خشونتہ مع بقاء نصلہ بل ولا بدّ ان

یُقلع من اصلہ وذٰلک فی الاصطلاح لا یسمی بالاصلاح وبنحو اٰخر انّہا المتعرض

للقریض اختر من الکلام ما ھو کروض اریض اذکل شعر خلا عن المحاسن فھو
کماء عفن آسن لا یصلح لان یستعمل ولا یصلح الا ان یستبدل وھذا استثناء منقطع
فافھم واطمع وافلو ان تستطع

التوحید

اعلم ان ثبوت الارادۃ والاختیار غیر قابل للانکار فان الانسان یجد ذلک من
نفسہ وغیرہ فی شرہ وخیرہ ویفرق بین موقد النار والنار الموقدۃ وبین المرتعش
ومن یحرک یدہ ولا شک فی مجعولیۃ الانسان بدلیل الحدوث والامکان
واذا اتصف المجعول بالاختیار فما ظنک بجاعلہ ایوصف بالاضطرار۔ ذلک ظن
الذین کفروا والمستوجبین النار۔ انما ھو فاعل مختار۔ وھذا القدر کاف فی ردّ اھل
الھیولی واصحاب الدھر والطبائع القائلین بالاباطیل والشنائع۔ ویا عجبا کیف صدرت
ھذہ الحکم والدقائق والبدائع وکل طریف ورائع من الطبیعۃ وغیرھا مما لیس لہ شعور
ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔ واعجب من ذلک انھم یزکون انفسھم باستخراج
المضامین العالیۃ فی الفاظ حالیہ افیریدون ان یمدحوا بما لیس لھم بمقدور رام
صدرت بعلمھم دقائقھم واعجز منھم خالقھم وانھم یبصرون ما فی انفسھم
من دقایق الامور وینظرون الی ما فی الدھر من العجائب فی الورود والصدور

انھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

فائدہ

اوزان ثلاثی ھی عشرۃ	ابنیۃ قُفْلٌ صُرَدٌ
عُنُقٌ حِبْرٌ عِنَبٌ اِبِلٌ	فَلْسٌ فَرَسٌ کَتِفٌ عَضُدٌ

فائده

ومن دلائل حقیة القرآن وکونه من عند الملک الدیّان ان کثیرًا من آیاته
یتضمن ما هو شان الالوهیة من الجبروت والکبریاء والتسلط والاستیلاء علی الاشیاء
وغیر ذلک مما لو ادّعاه احد من العباد لعدّ ذلک منه کبرا وسفها ونسب الی الاعجاب
والاستکبار ویشمله الذل والصغار وسقط من الانظار بخلاف الآیات المشتملة علی ذلک
فانها تزید المؤمنین خشوعا وتسیل عن عیونهم دموعا بل کانت الکفار تتاثر بمسامع
طغیانهم وکانوا یجعلون اصابعهم فی آذانهم فمن ذلک قوله تعالی قُلْ أَئِنَّكُمْ
لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتجعلون له اندادا ذلک رب العالمین
وجعل فیها رواسی من فوقها وبارک فیها وقدر فیها اقواتها فی اربعة ایام سواء
للسائلین ثم استوی الی السماء وهی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعًا او کرهًا قالتا
اتینا طائعین فقضاهن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرها وزینا السماء
الدنیا بمصابیح وحفظا ذلک تقدیر العزیز العلیم فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة
مثل صاعقة عاد وثمود وقوله سبحانه وانشقت السماء فهی یومئذ واهیة والملک
علی ارجائها یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیة وقوله وما خلقت الجن والانس
الا لیعبدون وقوله ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا
منه الوتین وقوله ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن
عملک ولتکونن من الخاسرین وقوله قل ارأیتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء
معین وقوله انا کل شئ خلقناه بقدر وما امرنا الا واحدة کلمح بالبصر ولقد اهلکنا
اشیاعکم فهل من مدّکر وقوله ولقد خلقنا السموات والارض وما بینهما فی ستة ایام

وما مسنا من لغوب وقوله اليوم نختم على افواههم وتكلمنا ايديهم وتشهد ارجلهم بما كانوا يكسبون وقوله لو انزلنا هذا القران على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله ــ فهذا وامثاله مع ما فيهما من الترهيب والتخويف لا تخلو عن طلاوة وحلاوة لا ينكرها الا الذين فى قلوبهم قساوة وعلى ابصارهم غشاوة وقوله وقفوهم انهم مسئولون وقوله خذوه فغلوه ثم الجحيم صلوه ثم فى سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلكوه وقوله ولو نشاء لطمسنا على اعينهم فاستبقوا الصراط فانى يبصرون ولو نشاء لمسخناهم على مكانتهم فما استطاعوا مضيا ولا يرجعون ○

عبارة ذكرها بعض الاحباب واستصعبها فى كتاب

لما شخصت من الرافقه مع صحب ورفقه ووصلت العير الى وادى جوف العير تفرقوا صحبى منه شذر ومذر وعملت على ما هو فى المثل السائر لا تجدى طلاب الاثر بعد ما غاب العين عن النظر فقد اصبحت هناك بلا ناصر ومعين فاويت الى ربوة ذات قرار ومعين فرايت ان الرماح ترمى بالسهام وقنوا يخرج من غصون البان وعليلا يلعب به العليل فى الجنان هذا اعجوبة من اعاجيب الزمان لا اكذوبة من اكاذيب البيان انتهى ا

صورة الجواب

اما العبارة التى كتبتها واستصعبتها فسأذكر فى شرحها ما لاح لى بادى الراى وفيها وجوه اخر تظهر بعد امعان النظر قوله فرايت ان الرماح ترمى ــ لعله اراد به الشهاب الثاقب فسماه تارة بالرماح واخرى بالراى وباختلاف الاعتبارات تختلف الاسامى او اراد به السماء ذات الرجع من قولهم قوس رماحة اى شديدة الدفع وعلى هذا

فاسناد الرمی الیہما من المجازات الشائعۃ الغیر البعیدۃ لان کلا من نصفیہا الفوقانی والتحتانی یشاکل القوس المدیدۃ وانہا ترمی سہام المصائب الشدیدۃ لکن الاول علی ہذا التقدیر تانیث الرماحۃ لا التذکیر لانہ المطابق للقوس المستعار منہا والسماء المستعار لہا وہو الواقع فی قولہم المنقول کما لا یخفی علی اولی النہی

قولہ وقنوا یخرج من غصون البان **اقول** القنو الکباسۃ والبا فی غنی عن البیان

قولہ وعلیلا یلعب بہ العلیل فی الجنان - الجنان جمع الجنۃ وہی البستان ولعلہ اراد بالعلیل الاول النرجس وبالثانی النسیم فان وصفہا بالمرض والضعف معروف من العہد القدیم واقع فی شعر العجم والعرب وکذلک وصف الصبا والریح باللہو واللعب قال محمد النواجی ؎

وامسی نسیم الروض فی فرش الربی		علیلا فقم نسعی لہ ونزورہ

وقال الصفدی ؎

اظن نسیم الجو قد مات وانقضی		فعہدی بہ بالشام وہو علیل

وقال السراج الوراق ؎

قد صح موت النسیم فیہ		وکان عہدی بہ علیلا

وقال القاضی فتح الدین وقد ضعف ؎

ان شئت تبصرنی وتبصر حالتی		قابل اذا ہب النسیم قبولا
تلقاہ مثلی رقۃ ونحافۃ		ولاجل قلبک لا اقول علیلا

وقال بعضہم

والماء تلعب اطراف النسیم بہ		ما حق ماضٍ واتانی تلعاب

قوله هذا اعجوبة من اعاجيب الزمان لا الكذوبة من اكاذيب البيان اقول ظاهر ان هذا كله من حيث البيان عجيب و لكونه من الاستعارات لا يعد من الاكاذيب

جواب سوالات مولوی شیخ تفضل حسین صاحب فتحپوری

بعرض عالی میرساند ۔ در چند عبارات شرح عصمة اللہ بر تشریح الافلاک خدشات بخاطر خطور می کند کہ معروض میگردد امید کہ دفعش زیب تحریر فرمایند ۔

سوال العبارة الاولی ذیل قول المص اعلی اللہ درجاته اعلاها الاطلس وهو کاسمه غیر مکوکب **قوله** وهو کاسمه غیر مکوکب جملة معترضة ولیس معطوفا علی جملة قبلها لئلا یفسد المعنی ولئلا یلزم الفصل بالاجنبی بین المعطوف علیه اعنی الاطلس والمعطوف اعنی قوله ثم فلك الثوابت **اقول** ہر چند عطف بنا بر وہے کہ شارح افادہ فرمودہ راست نمی آید لکن احتمال دارد کہ جملہ حالیہ باشد و از اطلس حال واقع شود و ہر دو محذور کہ بر تقدیر عطف لازم می آید بر می خیزد پس امید کہ بہر قباحتے کہ درین توجیہ باشد ارشاد شود ۔ **جواب** اصل الحال ان تبین هیئة الفاعل او المفعول وهنا لا فاعل ولا مفعول ولا افادة تقیید کما هو الظ فی الحال وانه العالم بحقیقة الحال ۔

سوال العبارة الثانیة تحت قول المص ۔ وهذان هما العرش والکرسی بلسان الشرع والکرسی فی الاصل لما یقعد علیه ولا یفضل عن مقعد القاعد وکانه منسوب الی الکرس وهو الملبد **اقول** لفظ کرس بضم در کتب متعارفہ لغت مثل صراح وقاموس وغیرہ یافتہ نمی شود آرے بالکسر بمعنی خانہ ہائے مردم وجائے ملیدن گوسفندان

وغیرہ البتہ مذکور است وقاعدہ ہم بظاہر نیست کہ بآن مکسور راہنگام نسبت مضموم خوانند
وہمچنین نشان ملبد بروزن آلہ در کتب متداولہ لغت ظاہر نیست بروزن اسم فاعل و اسم
مفعول از باب افعال البتہ در قاموس می نویسد لکن معنی آن مناسب مقام نیست۔ پس
توجیہ این عبارت بتصحیح ہر دو لفظ بیان فرمودہ آید۔

جواب ۔ کرسی بالضم والکسر ہر دو آمدہ است کما اشار الیہ فی القاموس،
فانتسابہ الی الکرس علی التقدیر الثانی ظ واما علی الاول فلان الکرس والکرس
متحدان فی المادۃ فالانتساب الی احدھما بمنزلۃ الانتساب الی الاخر للاتحاد
فی الاشتقاق علی انہ اتی بلفظ کان ولم یحکم بما حکم علی سبیل البت والقطع
باقی ماند معنی کرس کہ درین مقام مناسب باشد وآن دو معنی است۔ یکے معنی اصل و قاعدہ
وانتساب کرسی بکرس باین معنی واضح است۔ و دیگر معنی چیزے کہ تہ بر تہ و برہم
نشستہ باشد وملبد بالکسر و ملبد بصیغۂ اسم مفعول نیز باین معنی است پس ملبد بالکسر
ظاہر التصحیف نساخ است ومراد شارح ہمین معنی دوم است ومولانا طبرسی در مجمع البیان
در تفسیر آیۃ الکرسی ہر دو معنی را ذکر کردہ۔

سوال العبارۃ الثالثۃ بعد العبارۃ الثانیۃ باسطر عدیدۃ واللسان بمعنی
اللغۃ والجارحۃ فعلی الاول لاحذف ولامجاز فی قولہ لسان الشرع وعلی الثانی محذوف
او الشرع بمعنی الشارع **اقول** الظاھر ان کلاھما فی الاحتیاج الی الحذف والمجاز
متساویان لان اللغۃ فی اللغۃ نوع سخن فلا یکون الا لاھل الشرع او الشارع لا للشرع
نفسہ فبای وجہ فرق بینھما جواب نسبت لغت بطرف شرع مثل نسبت لفظ است بطرف معنی
وھی نسبۃ الدال الی المدلول چہ شرع عبارت از احکام است و لغت نوع کلام ۔ وبینھما تناسب

تام بخلاف الجارحة فانها للجثث والاجسام لا للمعانی کما لا یخفی علی اولی الاحلام

سوال العبارة الرابعة عبارة حدیث الشارع فی حاشیته المعلقة علی قوله فی تفسیر العرش قال سبحانه الرحمن علی العرش استوی - والمذهب قول علی رضی الله عنہ الاستواء غیر مجہول والتکیف غیر معقول والایمان به واجب والسوال عنه بدعة لانه تعالی کان ولا مکان فهو علی ما کان قبل خلق المکان لم یتغیر عما کان **اقول** ظاہر این است کہ قوله لانه تعالی الخ دلیل والسوال عنه بدعه واقع شده لکن تقریب و تقریر آن چنانکه باید بخیال نمے آید و چونکه کلام امام است در تفسیر شش موافق رائے خود خوفے ہست پس امید که شرح این حدیث زیب رقم یا بد واین ہمه عبارات در نسخه مطبوعه شرح مذکور در صفحه ۲۲-۲۳ واقع است **جواب** - ظاہر اقول آنحضرت لانه تعالی دلیل مجموع من حیث المجموع واقع شده است وچون جمله اخیره در حقیقت متفرع بر جمله ثانیه است وعلیت آن نسبت بثانیه ظاہر وواضح است پس علیت آن نسبت باخیره نیز بحکم فرعیت بهم میرسد - علاوه اینکه فحص کردن از استوا که بظاہر مکانیت را می خواہد غالباً کاشف است از تردد سائل در غیر مکانی بودن جناب باری - وایضاً گاہے نهی از سوال کنایه از نهی عن الاخبار می باشد - چنانچه در مجمع البحار گفته - - - + + + + + + + + + + + + + +

یا عمر لا تسئل عن اعمال الناس لکن تسال عن الفطرة ای لا تخبر فی مثل هذا الموطن عن اعمال الشر الموتی بل اخبر عن اعمال الخیر کما قال اذکروا موتاکم بالخیر فوضع لا تسأل موضع لا تخبر نفیاً للسوال بالکلیة لئلا یسأل احد ذلك ولا یخبر احد عن اعمال الشر للموتی فی مثل هذا الموطن + + + + + + + + + + + + + +

درین سیاق در ینجا نیز سوال را بدعت فرموده تا نه سوال واقع شود ونه جواب پس بنا برین

سہ وجہ ہر گاہ لانہ متعلق تنہا بجملہ اخیرہ باشد تقریب دلیل باز ہم واضح و لائح میشود واللہ العالم
عباس عفی عنہ

صورت سوال و جواب کہ بر حاشیہ ہدایہ طبع شدہ و مولوی شیخ تفضل حسین صاحب از تقریر و توضیح آن استفسار نمودہ بودند

عورت را پوشیدن لباسے کہ مخصوص بمرد انست مثل انگرکہ و کفش و ٹوپیہ و غیر آن مانند شلوکہ و کمرے کہ برائے دفع ضرر سرما می پوشند جائز است یا نہ۔

نقل دستخط جناب سید العلما

لباس مختص بمردان برائے زنان و بالعکس روا نیست و نزع لباس محرم اگر منافی نماز بودہ باشد مثل آنکہ مستلزم فعل کثیر یا کشف عورت بودہ باشد نماز دران صحیح نخواہد بود لان الامر بالشئ نہی عن ضدہ والا نہی بنماز متعلق نخواہد بود بلکہ بامر خارج و درین صورت گنہگار خواہد شد لیکن نماز باطل نخواہد شد وہو العالم۔

قولہ لان الامر بالشئ نہی عن ضدہ یمکن سوق الدلیل علی طریق الاستقامۃ بان یقال ان الصلوٰۃ و نزع اللباس المحرم ضدان لا یجتمعان علی تقدیر کونہ منافیا لہما وہو مامور بہ فیکون ضدہ وہی الصلوٰۃ منہیا عنہا للاصل المذکور فتبطل وہو المطلوب وعلی طریق الخلف بان یقال لو کانت الصلوٰۃ مامورا بہا لکان ضدہا وہو النزع منہیا عنہ لما ذکر ولکنہ لیس منہیا عنہ بل مامور بہ فالصلوٰۃ لیست مامورا بہا فہی فاسدۃ علی ہذا التقدیر اذ من نشان العبادۃ الواجبۃ ان تکون مامورا بہا و ہذا کلہ علی

فرض کون النزع منافیا للصلوٰۃ والا لم یکن مضاداً لها فلا ینساق ما ذکر فی دلیل البطلان والفساد لابتنائه علی التضاد هذا ما سنح بعد انصرافکم فاستماهلته لانحافکم والمامول رد الورقة مع نقل الجواب لاستکتبهما علی ظهر کتاب۔

من اضعف الناس السید عباس

جواب مسئلہ کہ مولوی میر یاد علی صاحب فرستادہ بودند و جناب سلطان العلما ملاحظہ فرمودہ بعد تحسین نقلش پیش خود گرفتند و در تفاسیر بیضاوی و کشاف و کبیر جواب مسئلہ بر نیامد

در آیۂ لوکان فیهما الهة الا الله لفسدتا از نفی سہ آلہ نفی دو آلہ لازم نمی آید و اگر جمع منطقی مراد گیرند نفی یک آلہ لازم نمی آید و آیہ موثق توحید نمی ماند واضح و اضح ارشاد شود۔

جواب۔ اولاً اینکہ اطلاق جمع بر واحد شائع و در قرآن واقع است وانا له لحافظون وثانیاً در آیۂ شریفہ اشارہ بدلیل تمانع است کہ متکلمین آنرا ذکر کردہ اند کما فی مجمع البیان وحاصلش این است کہ اگر سوائے جناب احدیت معبودے دیگر باشد البتہ مثل او تعالی حی و قادر خواہد بود پس بر ضد و نقیض فعل او سبحانہ قادر ہست یا نہ۔ در صورت دوم خلاف فرض لازم مے آید و در صورت اولی یا مراد او تعالی و مراد آن معبود مفروض ہر دو حاصل شود یا مقصود یکے سوائے دیگرے یا مقصود ہیچ یک واقع نہ شود۔ صورت اولی موجب اجتماع ضدین است و اخیر مستلزم ارتفاع نقیضین۔ و در صورت ثانیہ عجز و قدرت یکے لازم مے آید ہفت و این دلیل بر نفی تعدد آلہ مطلقاً دلالت میکند اعم از اینکہ یک معبود سوائے خدا باشد یا دو یا سہ ولیکن چون کفار و مشرکین دران زمان بآلهہ متعددہ سوائے

باری تعالے قائل بودند چنانکہ در سیاق و سباق ہمین آیۂ شریفہ مذکور است۔
ام اتخذوا الٰهة من الارض هم ينشرون ام اتخذوا من دونه الٰهة حتی کہ بام
کعبہ سی صد و شصت بت بعدد ایام سال نصب کردہ بودند و لہٰذا بر وفق مزعوم شان
بصیغۂ جمع بطور مثال درآیت مذکور شد و مدار کار بر عموم دلیل است۔ ابن بابویہ در کتاب توحید
نقل کردہ کہ کسے از امام بحق ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام پرسید کہ دلیل بر وحدت معبود
چیست فرمود اتصال و اتساق تدبیر و نظم عالم و کمالیت صنع چنانچہ حق عز وجل فرمودہ
لو کان فیهما الٰهة الا الله لفسدتا انتہٰی و ازینجا مستفاد می شود کہ این آیہ دلیل بر وحدت
معبود است نہ مقصور بر نفی دو آلہ سوائے جناب باری۔ علاوہ اینکہ کسے کہ منکر توحید است
فرق نمی کند میان صحت دعوائے یک آلہ سوائے خدا و دو یا سہ و کسے کہ معترف بتوحید است
فرق نمی کند در نفی الٰہ دیگر خواہ یکے باشد و خواہ زیادہ پس ابطال زیادت مستلزم توحید بضمیمہ اجماع مرکب
اذ لا واسطة بين الاسلام والكفر فی صحيح المذهب فافهم والی ربك فارغب
وهنا وجه اخر ارق واحق بالقبول عند اصحاب المعقول وهو ان نختار الجمع المنطقی
ونقول لو كان مع الله اله اخر ولو واحدا لصدق علی المجموع الٰهة غير الله لان
المجموع غير الواحد فالاية دالة علی نفی كل ما يدعيه المشرك الجاحد و
هذه الدلالة وان كانت غير صريحة لكنها حاصلة بعد لطف القريحة۔

سوال مشہور بین الناس

شخصے بسفر رفت و ازو ماند بسے مال	وارث دو نفر داشت یکے عم و دگر خال
خالش پسر عمش و عمش پسر خال	ای مفتی آفاق چہ حکم است درین مال

جواب من سید عباس

چون والده والدهٔ آن متوفی
هم جدهٔ میت بشود زوجهٔ خالش
پیداست کہ این طفل کہ باقی ست ازینها
وان طفل دگر خالو وہم ابن عمِ اوست

با عموی او عقد بہ بندو بہ یکے سال
وز ہر دو تولد شدہ فرزند درین حال
ہم عموی میت بود وہم پسرِ خال
وین ہر دو بہ تنصیف بگیرند ازان مال

سوال از بعض عبارات مصباح الشریعہ کہ مولوی شیخ تفضل حسین صاحب فرستادہ بودند

سوال قال الصادقؑ لا یرکع عبد للّٰہ رکوعا علی الحقیقة الا زینها اللّٰہ تعالیٰ بنور بهائه ضمیر مونث در لفظ زینها کہ در دو نسخہ است بطرف کدام چیز راجع است اگر بطرف رکوع باشد وجہ تانیث آن چیست۔ اگرچہ در حواشی بعض کتب درسیہ نوشتہ اند کہ تانیث مصدر مطلقاً جائز است لکن در کتب معتبرہ قابل استناد ندیدہ ام جواب در نسخہ حاضرہ زینہ بتذکیر ضمیر است کہ بعید میگردد

وهو الظاهر لفظا ومعنى بدليل السياق واما تانيث الضمير فمع ما فيه من التكلف مفوت للاتساق

سانحه

زارنت السيد ابراهيم يوم السبت ۱۴ ۲۴ سنه ۱۲۹۶ھ وعنده بعض اهل العلم فذكر لي انى قرأت بالامس في مجلس الوعظ حديثا من البحار فلم افهم معناه وان تاملت فيه وهو هذا العالم معه شمعة تزيل ظلمة الجهل والحيرة فكل من اضاءت له فخرج بها من حيرة او نجا بها من جهل فهو من عتقائه من النار والله يعوضه عن ذلك بكل شعرة لمن

اعتقه ما هو افضل من الصدقة بمائة الف قنطار على غير الوجه الذی امر الله عزوجل)
فقال ذلك البعض لعل النسخة مغلوطة ولفظ الغير من زیادات الناسخ فقال السيد لا
بل الحديث هكذا فقال الآخر المراد ما يفرقه الرجل على عياله بوجه لم يامره الله به ولا
نهاه عنه فما اعجبه هذا المعنى فقلت يدور فی خلدی ان اسم التفضيل ربما يستعمل فی كلام
العرب والعجم فی غير مقام التفضيل كما فی قول امير المؤمنين لان اصوم يوم الشك من شعبان
بنية الندب احب الیّ من ان افطر يوماً من شهر رمضان فلعل الفضل عليه فی هذا المقام
كان فی مزعوم القوم مشتملا على التفضيل فانكره عليه السلام وقال لهم ذلك تبكيتا وانما
قلت ما قلت قبل العثور على تمام العبارة ثم استدعيت نسخة الحديث فاذا فی ذيله بل تلك
الصدقة وبال على صاحبها لكن يعطيه الله ما هو افضل من مائة الف ركعة بين يدى الكعبة
قلت هذا مؤيد لما ذكرت فی معنى الحديث قال المجلسی لعله عليه السلام فضل تعليم العلم
اولاً على الصدقة بهذا المقدار الكثير فی غير مصرفه لرفع ما يتوهمه عامة الناس من فضل الظلمة
الذين يعطون بالاموال المحرمة العطايا الجزيلة على العلماء الباذلين للعلوم الحقة من يستحقه
ثم استدرك عليه السلام بان تلك الصدقة وبال على صاحبها لكونها من الحرام فلا فضل لها
حتى يفضل عليها شئ ثم ذكر عليه السلام فضله على عمل له فضل جزيل ليظهر
مقدار فضله ورفعة قدره

منشی امیر علی صاحب کے بھیجے ہوئے مسائل کا جواب

صورت مسئلہ نمبر۱۔ حق تعالے را بدائی الاخبار و بدائی التکلیف در مذہب ما یان یعنی فرقہ
ناجیہ امامیہ اثنا عشریہ جائز دارند یا نہ و نزد اہل سنت کہ بدا جائز است کدام است

بدافی التکلیف است یا بدافی التکوین۔

جواب۔ نزد اہل حق بدا فی التکوین جائز است باین معنی کہ حق تعالے در لوح محو و اثبات چیزے را اولاً بر مقتضائے نفس آن شئے ثبت نماید و بعدہ بروفق حصول وفقد شرائط آنرا محو فرماید و چیزے دیگر بجائے آن ثبت شود و در لوح محفوظ از اول ہمین امر دوم ثبت بودہ باشد۔ **وبدافی الاخبار** نیز جائز است باین معنی کہ مخبر صادق اول ہمان چیز اول کہ در لوح محو و اثبات ثبت بود خبر دہد و وقت تخلف سببش را بیان نماید۔ و اہلسنت بدا را باین معنے انکار مے کنند۔ و اما **بدافی التکلیف** اگر مراد از ان نسخ است باین معنی کہ خداوند عالم عباد را در یک زمان بامرے مامور کند و در زمان دیگر بخلاف آن امر نماید پس آن را سنیان نیز اعتراف دارند ولیکن آنرا بدا نمی نامند و مورد بحث نیست واللہ یعلم۔

صورت مسئلہ نمبر ۲۔ اللہ تعالے جزئیات را کہ قبل از وقوع آنہا نمی داند در کدام کتاب مذہب امامیہ اثنا عشریہ است و محققین درین امر چہ نوشتہ اند۔

جواب۔ در مذہب امامیہ حق تعالے عالم بجزئیات قبل از وقوع آنہا است و ہمین حق و محقق است و قول بعدم علم باری بجزئیات از اہل فلسفہ منقول است و اگر کسے نسبت این قول بامامیہ مے دہد پس بر ذمہ اوست کہ از روئے کتب معتبرہ امامیہ آنرا ثابت نماید۔ آرے در بحار الانوار فرمودہ کہ مذہب بعضے از مردم آنست کہ او تعالے نمی داند چیزہا را مگر بعد وقوع آنہا و این قول را بابو الحسن بصری و ہشام بن الحکم نسبت دادہ اند و بعض روایات بر آن دلالت دارد و گمان است کہ این مذہب ہشام باشد قبل از انکہ مذہب حق را اختیار نمودہ و یا ناقل را اشتباہے رو دادہ و قدمائے فلاسفہ در علم باری تعالے اختلاف بسیار نمودہ اند و جمیع این مذاہب کفر صریح است و مخالف

ضرورت عقل و دین و براہین قاطعہ دلالت بر نفی آن میکنند۔ واللہ العلیم

چہل کاف کے متعلق ایک تحقیق

چہل کاف در کتب معتبرہ شیعہ بنظر نہ رسیدہ و صورتش این است۔

كفاك ربك كم يكفيك واكفة (از دکھاوٹ)	كفكافها ككمين كان من كلك (پنہان ماندن از آن حادثہ، صبلو)
تكر كرا ككر الكر في كبد (می پیچد صفت واکفہ، بر سیمان)	تحكي مشككة كالكلك الكلكي (صفت اخری لی الکفہ، کارد تیز، تبر، تیز)
كفاك مابي كفاك الكاف كربته (کافی)	يا كوكبا كان يحكي كوكب الفلك

وزن از بحر بسیط

مفاعلن فعلن مستفعلن فعلن	مستفعلن	مستفعلن فعلن مستفعلن فعلن
مفاعلن فاعلن مستفعلن فعلن		مستفعلن فعلن مفاعلن فعلن
مفاعلن فاعلن مستفعلن فعلن		مستفعلن فاعلن مستفعلن فعلن

این است وزن شش مصراع علی الترتیب المروی من البسیط المخبون المطوی۔

ناد علی کے متعلق ایک سوال کا جواب

این قدر موزون است

نادِ علیاً مظہر العجائب	تجدہُ عوناً لك فی النوائب

بالاشباع فی الباء

مفاعلن مفتعلن مفاعلن		مفتعلن مستفعلن مفاعلن

کہ وزن رجز مطوی مخبون است و بقیہ اش در حواشی مصباح کفعمی دیدہ شدہ آن موزون نیست۔

تحقیق نحوی

سوال ما قولکم فی ہذہ المسئلہ کہ ما مصدریہ زمانیہ کہ آنرا ما دامیہ می گویند متضمن معنی شرط میشود و کدامین سند از نحویین درین باب آمدہ است یا نہ و ما شرطیہ را ما دامیہ ہم میگویند و تصریح در کلام نحویین موجود است یا نہ۔ فقط

جواب ۔ در ثبوت ما شرطیہ زمانیہ اختلاف است و از ابو علی فارسی و جماعتے دیگر ثبوتش منقول شدہ کہ در کریمہ فما استقاموا لکم فاستقیموا لہم ظاہر ہمین است اے استقیموا لہم مدت استقامتہم لکم کما فی تقویم النحو و بہ جزم الفیروز آبادی فی القاموس۔

سید محمد عباس

موعظۃ علی لسان اہل الصرف والنحو

صرف الزمان اذا ادیٰ الی التلف	ففی الدوا و انقلاب الواو بالالف
قواعد الصرف ان کانت مخصصۃ	وعمم الدہر ہذا الامر فاعترف
والشیب اٰخر عمر المرء ذو علل	تصیب صاحبہ کالواو فی الطرف
حتیٰ اذا جاء امر اللہ عن کثب	قال المعقل یا لہفی و یا اسفی
رب ارجعون وعزرائیل ممتنع	وانہ حیث یاتی غیر منصرف

مَنْ اٰمرہٗ فرطاً یُبْنیٰ علیہ وان	اُشتُقّ فی اصلہ من مصدر الشرف

جواب اعتراضات

مفتی صاحب قبلہ نے حملۂ حیدری کا دیباچہ اسی لب لہجہ میں تحریر فرمایا تھا اُسکے بعض اشعار پر کسی نے اعتراض کیا۔ آپنے اُسکا جواب دیا اور یہ عبارت تحریر فرمائی ۔

" یکے از شعرائے ہند کہ امروز در قصیدہ گوئی مشہور است بر سہ شعر از کلام حقیر کہ بر دیباچہ حملۂ حیدری نوشتہ ام ایراد گرفتہ کہ ایطا در انہا واقع است و آن جائز نیست شعر اول

فوالبت فی ربک الابعدین	وعادیت فی ربک الاقربین
مبراست از شیمۂ غالیان	مصفا است از شیوۂ صوفیان

ازین راہ از چند ابیات آن بہ تبدیل بعضے عبارات آن

وچون این بزرگوار شبہات خود را نزد خاکسار اظہار کرد و جواب شافی شنید باشتباہ خود اعتراف نمود و بعد ازان بخاطر رسید کہ مضمون جواب را بقید قلم در آورم تا دیگران در اشتباہ نیفتند۔ جواب ۔ اولاً باید دانست کہ ایطا تکرار قافیہ است بیک معنی و آن دو قسم است۔ خفی کہ تکرار ظاہر نباشد چون دانا ۔ بینا ۔ و آب ۔ گلاب ۔ جلی خلاف آن چون صفات و کائنات و نکوتر و بہتر و خندان و گریان و قسم اول نزد اکثر جائز است و قسم ثانی از عیوب فاحش و ارتکاب آن در فارسی روا نیست چنانچہ در فن قافیہ نوشتہ اند پس شعر اول کہ عربی و مشتمل بر اقتباس کلام جناب سید الساجدینؑ در مدح نبیؐ است مورد اعتراض نمی تواند شد در قصیدۂ خامسہ از سبعہ معلقہ کہ بفصاحت و بلاغت آنہا عرب را افتخار است و متانت و رزانت آنہا مستغنی از اظہار واقع است ۔ شعر

اخذن علی بعولتهن عهدًا — اذا لاقوا کتائب معلمینا
لیسلبن افراسا و بیضا — و اسرٰی فی الحبال مقرنینا

و جناب سید الشهدا علیه السلام در رجز فرموده

کفر القوم وقدما رغبوا — عن ثواب الله رب الخافقین
قتل القوم علیًا وابنه — حسن الخیر کریم الابوین

و دران سراسر تثنیه ها در قافیه واقع است چون ملحدین و کافرین و فرقدین و قمرین و ذهبین
اما شعر دوم پس دران ایطا اصلا وقوع نیافته چراکه خالی صیغهٔ اسم فاعل و یای آن لی
از واو اصلی است و یای صوفی زائد و یای نسبت است و ایطا در صورتی بود که هر دو یا
زاید می افتاد - و همچنین شعر سوم دران هم ایطا مطلقًا نیست چه ابیات جمع بیت است
که بروزن فعل باشد پس تای آن اصلی است و تای عبارات زائد و ثانیًا ایطای جلی
در کلام متقدمین و متاخرین دیده شده و هرچند جواب شبهات مذکور موقوف بر ثبوت ایطا
نیست لکن تبرعًا نوشته می شود تا دیگران را بکار آید - مولوی جامی گوید

رفت وز وصل همه نومید شد — باعث نومیدیش امید شد

صائب گوید

حجت زنده دلی دیدهٔ گریان باشد — شاهد مرده دلیها لب خندان باشد

وله

سزای خواب بود دیده ها که گریان نیست — نفس وبال بود بر دلی که نالان نیست

مرزا رفیع واعظ

بعبرت نظر کن سوی رفتگان — که فردا شوی عبرت دیگران

نعمت خان عالی

گفت انی لا احب الآفلین
حصر شد خلت برب العالمین

ولہ

وان پدر از درد گریان شد چو شمع
سر بسر یک آہ سوزان شد چو شمع

شیخ علی حزین

آئینِ عشق چیست دلیرانہ سوختن
چون شمع گرم گریہ مستانہ سوختن

ولہ

روضۂ خلد خدایا بہ نکوکاران دہ
دولتِ وصل جزائے دل مشتاقان دہ

شیخ بہائی علیہ الرحمہ

کار عقبٰی کان ز دنیا بہتر است
سعی خواجہ از برائش کمتر است

و در حملۂ حیدری کہ اشعار حقیر بآن تعلق دارد ایطا و دیگر عیوب قافیہ جا بجا موجود است و از ناظران مخفی و مستور نیست لکن چہ باید کرد کہ مردم مردہ پسند اند تا زندہ ایم قدر شناسی نخواہند کرد و بعد از مرگ بیاد خواہند آورد و کلامے کہ بالفعل مردود است مقبول خواہد شد

بعد من معنی رسی خواہد گریست
گر نگریدکس کسے خواہد گریست

مثنوی "بیت الحزن" کے متعلق اعتراض کا جواب

باہمہ سنجیدگی بے قدر و مقدار یم ما
چون ترازوے دیارِ قحط بیکاریم ما

بعض اشخاص از جہت بیخبری اور بعض مصاریع بیت الحزن از راہ وزن کلام کردہ اند و بعضے دیگر درین مصراع "حسین منی و انا من حسین ست" درخصوص وا و عطف

که بطور فارسی است تامل نمودند اند او جواب شبهه اولی نوشته می شود که مثنوی
بیت الحزن در بحر وافر مسدس معصوب مقطوف مسبغ است - مفاعیلن مفاعیلن
فعولن - یا مفاعیل بسکون لام بجای فعولن نه در هزج محذوف یا مقصور و اصل این
بحر مفاعلتن بتحریک لام است و مفاعیلن معصوب است و فعولن مقطوف و مفاعیل
بسکون لام معطوف مسبغ و درین مثنوی رکن مفاعلتن همه جا در عروض و ضرب مقطوف
تنها یا مسبغ مستعمل شده و باقی اجزا در همه اشعار معصوب آمده است و رکن سالم
هیچ جا نیامده الا در دو سه شعر چنانچه درین بیت

حدیث فضل او که ضیاء عین است		حسین منی و انا من حسین است

تقطیع - حدیث فض (مفاعیلن) لاوکضیا (مفاعلتن) عین است (مفاعیل)
حسین من (مفاعیلن) نیوانَ مِن (مفاعلتن) حسین است (مفاعیل) و
درین مصرع که خضر را صبر و رضا حسین است -
تقطیع - که خضرے را (مفاعیلن) ہ صبر و رضا (مفاعلتن) حسین است (مفاعیل)
و درین شعر فحسبک ما حکی اهل العناد   فان الفضل ما شهد الاعادی
تقطیع - فحسبک ما (مفاعلتن) حکا اهل (مفاعیلن) عنادی (فعولن) فان لفض
(مفاعیلن) لماشهدل (مفاعلتن) اعادی (فعولن) و درمیان این وزن و
بحر هزج مسدس محذوف یا مقصور اشتباه می افتد چه مفاعلتن معصوب مفاعیلن
سالم یکے است - و همچنین مقطوف و محذوف فعولن است بلا تفاوت و مقطوف
مسبغ مفاعیل است مثل مفاعیلن مقصور که آن هم مفاعیل است لکن هرگاه در تمام مثنوی یک شعر هم بر رکن سالم که مفاعلتن است

له یعنی مفاعیلن مفاعیلن فعولن که وزن اکثر ابیات این مثنوی است ۱۲

مشتمل بوده باشد معلوم میشود که تمام مثنوی در بحر وافر است در هزج چه در هزج مفاعلتن اصلا راه نمی یابد
و شیخ بهاء الدین عاملی عامله الله بلطفه مثنوی عربی مسمی به ریاض الارواح در همین بحر وافر گفته

الا یا خائضا بحر الامانی	هداک الله ما هذا التوانی
اضعت العمر عصیانا و جهلا	فمهلا ایها المغرور مهلا
مضی عصر الشباب وانت غافل	وفی ثوب العمی والعجز رافل

و این هر سه شعر بر وزن مفاعیلن مفاعیلن فعولن است و رکن سالم در اینها نیست الا
در حشو مصراع خامس و در دیوان مرتضوی اشعار بسیاری برین وارد است از انجمله

حبیب لیس یعدله حبیب	وما لسواه فی قلبی نصیب
حبیب غاب عن عینی وجسمی	وعن قلبی حبیبی لا یغیب

رکن سالم در بیت دوم اصلا نیست مگر در صورتیکه یای حبیبی مفتوح خوانده شود و هم از انجمله

لنقل الصخر من قلل الجبال	احب الی من منن الرجال
یقول الناس لی فی الکسب عار	فقلت العار فی ذل السؤال

بیت دوم از رکن سالم خالی است و از انجمله

علیکم بالثلثة فاکتموها	شجاعتکم وعلمکم ومالی
فان الناس اعداء لهذا	ولا یرضیهم الا الزوال

رکن سالم در بیت ثانی نیامده و از انجمله

الهی لا تعذبنی فانی	مقر بالذی قد کان منی
ومالی حیلة الا رجائی	لعفوک ان عفوت وحسن ظنی
فکم من زلة لی فی الخطایا	عضضت انامل و قرعت سنی

یظن الناس بی خیراً و انّی	لشرّ الناس ان لم تعف عنّی

بیت اول و آخر رکن سالم ندارد - این است شمه از کلام امیر المومنین و اقرار بجلالت شان آنحضرت رکن اسلام است و شافعی گوید ؎

کفی فی فضل مولانا علی	وقوع الشک فیه انه الله
ومات الشافعی ولیس یدری	علیٌّ ربه ام ربه الله

در غیر از مصراع ثالث رکن سالم نیامده و اختلاف وزن با اتحاد بحر در مثنوی یا قصیده بلکه در یک بیت هم بالمره ممنوع نیست۔ سعدی گوید ؎

بلغ العلی بکماله	کشف الدجی بجماله
حسنت جمیع خصاله	صلّوا علیه و آله

بروزن مستفعلن است و ارکان دیگر بروزن متفاعلن و بحر یکے است که کامل باشد و شاعر هم کامل ست۔ و خاقانی که او را حسان عجم و خدای سخن میگویند در بحر مضارع گفته ؎

کردی نخست با ما عهدی چنانکه دانی ۔۔۔ باید همین که بر سر آن عهد خود بمانے

مصراع اول بروزن مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن است۔ و مصراع ثانی بروزن مفعول فاعلات مفاعیل فاعلاتن۔ و ایضاً له

جائیکه یافت از غم زلفین تو رهائی ۔۔۔ از کار باز ماند همچون بت از خدائی

وزنش عکس بیت اول است۔ و این قصیده اشعار دیگر دارد که در وزنش اختلاف عظیم است ولکن بحر یکے است۔ و بحر وافر هر چند مختص بعرب است اما شعرای عجم بحور مختصه بعرب را استعمال کرده اند کما نص علیه فی الوافیه والحدائق۔ و چنانچه شیخ سعدی بحر

طویل را که مخصوص بعرب است آورده	ع	شگفت آمد از بختم که این دولت از کجا

ابیات کلام شافعی و وزن مقام از لطف خانی است ۱۲

و شیخ بہائی علیہ الرحمہ در بحر خبب کہ مخصوص عرب است مثنوی شیر و شکر نظم کردہ و میر شمس الدین فقیر در بسیط و مدید ہم گفتہ و در مثال وافر نوشتہ۔

ز دست ہجر آن صنم ار طرازم	دل من می تپید برم چہ سازم

و حقیر سہ مثنوی درین بحر دارم یکے عربی کہ شمع المجالس است و دو فارسی زبالل و بیت الحزن۔

لطیفہ حال مردم عجب است کلام شاعر را کہ در حقیقت شعر است نثر پندا شتند و دعوائے بےبرہان و دلیل بودش از و قبول نداشتند و کلام خدا را کہ از شعر و شاعری مبرا مینماید و ما علمناہ الشعر میفرماید خواہی نخواہی از قسم شعر شمردند و پیغمبر را شاعر مجنون لقب کردند ؎

انجا اللہ والرسول معا	من لسان الورے فکیف انا

و جواب شبہ دوم اینکہ آوردن واو عطف بطور فارسی میان دو فقرہ عربی ہرگاہ در ترکیب فارسی واقع شدہ باشد چہ عیب دارد حکیم سنائی در حدیقہ گوید ؎

دو جہان پیش ہمتش بہ دو جو	سر مازاغ و ما طغٰی بشنو

و مولوی روم گوید ؎

قول ان من امۃ را یاد گیر	تا بہ الا و خلا فیہا نذیر
فافہم و لا ینبئک مثل خبیر	ضعف الناس عباس

ایک شخص نے اپنے خط میں چند شبہات مثنوی من و سلوے کے متعلق تحریر کیے تھے اور اپنے نام و نشان کے اظہار کی قسم دیکر ممانعت کر دی تھی اور ان شبہات کے جواب کی خواہش کی تھی۔ جناب مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا۔ وہ شبہات مع جواب نقل

لیے جاتے ہین۔

شبہ اول درین شعر

خیمہ بر دریا حباب آسا مزن	آب از سر رفت دست و پا بزن

مردمان گویند کہ قافیہ مزن و بزن درست نیست۔ وعجب اینکہ جناب بالاے این دو بیت حاشیہ منہیہ طولانی نوشتہ اند کہ از قسم قافیہ معمولی است کہ بتحلیل و ترکیب حاصل می شود وہو من الصنائع الی آخرہ۔ مطلب این حاشیہ نیز فہمیدہ نمی شود چراکہ قافیہ معمولی۔ چنانچہ خود فرمودہ اند از تحصیل و ترکیب حاصل میشود چون قافیہ تشنہ یافت و حیاتش نیافت و در مزن و بزن چنین صورت نیست امید کہ این شبہ را بہ تفصیل تمام حل فرمایند کہ مردمان بسیار گفتگو می کنند۔

شبہ دوم درین شعر

کارہا داری چنین غافل مباش	حرکتے کن کمتر از بسمل مباش

لفظ حرکت از لغت بفتحتین ثابت می شود و درین شعر بتسکین عین آمدہ است و در شعر دیگر نیز بسکون عین آوردہ اند

حرکتے بے حکم مولا خوب نیست	از تو غیر از بندگی مطلوب نیست

مردمان سند می طلبند۔

شبہہ سوم درین شعر

حضرت موسے کلیم اللہ بود	در قناعت دست بیضا می نمود

لفظ دست مذکر است و بیضا مؤنث و مشہور ید بیضا است اگر دست بیضا در کلام شاعرے آمدہ باشد ارقام فرمایند۔ ہرچند کلام جناب خود سند است لا حاجت

مزاج مردمان بداست۔

شبہہ چہارم درین شعرست

درتلاش رنگ نگ نعمت ست	مولوی در بند جاہ و حشمت ست

الی آخرہ کہ اشعار بسیار بسیار خوب ہستند لیکن بفہم ناقص مخلص نمی آید کہ مراد از مولوی کیست وغرض ازین کلام چیست امید کہ مفصل بر نگارند وخاطر مبارک من جمیع الوجوہ جمع دارند زیادہ بجز اشتیاق حضوری آستان چہ برطراز د

اسکا جواب جناب مفتی صاحب قبلہ نے اپنے نوازشنامہ مین تحریر فرمایا ہے۔ اما شبہات کہ بر بعض اشعار من وسلوئی نوشتہ اند ہر چند توزع بال وسوانح اطفال مانع ازحل آن بودہ لکن بنا بر الحاح واقتراح سامی چیزے بقلم میرود اما مجملاً اینکہ حقیر از طفولیت وحداثت طرح تالیف این کتاب ریختہ بودم و دران زمان اینقدر تمیز ہم کہ الحال بہم رسیدہ نداشتم مگر چون طبع موزون بود واز مطالعہ کتاب ابواب الجنان کہ مصدوقۂ ان من البیان لسحرا ہمان است وارستگی در مزاج ومیل وشغفے بعبادت وزہد کہ الحال ذکرش از باب ذکر النعم من بضائع المساکین ست بہم رسیدہ بود تالیف این کتاب ومثنوی ہاے دیگر بے معاونت استادے اتفاق افتاد چنانچہ در بعض اشعار اشعار باین مطلب نمودہ ام

کار بے استاد را بنیاد نیست	در فن شعرم زکس امداد نیست
بین چسان پیرانہ گفتم ہر سخن	تو نظر بر خورد سالیم مکن
در صدف دُر نہانی از ابلہین	لفظ من منگر معانی را ببین
بر ورقہا جدول خون کردہ ام	نالہ ہاے چند موزون کردہ ام

مع ہذا سہو ونسیان مصادق انسان است وکبیر وصغیر درین باب یکسان۔ ولا معصوم

الامن عصمہ اللہ اگر اغلاط شعرا و غیر شعرا نوشتہ شود دہ جلد و فا نکند لکن فایدہ اش بجز سیاہ کردن نامۂ عمل چیست۔ ہر چند عادت ابنای زمان ہمین است کہ بمجرد اینکہ مشکلے جوہر کمال خود را در ضمن تصنیف بموقف عرض میرساند سامعان را در برابر او اظہار کمال خود بادر ضمن تفتیش فی الفور بخاطر میرسد چہ تصنیف مشکل ست و ترئیف آسان

بر ہنر نیست نظر ایشان را	عیب جوئی ست ہنر ایشان را

و نقل عن السلف من صنف استہدف "بخاطر دارم کہ در زمان نظم این مثنوی کہ ظاہرا سن ہفدہ سالگی بودم روزے یکے از سخنوران زبان دان بدیدن والد مرحوم آمد و صحبت شعر و سخن طول کشید۔ ابوی طاب ثراہ اجزاے این کتاب را از من طلبیدہ دستش داد کہ تازہ تالیف شدہ است۔ آن بزرگوار شروع کرد بخواندن و مدح کردن کہ بہ بہ عجب کلامی است پاکیزہ قائلش مردم ایران است و بچہ اصفہان۔ آنوقت پدر بزرگوار فرمود کہ چنین بچہ شوشتر است۔ یافت کہ از کجا میفرماید دفعے برداشت و یکسر اشعار را قلم زد کہ چنین می بایست و چنان نمی بایست۔ این است حال رجال۔ فافہم بنظر و ن الےمن قال لا الے ما قال۔ و اما تفصیلاً پس بنا برانچہ مرقوم بود امید آنکہ حل آنرا ارقام فرمودہ زود ترسیل فرمایند" حل آنرا رقم زدہ زود ارسال داشتم فافہم قولہ شبہ اول درین شعر ع خیمہ بر دریا الخ۔ حقیر میگوید کہ لفظ مزن ردیف است نہ قافیہ و مع ہذا ہر چند قطعاً حکم بفساد این تقفیہ نمی توان کرد چہ مظنون آنکہ در بعض اشعار اساتذہ وارد شدہ است۔ طرفہ اینکہ درین شعر ہر دو مصرع لفظ مزن واقع است و بزن قابل بزن چنانچہ در صحت نامہ تعرض شدہ است ملاحظہ فرمایند۔ قولہ عجب اینکہ الخ حقیر میگویم عجب آنکہ این حاشیہ بالاے این بیت نیست بلکہ متعلقش بیت دیگر است

کہ سہ چہار مرتبہ این بیت متأخر است خود نگاہ نکردہ اند درین بیت تأمل کنند ؎

شد درین بیخودی از خود برآ	فاخلع النعلین فانظر ما ترے

شبہہ دوم درین شعر ؎ کارہا داری الخ۔ حقیر میگوید بلے لفظ حرکت بتحریک عین است ولکن عجم بسبب در الفاظ عربیہ و فارسیہ تصرف ہا کردہ اند کہ افراط بفتح فا در اشعار بستہ اند النوید آفتاب عالمتاب ؎ لفظ نوید را کہ فارسی است معرف بلام وارد کردہ اند و ذو الشین بشیرین در کلام خاقانی وارد است و ازین قبیل لفظ حرکت سراج الدین علیخان آرزو در بعض افادات خود گفتہ کہ حرکت بحرکت دوم لفظ عربی است و بسکون دوم فارسیان استعمال کردہ اند چنانچہ ملا فوقی یزدی گوید ؎

ز بس خوش حرکت شیرین ادا بود	اگر شمشیر می راند خوشنما بود

دیگر در اشعار محمد حسین آشوب کہ احوالش در تذکرۂ نصیرآبادی مسطور است بسکون دیدہ شدہ و این تخفیف از تصرفات استادان قادر سخن است انتہی کلامہ نعمتی نعمانی گفتہ ؎

قبض و بسطے کاندر آمد بین بین		خود سکون گردید بین الحرکتین
	ولہ	
میدہی کسرے بساکن ہر کجا		افتد از حرکت شود بیدست و پا

و در ہر دو شعر حقیر نکتۂ باریکے دیگر است کہ ہر چند دلالت لفظیہ بر آن مشکل اما گاہ گاہ است ذہن اہل سخن بآن منتقل شود و آن اینکہ تسکین عین حرکت باشارہ بصوت حرکت باشد چنانچہ لفظ بسمل نیز در شعر اول و یاے تنکیر در ہر دو بیت افادہ این معنی میکند۔ چہ ہر گاہ سکون در عین حرکت راہ یابد حرکت را قوتے و اتصالے نمی ماند بلکہ ضعف

انقطاع بهم میرسد و آنرا از باب لف نکت شمرده بیتوان شمرد

قوله شبهه سوم درین شعر حضرت موسی الخ حقیر میگویم تا منشا صنعت تاویل بد مضائقه ندارد و چنین تاویلات در تراکیب عربیه بسیار واقع است تا بعبارت فارسی چه رسد. استادی گفته آفتاب آئینه اندر کف شلاق و ترکیب گنبد خضرا که نظیر این ترکیب است بر السنهٔ شعرا دائر دست بیضا نیز بخصوصه در کلام مرزا صائب واقع است کما نقل عنه فی قصیده له مطلعها

ای بهشت عدن را از بارگاهت فتح باب | گنبدش صبح سعادت را طلیع آفتاب

بعد از چند اشعار آبدار میگوید گر ضمیر دستگیر موسی عمران شود دست بیضا بر نمی آمد چو خورشید از نقاب قوله شبهه چهارم درین شعر مولوی در بند الخ حقیر میگویم مراد از مولوی شخص معین نیست بلکه مولوی و شیخ و زاهد از مصطلحات شعراست کنایه از شخصی که تقدس فروش ریاکار باشد و سخنوران سابق ازین مقوله بسیار گفته اند که حصر و استیفای آن دشوار و شبهه درین باب ناشی از اجنبیت فن شعر است مولوی جامی در سلسلة الذهب میگوید

خدمت مولوی چه صبح و چه شام	دارد اندر کتاب خانه مقام
متعلق دلش بهر ورقی	در حواشیش رهبر ورق سبقی
نه شبش را فروغی از مصباح	نه دلش را کشادی از مفتاح
کرده خانه کتاب های سره	از خری همچو خشت کرده خره
صد مجلد کتاب بنهاده	در عذاب مخلد افتاده
سر بر اندیشه های گوناگون	لب بر افسانه دل پر از افسون
آید از طعن عامه احیانا	سوی مسجد جناب مولانا
میکند بر دل این تمنا خوش	شرم بادش ازین عمامه و فش

باتو گفتم حدیث اشرف ناس — حال ارذال را ازان بشناس

وشیخ بهاء الدین عاملی علیه الرحمه در ریاض الارواح میفرماید **عربیه**

مرادك شان تری فی کل یوم — وبین یدیك قوم ای قوم
کلاب عاویات بل ذیاب — ولکن فوق اظهرهم ثیاب
اذا ما قلت اصغوا للمقال — وان حدثت بالامر المحال
فلیس لهم جبیبا من بهاعه — سوی سمعا لمولانا وطاعه

وقد اطال المقال الی ان قال

لئن لم ترتدع عن ذی الظلامه — فبئس الحال حالك فی القیامه

ودر نان وحلوا میفرماید

علم رسمی سر بسر قیل است و قال — نه ازان کیفیتی حاصل نه حال
طبع را افسردگی بخشد مدام — مولوی باور ندارد این کلام

بلکه در نان وحلوا فصلی در باب ذم علمای متشبهین بامرا مترفعین از فقرا منعقد فرموده میگوید

علم زیب از فقر یابد ای بشر — نی ز باغ و راغ و اسپ و گاو و خر
مولوی را هست دائم این گمان — کاین بیابد زیب ز اسباب جهان
نقص علم است ای جناب مولوی — حشمت و مال منال دنیوی۔

مجملاً غرض ازین کلام نصیحت خواص بر طرز شعرای پیشین ست۔
قوله امید که مفصلاً الخ تفصیل امرانیکه مقصود ازین اشعار مذمت دین فروشان مکاراست که در زی مقدسین و زهاد برآمده بظاهر لاف تشیع و تورع می زنند۔

در حقیقت بر طریقت صوفیه ترک دنیا برائے اخذ دنیا می کنند و از راه تشبه با عاجم و فقہائے اعاظم عبا بر دوش و عمامه بر سر می نهند و در ضمن این مکائد عقائد فاسد و شنائع که سند خود را رواج میدهند و در تطہیر و تنظیف ظاہری کوشند و از خباثت و آلودگی باطن چشم می پوشند و دین را بدنیا میفروشند و چونکه این بد باطنان خوش ظاہر در معنی بمولوی معنوی خود پیروی میکنند لفظ مولوی درین مقام خالی از لطف نیست و درین جزو زمان نیز شخصے از اشخاص برین طرز خاص بوده است و در اصل مسوده این کتاب چند شعر دیگر درین مقام بود که بحال آن بزرگوار زیاده تر انطباق داشت و هم درین ترتیب فرقے بود ؎

سعی کن در رد اصحاب ضلال	دست رو بگذار از براہل سوال
لعن در ظاہر کنی بر صوفیان	خود نه بیرون باطن ان میان
چون شود در شیه ضلالت سائری	چیست حاصل گر لقب شد حائری
تا مراد ارض کربلا برگشته	از طریق مصطفے برگشته
رو بتلبیس عوام آورده	چند جاہل را بدام آورده

ہر چند برکت شما محرک داعی و داعی محرک برین نظم بغض و عداوت دنیویه با آن مرد و ذم او بالخصوص نبود و لو دخل فے العموم چه موضوع این کتاب تبیین بعض احکام الٰہی و تصویر اوامر و نواہی و تلقین کلمات وعظ و پند بر اسلوب شایسته و دلپسند است و با تحقیق نفس موضوع کار نیست و میدانید که من با احدے کینه و حسدے ندارم و با هیچ شمار و قطار نہی آرم - الکاتبه ؎

نیم و ستار تا بر سر گزارند	کم از نعلم که پا بر سر گزارند

ولکن چون درین اشارات وضحہ و امارات فاضحہ خوف نکوہش جہال وشورش اہل
ضلال بود در قالب طبع ریختہ نشد و در ترتیب نیز تغیر مناسب افتاد واللہ لا
یُحِبّ الفساد وقد نوفی الرجل علی اسرع حال وکفی اللہ المؤمنین القتال الحال
بسبب اقراء آن شفیق کہ حفیظ وامین واز زمرہ مخلص محبین می باشند بر ذکر این شبہا
جسارت نمودم واخفاے آن از سفہا وخصماء بذمہ شماست وکتمان اسم ومشخصات
شما حسب الایماء بعہدہ من۔ وانکان ھذا مما لا یطلب فیہ الستر والعلن
والملتمس منک الدعاء فی الخلوات بالنجاۃ لی من المحن والفتن ط

زبدۃ الاصول کے متعلق سوال اور اُسکا جواب

سوال - در زبدۃ الاصول از تعریفہاے علم این تعریف مرقوم او صفۃ توجب لمحلھا
تمیزا لا یحتمل النقیض ظاہر ہمین است کہ از قید توجب وغیرہ اسلئے آخرہ صفات
دیگر مانند قدرت وغیرہ خارج شد ونیز ظن وغیرہ پس آنکہ مصنف زبدہ میفرمایند
وامتناع النقیض بعادۃ او حس لا ینفیہ الامکان نظرا الی قدرۃ اللہ تعالے
واین عبارت جواب اعتراض بر تعریف مذکور است باین وجہ کہ جبل حجر است احتمال
نقیض دارد لجواز انقلاب الحجر ذہبا۔ ہرگاہ در تناقض وحدت قوت وفعل [illegible]
پس توجہ اعتراض مذکور بچہ سبب مفصلاً ارشاد شود۔

جواب - حاصل اعتراض اشاعرہ نقض است بعلوم مستندہ بعادت وحس احتمال
نقیض دارد۔ توضیحش اینکہ میدانیم کوہے را کہ ساعتے مثلاً پیش ازین دیدہ بودیم
این وقت منقلب بذہب نشدہ است ومیدانیم کہ ہذا الجسم الشاغل للحیز حجر [illegible]

باوجودیکہ نقیض قضیہ اولے کہ الجبل الذی رایناہ من قبل بساعۃ مثلا انقلب الآن ذہبا باشد و نقیض قضیہ ثانیہ کہ ہذا الجسم الشاغل للحیز لیس بحجر بالفعل باشد محتمل و ممکن است باینمعنی کہ از فرض آن نظر بقدرت الٰہی محالے لازم نمی آید چہ قدرت مختار شمول و عموم وارد و جواہر فردہ در قبول صفات متقابلہ مثل حجریت و ذہبیت یکسان است درصورتیکہ متجانسۃ المہیات باشد و اگرہم متخالفۃ المہیات باشد پس جائز است کہ مختار چنین وجہ را فنا ساختہ بجاے آن ذہب را ایجاد کردہ باشد خلاصہ این ہر دو نقیض ممکن است و شما قائل بامتناع نقیض میباشید۔ جواب اینکہ امتناع از روے عادت و حس است نہ بنظر قدرت باری پس این اعتراض باین جواب مندفع میشود اگر دراصل متوجہ بودہ است و انچہ در تناقض معتبر است در نقیضین متحقق و مقدمۂ جواز انقلاب الجبل او الحجر ذہبا در دلیل ماخوذ شدہ است و این خود نقیض نیست تا گفتہ شود کہ شرط وحدت قوۃ و فعل و زمان فوت شد۔

آیۂ توحید کے متعلق تحقیق

یہ مسئلہ مولوی یاد علی صاحب نے بہیرا دمرکا سے جناب کی خدمت مین بھیجا تھا جسکا جواب جناب سلطان العلما نے دیکھکر بہت پسند کیا تھا اور اپنے پاس اُسکی نقل بھی رکھ لی تھی اور باوجودیکہ اُنھون نے بیضاوی وکشاف و تفسیر کبیر وغیرہ کیطرف رجوع کی تھی مگر اسکا جواب اُنھین کہین نہ ملا تھا۔

مسئلہ در آیۂ لوکان فیہما الہۃ الا اللہ لفسدتا از نفی سہ الٰہ نفی دو الٰہ لازم نمی آید و اگر جمع منطقی مراد گیرند نفی یک الٰہ لازم نمی آید

آیۂ موثق توحید نمی ماند واضح واضح ارشاد شود۔

جواب۔ اولاً اینکہ اطلاق جمع بر واحد شائع و در قرآن واقع است وانا لہ لحافظون وثانیاً اینکہ در آیہ شریفہ اشارہ بدلیل تمانع است کہ متکلمین آنرا ذکر کردہ اند کما فی مجمع البیان و حاصلش آنست کہ اگر سوائے جناب احدیت معبودے دیگر باشد الخ مثل او سبحانہ حی و قادر خواہد بود پس بر ضد و نقیض فعل او سبحانہ قادر باشد یا نہ در صورت دوم خلاف فرض لازم می آید و در صورت اولیٰ یا مراد او تعالیٰ و مراد آن معبود مفروض ہر دو حاصل شود یا مقصود یکے سوائے دیگرے یا مقصود ہیچ یک حاصل نشود۔ صورت اول موجب اجتماع ضدین است و اخیر مستلزم ارتفاع نقیضین و در صورت وسطیٰ عجز و سلب قدرت یکے لازم آید انتہیٰ و این دلیل بر نفی تعدد الٰہ مطلقاً دلالت میکند اعم ازینکہ یک معبود سوائے خدا باشد یا دو یا سہ لیکن چونکہ کفار در کثرت دران زمان بآلہہ متعددہ سوائے باری تعالیٰ قائل بودند چنانچہ در سیاق و سباق ہمین آیہ مذکور است ام اتخذوا الٰہۃ من الارض ہم ینشرون۔ ام اتخذوا من دونہ الٰہۃ حتی کہ بربام کعبہ سی صد و شصت بت بعدد ایام سال نصب کردہ بودند لہٰذا بر وفق مزعوم شان بصیغۂ جمع بطور مثال در آیت مذکور شدہ و مدار کار بر عموم دلیل است۔ ابن بابویہ در کتاب توحید نقل کردہ کہ کسے از امام حق ناطق امام جعفر صادق علیہ السلام پرسید کہ دلیل بر وحدت معبود چیست فرمود کہ اتصال و اتساق تدبیر و نظم عالم و کمالیت صنع چنانچہ حق عز و جل فرمودہ لو کان فیہما الٰہۃ الا اللہ لفسدتا انتہیٰ و ازینجا مستفاد میشود کہ این آیہ دلیل بر وحدت معبود است و مقصود نفی الٰہہا سوائے جناب باری۔ علاوہ اینکہ کسی را منکر توحید است فرقے

نمی کند درمیان صحت دعوائے یک آلہ سوائے خدا و دو یا سہ وکسے کہ معترف بتوحید است
فرق نمی کند در نفی آلہ دیگر خواہ یکے باشد وخواہ زیادہ پس ابطال زیادت مستلزم
توحید است بضمیمہ اجماع مرکب اذ لا واسطة بین الاسلام والکفر فی
صحیح المذهب فافهم والی ربك فارغب - وهنا وجه اٰخر ادق
واحق بالقبول عند اصحاب العقول وهو ان نختار المجمع المنطقی ونقول
لو کان مع الله اله اٰخر ولو واحدًا لصدق علی المجموع الهة غیر الله
لانّ المجموع غیر الواحد فالاٰیة دالّة علی نفی کل ما یدّعیه المشرك
الجاحد وهذه الدلالة وان کانت غیر صریحة لکنها حاصلة بعد لطف القریحة

قانون شیخ رئیس کی عبارت کا حل

ان کان عسر الازدراد بعرض لهم والحمی مطبقة فلیفصد ویخرج الدم قلیلا
ولیغذ بالخلّ والخسّ ان کانت الشهوة فیها بعض الفتق(1) والّا فلیقتصر علی ماء الشعیر
ولیحذر العاقلة وان کان اعتقال فالحمول والحقن خیر من من فوق بکثیر

(حاشیہ مولوی انور علی) سلہ (1) اختلف عبارات الشراح فی هذه اللفظة فقال البعض
بالفاء والیاء التحتیة بمعنی الیقظة ولم یوجد فی الکتب الحاضرة عندی
من اللغات - وقال بعضهم بالنون بعد الفاء ہ رة بمعنی التنعّم وبالتاء المثناة بعدها
اخری بمعنی الخصب - وکلا المعنیین فی القاموس ویتناسبان بعض التناسب
وقال بعضهم بکسر الفاء والیاء التحتیة بمعنی اجتماع اللبن فی الضرع ای ان کان
فی الشهوة بعض الاجتماع ولا یخفی بعده - والاجود فی المقام ما القی فی بالی

ورضى به بعض الاكابر حين ما استفتى لتحقيق هذه اللفظة الى الحباء هذه البلدة
انه بالفاء والياء مصدر فاق يفيق بمعنى الجودة كما فى القاموس اى يغتذى
بالخل والخس ان كانت الشهوة جيدة بعض الجودة هذا وللناس فيما يعشقون
مذاهب - انتهى - وتعقبه سلطان العلماء بما هذا لفظه فى القاموس فاق
يفيق جاد بنفسه انتهى - وفى تاج اللغات فاق الرجل از باب ضرب مردجان خود دادانتهى
فيكون المعنى على راى المحشى ان كانت الشهوة فيها بعض الموت - وهذا مما تضحك منه الثكلى
وان ابتدع معنى الجودة بجودة ذهنه فتامل انتهى كلامه - وقد اتانى به ايده الله فعرضه
على ناستطرفته ونقل عن بعض الاطباء ان الفتق بالفاء والتاء بمعنى ازدياد الرغبة و
الاندرى هل تساعده المحاورة العربية ثم قلت له دام علاه - الذى سنح لى فى هذا اللفظ
ان الفتق بمعنى الفتح وهو معروف مانوس لا يحتاج الى القاموس - ومعنى العبارة انه يغتذى
بالخل والخس ان كانت يحصل عندها للحلق بعض الفتق والا فيقتصر على المائع الصرف
[illegible] الشعير وهذا مما لا تكلف فيه ولا حاجة الى الرتق والفتق - وما ترى اى ورود
[illegible] اولا من ان الفتق ليس بمعنى الفتح بل هو الشق وانفتاح المثانة وثانيا من انه لو كان
بمعنى الفتح فسد المعنى فى الشق الثانى وهو قوله والا فيقتصر على ماء الشعير لان معناه
حينئذ ان لم يكن فى الحلق بعض الانفتاح فليقتصر هو فاسد لان هذا النفى هو السلب
[illegible] فى مصطلح اهل الميزان ومقتضاه ان لا تكون انفتاح اصلا وح يعرض
الخناق الشديد ولا يمكن التغذى بالمائع ايضا - ولو وجه النفى الى البعض وكان
المعنى على ما يفهمه اهل العرف ان لا يكون انفتاح قليل بل اتساع عظيم فلا وجه
للمائع مع ارتفاع المانع بل يغتذى باللقم العظيمة من اللحوم وغيرها فالجواب

تحقیق متعلق بالف ممدوده

فقیر در تاریخ وفات جناب معظمہ یعنے حلیلہ جلیلہ نواب معلے القاب فلک رفعت ملک سیرت دام اقباله وزاد فضله وافضاله بطریق ارتجال وسبیل استعجال گفته بود مصرعہ بجہا حشرت مع الزہراء" بعض از شعرائے عصر ایراد گرفته اند که الف ممدود را در حساب جمل یک حدد گرفته می شود۔ جوابش اینست که اگر مراد از الف ممدود اصطلاح عجم است یعنے الفے که بر سر لفظ آفتاب و آسمان و آرام و آسایش و آمد و آلوده و اشباه آن واقع است پس آنچه جناب معترض افاده کرده بجا است لیکن بما نحن فیہ دخلے ندارد۔ واگر اصطلاح صرفیان واہل تجوید ست یعنی الفے که بعد از آن ہمزہ یا حرف مشدد آمده باشد پس شکے نیست درین که تاریخ تابع کتابت است حروف مکتوب در تاریخ محسوب مے شود واین قاعده ایست مشهوره مظنه که بر احدے

فالجواب — (عن الاول بان الفتق بمعنی الفتح مذکور فی کتب اللغة قال فی النهایة اصله الشق والفتح قال ومنه حدیث مسیرة الی بدر خرج حتی افتق بین الصدمتین ای خرج من مضیق الوادی الی المتسع یقال افتق السحاب اذ انفرج وفی صفته کان فی خاصرته انفتاق ای اتساع۔ وعن الثانی بان الکلام فی عدم الازدیاد والا تساح امر اضافی والمعنی ان کان اتساع ما مع عدم الازدیاد فلیغذ بالخلل والحتن وان لم یکن اتساع اصلا والعدم موجود فبماء التعبیر ولم یقل احدان المجراے منسد علی الاطلاق حتی یضیق علیه الخناق۔)

خطا سطر صحیح عبارت سطر صفحہ [illegible] تقیہ غلط [illegible] ۱۲

زتاریخ گویان پوشیده نباشد۔ ودر باب الف ممدوده بمعنے اول کہ آن را یک عدد
میگیرند۔ بنا برہمین قاعدہ گزاشتہ اند۔ ودر کتابت الفے کہ آخرش ہمزہ باشد
اختلاف است مشہور بین الناس اینکہ در تراکیب عربیہ بعد از الف ہمزہ می نویسند
ودر کتاب اللہ ہمچنین است سواءٌ علیہم کما آمن السفہاء فلما اضاءت
کلما اضاء لہم والسماء بناء وانزل من السماء ماء بقرۃ صفراء
بیضاء لذۃ للشاربین ان ہی الا اسماء لا تسئلوا عن اشیاء الی غیر ذالک مما لا یحصی
ودرین صورت بنا بر قاعدۂ مشہورۂ مذکورہ دو عدد گرفتہ می شود یکے عدد الف
ودیگرے عدد ہمزہ وعدد احد الحرفین گرفتن ودیگرے را از پایۂ اعتبار ساقط کردن
باوصفیکہ ہر دو مکتوب باشند وجہے ندارد۔ بلے خلیل ہمزہ نمی نویسد۔ وکتاب اللہ الجلیل
اولے من کلام الخلیل۔ واللہ الہادی الے سواء السبیل۔

واگر ہم بالفرض خطا کردہ بودم مضمون آیۂ "انما المومنون اخوۃ" وحدیث "الارواح
مجندۃ" مقتضائے اخوت ایمانی ومودت روحانی حفظ غیب بود وستر عیب ؎

وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ	ولکن عین السخط تبدی المساویا

حال فقیر این ست ؎

شاگرد کسے نیم نہ استاد	لطف سخنم بود خداداد
بر گفتۂ رشید سخن دان	از رشک بعید نیست ایراد

تحقیق عروضی

رشید گفتہ

زمزِ دہنِ تنگِ تو بنشگافتہ باشد	گر دل اثر خیر سخن یافتہ باشد
چون من کسے نگفت زتیزی خوی او	کو رازبان چو خامہ بہ بشگافتہ باشد

شعر اول ازین غزل در بحر ہزج و شعر دوم ناموزون باین جہت کہ مصرع اولش در بحر مضارع و از مصرع دوم نیمہ اولے در بحر مضارع و نیمۂ اخیر بر طرز ہزج و ترکیب یک بیت یا یک مصرع از دو بحر جائز نیست و ہمچنین ترکیب یک غزل از اشعار مختلفۃ البحور ولکنّ السہو والنسیان لایقدحان فی شرف الانسان۔

و غلام علی آزاد در خزانہ عامرہ برین بیت ایراد گرفتہ و بجاے مضارع بحر مجتث نوشتہ ولا سہو فے سہو۔

خوشخطی و سواد خط

نسخ و نستعلیق دونون خط پاکیزہ و شیرین و رنگین اور پختہ تھے۔ نہایت جلد لکھتے مگر خط کی وہی شان باقی رہتی تھی۔ راقم الحروف کے پاس اُنکے ہاتھ کے لکھے ہوئے بہت سے خطوط ہین جو تبرکاً نہایت حفاظت سے رکھے ہین۔ خط کی شان سے معلوم ہوتا ہے کہ خط طبعی نہین ہے بلکہ مشقی خط ہے۔ خوشخط تحریر نہایت پسند فرماتے تھے اور قدر کرتے تھے۔ ایک شخص نے ایک تحریر پیش کی جو عمدہ لکھی ہوئی تھی مگر سیاہی اچھی نہ تھی فرمایا کہ ؎

خطِ شیرین ہے لیکن یہ سیاہی	نمک دینے سے پھیکی ہو گئی ہے

ایک شخص نے فرمایش کی کہ ایک قطعہ مصیبت حضرت سید الشہدا علیہ السلام مین ایسا تحریر فرما دیجیے کہ کوئی دائرہ اسمین نہ آئے بلکہ ہر مصرع مین کشش دار حروف ہون

جناب ممدوح نے ایک قطعہ اُنکی فرمائش کے موافق نظم کرکے دیدیا جو نہایت لطیف و پاکیزہ ہے سب الفاظ کشش دار ہین تمام عبارت مین ایک دائرہ بھی نہین آیا۔ مگر افسوس ہے کہ کاپی کا وہ ورق جسمین وہ قطعہ درج ہوا تھا گم ہوگیا اور جس کتاب سے نقل کیا تھا وہ بھی اسوقت مولف کے ذہن مین نہین ممکن ہے کہ آیندہ اڈیشن مین اس فروگذاشت کی تلافی ہو سکے اسوقت چونکہ کتاب کی اشاعت مین بہت زیادہ تاخیر ہوچکی ہے اسلئے دوسرا حصہ ختم کیا جاتا ہے اور نسخ و نستعلیق خط کا فوٹو ملاحظہ ناظرین کے لئے شامل کتاب کیا جاتا ہے

سال اختتام

ختم شد

۱۳۴۴ھ

(د) باب السیرۃ

بزرگانِ ملت کی سیرت نگاری اور اُنکے صفات و عادات کا ضبطِ تحریر مین لانا اگر دشوار نہین تو آسان بھی نہین، ایک سطحی نظر سے بڑی بڑی مقدس ہستیان معمولی نظر آتی ہین لیکن دقت نظر سے اُنکی ہر سانس ایک گرانبہا ذخیرہ ہے اِس صُورت مین اُنکی اہمیت محتاج بیان نہین ہزار ہا افسانے ہین سیکڑون واقعات ہین قوّتِ انتخاب پریشان، طاقت ضبط سر در گریبان، اِسکے علاوہ دیکھنے والے کی نگاہ ہی جس نقش و نگار تک نہین پہنچتی اُس کا نقشہ دکھانے کی اُسکے قلم مین کہان قدرت ہے، جن چیزون کی ماہیت و حقیقت کے ادراک سے اُس کا حس قاصر ہو اُنکی حالت دوسرون کو کسطرح سمجھا سکیگا۔ لہذا میرا بیان بھی اِسی حد مین داخل ہے۔ اور میرا قلم بھی اس وادی مین شکستہ پا ہے، اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوے ترتیب سے الگ الگ عنوان قائم کرتا ہون اور اپنی ژولیدہ بیانی کا اظہار کرتا ہون۔

کمالِ معرفت

جناب مفتی صاحب کا مرتبۂ عرفان اُنکی عبادت اور خشیت اور احتیاط سے ظاہر ہے جسکے دل مین نورِ معرفت درخشان ہوگا اُسی کے دل مین خوفِ خُدا اور اُسی کے اعمال و افعال مین اثر پرہیزگاری اور اُسیکے قلب مین عالم اُخروی کی تصویر بھی ہوگی۔ جناب مفتی صاحب مین یہ سب باتین موجود تھین جنمین ہر ایک بات معرفت کی کافی دلیل ہوسکتی ہے۔ معرفت کا حال اِس سے واضح ہوسکتا ہے کہ وہ ہر چیز مین

خدا کی صنعت پر نگاہ کرتے تھے گھنٹون مستغرق رہتے تھے صنائع و بدائع الٓھیہ مین غور کیا کرتے تھے۔ اُنکا وہ رات کی گھٹا ٹوپ اندھیاری مین اُٹھنا اور آفاق کی طرف نظر کرنا اور ایک خاص حالت سے اِن فی خلق السّموات اور اُسکے مابعد کی آیات کا تلاوت فرمانا عجیب و غریب عالم دکھاتا تھا۔ چنانچہ ایک مقام پر نظم کیا ہے ؎

ز صنعش آسمان است و زمین است ۔ کزانہا بند و بست عالمین است
شبے تار است و روزے ہست روشن ۔ بوقتے خاص و مقدارے معیّن
مہ و خور روز و شب زو می درخشد ۔ درین عینک ضیا جزوے کہ بخشد
نسازد روز را پنہان کس از شب ۔ کرا یارا کہ روز آرد پس از شب
اگر تا حشر طول روز می بود ۔ نہ بیخوابی غم جانسوز می بود
دگر می ماند شب تا روز محشر ۔ نمی شد روزی انسان میسّر

اس مقام پر چند شعر مثنوی خطاب فاصل سے نقل کیے جاتے ہین جنمین معرفت کے انوار تابان و درخشان نظر آئین گے۔

حمد زیباست مالک کل را ۔ کہ زگل ساخت بلبل و گل را
گلشن دہر را نگارین کرد ۔ پر طاؤس را بہارین کرد
دیدۂ ابر کز غمش تر شد ۔ اشک او دانہ ہائے گوہر شد
سینۂ لالہ داغدار از و ۔ دامن گل بدست خار از و
پیش ہر سالکے حق آگاہ ہے ۔ از رگ برگ گل باو راہے
دانہ را درخت می سازد ۔ آب را سنگ سخت می سازد
خیمۂ چرخ بے ستون کردہ ۔ کس نمی داند اینکہ چون کردہ

در جبال و مدن صنائع او ۔ در بحار و سفن بدائع او

از دو کشتی کہ ہر دو یکسان است ۔ ہر دو بر روی ابر نیسان است

آن یکے را رساند باد مراد ۔ وان دگر را بدست طوفان داد

از شبستان کشید نورِ سحر ۔ ہمچنان کز سوادِ چشم نظر

من وسلوی مین ارشاد فرمایا ہے ؎

چیست نان جو حصول معرفت ۔ عشق ذات پاک و ادراکِ صفت

بر سماے معرفت سیّار باش ۔ بالغ دین را غنچۂ اسرار باش

کلبۂ دل را بعلم آباد کن ۔ خانہ باغی بہرِ خود بنیاد کن

گل بچین از جنتِ ماوای علم ۔ گوہرے پیدا کن از دریاے علم

چون علی بکشا عطا، کوفی مباش ۔ معرفت حاصل کن و صوفی مباش

وحدت موجود حرف مہمل است ۔ ہست گر توحید این شرک فضل است

جہد التحصیل علم المعرفہ ۔ من لسان الشرع لا بالفلسفہ

گندہ مغزی از کلام بوعلی ۔ در مشامت کے رسد بوے علی

چیست حکمت چند قول مختلف ۔ نقل اقوال سخیف ما سلف

شیخ این گفت و امام این قسم گفت ۔ جملہ تقلید و سراسر حرف مفت

جسم قسمت را چو قابل شد چہ شد ۔ جوہر فرد ار چہ باطل شد چہ شد

در بیان کیف و کم مضطر مباش ۔ صورت نوعیہ گو جوہر مباش

گر بود اے فلسفی حکمت ہمین ۔ فاستعذ باللہ رب العالمین

دخل در علمِ خدائی تا کجا ۔ کترہ گوئی ژاژ خائی تا کجا

اینچہ علم است اے حکیم ارعاملی	فاستمع ماذا یقول العاملی
علم نبود غیر علم عاشقی	ما بقی تلبیس ابلیسِ شقی

طاعت و عبادت

جناب مفتی صاحب کی عبادت کا بیان مشکل مرحلہ ہے عبادت اُسکی عبادت ہے جو خشیت کے مراتب اعلےٰ پر قائم ہو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء جو ارشاد الٰہی ہے صاف بتا رہا ہے کہ خشیت علم کی فرع ہے جسکی معرفت جسکا درجہ علمی اور حقیقی عرفان زیادہ ہوگا وہی خشیت و خوف خدا کے وصف سے بھی متصف ہوگا جس دل مین علوم دینیہ کی شمع روشن ہوجائے، عالم لاہوت کا منظر اُسکے پیش نظر ہوجاے۔ خوف و خشیت کا نور اُسے احاطہ کرلیگا۔ اور جب خشیت کا مرتبہ حاصل ہوجائے گا عبادت و طاعت کا جوش و ولولہ اور شوق و شغف بھی بالضرور پیدا ہوجائے گا۔ یہی سبب تھا کہ مفتی صاحب قبلہ کی عبادت ممتاز عبادت تھی اُنکی نماز اور اُن کی شب بیداری ضرب المثل ہے۔ جو نماز خلوت و تنہائی مین ہوتی تھی اُسکا رکوع و سجود عجب شان کا ہوتا تھا کہ گریہ گلوگیر اشکون کا تار بندھا ہوا۔ خدا کی عظمت و جلالت پیش نظر، تعلقات دنیویہ فراموش۔ نماز کی لذت و حلاوت کچھ اسطرح حاصل ہوگئی تھی کہ تخلیہ و تنہائی سے بیحد مانوس ہوگئے تھے اور جو نماز جماعت مین ہوتی تھی وہ بھی اِس انداز کی ہوتی تھی کہ ماموین پر اس کا خاص اثر ہوتا تھا اور اُنکے قلوب بھی نرم ہوجاتے تھے۔ رات کا بڑا حصہ مناجات خدا مین صرف کرنیکے بعد طلوع صبح کا انتظار اور بار بار آسمان پر نگاہ کرنا اور مطلع کی طرف دیکھنا اور فریضۂ سحری کا شوق عجیب و غریب حالت دکھاتا تھا۔

صوم کی عبادت اُس شخص کے لیے جسکی غذا براے نام ہوتی ہو اور وہ بھی پیری و ضعیفی مین اور علی الخصوص شدت گرما مین نہایت سخت و دشوار ہو جاتی ہے۔ لیکن جناب مفتی صاحب کی حالت روزے مین یہ ہوتی تھی کہ ترک غذا کے وقت سے بہت قبل ترک کر دیتے تھے اور نماز مغرب سے پہلے افطار نہ کرتے تھے۔ پھر دن بھر کے روزے کے بعد شب بیداری اور طاعت باری اُنکی جلالت قدر کی دلیل ہے۔ اگرچہ حج کی نوبت نہین آئی بلکہ استطاعت ہی نہین ہوئی لیکن ہمیشہ شوق و ذوق حج بیت اللہ اور زیارت حضرات معصومین ع کا دل مین مستحکم ارادہ رہتا تھا بلکہ سامان و اہتمام ہوتا رہتا تھا اور اپنے اشتیاق کا جو نقشہ اپنے منظومات مین جا بجا دکھایا ہے وہ اِس بیان کا شاہد صادق ہے۔ ؎

ارید طف حسین بصادق النیۃ		فان بلغت الیہ فذاك امنیتہ
وان دفنت بھند وارغمت انفی		فوسدونی بالتربۃ الحسینیۃ

کربلاے معلی کے اشتیاق مین اپنے بھائی مولوی آقا سید محمد کربلائی کو لکھا تھا۔ ؎

ترا وصل رو داد و مارا نوا		مرا ہند مسکن، ترا نینوا
چہ پرسی ز تصویر سر رشتہ ام		نہ پیچیدہ شد عقدۂ ما نہ وا
بیا بے درین گلستان میز نیم		جو گل ساغر غم، چو بلبل نوا
دعاے بکن تا کشاید دلم		خداے کہ بشکافت حب و نوا
من و تو اگرچہ ز یک گوہریم	ایضًا	و لکن لکل امرء ما نوے
خواہم بمجاورت غری را		کانجاست شرف مجاوری را
با جار تو یا علے چہ نسبت		جار اللہ زمخشری را

ما ئیم و سری بر آستانت ‏— لم نبتغ دونها سریرا
از کوے تو ہر کہ رخت انداخت ‏— یعطی بک جنۃ حریرا
بر حلقۂ باب قبۂ تو ‏— رشک است سپہر چنبری را
از ذرۂ خاک بارگاہت ‏— آموختہ مہر زرگری را
تو آیۂ قدرت خدائی ‏— قوت بتو شد پیمبری را
حیدر بنجف مرا طلب کن ‏— باہند چہ کار حیدری را
لب تشنۂ آب رحمت تو ‏— خواہد ز تو جام کوثری را
عباسك مثل عند لیب ‏— فاسمع لیراعہ صریرا

ایضا

خواہم ز لوث جسم علائق رہا شوم ‏— آلودۂ غبار رہ کربلا شوم
دستم دہد ز درد سر این جہان نجات ‏— در کربلا بمیرم و خاک شفا شوم
ور مہلتی دہد اجلم در نجف روم ‏— ہمسایۂ وصی رسول خدا شوم
فریاد از سموم حوادث کہ می وزد ‏— اے وای کو نسیم نشاطی کہ وا شوم
گر لطف حق بدرد من بینوا رسد ‏— با طائران باغ جنان ہم نوا شوم

ایک مقام پر اپنے برادر عزیز سید محمد شوستریؒ کو اشتیاقیہ اشعار لکھے تھے انہیں یہ اشعار بھی تھے :-

اخی جرعتنی نغب المنایا ‏— وانت شربت من ماء الفرات
وکنا فرقدین علی سماء ‏— نصرنا بعدھا کا بنی سبات
اعیش بلکھنو او کا نفور ‏— وموت الکربلا عین الحیاۃ
ذکرت الکاظمین علی بعاد ‏— مشوقا کاظما غیظ الشتات

واشتاق الطفوف وطائفها	والحان المؤذن بالغداة
ومايغنی غناء الطير عنها	غنی کلا ورب الراقصات

ذیل کے چند اشعار مین ماہ صیام کا خیر مقدم کس جوش و خروش کے ساتھ کیا ہی ؎

للہ الحمد کہ ماہ رمضان آمدہ است	جسم خاکی ہمگی رفتہ وجان آمدہ است
گلشن جنت دنیا بود ایام صیام	چیست تنزیل بہاری کہ دران آمدہ است
عشرۂ آخرۂ ماہ رخے زیبا ے	کہ شب قدر بران مشک فشان آمدہ است
گرچہ این ماہ پُراز نور بزودی گذرد	کشت عصیان ترا ابرِ جہان آمدہ است

خوف وخشیت الٰہیت

عارفان الٰہی اور خاصان خدا کے گروہ مین مفتی صاحب کو ایک خاص امتیاز تھا بزرگان دین کی تاریخ دیکھنے والے اُن کے حالات کی قدر کر سکتے ہین کہ اُنکی عبادت کس پایہ کی تھی۔

شاعری مین جذبات باطنی کا اظہار ہوتا ہے جناب مرحوم کے اشعار دیکھنے سے اُنکے واردات قلبیہ کا پتہ ملتا ہے کہ خداشناسی مین وہ کیا مرتبہ رکھتے تھے اُن کے اشعار پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین سالکان راہ خدا سے اُن کو ایک خاص عشق تھا یہ اشعار اُن کے اِس مطلب پر شاہد ہین۔

یا الٰہی کو ہوا داران تو	کو ہواے کوی بیاران تو
دوستدارم عشقبازان ترا	خاک راہم یکہ تازان ترا
حبذا آنہا کہ مردان تو اند	پشتا زرہ نوردان تو اند

گاہ چون بلبل نوخوان تواند | گاہ مثل گل پریشان تواند

خامش و ذکر الٰہی میکنند | در گدائی بادشاہی میکنند

فارغ از دنیا و دین در یاد تو | دمبدم ساغر زنان بر یاد تو

طرح عشقے ہر شبے انداختہ | شور یارب یاربے انداختہ

غنچۂ اسرار پنہانِ تو اند | صورتِ آئینہ حیرانِ تو اند

خستگان سینہ ہا تفسیدگان | رہروان پاے آماسیدگان

لالہ ہاے داغی صحراے تو | شمعہاے مومی شبہاے تو

برگ لبہا را خزانی ساختہ | چہرہ ہا را زعفرانی ساختہ

آتشین افسانۂ ایشان خوش است | گریہ مستانۂ ایشان خوش است

حبذا مژگان گوہر ریز شان | آہ از چشمان طوفان خیز شان

گاہ چون بلبل خروشان میشوند | غنچہ سان گاہی خموشان میشوند

سنگ خارا آب با از آہ شان | ماہ تا ماہی کباب از آہ شان

اے خدا بزم خدا خوانی کجاست | محفل مردان ربانی کجاست

اے خدا ژولیدہ مویان تو کو | خاک و خون آلودہ رویان تو کو

رستمی با ناتوانی می کنند | مردہ اند و زندگانی می کنند

بر سر راہ سفر استادہ اند | فارغ اند آمادہ اند آمادہ اند

جس مقام مین کبھی قیام رہا اُس محلہ والون کے کان جناب مرحوم کے نالہ ہاے شبگیر کے شاہد ہو گئے جس وقت مناجات شروع کرتے تھے قلب مبارک کلمات زبان کے ساتھ خشوع و خضوع کے حالت مین مستغرق ہوجاتا تھا رات دن مین کتنی مرتبہ ایسی حالت

طاری ہوتی تھی کہ گریہ گلوگیر ہے اور اضطراب و بےتابی نمایان ہے، اکثر حضرات کو دیکھا ہے کہ خلوص دل اور رجوع قلب سے دعا یا مناجات کرنے کے لیے مقام خلوت کی فکر کرتے ہین اور تنہائی مین اپنے دل پر اثر ڈال کر خاشعین مین شامل ہوتے ہین۔ مشکل ہے کہ مجمع مین یا اجتماع موانع مین یہ حالت اونھین میسر ہو سکے مگر یہ خصوصیت مفتی صاحب ہی کے لیے حاصل تھی کہ ایک طرف بچے شور مچاتے ہین گھر کے رہنے والے اپنے اپنے کلام مین مصروف ہین غل ہو رہا ہے مگر مفتی صاحب قبلہ مصروف مناجات ہین اور اشکون کا تار بندھا ہوا ہے اور چیخ چیخ کر رو رہے ہین وہ تمام شور و شغب ذرہ بھر بھی اُن کے لیئے مانع نہوتا تھا بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ اسی حالت خضوع و خشوع مین کسی نے کچھ عرض کیا اور کسی کام کی طرف متوجہ کر لیا جناب مرحوم نے اُسکا جواب دیا اور جو کہنا تھا کہدیا مگر ادھر وہ دوسری طرف ہٹا اور یہان پھر فوراً وہی حالت طاری ہوگئی۔

عابدان شب زندہ دار کی محفل مین وہ شمع محفل تھے اُن کے وظائف و اوراد اُن کا خضوع و خشوع اُن کی تلاوت قرآن اب تک جن لوگون کی نگاہون مین ہے وہ ذکر کرتے وقت بے اختیار رو دیتے ہین پچھلے پہر کا سناٹا اور اُنکا مناجات پڑھ پڑھ کے زار و قطار رونا ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے اجداد کے کیسے سچے پیرو تھے اور اُن کے دل مین خوف خدا کیسا بھرا ہوا تھا گویا دوزخ کے بھڑکتے ہوے شعلے اور اُس کھولتے ہوئے پانی کا جوش و خروش اور سلاسل و اغلال کے آوازین وہ دیکھتے اور سنتے تھے۔ اہل ہمسایہ برابر پچھلے سے اُن کی آہ و فریاد کی آواز سنا کرتے تھے دعاؤن کا ایک ایک فقرہ شدت گریہ کے سبب سے دیر تک اُن کی زبان پر جاری

رہتا تھا۔ جس شخص کی آنکھوں کے آگے میدان قیامت کا ہولناک منظر نہ ہو وہ اسطرح اپنے سجادہ پر بلک بلک کر نہین رو سکتا گریہ نیم شبی کی لذت انھین نے اسطرح حاصل کی جیسے ہمارے ائمہ اسلام نے۔ یہان پر ایک شعر میر تقی میر کا یاد آگیا جو اُن کی حالت زبانِ حال سے بیان کر رہا ہے:۔

نہ جاگنے مین ہی لذت نہ شب کے سونے مین　　مزا جو پایا تو پچھلے پہر کے رونے مین

مفتی صاحب کے کلام مین بہت بڑا حصہ ایسا ہے جو اُن کے مراتب عبادت اور اُنکے خوف و خشیت کا مظہر ہے۔ خدا سے ڈرنے والے ان اشعار کو سُنین جو مثنوی "من و سلویٰ" مین سے جا بجا سے چُنکر لکھے گئے ہین۔

من باین زشتی کہ عار دوزخم	کے بسوزاند شرار دوزخم
گرد قود وہمیہ نارت شدم	فخر من باشد کہ در کارت شدم

ایضاً

من نمسکویم کہ ریحانِ توام	خادم اما خار بستان توام

کبھی اپنے تقرب کا اظہار فرماتے ہین:۔

نالہا بسکہ سحر ہا زدہ ام بر در او	می شناسند ملائک ہمہ آواز مرا

ایضاً

اللہ الجحیم الٰہی خلقت امعائی	فاہ اٰہ علی کلبتی و احشائی
ام المقامع اعددتہا لتضربنی	بہا ہناک فوادحمت لاعضائی

عابدان الٰہی اس رمز سے آگاہ ہین کہ عبادت کے واسطے خلوت کی کس قدر ضرورت ہے بغیر اسکے رجوع قلب و اطمینان خاطر دشوار یہان تنہائی بہت

مشکل سے ملتے تھے، غوغاے اطفال وہجوم اہل وعیال اِس کے علاوہ اکثر ایسے مواقع پیش آتے تھے جو مانع حضور قلب ہین۔ مگر مفتی صاحب کو کبھی کوئی سبب مانع نہین ہوا اُن کی جذبات کی زنجیرین جو عرش آلٰہی تک پہونچی ہوئی تھین ایسے مضبوط زنجیرین تھین جنپر افعال بدنیہ اور موانع خارجیہ کا کبھی کوئی اثر نہین پڑا۔

لطیفہ مفتی صاحب کی ایک بہن تھین جن سے بہت زیادہ مانوس تھے اُن کا انتقال ہوگیا بعد فراغت تجہیز وتکفین مکان پر آئے اور جب رات زیادہ ہوگئی تو صبر وشکر کرکے حسب معمول مناجات آلٰہی مین مصروف ہوے۔ یہ اشعار زبان اقدس پر جاری کیئے اور رونا شروع کیا:۔

الٰھی انتی لا لیک اٰتٍ	وما بیدی غیر السیئات
ولالی شافع الاولاتی	فکن لی راحما بعد الممات
بممنوع من الماء الفرات	ومصروع علی سطح الفلاۃ

ومرفوع علے راس القناۃ

گوشہ مکان مین ایک سائیس کی بیوی رہتی تھی اُس سے صبح کو لوگون نے پوچھا کہ جناب کی شب کو کیا حالت رہی اُسنے کہا کیا کہون رات بھر اپنی بہن کو یاد کرکے اور یہ کہہ کرکے رویا کیے کہ ” وہ آتی تھی اور جاتی تھی اور کھانا لاتی تھی “ جب مفتی صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا گیا بہت ہنسے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آج شب کی مناجات مین یہی اشعار تھے۔ اُس عورت نے اپنی سمجھ کے موافق اُن اشعار کے قوافی سے یہ الفاظ پیدا کیے۔

حکایت ایک مرتبہ ایک مکان مین مفتی صاحب حسب عادت مناجات آلٰہی

اور گریہ وزاری مین مصروف تھے پاسبان وہان کا ہندو تھا صبح کو اُسنے لوگون سے پوچھا کہ ان پر کیا مصیبت پڑی ہے کہ رات بھر اِسطرح رویا کرتے ہین کہ سننے والیکا دل بھر آتا ہے۔ مفتی صاحب کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو ایک دوسری مناجات نظم کی جس کا مطلب یہ تھا کہ "خداوندا اب میری حالت ایسی ہوگئی ہے کہ دشمن تک مجھپر رحم کرتے ہین تو تو ارحم الراحمین ہے"۔

خواب میر خورشید علی صاحب نفیسؔ فرزند رشید حضرت انیسؔ لکھنؤ کے ثقات اور ابرار لوگون مین تھے بیان کرتے ہین کہ مین نے جناب مفتی صاحب کو اُن کے انتقال کے بعد خواب مین دیکھا اور مزاج پرسی کی فرمایا کہ "خداوند عالم نے دُو جنتین مجکو عنایت فرمائی ہین۔ ایک کو مین نے اپنے واسطے رکھا ہے اور دوسری جنت کو اپنے احباب کے واسطے۔

اِس خواب کی تصدیق اِس آیۂ کریمہ سے ہوتی ہے" ولمن خاف مقام ربہٖ جنتان"

اُنکی عظمت شان وجلالت قدر کا اندازہ ایسے واقعات سے ہوتا ہے۔ ایک مثنوی مین طاعت کے لیے اوقات کی تقسیم کی ہے اور کس خوبی سے کی ہے۔

گاہ تنہا باش وگہ در انجمن	لیک بے یادِ الٰہی دم مزن
مرگ را ہنگام وحدت یاد کن	حشر را در وقت کثرت یاد کن
یاد کن وقتِ طلوع آفتاب	تابش خورشید در روز حساب
چون شود روز آخر و شب در رسد	یاد کن تاریکی کُنجِ لحد

ایضاً

بجاست اشک ریزی این طول امل این دل کہ در خرابۂ دنیا فگندہ	چشم ثمردار ز باران بے محل مانند گوہریست کہ افتادہ در وحل

ماہ صیام کی راتون مین دعاے ابوحمزہ ثمالی دو بجے شب سے اُٹھ کر صبح تک پڑھا کرتے تھے اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ چند فقرات کی ہی تکرار کرتے کرتے صبح ہو گئی۔ اور دعا ختم نہو سکی۔

(۴)

توبہ و انابت

قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر عظمت الٰہی کسی دل مین راسخ ہوتی ہے اُسیقدر اُسے اپنے عجز و قصور اور خطا و تقصیر کا اعتراف بڑھتا جاتا ہے اور توبہ و انابت مین محویت رہتی ہے۔ جناب مفتی صاحب باوجودیکہ اپنی اوقات شب و روز مشاغل علمیہ اور عبادت الٰہیہ مین صرف کرتے تھے مگر اُنھین ہر وقت یہی معلوم ہوتا تھا کہ تمام دنیا مین مجھ سے زیادہ کوئی گنہگار اور قصوروار نہین ہے اور توبہ و استغفار و استعطاف مین مصروف رہتے تھے زار و قطار روتے تھے اور اپنی مغفرت کی دعا کرتے تھے۔ انھین کے چند شعر یہان لکھے جاتے ہین جنمین ان حالتون کا نقشہ کھنچا ہوا ہے:۔

اے خداوند کریم کردگار نے نماز بے ریا نے روزۂ خرمن عمر عزیزم سوختہ دست من خالی ز سامان یکطرف	در بساطم نیست غیر از انکسار ہر شبے توبہ گنہ ہر روزۂ وز گنہ انبارہا اندوختہ نامۂ ام پر از گناہان یکطرف

ہر چہ فرمودی خلافش کردہ ام	رو بدرگاہت کنون آوردہ ام
من باین زشتی کہ عار دوزخم	کے بسوزاند شرار دوزخم
گرد تو دو ہمیہ نارت شدم	فخر من باشد کہ در کارت شدم
ور کنی لذت کشِ جنت مرا	سخت باشد خجلت و حیرت مرا
لائقِ خشمم و لکن رحم آر	شرمسارم شرمسارم شرمسار
این منم از سوز غم بگداختہ	این منم خود را بخاک انداختہ
ناامید از کوی تو رفتن کجا	فَضلَ مَن اَرجُو دانت اَلَمرتجے
زین گرفتاری رہائی دہ مرا	ور شکستم مومیائی دہ مرا

(۵)

شکرِ نعمت

مرتبہ شکرگذاری مین جناب مفتی صاحب کا ایسا مرتبہ تھا کہ بیش خدا اس کی قدر وعزت جو کچھ ہو گی اُسے خدا ہی جانتا ہو گا لیکن اہل دین اور تابعان شرع متین کے نظر مین بھی شاکرین کی صف مین وہ جناب ممتاز نظر آتے تھے جو نعمتین لوگون کی نظر مین قابل اعتنا نہین سمجھی جاتین جناب مفتی صاحب انھین بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ایک ایک نعمت پر غور کر کے اُسے بوجوہ مختلفہ نعمتہاے متعدد قرار دے کر پے درپے شکر مین رطب اللسان ہوتے تھے اور بات بات مین سجدہ شکر کیا کرتے تھے فرماتے ہین ؎

شکر احسان تو چسان بکنم	بکدامی لب و لسان بکنم
من ز تو تن ز تو زبان از تو	دل ز تو جان ز تو جہان از تو

حرفے از من کہ بے تعب آید — ہم ز توفیق تو بلب آید
ہست این نعمتی دگر توفیق — شکر بائست کرد بر توفیق
چون پیاپے ز تو تفضل ہست — مشکل افتاد کاین تسلسل
من بعجز خودم مقر ہستم — میکنم شکر و معتذر ہستم
در سرم نخوت اکاسرہ نیست — مسلکم مذہب اشاعرہ نیست
شکر منعم بعقل واجب ہست — سیّما منعمی کہ واجب ہست
کند اقرار از ترا خوشنود — مثل اقرار حضرتِ داؤد
برضائے تو کان بود اولے — قطع گردد تسلسل اے مولیٰ

چند شعر مناسب مقام ہین :۔

کام و لب و دہان ہمہ باشد ازان تو — حیف است اگر زبان نبود ورد خوان تو
نعمت دہی و دولت توفیق شکر ہم — این است شمۂ کرم بیکران تو
بر شکر نعمتے و بہر نعمتے است شکر — مشکل بود سپاس چنین امتنان تو

دوسرے مقام پر فرمایا ہے :۔

چگویم شکر نعمتہا زبان کو — زبان گر ہست یارائے بیان کو
زبان برگے ز باغ حکمتِ تست — بیان نعمتت ہم نعمتِ تست

ایک اور مقام پر ارشاد کیا ہے :۔

سیّدا یافتی از فضل خداوند ودود — آنچہ مقصود تو بود ست فزون از مقصود
ادب و ذکر جمیل و شرفِ آبائی — مال و اولاد و مکان و کتب نا محدود
وقت شد وقت کہ در شکر شوی نغمہ سرا — مثل متّی پدر قاری جنت داؤد

اودران ضیق معیشت چہ قدر گفت سپاس
تو باین رفعت و حشمت چہ کفوری و عنود

بعد ازین گر نکنی شکر چہ عجب و چہ عجب
شکر آن بود کہ بے اینہمہ نعمت بیبود

(۶)

اِستجابتِ دعا

مفتی صاحب کی استجابت دعا زبانزد خاص و عام تھی چنانچہ اُسی کے متعلق بعض ثقات کے چشم دید یا اُن کے خود نوشت واقعات تحریر کیے جاتے ہین۔

ایک سال برسات بہت شدت سے ہوئی جسمین ہزارہا مکان گر گئے بڑی بڑی عمارتین منہدم ہو گئین مفتی صاحب ایک بوسیدہ مکان مین رہتے تھے اُن کی دعا سے وہ محفوظ رہا۔ ایسے طوفانی زمانہ مین یہ واقعہ ضرور حیرت انگیز ہے جس کو مفصلاً خود جناب مرحوم نے نظم کیا ہے:۔

بکاشانۂ بود اقامت مرا
کہ از سنّ گردش اکثرا

اساسش ندارد ثبات و ثبوت
کہ بودست چون خانہ عنکبوت

فضائش وسیع و بنایش قدیم
بجا ماندہ چوبش چو عظم رمیم

نگشتہ دران خانہ ساکن کسے
نکردہ اقامت بجز جن کسے

اطاقش پر از پشہ بود و مگس
بقسمی کہ راحت نمی یافت کس

درو باش از تابش آفتاب
چو گرمابہ خالی از حوض آب

چو روزانہ جو شید خون در بدن
شبش پشہ نوشید مثل لبن

چو فاصد ز تن خون بدر میکنند
دلے سے بہ فاسد نظر میکنند

چو زقوم در صحن آن یک شجر	کہ چون شاخ آہو نبودش ثمر
نبا شد درون و برون جائے کس	درون عنکبوت ست و بیرون مگس
خلا از خس و خاک جائے نداشت	عجب ترکہ بیت الخلاے نداشت
یکی چاہ تاریک مانند گور	چو چشمان عاصی پر از آب شور
عجب جائے نحسی کہ تا بودہ ام	بحمائے غب مبتلا بودہ ام
طبیبے حبیبے لبیبے کہ بود	علاجی عجیبے غریبے نمود
بتدبیر و اذکار زحمت کشید	غمم خورد و بسیار زحمت کشید
برمن ز راہ نیاز آمدی	خودش گشت و بیارد باز آمدی

(الی آخر مافی المثنوی الموسوم گوہر شاہوار)

ایک مرتبہ بلاے شدید اور گرانی سخت درپیش ہوئی بارش بند ہوگئی اور قحط پڑگیا۔ ماہ صیام ۱۲۹۴ھ کا واقعہ ہے کہ مفتی صاحب نے یہ شعر نظم فرماے :۔

وجدت مصائبی متکثرات	وادوار الزمان مغیرات
شکوت الی السماء جمود عینی	فابکتها بحبس المعصرات
فلم تبذت بذور واستغاثت	نفوس کن قبل مبدرات
لقد شاعت معاصی الله فینا	وان الجدب بعض مکفرات
ولو شاء استهل الغیث غزرا	وارسلت الریاح مبشرات

یہ اشعار عجب وقت اور عجب عنوان اور عجب حالت اضطراب میں زبان مبارک پر جاری ہوئے تھے گویا الہامی کلام تھا کہ صرف دو دن گذرنے پائے تھے کہ نہایت کثرت سے بارش ہوئی اور تمام عالم سرسبز و شاداب ہوگیا چشمے اُبل پڑے

اور قحط دور ہوگیا۔

ایک مرتبہ ۱۲۷۵ھ ہجری مین جناب مفتی صاحب بیمار ہوے جمادی الاولی کا مہینہ تھا علاج سے نفع نہوا طبیب کو خود تحیر تھا اور آخرکار بے سمجھے ہوے اور بغیر تعین و تشخیص علاج کرنے لگے جناب نے علاج سے قطع نظر کرکے دعا کی طرف رجوع کی اور یہ فقرات زبان پر جاری کیے اللھم اشفنی اذا طلع الفجر من لیلتی ھذہ ان فضلک علی کبیر وانک علی کل شی قدیر۔ خود تحریر فرمایا ہے کہ ادھر صبح ہوئی اور دن چڑھا اور صحت کے آثار شروع ہوگئے۔ عجب دعا تھی جس کا اثر اسقدر جلد ظاہر ہوگیا اسکے شکریہ مین یہ اشعار نظم فرماے ؎

الٰھی الٰھی قد سمعت ندائیا	ومن غیر تاخیر اجبت دعائیا
مرضت وقد حار الطبیب بتحیرا	فبالخرص والتخمین عالج دائیا
وکدت اذوق الموت خوفا وخشیۃ	فما کان الا من لدیک شفائیا
لک الحمد یا اللہ حمدا مؤبدا	یقرب من نعماک ما کان نائیا
کذالک فادفع رب امراض باطنی	وفی الحشر امن روعتی یا رجائیا
وصل علی خیر النبیین احمد	وعترتہ الاطھار ھم شفعائیا

اسی سنہ کے ماہ صفر مین بھی اسیطرح دعا قبول ہوئی تھی کہ بیماری شدید تھی دعا فرمائی صحت حاصل ہوئی۔

خود جناب مفتی صاحب نے بعبارت عربی ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے کہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین ماہ جمادی الاولی سے ماہ رجب تک ایسا اتفاق ہوا کہ بارش رک گئی اور شدید خشک سالی ہوئی، یہانتک کہ لوگون پر نا اُمیدی اور مایوسی

چھا گئی۔ اُسوقت مین نے بعد نماز دعا کی صرف دو دن گذرے تھے کہ بارش ہوئی اور جھڑی لگ گئی۔ اور بقدر ضرورت پانی برسا۔ اِسی اثنا مین مجھے کانپور جانے کا اتفاق ہوا اور مین نے نواب صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا اُنھون نے فرمایا کہ اب تو یہ دعا فرمایئے کہ بارش رُک جائے مین نے دعا کی اللھم حوالینا ولا علینا بس بارش رُک گئی اور عرصہ تک رُکی رہی اور گرمی کی شدت سے لوگ پریشان ہوگئے ایک دن نواب صاحب کے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی اور یہ حکایت مین نے اُن سے بیان کی اُنھون نے گرمی کی شکایت شروع کی اور کہا کہ اب پھر نزول باران کی دعا فرمایئے۔ اِسکے دوسرے روز مین نے دعا کی اللّٰھم انزل علینا ماءً غدقا یصح بہ الابدان ویقوی بہ القوی وینبت بہ البنات اِسکے بعد جب صبح ہوگئی گھر کر ابر آیا اور مینھ برسنا شروع ہوا خاتمہ کلام اِس مثل پر فرمایا ہی کہ فالعجب کل العجب بین جمادی ورجب۔

قیام کلکتہ کے زمانہ مین ایک دن مصارف کیلئے کچھ ضرورت درپیش ہوئی اور سامان بہم نہ پہونچا جناب نے دعائے مجیر پڑھ کر دعا کی تھوڑی دیر گذری تھی کہ خداوند عالم نے ضرورت سے زیادہ مرحمت فرمایا۔ لوگون کو اِس دعا کی طرف توجہ ہوئی اکثر صاحبان حاجت نے پڑھا لیکن دعا کے ساتھ قلب ولسان کی صلاحیت بھی درکار تھی۔

خود تحریر فرمایا ہے کہ مین بمقام کلکتہ ۱۲۷۶ھ ہجری مین ایک دوست کے ساتھ اپنے مکان مین بیٹھا تھا۔ ماہ شعبان کی گیارھوین تاریخ کی شام کا وقت تھا کہ یکایک عورتون کے رونے کی آواز ہمسایہ سے آئی۔ یہ لوگ معمولی آدمی مساکین تھے مین نے

دریافت کیا معلوم ہوا کہ کوئی مریض جان بلب ہے مین فوراً اُٹھا اور رفیق کو ہمراہ لیا مجھ سے اُس شخص نے کہا کہ ان لوگون کی عادت ہے کہ اپنے بیمار کو کثرت سے پانی ڈال کر خود مار ڈالتے ہین۔ اور جب کوئی بیمار بیہوش ہو جاتا ہے اُسکی ناک بند کر دیتے ہین کہ جلد دم نکل جائے جب مین پہونچا تو چند سیاہ رنگ فقرا کو دیکھا کہ برہنہ ذلیل رذیل بنگالی لوگ ہین۔ ایک شخص کے گرد جمع ہین اور وہ ایک بیمار بچہ کو گود مین لیے ہوئے ہے اور اُسکے سامنے ایک شخص کچھ مہملات پڑھ رہا ہے اور اُسکے مان ایک گوشہ مین آہ وزاری کر رہی ہے۔ اور سب کے سب زمین پر بیٹھے ہین نہ کوئی فرش ہے نہ سامان نہ کوئی طبیب ہے نہ معالج اور وہ بچّہ بیہوش ہے مین قریب گیا اور مین نے سورۂ حمد اور آیۃ الکرسی بکمال انکسار پڑھی اور دعا کی:۔

اللھم اشفہ بشفاءك وداوہ بدوائك وعافہ من بلائك فانہ عبدك وابن عبدك وابن امتك ۔ وہ شخص خوش ہو گیا اور شکر ادا کیا۔ پھر شام کے وقت مین نے استفسار حال کیلئے ایک شخص کو بھیجا تو ایک عورت نے کہا کہ وہ تو اُسیوقت سے اچھا ہو گیا اور اُسنے آپکے جانے کے بعد پانی مانگا۔

ایسے مقدس نفوس کی دعاؤن کا مستجاب ہونا محل تعجب نہین اسلئے کہ اُنکا ہر سخن دریاے معرفت مین ڈوبا ہوتا تھا۔ اس مقام پر بعض لطیف اشعار جناب مرحوم کے نظر افروز ہوے جس سے اُن کے مراتب عبادت و استجابت دعا کا اندازہ ہوا چونکہ نظماً یہ ایک دلچسپ موعظہ ہے اسلئے ناظرین کو مین اس سے محروم رکھنا نہین چاہتا۔

ترقی ہست خدایا کہ طلبگارِ توام	ذرۂ کوے توام سایۂ دیوارِ توام
از جوارِ خودم اے واے کجا می رانی	خستہ ام نا بلد از کوچۂ اغیارِ توام
دل آزردۂ من زخم ترا می طلبد	کہ بود مرہم جان ناوک سوفارِ توام

بکش از دست خودم گر سر کشتن داری | تا دہد آب بقا خنجر خونخوار توام
استخوان پنبہ و دل نازک و تن مومین است | کو توانائی سوزندگی نار توام
پارہ ہر چند شد پردہ ناموس چہ غم | کہ نظر دوختہ رحمت بسیار توام
چیست استادگی اے برکرم بر سر من | گل نیم خارم و روئیدہ گلزار توام
نیشتر بر رگ جانم زدہ سید این حرف | از کہ مرہم طلبم من کہ دل افگار توام

خاصان خدا کی شان کا تذکرہ

دلا شیوہ عشق بازان شنو | بیا قصہ جان گدازان شنو
یکے اشک ریزان یکے در خضوع | یکے در سجود و یکے در رکوع
یکے رفتہ لبیک زن در حرم | یکے قشقہ زن ماندہ پیش صنم
یکے ہمچو پروانہ جان سوختہ | یکے سر بسر شمع سان سوختہ
چو بلبل سحر ہا خروشان یکے | چو گل در تفکر خموشان یکی
یکے دادہ گوشے بر آواز غیب | یکے سر بصحرا یکے سر بجیب
یکے شب بسر کردہ در تاب و تب | یکے ناتوان و یکے جان بلب
ہمہ تنگدستند و ہم مالدار | ہمہ کہنہ مستند و ہم ہوشیار

کبھی یہ اشعار پڑھتے تھے اور اپنے جذبات دلی کا اظہار کرتے تھے۔

خوب است در فراق تو شبہا گریستن | از خلق دور رفتن و تنہا گریستن
چاکے زدن بجیب و گریبان ز اضطراب | دستے زدن بدامن صحرا گریستن
بودن تپان چو ماہی بے آب بر زمین | چون سیل شور کردن و دریا گریستن
لرزیدن از خیال لقائے خدا چو بید | چون ابر از تصور عقبے گریستن
کردن خیال محکمہ روز باز خواست | ز اندیشہ گواہی اعضا گریستن

در فکر نار دوزخ و غسلین گداختن	خون دل و جگر همه یکجا گریستن
خواهی که روز حشر کنی خنده . بایدت	امروز از مصیبت فردا گریستن

کبھی یہ اشعار مناجات پڑھتے تھے جو حضرت سید الساجدین کیطرف منسوب ہین

یا قاهرا بالمنا یا کل جبار	بنور وجهك فاعتقنی من النار
ان الملوك اذا شابت عبیدهم	فی رقهم عتقوهم عتق احرار
وانت یا سیدی اولاهم کرما	قد شبت فی الرق فاعتقنی من النار

کبھی یہ شعر پڑھتے تھے ۔

قدسی ندانم چون شود سودائے بازار جزا	او نقد آمرزش بکف من جنس عصیان در بغل

کبھی سعدی کے اشعار مین سے یہ شعر ورد زبان رہتے تھے ۔

باد گل بوے سحر خوش می دمد خیز اے ندیم	بسکه خواهد رفت بر بالاے خاک ما نسیم
گر بسوزانی خداوندا سزاے فعل ماست	ور ببخشی رحمتت عام است و احسانت قدیم
آنکه روزی داد و جان بخشید و چندین لطف کرد	هم ببخشاید چو مشت استخوان بیند رمیم

اکثر نظامی کے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے :۔

عقوبت مکن عذر خواه آمدم	بدرگاه تو روسیاه آمدم
امیدم بتو هست زاندازه بیش	مکن ناامیدم ز درگاه خویش
چو بازار من بے من آراستی	بآن رسم و آئین که میخواستی
ز رونق مبر نقش آرائشم	نصیبے ده از گنج بخشائشم
گناه من از نامدی در شمار	ترا نام کے بودی آمرزگار
مرا نیست از خود حسابی بدست	حساب من از تست چندانکه هست

اگر چشم و گوش است گر دست و پائے | زمن باز مانند هر یک بجائے
توئی آنکه تا من منم با منی | وزین ور مبادم تهی دامنی

کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ رباعی

خدایا زخوانی که از بهر خاصان | کشیدی نصیب من بے نوا کو
اگر میفروشی بهایش که داده | وگر بے بها میدهی بخش ما کو

یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

دل کامیاب وصل نگشت آه آه آه | عمر طویل بے تو گذشت آه آه آه
در کوچه حبیب میسر نشد قرار | گشتیم کوه و قریه و دشت آه آه آه
ما از نعیم مستحق یک وجب نیئم | معدود شد بهشت به هشت آه آه آه

مکان کے قریب ایک مختصر مسجد تھی جس مین تین چار آدمی بھی بمشکل آسکتے تھے اکثر وہان تنہا مصروف گریہ و بکا رہتے تھے، خلاصہ اپنے زمانہ مین خوف و خشیت الٰہی مین خود ہی اپنی نظیر تھے رحمۃ اللہ علیہ۔

کبھی یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

دارم دلکے غمین بیامرز و مپرس | صد مرحله درکمین بیامرز و مپرس
شرمنده شوم اگر بپرسی عملم | اے اکرم اکرمین بیامرز و مپرس

ایک مناجات کے چند بند:-

اے واے که عمرت گشته تباه | نامه و رویت جمله سیاه
برخیز و بگو هر شام و پگاه | الله الله الله الله
او با تو چها احسان کرده | هر درد ترا درمان کرده

توجنان طلبی عصیان کردہ آن خالق انس وجن و پری سید ہردم نامش ببری		اللہ اللہ اللہ اللہ ذات پاکش از نقص بری اللہ اللہ اللہ اللہ

(اسمین پندرہ بند ہین)

کرامات و توفیقات

نماز استسقا اور قبول دعا حکیم مرزا کاظم حسین صاحب بیان کرتے ہین کہ غالبًا ۱۲۹۵ھ ہجری یا ۹۶ ہجری مین جب کہ گرمی کی شدت تھی اور قحط پڑا تھا کمترین مرحوم شیخ علی محمد صاحب کے مطب مین بیٹھتا تھا۔ شدت قحط سے لوگ جان بلب تھے حضرات اہل سنت و جماعت نے نماز استسقا عیش باغ مین پڑھائی تھی۔ جناب مفتی صاحب مرحوم سے بھی معززین شہر نے نماز استسقا کی استدعا کی جناب مرحوم لکھنؤ مین تشریف فرما تھے حکم دیا تھا کہ سب لوگ روزے رکھین چنانچہ بہت لوگون نے روزے رکھے کمترین نے بھی تعمیل حکم کی۔ الغرض وقت صبح کوئی آٹھ یا نو بجے جوہری محلہ والے مکان سے جناب مرحوم مع اُن حضرات کے جو آئے تھے روانہ دریا ہوے۔
رومی دروازے کے آگے نماز پڑھائی بعد اسکے منبر پر تشریف لیگئے۔ قریب ہزار آدمی کے جمعیت تھی۔ جب منبر پر تشریف لیگئے ابر اُٹھا اور ترشح شروع ہوگیا بعد اُسکے جناب مرحوم مولوی سید علی صاحب منبر پر تشریف لیگئے اور اثناے بیان مین فرمایا کہ آج ہمی حضرت عباس پانی لینے کو آئے ترشح ہوا پانی برسا لیکن جناب عباس کو پانی

کیونکر ملا۔ اِس واقعۂ مصیبت کا وہ اثر ہوا کہ مجلس اپنے ہوش مین نرہی۔ مجھے یاد نہین کہ سب کیونکر وہان سے چلے کیونکہ میری حالت زیادہ خراب ہوگئی تھی جناب مرحوم سروپا برہنہ تھے۔ صرف کرتہ اور پائجامہ پہنے تھے۔ موجودین مین میرے اُستاد مرحوم حکیم شیخ علی محمد صاحب اور اُستاد مرحوم منشی سیّد ریاض احسن صاحب اور جناب مولوی سیّد علی نقی صاحب مرحوم بھی تھے۔

کرامت دیگر

ایک مرتبہ زمانہ قیام لکھنؤ مین ایسا اتفاق ہوا کہ موسم گرما مین آسمان بالکل صاف تھا اور کہین کف دست کے برابر بھی ابر نہ تھا اور نہ موسم بارش کا تھا ایک مکان مین بالاے بام طلبہ کو پڑھا رہے تھے اُسی مکان مین عیال و اطفال بھی جناب مرحوم کے تھے اور کوٹھی کا زینہ جسطرف تھا وہان چھپر پڑا ہوا تھا۔ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا کہ یکایک چھپر مین آگ لگ گئی اور شعلے اُسکے بلند ہوے اور تمام زینہ اور کوٹھا مشتعل ہو گیا۔ کوٹھے سے نیچے آنے کا کوئی دوسرا راستہ بھی نہ تھا۔ دھوئین سے سب کا دم گھٹنے لگا۔ اور نیچے اُترنے کی کوئی سبیل نہ تھی اور ایسی صورت پیدا ہوئی کہ سب جلکر مرجائین جناب مرحوم مضطرب و پریشان ہو گئے اور عورتون کے رونے کی آوازین بلند ہوئین اُس وقت جناب مرحوم نے آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھا اور دونون ہاتھ اُٹھا کر رو رو کر مینھ برسنے کی دعا کرنے لگے اور جناب احدیت کی طرف رجوع کی۔ دعا چونکہ خلوص کے ساتھ تھی یکایک ایک چھوٹا سا لکۂ ابر ظاہر ہوا اور آناً فاناً پھیلنا شروع ہوا اور پانی برسنے لگا اور اِسقدر برسا کہ وہ آگ خاموش ہوگئی اور جو لوگ اُس مکان مین تھے سب زندہ بچ گئے۔ تھوڑی دیر

کے بعد فوراً بارش بھی بند ہوگئی۔ عجیب تر یہ بات ہے کہ جو مکان ارد گرد تھے وہان ایک قطرہ بھی نہ برسا۔ یہ واقعہ ۱۵ صفر ۱۲۷۴ھ روز دوشنبہ کا ہی۔ جناب مرحوم نے اِسی واقعہ کی حالت نظم بھی فرمائی ہے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہون۔

وقع الحريق ظهرة فی داری ۔۔۔ فتحيرت فيها اولوا الابصار

فتلهبت شعل لم يوجد سوی ۔۔۔ قطرات دمع بالتضرع جار

فدعوت ربی بانهمار سحابة ۔۔۔ فاجابنی بهواطل الامطار

فاغاثنی غيث ورق لودق لی ۔۔۔ لله در سمائه المدرار

ادعواكذ لك ان تفيض علی من ۔۔۔ سيب النوال تكرما يا باری

وكما رحمت اليوم قلة حيلتی ۔۔۔ فقنی كذ الك غدا عذاب النار

ایک حیرت انگیز کرامت

ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب کانپور مین بمقام گوال ٹولی نواب سید باقر علی خانصاحب مرحوم کے بنگلہ کے احاطہ مین ایک مکان مین تشریف رکھتے تھے اور صحن خانہ مین مشغول نماز تھے۔ اِس مکان کی دیوارین پختہ نہ تھین بلکہ ٹٹیان پھونس کی جابجا لگی ہوئی تھین جنمین آگ جلد اثر کرسکتی ہے زوال کا وقت گزرچکا تھا غالباً نماز ظہر ہوگی جناب مرحوم بموجب اپنی عادت مستمرہ کے خضوع و خشوع اور توجہ قلبی اور سوز و گداز کے ساتھ نماز مین مشغول تھے ابر گھرا ہوا تھا سیاہ گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ ناگہان سخت کڑک ہوئی اور بجلی چمکی اور صاعقہ نے جناب کو گھیر لیا سر کے گرد اگرد آگ کا ایک حلقہ معلوم ہوتا تھا۔ دیکھنے والون کی آنکھین خیرہ ہوگئین اور سب پر دہشت عظیم طاری ہوگئی اور جناب مرحوم فرماتے ہین کہ میری یہ حالت ہوئی کہ دم گھٹنے لگا سانس رکنے لگی

اور گندھک کی بو بہت زیادہ میرے ناک مین آئی - قریب تھا کہ مین ہلاک ہوجاؤن
اِس حالت اضطراب مین کلمہ یا اللہ میری زبان پر جاری ہوا - یہ کلمہ زبان سے
نکلا تھا کہ بجلی نے اپنا حلقہ سمیٹا اور بخط مستقیم وہان سے اُٹھ کر ایک درخت پر
جو وہان سے قریب تھا جاکر گری یہ معلوم ہوا کہ اول بجلی نے کئی بار چارون طرف
جناب کے چکر لگایا پھر وہان سے درخت کی طرف گئی - وہ درخت اور بعض جانور
جلکر خاک سیاہ ہوگئے -

ناظرین غور کرسکتے ہین کہ اِس واقعہ سے کسقدر عظمت وجلالت ایمانی
ظاہر ہوتی ہے - کمتر سُنا ہوگا کہ صاعقہ اِسطرح گرے اور ضرر نہ پہونچائے -
چند شعر جناب مرحوم نے اِس واقعہ کی طرف اِشارہ کرکے فرمائے ہین جسمین
پہلے واقعہ کیطرف بھی اشارہ ہے -

حفظتنی سیدی من خاطف البرق	وصنت داری یا مطار من الحرق
ومثلہا دعوات عدھا عشر	نوھت باسمی بہا فی الجانب المشرقی
ابقیتنی کومًا والنار با فیۃً	فان رحمت والا فھی لا تبقی

اِن اشعار سے یہ بھی واضح ہوا کہ ایسے ہی دس مواقع پیش آئے جن مین
جناب مفتی صاحب نے دعا فرمائی اور بارگاہ خدا مین فوراً مستجاب ہوئی - چونکہ
تفصیل واقعات ہمین نہ تھے اِسلئے اُنکا ذکر ترک کیا گیا -

اِس واقعہ کی اِطلاع کیلئے جناب مفتی صاحب نے جو خط اپنے ولد اکبر
مولوی سید محمد عرف وزیر صاحب کو لکھا ہے درج کیا جاتا ہے:-

"برخوردار سعادت آثار خجستہ کردار نعمت کردگار نور الابصار جعلہ اللہ من الابرار

بعد دعائے حصول آمال و ترقی علم و کمال واضح باد ــ

زبرق و حرق پر پروز در بہمن دہ و دو شت		رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گذشت

وتفصیل این سر گذشت در سلکِ نظم منسلک گشت ــ

کلبۂ ما کہ در بیابان است
خانہ از نے مگو نیستان ست
وی بلائے ز آسمان آمد
کہ فلک نیز در فغان آمد
یعنی آواز رعد صاعقہ
داد جان را ز مرگ ذائقہ
من و طفل رضیع با دایہ
بندہ در صحن و ہر دو در سایہ
ناگہان در نماز بعد زوال
شد دگرگون مرا ز صاعقہ حال
آمد از آسمان بفرق فرود
تا بحدے کہ ہیچ فرق نبود
با صدائے کہ زہرہ آب شود
عالم جسم و جان خراب شود
بوئے کبریت در دماغ رسید
شعلہ پیچید و جسم من لرزید
لرزہ بر طفل شیر خوار فتاد
لطف حق بود ورنہ جان میداد
دل دران خوف و دہشت جانکاہ
گفت بے اختیار یا اللہ
یک بیک بر طرف شد از سر من
بر فتادہ قریب این مسکن
سست شد جسم زان بلائے سخت
برد ر ختی فتاد و سوخت درخت

چون از نماز فارغ شدم بحال دیگران و ا رسیدم و مطلع گردیدم مربیہ دران حال فریاد میز د کہ "ہے ہے میرے میر صاحب" و طفل را بسینہ چسپانید و بکیسو دوید و الا از ہول می مرد و مادر طفل کہ بیمار و بار دار است البتہ جان بحق می سپرد لکن او دران حال بمن نگاہ میکرد کہ دران دود گویا کلاہ آتشین بر سرم بود

طاؤسہا را امید بد کہ ہر یکے از خوف بزمین جسپید گویا ہمگی مردند و بالآخر جان بسلامت بردند و ہمان روز وقت صبح بعد از نماز در دعا خواندہ بودم یا سبوح یا قدوس یا باری النفوس ردّ الی الطاؤس فانی عنہ مایوس وقت عصر طاؤس پیدا گشت ونمیدانم کہ سہ روز بے آب و دانہ درین شغال ہا براو چہ گذشت فالحمد للہ علی حصول النعمۃ وزوال النقمۃ یکسال صاعقہ در بنگلہ نظام الدولہ برادر نواب افتاد آنرا بیاد فنا دادہ بود وامسال قریب مسکن این بنگلہ افتاد واللہ رؤف بالعباد ٥

نمازِ استسقاء

جناب حکیم مرزا محمد صادق صاحب ولد مرزا ہادی صاحب ایک مقام پر تحریر کرتے ہین کہ چالیس برس کا زمانہ گذرا ہوگا کہ ایک مرتبہ لکھنؤ مین بارش نہ ہوئی۔ مجبور ہو کر لوگون نے جناب مفتی صاحب مرحوم کی خدمت مین نماز استسقا کے لئے عرض کیا ایک دن مقرر ہوا۔ صبح کے وقت جناب مرحوم اس شان سے اپنے مکان سے برآمد ہوئے کہ سر و پا برہنہ آنکھون مین آنسو بھرے ہوے آہستہ آہستہ کچھ کلمات بھی پڑھتے جاتے تھے۔ مومنین کا مجمع کثیر گریان و نالان ساتھ ساتھ تھا۔ جناب سید ابو الحسن عرف ابو صاحب قبلہ مرحوم بھی ہمراہ تھے جناب مفتی صاحب اس مجمع کو لیے ہوئے نواب محسن الدولہ کی کوٹھی کے سامنے گئو گھاٹ پر تشریف لائے اور نماز استسقا ہوئی منبر بھی نصب تھا۔ جناب مولوی میر سید علی صاحب مرحوم نے مجلس پڑھی اثنائے بیان مین یہ بھی فرمایا کہ جناب مفتی صاحب کے مقابلہ مین علمائے عصر کالعیال ہین جس طرح کبوتر اپنے بچون کو دانہ بھراتا ہے اسی طرح جناب مفتی صاحب ان حضرات کو فیض پہنچاتے ہین اسکے بعد تمام لوگ اپنے گھر واپس آئے اور بفضل خدا ترشح ہوا۔ (یہ تحریر ۲۸ رجب ۱۳۲۶ھ کی تھی)

اواخر رجب ۱۲۷۴ھ مین جناب نے منشی سید مظفر علی صاحب اسیر کو خواب مین دیکھا جب کہ اُن کا انتقال ہو چکا تھا اور وہ زمانہ غدر کا تھا منشی صاحب نے بیان کیا کہ متماۃ عسکری بیگم میری لڑکی کا کہین پتہ نہین ملتا ہفتہ عشرہ کے بعد میر غضنفر علی صاحب خلف حضرت اسیر جناب کی خدمت مین حاضر ہوے آپ نے خیریت دریافت کی اُنھون نے کہا کہ سب بہنین بخیریت ہین مگر عسکری بیگم بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گئے۔

مولوی علیم اللہ نامی ایک شخص تھے ایک صحبت مین چاندی کا حُقہ آیا مولوی صاحب پینے لگے کسی شخص نے اسمین تامل کیا مولوی صاحب نے سبب پوچھا اُنھون نے کہا کہ چاندی سونے کے ظروف کا استعمال حرام ہے مولوی صاحب ہنسے اور جناب امیر کی شان مین بے ادبی کا کلمہ کہا مفتی صاحب قبلہ کو سخت ناگوار ہوا اور دل مین بد دعا کی فرماتے ہین کہ دوسرے روز جناب مفتی صاحب حکیم کے یہان جا رہے تھے سنا کہ مولوی صاحب کے گولی لگی اور چند روز کے بعد مر گئے۔

ایک شخص نے ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب کو ایک معاملہ مین جھوٹا کہا جس سے سخت ملال پہونچا اور خدا کی طرف رجوع کی چند دن مین اسکا مُنھ سڑ گیا۔ اور آخر کار مر گیا۔

ایک مرتبہ بارش بہت شدید ہوئی جناب مفتی صاحب جس مکان مین تھے وہ بھی منہدم ہو گیا ناچار مع اہل وعیال ایک دوسرے کرایہ کے مکان مین تشریف لیگئے ایک روز رستہ کی طرف کے کمرے مین بیٹھے ہوے تھے کہ ایک شخص باریش دراز آیا اور کہنے لگا کہ اس مکان مین پہلے ایک حافظ صاحب رہتے تھے وہ کہان ہین

آپ نے فرمایا کہ اب تو چند ماہ سے مین یہان رہتا ہون اُن کا حال معلوم نہین وہ شخص
نہایت ملول اور افسردہ خاطر ہوکر بلجاجت کہنے لگا معلوم نہین وہ کس محلہ اور کس مکان
مین گئے ہین کسی سے آپ اُن کا پتہ دریافت کرادیجیے اُن سے نہایت ضروری
کام ہے کوئی ملازم بھی اُسوقت نہ تھا جناب مفتی صاحب کو اُسکے اضطراب پر
بیحد رحم آیا دوسرے کمرے کی طرف طرفۃ العین مین جاکر واپس آئے۔ اور فرمایا
کہ تم کسی کی تلاش نہ کرو اپنے گھر جاؤ تمھارے یہان فرزند نرینہ پیدا ہوا ہے۔
ہر چند وہ شخص سنی المذہب تھا مگر متعجب ہوکر گھر دوڑا تو دیکھا لڑکا پیدا ہو چکا تھا
القصہ اوسیطرح پھر واپس آیا اور چند روپیہ رومال پر رکھ کر دست بستہ نذر دی
اور کہا کہ وہ پہلے نجومی مقیم تھے اُن سے کئی بار مین دردزہ کا تعویذ لیگیا تھا
اور تسہیل ولادت ہوئی تھی آپ نے بغیر تعویذ بتا دیا اور اصل حال سے آگاہ
کردیا۔ یہ ہدیہ قبول فرمائیے آپ نے فرمایا بل انتم بھدیتکم تفرحون اُس نے
ہر چند اصرار کیا مگر آپ نے قبول نہ کیا اور وہ شکر بزبان رخصت ہوا۔ اُسوقت
کے حاضرین مین مرزا محمد زکی خان صاحب بھی تھے اُنھون نے دریافت کیا کہ قبلہ وکعبہ
یہ کیا واقعہ ہے فرمایا یہ شخص آیا اور اُسکے اضطراب پر مجھے رحم آیا مین نے قرآن مجید
سے تفاول کیا حضرت مریم کا ذکر اور حضرت عیسی کی ولادت کا ذکر برآمد ہوا فاجاءھا
المخاض الی جذع النخلۃ قالت یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا فناداھا من
تحتھا الا تحزنی الایہ یہ دیکھکر مین نے کہدیا کہ جاؤ تمھارے یہان لڑکا پیدا ہو چکا۔

عدل و نصفت

اس جلیل القدر صفت کے بیان کیلئے اسیقدر کافی ہے کہ اُن کے عدل و انصاف پر اتنا بھروسہ تھا کہ محکمۂ افتا اُنکے سپرد کیا گیا اور تحقیق جرائم اور اجرائے حدود شرعیہ اور فصل قضایا اُنکے سپرد رہا جو کچھ عدل و انصاف مقدمات راجعہ مین فرماتے تھے ایک عالم جانتا ہے لہذا اسمین زیادہ تفصیل کی ضرورت نہین۔

جود و سخاوت

جناب مفتی صاحب قبلہ کی طبیعت مین جود و سخا کی عادت تھی بذل و ایثار کو بہت پسند فرماتے تھے سیم و زر اور درہم و دینار کی کوئی قدر آپ کی نظر مین نہ تھی مال و دولت حاصل کرنے یا جمع کرنے یا اُسکے بڑھانے سے کوئی تعلق نہ تھا اہل حاجت کی خبرگیری و اعانت کا ہمیشہ خیال تھا۔

ایک مرتبہ آپ مسجد مین نماز پڑھنے کے لئے بیٹھے تھے۔ ایک مومن خادم مسجد نے عرض کی کہ میری دو لڑکیاں نا کتخدا ہین۔ اُنکی شادی کیلئے چادر عفت اور مردار شباب کے سوا میرے پاس کچھ نہین ہے لہذا آپ کسی رئیس سے سفارش فرما دیجیے تاکہ مین سبکدوش ہو جاؤن آپنے پوچھا کہ اس کام کیلئے کتنی مقدار کی ضرورت ہے عرض کی کہ ڈھائی سو روپیہ مجھے کافی ہوگا۔ اتفاق سے اُسی روز کلکتہ اور کانپور سے تنخواہ آئی تھی صندوقچہ منگا کر مومن مذکور کو زر مطلوب مرحمت فرمایا۔ اور کچھ خیال نہ کیا

عیال و اطفال پر کیا گذرے گی۔ اسکے بعد جب گھر مین تشریف لائے دیکھا کہ اہلِ بازار قرضۂ ماہِ گذشتہ کے متقاضی کھڑے ہین اور اہل خانہ مصارف ضروریہ کے طالب ہین۔ یہ دیکھکر آپ خاموش رہ گئے اصلِ ماجرا بیان تک نہ کیا۔

یہ بھی اہتمام تھا کہ جو کچھ ہو کسی پر اظہار نہو معلوم نہین کون کون جناب مفتی صاحب کے دست حق پرست سے پرورش پاتا تھا اور کس کس کی آپ خبر گیری کرتے تھے کسی کو معلوم ہی نہین ہوا۔ خود واقف تھے یا علام الغیوب یا وہ مساکین و فقرا جنکی آپ خبرگیری فرماتے تھے۔

اسیوجہ سے اکثر بے خبر حضرات یہ سمجھتے تھے کہ آپکی طبیعت مین بخل ہے حالانکہ یہ کتمان محض اسلیے تھا کہ یہ طریقہ اقرب الی التقرب اور پسندیدہ بارگاہ خدا ہے اور سمعہ وریا سے بعید ہے۔ اور غالبًا اسیوجہ سے آپ اپنے ہاتھ سے اکثر دیا کرتے تھے کوئی داروغہ تقسیم کیلئے معیّن نہ تھا۔

یہی طریقہ اور طرز عمل آپ کا تقسیم تبرعات اور واجبات مالیہ مین بھی تھا۔ اور اسکے دو سبب تھے اول یہ کہ کہین غیر مستحق کو نہ پہونچ جائے دوسرے یہ کہ منت نہو اہل استحقاق کے تحقیق حال مین اہتمام کرتے تھے زکوٰۃ یا فطرہ مین عدول نخوتین کو مرحمت کرتے تھے یا اطفال کو عنایت فرماتے تھے اسیوجہ سے تقسیم مین تاخیر ہوتی تھی اور لوگ بدنام کردیا کرتے تھے مگر انھین کچھ پروا نہ تھی وہ حکم خدا کے پابند اور احتیاط کے ملتزم تھے۔

ایکدن نواب نوازش علی خان صاحب قزلباش رئیس لاہور اپنے رفقا کو چھوڑکر تن تنہا پنجابی سادی وضع مین آئے اور زنجیر ہلائی دریافت کیا کہ کون ہے جواب دیا

کہ نوازش حاضر ہے جناب اندر سے تشریف لائے خیال ہوا کہ کوئی حاجتمند شخص ہین اُنھین ٹھہرا کر پھر اندر چلے گئے۔ اور کسی لڑکے کے ہاتھ کے کپڑے کی ایک فرد لائے اور آہستہ فرمایا کہ اسوقت اور کچھ نہین ہے یہ قبول کیجیے۔ اُنھون نے جواب دیا کہ مین صرف زیارت کیلئے آیا تھا اسکی ضرورت نہین۔ اِسکے بعد رخصت ہو کر چلے گئے۔ اور اپنے مقام پر ذکر کیا کہ درحقیقت جناب مفتی صاحب عجب شان کے عالم ہین۔ اُن کے دل پر اِس عنوان کا ایک خاص اثر ہوا مگر جناب مفتی صاحب کو اسکی خبر نہ تھی۔ دوسرے روز اُنھون نے گاڑی بھیجکر بلایا تشریف لیگئے نہایت اعزاز و احترام کیا اُسوقت معلوم ہوا کہ جو شخص آئے تھے وہ نواب نوازش علی خان صاحب قزلباش تھے۔

زہد و توکل و اِستغنا و قناعت

چونکہ جناب مفتی صاحب کی اخلاقی خصوصیات سے طبیعت مین حیا تھی کمسنی مین جب والدین کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھتے تھے جو کچھ سامنے رکھدیا جاتا تھا اُسی پر قناعت کرتے تھے اور اِسکے سوا کوئی چیز طلب نہ کرتے تھے یہان تک کہ اگر روکھی روٹی سامنے ہوتی تھی اوسیکو کھا لیا کرتے تھے۔ چنانچہ سابق مین یہ مطلب لکھا جاچکا ہے جب ماں کے ساتھ یہ حالت تھی تو دوسرون سے مانگنا کیا معنی۔ اِسیوجہ سے شباب مین بھی قناعت کی خو راسخ رہی اور یہی سبب تھا کہ اول اول سی وسفارش کا مرحلہ بھی بہت عظیم معلوم ہوتا تھا اِسلئے کہ اسمین بھی سوال کی نوبت آتی تھی اگرچہ دوسرے کیلئے ہی کیون نہو۔ اِسی صفت حیا کا اثر تھا کہ جب غسل فرماتے تھے تو پردے ڈال لیا کرتے تھے اور بغیر لنگی کے غسل نہ کرتے تھے اور جب گھر مین بیٹھے تھے تو جسم برہنہ نہ کرتے تھے

موسم گرما مین بھی لباس پہنے رہتے تھے۔ یہ بات توضمناً بیان ہوگئی صفت زہد وقناعت
کی حالت یہ تھی کہ صغرسن کا واقعہ خود بیان فرمایا کہ ہمارے دادا بہت صاحب تمول
تھے حیدرآباد سے لکھنؤ تشریف لائے میرا سن چھ سات سال کا تھا اور مین علم نحو
مین مصباح پڑھتا تھا۔ بتقریب عید پہلے پہل والد مرحوم مجکو دادا صاحب پاس لیگئے
اور گھر پر سمجھا دیا تھا کہ اگر تمھارے دادا تم سے خوش ہوکر کہین کہ ہم سے کچھ مانگو تو تم کہنا
کہ ہمارے نام بھی تنخواہ جاری کر دیجیے جب مین دادا صاحب کیخدمت مین پہونچا۔
سلام کیا تو دادا صاحب نے اردو زبان مین پوچھا "لڑکے کیا پڑھتا ہے" مجکو برا
معلوم ہوا مین نے کہا "چرا جناب شما با من فارسی حرف نمی زنید" یہ سنکر دادا صاحب نے
متعجب ہوکر فرمایا "کہ بچہ تو فارسی میدانی" مین نے کہا "بلے میدانم" دادا صاحب
نے پوچھا کہ "چہ می خوانی" مین نے کہا کہ "مصباح" فرمایا کہ "کدام مصباح" اسوقت
مجھے نہین معلوم تھا کہ دعاؤن کے بیان مین ایک مصباح کفعمی بھی ہے۔ مین نے کہا کہ
"آیا مصباح چند تاست" دادا صاحب نے فرمایا "بلے" (ان کا خیال یہ ہوگا کہ اتنا بچہ
مصباح النحو بھلا کیا پڑھے گا مصباح کفعمی مین سے دعائین یاد کرتا ہوگا) مین نے کہا کہ
"مصباح کہ در نحو است می خوانم" بہت خوش ہوے اور فرمایا "چیزی بپرسم" مین نے کہا
"بسم اللہ بپرسید لکن من ہم خواہم پرسید" یہ سنکر دادا صاحب مسکرانے لگے اور
فرمایا بہتر بہتر بپرس۔

بہرحال انکا جواب دینا تو کوئی بات نہ تھی لیکن انھون نے جو پوچھا مین نے
ٹھیک جواب دے دیا۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا "کہ چیزے از من بخواہ" ہرچند
والد نے بہت تاکید کی تھی کہ تنخواہ کیلئے کہنا مگر مین نے گوارا نہ کیا اور کہا کہ مین

چاہتا ہون کہ اجازت دیجئے آپکے کتبخانہ مین جو کتابین مجھے پسند آئین مین لے لون فرمایا بہتر ”بہ رہ بگیر“ چنانچہ مین نے اپنے مطلب کی چند کتابین چن لین مگر افسوس ہے کہ کتبخانہ ہر چند بڑا تھا لیکن میرے مطلب کی کتابین کم تھین۔

حکایت میر جعفر مسیح لکھنؤ کے اُمرا سے تھی مفتی صاحب کے حالات علم وکمال اور شہرہ سُنکر مشتاق ملاقات ہوے اور خواہش کی کہ مفتی صاحب انسے ملاقات کرین لیکن اُنھون نے منظور نہین فرمایا، اور چند شعر نظم فرمائے جنمین سے بعض اشعار درج کیے جاتے ہین اور وہ اشعار میر جعفر صاحب کے پاس بھیجدیے۔

دوش پیغام مسیحا بمریضے گفتند	کہ شد از بہر متاع تو خریدار مسیح
یعنی از لطف ترا می طلبد عیسی تو	اے خوشا درد کہ دارد سر بیمار مسیح
گفت من عالی و جا بش بسپہر چارم	دارد از خستہ دلان دوری بسیار مسیح
من بیمار چسان تا بمسیحا برسم	چہ عجب آید اگر بر سر بیمار مسیح

میر جعفر مسیح صاحب اشعار دیکھکر بیحد خوش ومسرور ہوے اور بہت مدح وثنا وتحسین وآفرین فرمائی اور ملاقات کیلئے مفتی صاحب کے مکان پر خود حاضر ہوئے اور شرف ملاقات حاصل کیا۔

اِس مقام کے مناسب ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شخص باکمال ناداری کی مصیبت مین مبتلا تھے اتفاقاً بیمار ہوگئے ایک مصرع لکھکر بادشاہ وقت کے پاس بھیجا۔ بادشاہ بھی بافہم اور قدردان تھا دیکھتے ہی اُس مصرع کے بادشاہ فوراً عیادت کے لیے چلا آیا اور بہت کچھ سلوک کیا۔ وہ مصرع یہ تھا۔ ع

انا کالذی احتاج ما یحتاجہ

جو حضرات ادب کا ذوق رکھتے ہین وہ لطف اندوز ہونگے۔ شاعر نے اپنی ذات کو کلمۂ الذی سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ جس کا محتاج یہ کلمہ ہے اُسی کا محتاج مین بھی ہون اور الذی موصول ہے اور عائد اور صلہ کا محتاج ہے۔ عائد سے عیادت کی طرف اور صلہ سے عطیہ کی طرف اشارہ تھا جسے خوش فہم بادشاہ خوب سمجھا۔ فرق اتنا ہے کہ اس کا شعر حسن طلب اور سوال پر مشتمل ہے اور اشعار سابقہ اِستغنا کی شہادت دے رہے ہین یہ حالات زمان شباب کے تھے۔ اِس کے بعد تو وہ جناب زہد و توکل مین اپنا خود نظیر تھے۔

من و سلوی مین ارشاد فرمایا ہے :-

چیست نان جو قناعت بر قلیل
مال دنیا در نظر باشد ذلیل

غم مخور گر جو ان بغرا نیست نیست
نان جو کافی است گیپا نیست نیست

حضرت موسیٰ کلیم اللہ بود
در قناعت ہم ید بیضا نمود

گنج قارون بود در چشمش حقیر
در دعا گفت است من خیر فقیر

گرچہ خود عمرے درازی داشت نوح
خشت بر خشت دگر نگذاشت نوح

حضرت یحییٰ کہ ہمنامی نداشت
ہیچ فکر چاشت و شامی نداشت

مطعمش برگ شجر ہا بود و بس
ملبسش از لیف خرما بود و بس

گرچہ شاہ جن و انسان بودہ است
پشم ملبوس سلیمان بودہ است

پشم می پوشید ابراہیم نیز
غیر نان جو نخوردی ہیچ چیز

این بود طور و طریق رہبران
راہ رو بر جادۂ دین پروران

ہست دنیا کمتر از پر مگس
زان ندارند اہل دین با آن ہوس

مرگ راشام و سحر آمادہ باش	ازعلائق سید آزادہ باش

صفت زہد وقناعت مین جو مرتبہ جناب مفتی صاحب کا تھا زبان زد خلائق اور ضرب المثل
ہے۔ بادشاہی دورہ جب لکھنؤ مین ختم ہوا اور حکومت برطانیہ کا سنہ ۷۲ ہجری مین تسلّط
ہوا۔ متوسلین شاہی کے وسائل منقطع ہوئے اور اہل لکھنؤ پر ابواب مصائب کشادہ ہوگئے
ہر شخص اپنی فکر مین مبتلا ہوا عجب تہلکہ تھا۔ جب امن وامان کی نوبت پہونچی تو ہر طبقہ
نے اپنے حقوق کے استرداد کی کوشش کی اور سلطنت کے مراحم وسیع ہونے لگے کسیکی جاگیر
ضبط شدہ واپس کی گئی کسیکی پنشن جاری ہوئی ہر شخص حسب حیثیت مستحق مرحمت ہوا جو بیس
سال کا ملازم تھا اُسے پنشن ملی۔ مدرسہ سلطانیہ کے مدرّسین کے لئے بھی پنشن قرار پائی
جناب مولوی احمد علیصاحب نے بھی پنشن قبول کی۔ جناب مفتی صاحب نے مطلقاً سعی و کوشش
بلکہ توجہ بھی نہ کی کہ اُن کی پنشن مقرر ہو بلکہ اُنھین بعض حکام نے بلایا اور معتمد کرنا چاہا
لیکن اُنھون نے قبول نہ فرمایا۔ بلکہ جدید حکام کے پاس جانا بھی پسند نہ کیا۔ احباب
مخلصین نے فہمائش بھی کی لیکن اسپر بھی التفات نہ فرمایا۔ اگر خواہش کی بھی تو اپنے
حبیب لبیب نواب باقر علیخان صاحب معین الدولہ کی مخلصی کی خواہش کی اور وہ قبول
بھی ہوئی۔

پھر متوکلاً علی اللہ خانہ نشین ہوگئے اور قناعت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ یہان تک
کہ حسین علی وغیرہ خاص بردار آپکے بھی آپکے آستانہ سے جدا نہ ہوئے اور جدید ملازمت کی
اِسکے بعد جو ماہ صیام آیا اور نواب صاحب ممدوح مع الخیر اپنے گھر آچکے تھے اُنھون نے
نہایت اصرار والحاح کے ساتھ کانپور بلایا اور نہایت تعظیم وتوقیر کے ساتھ ٹھہرایا۔ مگر
اتفاق یہ ہوا کہ نواب صاحب کربلائے معلّے تشریف لیگئے اور جناب مفتی صاحب قبلہ

لکھنو واپس آئے اور پھر انقطاع اسباب کی زحمتین درپیش ہو گیئن شرف الدولہ وغیرہ نے بہت کچھ خواہش کی کہ کوئی عہدہ جلیلہ مثل سابق قبول فرمائین لیکن کسی طرح پسند نہ فرمایا اور زہد وقناعت کے جادہ سے ذرا بھی قدم نہ ہٹایا اور توکل و استغناء کے سرمایہ کو کافی سمجھا

لکھنؤ مین پھر برجیس شاہی ہوئی مرافعہ اور کچہری مثل عہد سلطانی مقرر ہوئی مفتی صاحب کا جبر و صبر قابل قدر ہے کہ آپ نے پھر ذرا توجہ نہ کی متفرق مقامات مین بسر کرتے رہے اور عسرت و سختی برداشت کرتے رہے۔ اس دور کے وزیر شرف الدولہ ابراہیم اور ممو خان سپہ سالار غدر فوج باغی وغیرہ نے بلایا کہ کوئی عہدہ مثل سابق قبول کرین آپنے ضعف و بیماری کا عذر کر دیا اور زید پور تشریف لیگئے حضرت پور و کنتور وغیرہ مین رہے جب حکومت کی جستجو کم ہو گئی پھر لکھنؤ چلے آئے۔

کلکتہ کے سفر ثانی مین ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ نواب لائق علی خان صاحب سالار جنگ خلف مختار الملک مرحوم وارد کلکتہ ہوئے۔ چونکہ انھین جناب مرحوم کی زیارت کا اشتیاق تھا اور جو قرابت جناب مرحوم کے خاندان سے انھین حاصل تھی اُسپر فخر کیا کرتے تھے اسی بنا پر آستان مبارک پر بمقام مٹیابرج حاضر ہوئے جناب مفتی صاحب اسوقت شاہزادہ جلیل القدر صاحب عالم مرزا جہان قدر بہادر کے یہان تشریف فرما تھے۔ نواب ممدوح دیر تک جناب مرحوم کے مکان پر منتظر رہے اطلاع بھی کرائی لیکن کسیوجہ سے تاخیر ہوئی آخرکار وہ واپس چلے گئے۔ مٹیابرج مین بعض اعیان نے جناب سے عرض کیا کہ سالار جنگ بہادر آپ کے یہان آئے آپ کو اُن کی بازدید مناسب ہے جناب مرحوم آمادہ نہوتے تھے مگر اُن لوگون کے اصرار نے مجبور کیا اور جناب کو وہان

لیگئے۔ سالارجنگ اِسطرح ملے جس طرح چھوٹے اپنے بزرگون سے ملتے ہین۔ نہایت مؤدب ہوکر بائین بیٹھے۔ جناب بھی اِسیطرح باتین کر رہے تھے جس طرح خوردون سے بات کی جاتی ہے۔ کچھ دیر تک توقف کر کے جناب رخصت ہوئے تو ڈیوڑھی دو تک نواب صاحب پہونچانے کو آئے اور عماد الملک سید حسین صاحب بلگرامی کو جو کہ جناب مرحوم کے تلامذہ مین سے ہین گاڑی تک بھیجا اور یہ خواہش کی کہ آپ حیدرآباد تشریف لے چلین۔ کسی طرح کی زحمت نہوگی اور قیام بھی زیادہ کرنا نہ پڑے گا صرف چھ مہینہ قیام فرماکر وطن تشریف لے آئیگا ایک ہزار روپیہ ماہانہ زمانہ قیام مین اور اسکا نصف نسلاً بعد نسل جاری ہوجائیگا۔ عماد الملک نے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نے قطعاً منظور نہ فرمایا اور جواب یہ دیا کہ ہم تو حیدرآباد نجف اشرف کے عازم ہین یہان نہ جائینگے۔

فقرا کی ہمنشینی کو بہت دوست رکھتے تھے اور رؤسا و اغنیا کی صحبت سے متوحش تھے اور تا امکان اجتناب کرتے تھے اور اُن کے تکلفات اور لوازم ریاست سے کارہ ہوتے تھے اور باوجود کثرت عیال و اطفال اور بے نظمی امور کے جادہ استقلال سے قدم باہر نہ رکھتے تھے۔ زندگی بھر نہ کوئی مکان تعمیر کیا نہ خریدا ایک مکان زوجۂ اولی نے اپنی سلیقہ شعاری سے مول لیلیا تھا جناب نے وہ مکان انھین کو ہبہ کردیا۔

بوقت وفات مال دنیا سے سبکدوش اور فارغ البال تھے اُن کے متروکات مین کوئی سامان و اسباب نہ تھا چند استعمالی لباس اور کتبخانہ کے سوا کچھ نہ تھا البتہ ایک اشرفی تجہیز و تکفین کے لیے مخصوص کرکے رکھی تھی وہ باقی تھی۔ اگر انکی فقر پسندی پر تفصیلی نظر منظور ہو تو مثنوی تسکین مسکین ملاحظہ فرمائیے جس کے چند شعر اس مقام مین درج کیے جاتے ہین :-

آمدی اے فقر و ہمرازم شدی — باتو میسازم کہ دمسازم شدی

تازہ شد جانم کہ مہمانم توئی — نیست سامانم کہ سامانم توئی

از تو خوشتر نیست اے افلاس ہیچ — جز تو دیگر نیست باعباس ہیچ

اے شعارِ اولیا خوش آمدی — خیر مقدم مرحبا خوش آمدی

آرزو بیت می نمودم سالہا — چشم بر راہِ تو بودم سالہا

چون توفخر فخر عالم بودہٗ — بر ہمہ عالم مقدم بودہٗ

اے انیس و مونس آلِ عبا — مرحبا صد مرحبا صد مرحبا

باتو باشد چون نہ مارا ہمدلی — ہر دو ہستیم از محبان علیؑ

باتو گر صبر و شکیبائی بود — بر دو عالم کار فرمائی بود

زہد کی ترغیب مین ارشاد فرمایا ہے:۔

از ہد فزھد المرء ایۃ فضلہ — والفقر لیس بقادح فی نبلہ

فنبیّنا قد کان یخصف نعلہ — مع انہ عرج السمآء بنعلہ

قابل غور یہ بات ہے کہ جناب مرحوم اُس خاندان سے تھے جو ثروت وغنا و جاہ وحشم و دولت مین مشہور تھا۔ اُنکے اجداد متموّل اور جود و سخا اور عالی ہمّتی مین نامآور تھے۔ لیکن زمانہ نے آپکے ساتھ مساعدت نہ کی۔ ہمیشہ کثرت عیال اور قلت زر و مال اور ہجوم افکار مین مبتلا رہے مگر با اینہمہ مستقل و قانع رہے اور شکر خدا مین رطب اللسان رہتے تھے انھین کا کلام ہے ؎

گوشۂ خاطر ما ملک سلیمانی ما — سر و سامانی ما بے سر و سامانی ما

اگر تاسف تھا تو اسقدر کہ حسب ضرورت اور بقدر حاجت کتابین نہ تھین۔ اور

تالیف و تصنیف کے لیے جن چیزون کی ضرورت ہوتی ہے دار و غہ یا محافظ کتبخانہ یا
مثلاً کاتب و محرر اور ایسے حضرات جو الماری سے کتاب لے آئین اور بعد فراغ
رکھ آئین اور کتاب کا جو مقام دیکھنا ہے نکالدین فراہم نہ تھے تصنیف مین اکثر
یہ زحمت ہوتی تھی کہ خود اُٹھ کر کتاب لاتے تھے اور خود ہی بعد ملاحظہ رکھ آتے تھے
اور خود ہی اپنے ہاتھ سے مسوّدہ لکھتے تھے اور خود ہی صاف کرتے تھے یہ سب خدا کی
تائید تھی۔ اِس بات کا افسوس زیادہ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کی حیات مین اُنکی تصنیفات
سوا دو چار کتابون کے طبع نہوئین اور عالم مین انکا نشر نہوا۔

ایک مقام پر یہ واقعہ اُنکے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا:۔

"از جملہ الطاف الٰہیہ نسبت باقلّ البریہ آنکہ درین ایام بسبب انعدام روزی نوبت بان رسید
کہ از اُجرت عمالین کہ ہشت آنہ از بعض احباب برای سواری اقل الطلاب بیکے ازانہا
عنایت شدہ بود استقراض کردم سواری خود را بروز دیگر اند اختم چہار تنکہ ازان بعض
طباخان کہ چون من مقل بود دادم وبقیہ را در چاشت صرف کردم و برای شام بالکلیہ
تعطل و تحیر بود شبانگہ شخصی در کیسہ پانصد روپیہ آورد کہ فلان کس بطور قرض بتو
دادہ است و اصلا حسن طلب ازین جانب بعمل نیامدہ بود۔ بعد استخارہ زر را گرفتم و گفتم
ادایش بالفعل مشکل است گفت تا چہار سال مطالبہ نخواہد کرد۔" ۱۴۔ محرم ۱۲۷۶ھ

محنت و ریاضت

جناب مفتی صاحب عیش پسند یا راحت طلب تھے بلکہ بہت بڑے مرتاض اور جفاکش تھے
تمام عمر اُنکی ریاضات بدنیہ و نفسانیہ مین بسر ہوئی بچپنے سے علم کی تحصیل کی مشقتین جھیلین

اور ایسی محنت کی کہ چودہ برس کے سن مین فارغ التحصیل ہو گئے۔ اسکے بعد تدریس مین وہ
ریاضت کی کہ تلامذہ کے تعداد اسوقت تک محدود نہو سکی تصنیف و تالیف مین وہ محنت
کی کہ تین سو سے زیادہ تدقیقات و تحقیقات سے مملو کتابین تصنیف فرمائین۔ کتب بینی
مین وہ مشقت کی کہ کتبخانہ مین جتنی کتابین تھین غالبا سب کی سب نظر سے گذری تھین
اور اکثر پر تحشی یا مطالعہ کے آثار و علامات موجود ہین۔ کتنی کتابین اپنے ہاتھ سے تحریر
فرمائین جو علاوہ مسودات تصنیفات کے ہین۔ پھر نظم عربی و فارسی کی ریاضت جس کا شمار
دشوار ہے بلکہ ہر صنف شعر کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ عقل کو حیرت ہوتی ہے۔ وہ
تلامذہ جنھین بخیال تخفیف زحمت بلا کر کچھ کام لیتے تھے وہ گھبرا جاتے ہین اور خود خستہ
ہوتے تھے۔ یہ امور ایسے اوضح ہین جنکی تفصیل بالکل غیر ضروری سمجھکر ترک کی جاتی ہے
مختصر یہ کہ اس قدر ریاضت فرمائی کہ اگر مجموعی مقدار صفحات کے ایام عمر پر تقسیم کیا جائے تو
ہر ساعت کے مقابل ایک معتدبہ خزانہ ملیگا۔ اعلی اللہ درجتہ فی الجنان

مکتوب فی الاعتذار الی اھل الدیار والامصار

الی زبدۃ الاحباب ٭ سلالۃ الاطیاب ٭ ناصر سبط رسول الثقلین ٭ ناصر حسین صین
عن کل شین ٭ امّا بعد سلام محفوف بالاکرام ٭ مشحون بالاحترام ٭ فانا
فی ھذا الزمان ٭ ممنو بالالام والاحزان ٭ وکثرۃ الشئون ٭ وغلبۃ الدیون ٭
وشیب وھزال ٭ وضعف واضمحلال ٭ ووھن فی الاعضاء ٭ لقلۃ الغذاء ٭ وفرقۃ
الاخوان ٭ وفقدان الاعوان ٭ وشدۃ الرزایا ٭ وکربۃ البلایا ٭ وقرب الارتحال
الی اللہ المتعال ٭ فان فرض الاقتداء علی کتابۃ الاعتذار ٭ وتیسر الکاتب

جونپوری ۱۲

فالمکتوب الیہ عاتب ۰ فمثلی کمثل مدنف بقلقۃ ۰ مشرف علی غرقۃ ۰ وحولہ رجال علی الساحل ۰ یسلمون علیہ و یستفتونہ عن المسائل ۰ واکثرھا فضول ماھو فی شی من الفروع والاصول ۰ وھو لا یستطیع ان یرد سلامًا ۰ ویجیب کلامًا ولا ان یقبل علیھم ۰ ویعتذر الیھم ۰ فارحمونی ۰ ولا تکلمونی ۰ والسلام خیر ختام

اسی مطلب کے متعلق چند اشعار بھی دستیاب ہوئے ہین -

تلقی مسائل لا تحصی الیّ من	الاطراف تتری وامر الشرع ذو خطر
وکیف اکتب حدی ما یکلفنی	جمٌ غفیر وانی مثل مختصر
فرد وحید عمید ما معی احد	یعیننی فی مشیب مضعف البصر
وان للفرد منا کاتبی عمل	وھم ملائکۃ اقوی من البشر

وفائے عہد

نماز ظہر بن کیشر میر باقر سوداگر مرحوم کی مسجد مین پڑھا کرتے تھے مومنین کا مجمع ہوتا تھا - ایک شخص ظاہرًا زاہد و متقی اکثر نماز مین شریک ہوتے تھے ایک روز اُنھون نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ میرے فلان عزیز کے لڑکے سے میری دختر کا عقد ہے - ادہر سے ممتاز العلما سید محمد تقی صاحب ہین اور اسطرف سے آپ بعد نماز مغربین عقد ہوجائیگا مفتی صاحب نے وعدہ فرما لیا وقت فضیلت نماز پڑھ کر فنس پر سوار ہوئے حسین علی خاص بردار عہد شاہی لالٹین لئے ہوے ساتھ تھا - بہت دور لیجا کر ایک مکان کے دروازے پر اُتارا مفتی صاحب قبلہ پالکی سے اُتر کر اُنکے ہمراہ چلے اُسوقت آپ ایک سفید دوشالہ دور دار شاہی خلعت کا اوڑھے ہوے تھے صحن مکان مین داخل ہوے جو صاحب لیگئے تھے

اُنھون نے فرمایا کہ پہلے اندر عروس سے اجازت عقد حاصل کر لیجیے۔ آپنے ارشاد کیا بہتر
اُن بزرگ نے لالٹین ملازم سے اپنے ہاتھ مین لی اور کئی قطعہ مکانات طے کرنیکے بعد
ایک کمرے مین مختصر فرش پر بٹھا دیا۔ پردہ پڑا تھا۔ یہ کہکر کہ مین عروس کو یہان لاتا ہون
چلنے کا قصد کیا آپنے فرمایا کہ سامان عروسی تمھارے یہان بالکل نہین لکھنؤ مین اِسطرح
شادی بیاہ نہین دیکھا اُسنے عرض کیا مین بہت غریب ہون۔ یہ کہکر غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر
کے بعد واپس آیا اور دو چار عورتون کو پردہ کے پیچھے لاکر بٹھا دیا۔ دوبارہ ایسا مفقود الخبر
ہوا کہ پھر کر نہ آیا مفتی صاحب منتظر خاموش بیٹھے رہے۔ جب بہت دیر ہو گئی پردہ کی جانب
خطاب کرکے پوچھا کہ وہ صاحب کہان ہین نام بتاین۔ عورتون نے کہا کہ وہ کہان ہین
ہم توڈومنیان ہین ہم کو میتنگی دیکر شادی کے نام سے لے آئے ہین۔ آپ کو عقد پڑھنے اور
ہم کو شادیانون کے لیے لائے ہین۔ یہ کہکر پردہ اُلٹ دیا۔ آپ نے لاحول پڑھ کر مُنھ
پھیر لیا۔ اُسوقت جو حالت مفتی صاحب کی تھی اُسے خدا ہی جانتا ہے۔ اُنھون نے
اُٹھنے کا قصد کیا تو دیکھا کہ داہنے بائین چند اوباش ہتھیار بند آمادہ فحش و پیکار کھڑے
ہین۔ اور یہ کہہ رہے ہین کہ مفتی صاحب اتفاق سے آ گئے ہین ہمارے تمھارے معاملہ
مین تصفیہ کر دینگے۔ اِسکے جواب مین دوسرا کہتا ہے کہ یہ وہ ہین کہ انھون نے
اُس شخص کے عورت کی رعایت کی تھی۔ میرا گھر بار مہر و نان و نفقہ مین لٹوا دیا۔ آج
ہاتھ لگے ہین۔ غرضکہ کلمات گستاخی اور بے ادبی زبان پر لائے۔ مفتی صاحب نے کہا
ارے بھائی وہ صاحب کہان ہین جو مجھے لائے تھے اُنھون نے کہا کہ وہ کہین ہونگے
اب ہمارا فیصلہ کیجئے۔ نہین تو ہم آپ کا فیصلہ کرتے ہین۔ مفتی صاحب نے کہا کہ اگر میرا
قتل مطلوب ہے تو مجھے آگاہ کرو کہ تم مین جو حلف و قسم کرے اُس سے مین وصیت کرون

وہ شخص رونے لگا۔ اور کہا کہ ہم بہت مفلس وناچار ہین پانچسو کے قرضدار ہین کیونکر ادا ہو آپ مسلہ بتائیے کہ ہم جان دیدین دوسرے نے لاکر قرآن شریف اور قلم ان آگے رکھ دیا۔ کہ آپ لکھد یجئے کہ ہمارا نام اور محلہ کسی سے نہ کہین گے اور بلا عذر اپنے مکان پر پہونچکر مبلغ پانچسو روپیہ دیدینگے۔ آپ نے تین سو روپیہ کا وہی سفید دوشالہ جو اوڑھے ہوئے تھے اُن بدمعاشون کے حوالہ کیا۔ اور دو سو روپیہ مکان پر آکے قرض لیکر اُن کو دیے۔ وہ لوگ خوشی خوشی اپنے گھر گئے۔ راستہ مین آتے وقت حسین علی خدمتگار نے پوچھا کہ حضرت آپنے دوشالہ کیا کیا۔ فرمایا گھر چلو کہین ہوگا۔

مفتی صاحب نے عمر بھر اُن کو کوئی آزار دیا نہ کسی سے یہ حال بیان کیا حسین علی کو تعجب رہا کہ خداوندا یہ کیسا نکاح تھا۔

سادگی طبیعت

جناب مفتی صاحب کا طرز زندگی نہایت سادہ تھا نہ فرش کا شوق نہ اسباب زینت و آرائش کی فکر نہ ساز و سامان کا خیال نہ خوبی و عمدگی مکان کی طرف توجہ زمانہ زندگی اس طرح بسر کیا کہ ہر وقت آمادہ سفر آخرت اور ہر دم حیات دنیاوی سے ناامید۔ اگر فکر تھی تو یہی کہ کچھ زاد آخرت مہیا ہو جائے۔ مکان تنگ و تاریک و خراب ہو تو ہو لیکن کسیطرح قصور جنت ملجائین۔ سامان راحت ہو یا نہو مگر راحت ابدی کا گھر مزین و آراستہ ہو جائے اُنھین کے دو شعر "شاہد مدعا" نقل کیے جاتے ہین ؎

خانۂ دیگر جدا داریم ما	فکر آن صبح و مسا داریم ما
ما بامید سرائے دیگریم	ہر متاع خوب انجامی بریم

یہی سبب تھا کہ نہ کسی وضع کے پابند تھے نہ کسی طرز کے۔ جو کچھ کسی نے مہیّا کر دیا۔ اُسی کو کافی اور غنیمت جانتے تھے۔

لباس اگر بیش قیمت ہوا تو پہن لیا اور اگر حقیر و کم قیمت ہوا تو پہن لیا۔ نیا اور عمدہ ہو یا کہنہ و شکستہ دونون اُن کی نظر مین برابر تھے۔

پیری شروع ہو چکی ہے لوگون نے دیکھا کہ جو لباس خوش وضع نوجوانون کے پہننے کا ہوتا ہے پہنے ہوے مجمع مین تشریف فرما ہین بعض لوگون نے جسارت کر کے گستاخانہ عرض بھی کیا کہ آپ یہ کیا پہنکر آئے ہین۔ یہ تو آپکے لیے موزون نہین ہے بلکہ خلاف شان ہے جواب دیا کہ ہمین کوئی قباحت تو نہین معلوم ہوتی۔

بمقام کانپور گوالٹولی مسجد مین نماز پڑھانے تشریف لیگئے لباس کی یہ صورت تھی، انگرکھا تہری کمر ٹوپی کا جسکی ہر کلی پر جوڑے بنے ہوئے۔ پائجامہ مین پلیٹین بنی ہوئین اسی ہیئت سے مصلّے پر تشریف لیگئے لوگ دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے ایک شخص جو خدمت مین گستاخ تھے اُنھون نے چپکے سے آکر عرض کیا کہ قبلہ و کعبہ یہ لباس آپ پہنکر آئے ہین فرمایا کہ ہمین کیا قباحت ہے اُنھون نے کہا کہ آپ تو سمجھتے ہی نہین کہ یہ لباس کن لوگون کا ہے۔ جناب مفتی صاحب خاموش ہو گئے۔ مکان پر آکر کہا کہ تم لوگ کیسے کپڑے ہمین پہنا دیتے ہو کہ لوگ اعتراض کرتے ہین ساتھ ہی اسکے یہ بھی فرمایا کہ میرے نزدیک تو ہمین کوئی مضائقہ نہین معلوم ہوتا۔

ایسا ہی دیکھا گیا کہ زیر جامہ صاف اور اُجلا ہے اور انگرکھا میلا ہے یا اسکے برعکس یا دونون اُجلے ہین اور ٹوپی میلی ہے۔ غرضکہ ان امور کی طرف توجہ خاطر ہی نہ تھی۔ البتہ مزاج مین صفائی تھی صاف اور نفیس اور اُجلے سامان سے خوش ضرور

ہوتے تھے۔ اگر کسی نے درست کردیا تو خوش ہوگئے اور اگر درست نہوا تو کوئی شکایت نہ تھی۔ بچھونا اکثر صاف وشفاف ہوتا تھا لیکن ایسا بھی ہوا کہ سردی کا زمانہ تھا کوئی چیز اوڑھنے کی وہان موجود نہ تھی رات کو سردی معلوم ہوئی گوارا نہ کیا کہ کسیکو جگائین اور زحمت دین چٹائی اوڑھ کر سو رہے۔ تخت پر فرش ہو یا نہو یکسان تھا۔ دری چاندنی کا یا قالین کا فرش ہو یا چٹائی یا ٹاٹ ہو برابر تھا۔ تینو اور جامدانی اور شال اونی ہوم اُنکی نظر مین مساوی تھے۔

لکھنؤ مین اُنکی مجلس درس وافادہ ایک چھپر کے نیچے ہوتی تھی اور کانپور مین ایک مختصر کھپریل کے نیچے اور دونون جگہ یہ دونون مقام مکان کی ڈیوڑھی مین واقع تھے۔ یہی فقیرانہ مقام امیر وغریب رؤسا وعلما سب کے ملاقات کی جگہ تھا اور سب فخر جانکر وہین حاضر ہوتے تھے۔

لطیفہ ایک مرتبہ باہر کے کوئی رئیس کسی بعید مقام سے لکھنؤ آئے تھے اور بعض رؤسائے لکھنؤ کے یہان مقیم تھے جناب مرحوم کی ملاقات کا اشتیاق تھا اپنے میزبان کو ہمراہ لیکر جناب کے یہان پہونچے دیکھا کہ ایک شخص معمولی حیثیت مین چٹائی پر بیٹھے ہین اُنکے ذہن مین بھی نہ آیا کہ جناب مفتی صاحب یہی ہین اور جنکا نام بچپنے سے سُن رہے ہین اور جنکی اسقدر شہرت تھی جنکے افادات وبرکات دور تک پہونچے ہوے تھے وہ ایسے ہو سکتے ہین۔ اپنے رفیق سے کہنے لگے کہ جناب مفتی صاحب کہان ہین اُنھون نے جواب دیا کہ یہی ہین۔ اُنھین خیال ہوا کہ میزبان اُنسے مزاح کرتے ہین مجھے کسی دوسرے شخص کے یہان لے آئے ہین غرض جب کہ اُنھین ثابت ہوگیا کہ یہی قبلہ وکعبہ ہین تو بجائے مزاج پرسی برہمی کا اظہار کرنے لگے کہ قبلہ وکعبہ یہ کیا طریقہ ہے

ہم تو اپنے مقام مین بڑے شہرے سنا کرتے تھے اور دل مین کمال اشتیاق زیارت
تھا اور خیال کرتے تھے کہ دیکھین کس طرح آپ تک رسائی ہوگی۔ خدمت اقدس تک
پہونچ سکین گے یا نہین۔ اِسی خیال سے اپنے دوست کو ذریعہ و وسیلہ آپ تک پہونچنے
کا قرار دیا تھا۔ جناب مرحوم یہ باتین سُنکر مسکرائے رئیس مذکور کے قلب پر اِس انداز زندگی کا
خاص اثر پڑا اور متاثر ہوکر رخصت ہوئے۔

بیٹھنے مین صدر و پائین کا ہرگز خیال نہ تھا جہان جگہہ پائی وہین بیٹھ گئے چنانچہ
ایک مرتبہ بروز عید چند اعیان شہر جناب مرحوم سے عید ملنے آئے۔ اُس دن خدمتگار
نے چٹائی جھاڑکر ایک مارکین کی چاندنی بچھا دی تھی جو شخص آتا تھا صدر کی جانب یعنی
دیوار کی طرف یکے بعد دیگرے بیٹھتا جاتا تھا۔ جناب زنانہ مکان مین تشریف فرما تھے
جب خبر دی گئی باہر تشریف لائے سب حضرات جنمین علما و مجتہدین بھی تھے تعظیم کو کھڑے
ہوے جناب مرحوم فوراً پائین فرش بیٹھ گئے اور اتنی مُہلت نہ دی کہ صدر کی جگہہ
خالی ہو اور لوگ اُنھین صدر مین بٹھائین۔ اور کسیکو جرأت ہی نہوئی کہ صدر پر بیٹھنے
پر اصرار کرین جناب حکیم سید محمد جواد صاحب بھیکپوری جنھون نے یہ حکایت اور حکایت سابقہ
بیان کی کہتے ہین کہ مجھے خوب یاد ہے کہ جناب مرحوم اِس طرح پائین مین بیٹھے تھے کہ
گھٹنے تو فرش پر تھے اور بقیہ جسم کچھ زمین پر اور کچھ جوتون پر تھا تھوڑی دیر کے بعد
میرزا علی اکبر نام ایک ایرانی شخص نے ہنس کر کہا قبلہ مین نے ہر جگہہ ایران مین بھی
اور یہان بھی یہ دیکھا ہے کہ ہمیشہ اساتذہ صدر مین بیٹھتے ہین اور تلامذہ پائین فرش۔
اور یہان برعکس دیکھتا ہون کہ تلامذہ صدر مین اور آپ پائین فرش بیٹھے ہین۔ آپنے
فرمایا کہ دنیا تو بیٹھنے کی بھی جگہ نہین ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

در منزلِ دنیا گذر افتاد و گذشتیم		پروائے نشستن نبود رہگذری را

اِس شعر کو کچھ ایسے درد دل اور ایسے لہجہ سے پڑھا کہ حاضرین پر ایک سناٹا طاری ہوگیا۔ مولانا سید علی نقی صاحب کا چہرہ افسردگی سے تمتما گیا اور جناب ابو صاحب قبلہ رو دیئے میرزا علی اکبر صاحب بھی چپ ہوگئے اور اپنے سوال پر شرما گئے اور وہ صحبت عید غم و حسرت کی صحبت ہوگئی۔

حکیم صاحب موصوف کا یہ بھی بیان ہے کہ مین ایک مرتبہ سہ پہر کو حاضر خدمت ہوا جناب ایک ٹوٹے ہوے کھرّے تخت پر تشریف رکھتے تھے مین نے دیکھا کہ غیر معمولی طور سے خوش و مسرور اور ہشاش بشاش ہین اور چہرے سے سرور نمایان ہے مین بھی تخت کے ایک کونہ پر بیٹھ گیا۔ کچھ باتون کے بعد مین نے پوچھا کہ آج مین آپ کو بظاہر غیر معمولی طرح مسرور پاتا ہون کیا سبب ہے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ بعض اہل علم یہ خیال کرتے تھے کہ جس طرح مین بسر کرتا ہون میرا یہ طرز معاشرت خلاف مروّت ہے۔ مثلاً یہی دیکھو کہ مین اِس تخت پر اس طرح بیٹھا ہون اِسی کو لوگ خلاف شان اور منافی مروّت خیال کرتے ہین متعدد لوگون کے اعتراض کرنے کا یہ اثر ہوا کہ مجھے خود بھی تردد پیدا ہوگیا تھا کہ کہین درحقیقت ایسا ہی نہو۔ اتفاق سے اِسوقت جواہر الکلام مبحث عدالت پر نظر پڑی جناب شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر بہت بڑے شخص ہین اُنھون نے ایسے طرز زندگی کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ اگر یہ طرز زندگی خلاف عدالت ہوتا تو لازم ہوتا کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام بالکل غیر عادل ہون اور اُن کا عمل خلاف مروّت ہو۔

اِس بیان کے دیکھنے سے میرے دل کو تشفی ہوگئی اور اطمینان ہوگیا۔

یہ طرز زندگی جناب مرحوم کا تصنّعی نہ تھا جس طرح بعض حضرات بتکلف اپنے نفس کو

تعب مین ڈالکر زاہدانہ انداز دکھاتے ہین اور ریاکاری کرتے ہین بلکہ اِن امور کیطرف طبیعت ملتفت ہی نہ تھی۔

اُمورِ دنیا سے اجنبیت

مرزا محمد زکی خان صاحب جناب مرحوم کے مخلصین اور معتقدین خاص سے تھے وہ بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک بیش قیمت جامہ وار مفتی صاحب قبلہ کو ہدیہ دی حمام والے امام باڑہ مین تشریف فرما تھے کوئی شخص وارد ہوا اور اس جامہ وار کی وضع دیکھکر کہنے لگا کہ یہ تو ایرانی دری معلوم ہوتی ہے۔ اُن کے اس قول سے جناب کو وثوق ہو گیا کہ یہ ایرانی دری ہے جب وہ چلے گئے اُسے بجائے فرش کے بچھوا دیا۔ مرزا صاحب کہتے تھے کہ تھوڑے عرصہ بعد مین حاضر ہوا اور مجھے دیکھکر تعجب ہوا مین نے عرض کیا کہ قبلہ وکعبہ یہ تو قیمتی جامہ وار ہے آپنے اِسے دری کی جگہ استعمال فرمایا ہے۔ میرے کہنے پر تعجب ہوا اور فرمایا کہ فلان صاحب تشریف لائے اُنھون نے کہا کہ یہ ایرانی دری ہے آپ فرماتے ہین کہ یہ جامہ وار ہے اب کسی تیسرے شخص سے تحقیق کرنے کی ضرورت ہو گئی۔

سخت حیرت ہے کہ جو شخص مشکلات علوم مین اعلے درجہ کا نکتہ سنج اور دقیقہ رس ہو اور اُسکا ناخن فکر دشوار مسائل کی گرہین بسہولت کھول سکتا ہو۔ وہ اُمورِ دنیا مین اسطرح اجنبی اور سادہ لوح ہو۔ اِسکا سبب یہی تھا کہ اُنکی توجہ تمامتر روحانیت کیطرف مصروف اور دنیاوی امور کیطرف التفات ہی نہ تھی۔ اگر وہ واقعات دکھائے جائین جنمین اِس صفت کا ظہور ہوتا تھا تو ناظرین کو سوائے حیرت وتعجب کے کوئی فائدہ حاصل

نہین ہوسکتا۔ اِسلئے ترک اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔

خمول و عزلت

جناب مفتی صاحب کو ابتدائے عمر سے سیر و سیاحت تفریح و گلگشت سے نفرت تھی اور باغون اور نزہت گاہون کا کبھی شوق نہ تھا۔ فرماتے ہین ؎

دل افسردہ کہ من دارم | بتماشائے باغ وا نہ شود

ایک مرتبہ کچھ حضرات کسی ساز و سامان کے دیکھنے کیلئے جسمین بہت اہتمام ہوا تھا جارہے تھے آپنے فرمایا ع

ہمارا تو دل سیر سے سیر ہے

اور درحقیقت جسکے سینہ مین وہ دل ہو جسنے من وسلوی ایسی مثنوی نظم کی ہو۔ جسے پکے دنیادار دیکھکر تارک الدنیا ہوجائین وہ کس طرح ایسے امور کی طرف متوجہ ہوسکتا ہے۔ فرماتے ہین ؎

ہر یکے می خواہد از تو نعمتے | میشود جویاے عیشے فرحتے
من دلی غمناک می خواہم ز تو | سینہ صد چاک می خواہم ز تو
خاطر انکار م از تو آرزو است | چشم دریا بارم از تو آرزو است

ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔

آسمان و مہ و خورشید و زمین دیدہ و گشت | سیر دیدیم جہان را ہمہ خوب و ہمہ زشت
تازۂ نیست الٰہی کہ بہ بینم آن را | ہان مگر حور و قصور و گل و گلزار بہشت
بستہ ام چشم ازین نقش و و رنگ شب و روز | تا بہ بینم قلم صنع تو آنجا چہ نوشت

بامید حلل وسندس واستبرق خلد	در برم چیست کفن زیر سرم بالش خشت
نطفہ در صلب نبی می نہی از توچہ عجب	منزل پاک برائے من ناپاک سرشت
نیمہ دل تازہ بامید جنان گشت وے	از غم آتش وا ز آتش غم نیم برشت

حقیقت امر یہ ہے کہ جس کا نصب العین اخلاص عمل اور زہد و ورع ہو اور اس کا شغل عبادت و تصنیف ہو اُسے عزلت و گوشہ گیری کے بغیر کوئی چارہ نہین صحن چمین مین فرمایا ہے۔

سید نظری بکارِ خود کن	فکر جگر نگار خود کن
سہل است چو روزگار برگشت	این است بلا کہ یار برگشت
خواہم کہ کنون سفر بگیرم	در کنج خرابہ نشینم
رختے بکشم بجا نقا ہے	من با شمم و اشک و دود آہے
محبوب ترین بندگان کیست	معروف میان آسمان کیست
آنکس کہ درین جہان ہست گمنام	وز دولت دنیوی است ناکام
فارغ ز گدائی و ز شاہی	مشغول عبادت الٰہی

جناب مرحوم کے علم و کمال کا آوازہ اگرچہ مشرق و مغرب ہندوستان سے گذر کر عرب و عجم تک پہونچا تھا اور دلون پر سکہ تھا لیکن وہ خود گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے اور نام و نمود سے طبعًا نفرت تھی اپنے کمال پر فخر و مباہات نہ تھی سیکڑون کتابین تصنیف فرمائین مگر عجب و خودبندی کی گرد بھی اُڑکر دامن تک نہین آئی کتنی کتابین دوسرون کے نام سے تصنیف فرمائین اور اُنھین کیطرف منسوب بھی کردین۔ جو اُمور دُنیا مین باعث مرجعیت ہوتے ہین اُنسے کوسون گریز کرتے تھے اور اگر لوگون کی رجوع زیادہ

ہونے لگتی تھی تو پریشان ہوتے تھے چنانچہ فرمایا ہے ؎

آہ ازین گرمی بازار کہ دکانم سوخت	جوشش خلق متاع علم داد بباد

لیکن خدا کی شان تھی کہ جس قدر وہ اپنی گمنامی وخمول مین اہتمام کرتے تھے اسیقدر اُنکا شہرہ وآوازہ بلند ہوجاتا تھا جس سے کبھی خوش نہوتے تھے

سلطنت اودھ کے انتزاع کے بعد جناب ممدوح کو سب سے اوّل عدالت مین حاضری کا جب اتفاق ہوا اور گواہی کیلئے طلبی ہوئی تو اسقدر شاق گذرا بلکہ مصیبت عظیم درپیش ہوئی کہ جسکے لیے اوراد وادعیہ وآیات سے استمداد فرمائی اور مختلف عنوانات سے نظم و نثر عربی وفارسی مین اُسکو ظاہر فرمایا ہے۔

کان الناس بالامس یحضروننی کلما تعاقدوا ویخبروننی بما تعاهدوا وهذه کانت عادتهم فی معاملاتهم یریدون بذلك التسجیل علی ماسجلاتهم حتی اذا تنزعزعت ارکان الدین ولیت النصاری امر المسلمین فانقلبت القلوب وضعف الطالب والمطلوب والیوم قد سئمت من انتعاب القوم فانهم یسوموننی اداء الشهادة لکل سوم وعار علی الحضور لدی اولی الامر من هؤلاء العدی وقد ابتلیت بالحضور عند بعض النصاری حین استیلائهم علی هذه الارضین اولا للشهادة بحق اهل الحق والیقین فقلت

قد کنت حاکمهم بالامس یحضرنی	عند التحاکم ارباب الشهادات
والیوم یحکم فینا من یعاندنا	والدهر یسعفه یبغی معاداتی
حضرت مستشهدا بی فی مجالسه	اذا تخاصم ارباب الفسادات
اُساعد الحق فیما لا تساعدنی	الدنیا علیه لاحظی بالسعادات

ما غیر الدهر فی لعدان عادته | لکن غفرت لہ خرقا لعاداتی
انکان تظلمنی الدنیا فلا عجب | فانها ظلمت من قبل ساداتی
کذالک تقتلنی ظلما بلا خطأ | وسوف احشر فی اهل الشهادات

دیدم اندر سینہ اطبعی ولا آزاری نداشت | جز نوشت و خواند بر کرسی دگر کاری نداشت
بار خاطر بود خوف برگ و بار شوکتش | چون بدر بارش رسیدم اینهمہ باری نداشت
بوریاے بود فرش مجلس ناپاک او | با لباس سلطنت سامان بسیاری نداشت
من باستغناء فطری ونکردم سوی او | او باستغنای مالی میل دیداری نداشت
یکبیک غوغا شد و دیدم کہ از جاے خودش | مثل خر جست پنداری کہ افساری نداشت
باز چون آمد نشست و من نجنبیدم ز جا | یا قسم زیجا کہ او ہم کبر و پنداری نداشت
منشی ہند و سواد کفر بر صورت کہ داشت | لیک در معنی سواد ضبط اظہاری نداشت
از نشست کرسیم مقصود بر کرسی نشست | زود از انجا پا شدم چون دل سروکاری نداشت
بود اندر سینہ خود مصروف اندر شور و شین | بسکہ از غوغاے ہندو مشربان عاری نداشت
بعد این زحمت کشی از بہر احقاق حقے | ورنہ سید کار با سرکار و درباری نداشت
ہیچگہ چون من عزیزے در چنین جا رفت | غیر آن بیکس کہ اعوانی و انصاری نداشت

حمیت و غیرت

جناب مفتی صاحب نہایت غیور بزرگوار تھے انھیں اپنی آبرو اپنے ناموس کی حفاظت میں شدید اہتمام تھا پردہ کا اِسقدر خیال تھا کہ نسوان کو کہیں جانے کی

اجازت نہ دیتے تھے اغیار کا ذکر نہین اقارب کے یہان جانا آنا بھی پسند نہ کرتے تھے
اور نہ اپنے گھر مین دوسرے عورتون کا آنا منظور کرتے تھے بعض نواب زادون، اور
شاہزادون کے یہان کی نسوان نے ازراہ حُسن عقیدت ملاقات چاہی لیکن نہ اپنے یہان
کی عورتون کو وہان بھیجا نہ اُنھین آنے کی اجازت دی جن لوگون کو اِس صفت مین
کمزور پاتے تھے اُنسے بھی نفرت ہو جاتی تھی۔

نام و نمود سے نفرت

سنہ ۱۲۹۷ھ مین دوسری مرتبہ بعد انتقال مولوی محمد علی صاحب قائمۃ الدین جناب مفتی صاحب
بہ ایمائے سلطانی حسب الطلب صاحب عالم مرزا جہان قدر بہادر داماد و برادر زادہ سُلطان عالم
واجد علی شاہ کلکتہ تشریف لیگئے تو بادشاہ نے تاج العلما و افتخار الفضلا خطاب
تجویز فرما کر مہر کندہ کرا کے مرحمت فرمایا۔
ملکۂ معظمہ وکٹوریہ کے جوبلی کے زمانے مین گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے شمس العلماء کا
خطاب عطا ہوا اور تمام نامون مین جناب مرحوم کا نام مقدم تھا اِس خبر کی اشاعت سے
مومنین کو بہت مسرت ہوئی بعض حضرات نے مبارکباد کے خطوط روانہ کیے مگر مفتی صاحب
نہ اُس خطاب سے خوش ہوئے نہ اس مبارکباد سے بلکہ ناگوار خاطر ہوا ناگواری کی زیادہ
وجہ یہ بھی تھی کہ قابل و ناقابل بہت سے حضرات اِس خطاب مین شریک کر دیے گئے تھے
اِس موقع پر یہ دو شعر نظم فرمائے۔

یا طالبا للدین لا تھوی الدنی ۔۔۔ ان الدنی للدین کالضرات
عمیت عیون الدھر قد ساوی بھذی الارض بین الشمس والذرات

ذیل کے فارسی اشعار بھی اسی موقع پر ارشاد فرمائے تھے ۔

گردش چرخ ببین لاٹ وزیر ملکہ — کرد نامِ منِ دلخستہ شمس العلما
بندہ را نیست سروکار و تعارف با او — زین غمزدہ را قوتِ تحریک ثنا
شہرہ چون یافت نوشتند بمن تہنیتی — لیکن شکوہ و عظمت ہائے مبارک بشما
ہمہ با این نام ملقب شدہ تنہا صے چند — گر چہ شمس است یکے نیست ز شمعے چون ما
سلطنت رفت ز اسلام بنادانی ہا — مرز بوم است بایوان چو خفاش ہما

ایضاً

آسمان با این شکوہ و رفعت بعد از زمین — آدم خاکی بجا باد تواند جنگ کرد
چون ترازو کرد ناقص را بلند این روزگار — آفتاب علم را از ذرہ ہم سنگ کرد

اسی طرح اُردو میں بھی دو شعر نظم کیے ہیں :-

ہم آخر ہو گئے کیوں فکر دنیا کیجیے — اب یہی بہتر کہ ہر دم [illegible] کیجیے
ہم کو مٹی میں ملایا ہائے ٹیڑھا [illegible] نے — آفتاب آسمان علم سے کیا کیجیے

ارباب معرفت اندازہ کر سکتے ہیں کہ دنیوی اعزاز اُنکی نگاہوں میں کسقدر ہیچ تھے وہ جس مسند کے مالک تھے اُسکی عزت اور منزلت اہل دُنیا کیا کر سکتے تھے نہ خطابات اُنکے لیئے طرّۂ امتیاز نہ یہ تہنیت نامے باعث نشاط ہو سکتے تھے ۔

تقدیرِ معیشت

جناب مفتی صاحب کو نظم خانہ داری اور ضبط و تعدیل مداخل و مخارج کی طرف توجہ کم تھی اور مشاغل علمیہ کا انہماک اِسقدر غالب تھا کہ ان اُمور سے مناسبت ہی طبیعت کو نہ تھی

نہ انھین نرخ اشیا کا حال معلوم ہوتا تھا نہ اشیا کی اچھائی برائی اچھی طرح معلوم کر سکتے
تھے۔ اُس زمانہ مین لکھنؤ مین شاہی زمانہ کے پیسے روپیہ خوردہ ہو کر آتے تھے جناب کو کبھی
روپیہ کے پیسے گننا نہین آئے۔ اہتمام تھا کہ جو کچھ صرف ہو وہ لکھ لیا جائے لیکن کبھی ایسا
نہوتا تھا کہ یہ بات ملاحظہ فرمائین کہ اتنا روپیہ آیا تو مجموع مصارف کی مقدار کیا ہوئی۔ اور
صرف کے بعد کچھ باقی رہا یا فاضل صرف ہو گیا۔ اسی وجہ سے لوگ دھوکا دیدیتے تھے، اور
زیرباری کی نوبت آجاتی تھی۔ مقروض ہوجاتے تھے جس نے جو حساب بنا دیا باور کر لیتے
ایک مرتبہ اثنائے درس مین یہ حدیث آئی "تقدیر المعیشۃ نصف الایمان" [illegible]
حدیث کے سننے کے جناب کا چہرہ متغیر ہو گیا اور سست و متفکر ہو گئے۔ شرکائے [illegible] لکھتے ہین
کہ ہم یہ سمجھے کہ اس حدیث کے متعلق شاید کوئی مضمون اور نکتہ بیان فرمائین گے حکیم سید محمد جواد صاحب
بھیکپوری بیان کرتے ہین کہ تھوڑی دیر سکوت کر کے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ دیکھیے
حضرت نے تقدیر معاش کو نصف ایمان فرمایا ہے اور یہی تقدیر معیشت مجھ مین نہین ہے اللہ اکبر
بزرگان دین اپنے نفس کی اصلاح مین اس طرح نظر رکھا کرتے ہین۔ درصورتیکہ جناب [illegible]
کا ناخن فکر بڑے بڑے پیچیدہ اور مشکل امور مین گرہ کشائی کرتا تھا ایسے امور مین جنھین عامۃ الناس
اچھی طرح بجا لا سکتے ہین انکا خالی الذہن ہونا دلیل بیّن اس بات کی ہے کہ ان کی توجہ تمامتر
دوسری جانب تھی اور انکی روحانیت ایسے کامون کی طرف متوجہ ہی نہونے دیتی تھی۔ البتہ
میانہ روی مطلوب رہتی تھی چنانچہ ایک مقام پر بطور نصیحت اپنے فرزند سید حسین صاحب سے فرمایا ہے۔

دع عنك يا ولدي الاسراف ان به	تمحيص ما رشحت دنياك للتلف
بالبخل لا تمشي الامر في زمني	فكيف بالجود والتبذير والسرف
قد عشت في سالف الايام مقتصدا	كن مثلما كنت في طف وفي نجف

تواضع وخاکساری

مزاج مین فطرۃً تواضع تھی اور کبر وتکبّر کا نام بھی نہ تھا غرباے مومنین سے خندہ پیشانی ہوکر باتین کرنا برابر بٹھانا اُنکی مزاج پرسی اور احوال پرسی کرنا عادت مین داخل تھا۔ اہل علم مین بیٹھکر اظہار علم ادعاے کمال نہین فرمایا۔ ایک مقام پر فرمایا ہے ؎

کسی کاندر سر توقیر گردد — دلش رنجیدہ از تحقیر گردد
ہر آنکس کہ جہان آزادہ باشد — بزیر ہر قدم افتادہ باشد
نیم دستار تا بر سر گزارند — کم از نعلم کہ پا بر سر گزارند

چنانچہ مولوی سیّد محمد محسن صاحب مجتہد نگینچوی جو سلطان العلما مجاہد جلیشاہ کے یہان سے مخاطب باکلیل العلما اور مفتی علام کے مستفیدین سے تھے اُن کی اور جناب مرحوم کی مکاتبت سنداً دلیل تواضع مین پیش کی جاتی ہے۔

نقل خط جناب مُفتی صاحب قبلہ بنام مولوی سیّد محمد محسن صاحب

مولویصاحب عمدۃ الاحباب فضائل وکمالات اکتساب سلالۃ السادۃ الاطیاب سلمہ رب الارباب

بعد اداے سلام باکرام ملتمس آنکہ چون زحمت سفر کشیدم وشربت تلخ مفارقت چشیدم مادہ صفرا وبیہ بہیجان آمد ودرحماے شدیدہ مبتلا گردیدم چہار روز بربستر افتادم وعنان طاقت از دست دادم آخر باستشارہ واستخارہ حکیم صاحب مسہل خوردم وکار خودرا بخدا سپردم وبحمدہ تعالی جان بسلامت بردم ودر بصحت آوردم این بود کہ قوت وفرصت دست نداد واطلاع از رسید تاخیر افتاد الحال باب تالیف باز کردہ ام وتکمیل شریعت غرا آغاز وزیر صاحب ولگرفتہ بغیر ملاقات من اکبرآباد رفتہ نلمتمسکم الدعا وبقائکم عین المدعا درحق اطفال فرخندہ فال دعاے ترقی علم وکمال

نقل عریضہ جناب مولوی محمد محسن صاحب بجواب خط سابق مذکور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بشرف عرض اقدس عالی میرساند تعلیقہ رفیعہ و صحیفہ بدیعہ بعد امتداد زمانہ در احسن اوان عز ورود نمود خلعت سرفرازی بہا بخشید از بشارت عافیات ذات بابرکات المینانی بہم رسید ظلکم ممدود و عدوکم مردود حقیر بفضل ایزد قدیر و یمن دعاے ملازمان تحریر تا آن بحر بلباس عافیت در کشید و ذائقہ آلام بکسر چشید صحت و سلامت بزرگان دین و ملازمان والا تمکین مسئلت دارم دار بارگاہ مجیب الدعوات استجابت دعا را امیدوارم ہمیدان در زمان قیام عالی ملازمان بامید استفادہ امور دینیہ دل با متثال امر میداد ولاکن از دار زونی بخت اتفاق نیفتاد چنانچہ گفتہ است

خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را	تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

گلہ این عنی البتہ دارم و ذہبدم تخم حسرت و الم بمزرعہ دلم میکارم و انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ در حضور بادشاہ جمجاہ شاہ ووجہ من عابہ وشاہ عند التذکرہ یاد ملازمان جلیل بوصف جمیل می شود اطلاعاً عارض میرود و قصیدہ ہنوز نرسید شاید تلف گردید درین زمان بتجویز حضرت سلطان اعادا للہ سبحانہ ملکہ و سلطانہ پنجاہ روپیہ وظیفہ این احقر البریہ معین گردیدہ چہ مشاہرہ جناب ایشان بحول اللہ المستعان بمنصبہ ظہور رسید و بندہ زادہ ہم درین ماہ بوجود آمدہ است بس سرور بالاے سرور صورت بست عقیب صلوات در رمضان اجابت دعوات مترقب دعاے خیر امر زیادہ چہ گذارش دہم

والتسلیم علیکم وعلی من لدیکم

نقل خط جناب مفتی صاحب قبلہ بجناب مولوی محمد محسن صاحب قبلہ

جناب مولوی صاحب جامع معقول و منقول وحاوی فروع و اصول لودعی دہر المعی عصر
السید الاید العابد الزاہد المتہجد الراکع الساجد العالم العریف الخاشع الخائف الحاج المعتمر الطائف
مجمع المحاسن والعواطف دامت برکاتہ کما طابت لمکاتہ
بعد تمہید قواعد تسلیم و تعظیم و تقدیم موائد تکریم و تفخیم و ادائے تشکرہ وافرہ و اہدائے
اثنیہ کاثرہ ملتمس آنکہ الوکہ ولا و مسبوکہ طلا یعنی صحیفہ کاملہ مثل رحمت شاملہ رسیدہ
مکرر دیدم و بوسیدم و مسرور و محبور گردیدم مثل من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب
حسابا یسیرا و ینقلب الی اہلہ مسرورا و اسطر سطرش مسرت خیز و حرف حرفش لطف آمیز
بود و از چند جہت نشاط و شادمانی و عشرت و کامرانی رونمود اولا از صحت و عافیت
ذات بابرکات ملکی ملکات و ثانیا از تقرر شہریۂ خمسین و ظہور مندور برکت آن رکن رکین دین
و ثالثا از ولادت باسعادت گل گلستان علم و کمال انبتہ اللہ نباتا حسنا و وقاہ عین الکمال
آنچہ درباب استفادہ افادہ فرمودہ اید ظاہرا خاطر عاطر ملول است ولکن العذر عند کرام
الناس مقبول والعفو عند کرام الناس مامول خصوصا اعذار یکہ داشتم ہمہ
بر ملا زمان آشکار است و مستغنی از اظہار چہ اولا بسبب شیب و ہزال و ضعف و اضمحلال و
توزیع بال جہت اطلاع حال بیماری عیال و اطفال و قرب بقائے ایزد متعال و کثرت
اشغال و وفور مسائل و ورود رسائل نہ دل و دماغی داشتم و نہ چشم و چراغی و نہ فرصت فراغی
حتی کہ کار خود را بآن حبیب لبیب می سپردم و با اعانت سامی تسوید و تالیف کتاب شریعت
غرا میکردم و در جواب خطوط و مسائل ہم بانجناب تکلیف میدادم و اکثر اوقات سہو با الیت

می نہادم و ثانیاً آنکہ ملا زمان خود ماشاء اللہ جامع معقول و منقول و حاوی فروع و اصول و قابل درس و افادہ و شایان جلوس بر وسادہ میباشند و چنان قوت مطالعہ دارند کہ مطلب ہر کتابے کہ خواستہ باشند برآرند و ثالثاً آنکہ بر فرض تسلیم حاجت تکمیل و تعلیم صحبت این ہیچمدان و شغل تصنیف شریعت غرا و دیدن ماخذ و مواد آن خالی از افادہ نہ بود و رابعاً آنکہ بجا آوردن آنچہ در ین باب فرمودہ بودند من آنرا امر استحسانی نزد جناب پندا شتم و ترک آن را ترک اولی انگاشتم و اگر امر وجوبی میدانستم ترک امتثال ہرگز روا نمیداشتم آنچہ قلمی فرمودہ اند کہ در حضور بادشاہ جمجاہ یاد تو بوصف جمیل میشود سعیکم مشکور و اجرکم موفور از بزرگان دین توقع ہمین و با تابعان شرع متین ظن متاخم للیقین کہ در حضور و غیبت یکسان و از ارتکاب و استماع غیبت ترسان باشند و اہم مطالب و اقصاے مطالب این است کہ ہرچند من بزعم خود تقصیرے نکردہ ام اما در حقیقت اگر خطاے رفتہ و طبع سامی از ان خشم گرفتہ باشد در تمیمہ سابقہ و ملتمسہ لاحقہ مقصودم ہمین بود ہست کہ باتصریح و التنصیص قلمی فرمایند کہ عفو کردم چرا کہ من آزردگی آن بزرگوار تقدس آثار خجستہ شعار کہف الحجیج و الزوار را باعث گیر و دار روز شمار و آزردگی پروردگار میدانم فاحسن کما احسن اللہ الیک ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین فقط

من اضعف الناس السید محمد عباس جعلہ اللہ من الصابرین فی السراء والضراء و حین الباس

اگرچہ ہر کہ و مہ کے قلب پر آپ کی عظمت شان کا اثر تھا اور ہر دل آپ کی جلالت کا معترف تھا لیکن آپ بجاے خود اپنے کو ہیچمدان اور حقیر شمار کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ علماے سابقین جو جو کارنمایان کر گئے اُسکے مقابلہ مین مجھ سے کچھ بھی نہین ہو سکا

وہ تصانیف کثیرہ جو خواص اہل علم کی نظر مین بھی حیرت انگیز ہین آپ کی نظر مین
زیادہ وقیع نہ معلوم ہوتی تھین اسیوجہ سے تصنیف کا حوصلہ کبھی کم نہوتا تھا۔ اور ہمت
کا قدم آگے ہی ٹرھتا جاتا تھا۔ تنہائی مین بیٹھکر اپنے ہاتھ پاؤن دیگر اعضا پر غور کیا
کرتے تھے کہ اگر خداوند عالم مجھے علم عطا نہ فرماتا تو مین کسی قابل بھی نہ تھا مجھسے تو ہزارن
بہتر موجود ہین۔ اور پھر اپنے علم کو بھی ہمیشہ کم سمجھا کیئے۔ خیال اقدس مین یہ بات تھی کہ
علم مین اپنا موازنہ اپنے سے زیادہ علم والون سے کرنا چاہیئے اور مال مین اُن لوگون سے
اپنا موازنہ چاہیئے جو مال مین کم ہین اور یہ مطلب بعض احادیث سے مستنبط تھا۔ اور
خلاصہ ارشاد حضرات یہ ہے کہ جب دنیاوی جاہ وحشم اور مال ومنال کا خیال تیرے دل
مین آئے تو فقرا ومساکین کی حالت پر غور کرنا چاہیئے جو تجھ سے ان امور مین کم ہین نتیجہ یہ
ہوگا کہ اپنی حالت پر شکر گذار ہوگا اور جانے گا کہ خداوند عالم نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ اُنسے
بہتر و بالاتر ہے پس عطائے الٰہی کی قدر ومنزلت نگاہ مین کم نہونے پائے گی بلکہ زیادہ
ہو جائے گی اور جب اپنے علم وفضل وکمال وہنر کا خیال آجائے تو اُن لوگون پر نظر کرے
جنھون نے علمی مدارج کے لیئے تعب ومشقت برداشت کرکے تجھ سے زیادہ مرتبہ حاصل کیا
ہے اور فضل وکمال مین تجھ سے بالاتر ہین اور اُنکی علمی خدمتین تجھ سے زیادہ ہین۔ اور
آثار وبرکات اُن کے کتب واسفار سے نمایان ہو رہے ہین۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنے
کمال پر نازش نہوگی اور اپنا کمال حقیر معلوم ہوگا اور نفس مین تواضع وخاکساری بڑھے گی
اور یہ تمنا پیدا ہوگی کہ جو درجہ حاصل ہو چکا ہے اُس سے بالاتر درجہ حاصل ہو اور عجب اور
خود بینی جو اپنے اعلمیت وافضلیت کے خیال سے پیدا ہوتی اُس سے محفوظ رہیگا۔

اِسی مضمون کے انوار کی ایک تجلی وہ تھی جو جناب مفتی صاحب کے علم وکمال مین تواضع

و خاکساری یاد دلاتی رہتی ہے۔ اور دوسری تجلی کے باب مین جو مال و منال سے تعلق رکھتی ہے ایک لطیف حکایت تحریر کی جاتی ہے۔

حکایت ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب کہین تشریف لیے جاتے تھے۔ مولوی شیخ امداد علی صاحب مرحوم بھی ہمراہ تھے جو شاگرد رشید اور جناب کے مخصوصین سے تھے گرمی کا موسم تھا نہایت شدت کی تپش تھی۔ دیکھا کہ ایک شخص اُمرا و اہل دولت سے اِس طرح آ رہے ہین کہ فنس پر سوار ہین خس کے پردے پڑے ہوے ہین اور بہشتی برابر پانی چھڑکتے جاتے ہین۔ شیخ صاحب نے یہ دیکھکر عرض کیا کہ ایک یہ بھی خدا کے بندے ہین کہ اِس قدر راحت و آسائش سے بسر کرتے ہین اور خدا نے اُنھین ایسا سامان عطا کر دیا ہے گویا اس سے مقصود اپنی حالت کا تاسف تھا کہ ہم بھی خدا کے بندے ہین مگر مفلسی و ناداری کی زحمت اور ناموافقت سے زمانہ کی تلخی برداشت کر رہے ہین جناب مفتی صاحب نے جب یہ سُنا اور اُنکا مطلب سمجھا تو ارشاد فرمایا کہ تم نے اِس شخص کی آسائش و راحت پر تو نظر کی مگر تم اِن کہارون پر نظر نہین کرتے جو اُنکی سواری کندھون پر لیے ہوے زمین پر پیدل جا رہے ہین اِسمین شیخ صاحب موصوف کی تنبیہ مقصود تھی، کہ تم نے غلطی کی دولت مین اپنے سے بالاتر شخص پر نظر ڈالی اور اُس سے موازنہ کیا تمھین چاہیے کہ اِس باب مین حسب ارشاد حضرات معصومین علیہم السلام اُن لوگون کو دیکھو جو تم سے راحت مین کم اور زحمت و تکلیف مین زیادہ ہین۔ رحمہ اللہ تعالی و اعلی درجتہ فی الجنان۔

ایک مرتبہ جناب حکیم سید محمد جواد صاحب کو جو شاگرد رشید تھے ثمرۃ الفواد فرمایا اُنھون نے از راہ حسن عقیدت و ارادت عرض کیا کہ اب مجھے دخول جنت کی اُمید ہو گئی اِسلیے کہ آپ کا ثمرۂ فواد آپکے ساتھ ہوگا اور آپ انشاء اللہ شافع ہون گے اور لوگ آپکی

شفاعت سے نجات پائین یہ سنکر آپنے یہ شعر نظم کیے جو منتہاے تواضع وخاکساری پر دلالت کرتے ہین ؎

یظنّون بی انی شفیع مشفع	وانی بجنّات النعیم امتّع
فان تکن الاخری خزیت لدیھم	بدالھم سوء الذی کنت اصنع
یخجلنی من کان یکرمنی وانّی	لی ندما ممّا جری لیس ینفع
وانک اظھرت الجمیل تفضلا	وتعلم ما اخفیت منھم وتسمع
نحقق رجائی یا الھی واعف عن	ذنوبی فانی خائف اتضرع
فما ظنھم من غیر فضلک ناشئا	کذالک رجائی منہ ھل ھو یقطع

جب سلطان العلما نے رحلت فرمائی خطاب رحلت کی لوگون کو فکر ہوئی مگر باوجود تلاش کوئی مناسب نام دستیاب نہوا جناب سید بندہ حسین صاحب نے فرمایا کہ مین نے بھی بہت فکر کی کہ مثل غفران مآب کے کوئی نام سمجھ مین آئے مگر ذہن مین نہ آیا جسطرح جناب میرن صاحب کی رحلت کے بعد جناب سید تقی صاحب نے غور کیا تھا اور مناسب نام ذہن مین نہ آنے کی وجہ سے علیین مکان نام تجویز کیا تھا لیکن مفتی صاحب قبلہ نے جو تاریخ وفات جناب سلطان العلما کی نظم فرمائی اسمین جو خطاب تجویز فرمایا اور خوشنما اور خوبصورت کلمہ ارشاد کیا وہ اُنھین کا حصّہ ہے وہ خطاب نامی ”رضوان مآب“ ہے جو غفران مآب سے ہرطرح مناسب اور ہموزن ہی ہر شخص محو ثنا وصفت تھا مگر آپ نے جواب مین فرمایا کہ مین نے شب کو دعاے سہم اللیل پڑھی اُسکے فقرات مین بغفران رضوان مغفرت تک آیا لہذا اسکو فیض امام اور معصوم کا فیض کلام سمجھنا چاہیے۔ مین کیا اور میرا ذہن کیا۔ مین نے کہا کہ کلام معصوم کا عارف و واقف آپکا ایسا کون ہے اس انکسار طبع کو خیال کیجیے کہ اپنی تعریف چاہی اور اس ماخذ کو ظاہر کرکے تواضع کا ثبوت دیدیا۔ اہل اللہ ایسے ہوتے ہین

ایک شخص نے مثنوی جوہر منظوم و آب زلال و گوہر شاہوار و بیت الحزن و صحن چمن کا مجموعہ نہایت خوشخط اور خوشنما تیار کیا۔ اور اسکی نہایت درجہ قدر و منزلت کی اور جناب مفتی صاحب مرحوم کی خدمت مین پیش کیا آپ ملاحظہ فرما کر کچھ شرمندہ ہو گئے اور چند شعر نظم فرمائے ؎

آن فلک رتبہ کہ ہمنام نبی ہست وصی	ظلہ دام علی راس جمیع الناس
چند منظومہ عباس مرتب چون کرد	با چنین حسن کہ بالاتر ازان نشناسی
دو چہ منظومہ کہ از خون دلم رنگین است	ہست این خامہ نگر نشتر الماسی
مصرع سال فراہم شدنش گشت رقم	چیست این دستہ از چند گل عباسی

یہ عبارت بھی اسی واقعہ کے متعلق ہے۔ ماشاء اللہ بارک اللہ خمسہ حقیر باین خط دلپذیر وہیئت خوش و صورت دلکش کہ انشاء اللہ آوازہ زیب و زینت در شش جہت می اندازد و باین اسلوب مرغوب بر دلہاے اہل قلوب پنج نوبت می نوازد حسن ظاہرش دیدم و پسندیدم دلکن نظر بباطن خود غرق عرق انفعال گردیدم ؎

این نسخہ پاکیزہ کہ چون جلوہ گر آید	خوشتر ز گلستان ارم در نظر آید
ہر سطر خوشش رشک فزای خط سبز است	گر عارض خوبان گل اندام بر آید
شادان شدہ ام از وی و شرمندہ خویشم	چون بندۂ عاصی کہ بفردوس در آید

اسی موقع کا یہ شعر بھی ہے ؎

من سادہ دل و این ہمہ سامان تکلف
باور نتوان کرد کہ اشعار من است این

تقوی و پرہیز گاری

جناب مفتی صاحب کی پرہیز گاری و تقوے واضح و آشکار وصف ہے جس کا عموماً لوگون کو اعتراف تھا۔ جس چیز کی حلت یا اباحت مین ذرا بھی شبہہ پیدا ہو جاتا تھا اُس سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے غالباً اسی وجہ سے کبھی ڈاکٹری علاج نہین کیا اور نہ اِس قسم کی کوئی دوا استعمال کی معاملات شرعیہ مین بہت زیچ بچ کے کام کرتے تھے۔ اُنکے تمام افعال و اعمال تقوئی و پرہیز گاری کا سبق دینے والے تھے۔ جو شخص اُنکی صحبت اور خدمت مین کچھ دنون باریاب ہو گیا اُسمین صفات ملکیہ پیدا ہو جاتے تھے۔ اور دیکھ دیکھ کر وہ متقی و پرہیز گار ہو جاتا تھا۔ یہ تمام صفات فاضلہ جو باب سیرت مین بیان ہوے وہ سب اسی کے فروغ اور اس ریحان کے شمیم جان فزا ہین۔ اگر سبکی تفصیل لکھی جائے تو کلام کو طول ہو جاے گا۔ (من و سلوی)

چیست تقوی با خدا پرداختن
زآتش خوف استخوان بگداختن

خاک راہِ عشق بر سر بیختن
خونِ دل را با سرشک آمیختن

متقی دانی کہ باشد اے عزیز
بوالہوس را چیست از عاشق تمیز

آنکہ از بند ہوس مطلق بود
پیشوا اے اور ضاے حق بود

رنج عالم پیش او شادی بود
قید دین خوشتر ز آزادی بود

گر کنی عیبش نمی آید بدش
ور شوی مداح او خوش نایدش

دیدہ از خون لعل گون گردیدہ اش
اشک را زد بر عقیق سینہ اش

اہلِ تقوی مردمانِ دیگر اند
در سر دکارِ جہان دیگر اند

جبہہ شان مثل خور تابندہ ست
نفسہا شان مردہ دل زندہ است

از غم دین لاغر و زارند شان — خلق پندارد کہ بیمار اند شان

خود گدایند و امارت می کنند — بینوایند و تجارت می کنند

خلق را ایمن ز خود ہا ساختہ — نفسِ خود را در تعب انداختہ

نو بنو تجدید ایمان می کنند — سجدہا مثلِ غلامان می کنند

معنی تقوی اگر خواہی تمام — قصہ ہمام بشنو ما امام

انتہی ملخصاً

حِلم و بردباری

یہ صفت بھی جناب مفتی صاحب مین اچھی طرح نمایان تھی اور کیونکر نمایان نہوتی اِسلئے کہ علم بغیر حلم بے وقار ہوتا ہے حلم سے علم کی عزّت ہے ۔ حلم سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی اَمر خلاف مزاج پیش آئے ۔ اُسوقت نفس مین اطمینان موجود ہو کہ قوّت غضبیہ ہیجان مین نہ آئے ۔ ایسے امر کو دیکھے یا سُنے تو ٹال دے ۔ اکثر ایسا ہوا کہ جناب مفتی صاحب کو خلاف مزاج امور کا سامنا ہوا مثلاً کسی نے کوئی گستاخی کی یا خلاف شان بات کی بے سمجھے ہوے کوئی الزام قائم کر دیا یا کسی بات مین بے وجہ بدنام کیا یا سخت کلامی کی یا مراعات ادب نہ کی یا کوئی نقصان پہونچایا لیکن آپ ضبط کرتے تھے ۔ کبھی غصہ نہ آتا تھا ۔ اور چشم پوشی کر لیا کرتے تھے ۔ جیسا اسی باب مین بعض واقعات سے ظاہر ہوا ۔ اگر کسی موقع پر بمقتضاے بشریت غصہ آجاتا تھا تو ضبط و صبر فرماتے تھے اگرچہ کظم غیظ حلم سے جداگانہ چیز ہے لیکن وہ بھی ممدوح صفت ہی ۔ یعنی درپے انتقام نہ ہونا اور دوسرے کی آزار ہی پر صبر کر لینا ۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک ایرانی شخص نے اپنی کوئی حاجت بیان کی اُس وقت صندوقچہ میں پیسوں کے سوا کچھ روپیہ نہ تھا جو موجود تھا وہ آپ نے دیدیا ۔ اُس شخص نے لینے کے بعد

یہ حرکت کی کہ اُٹھ کر صحن مین گیا اور وہ سب پٹیے کوٹھے پر پھینک دیے اور جو کچھ دل مین آیا بُرا بھلا کہنے لگا۔ جناب نے کچھ خیال نہ فرمایا۔ لوگون کو بُرا معلوم ہوا چاہا کہ اُسے آزار پہونچائیں۔ آپ نے اُن کو بھی روک دیا۔ اس ایک صفت مین حلم بھی ظاہر ہوگیا عفو و صفح بھی نمایاں ہوا کظم غیظ بھی ثابت ہوگیا۔

آپ کے نسبتی بھائی میر عطا حسین و میر عنایت حسین چونکہ ضیق معاش سے پریشان رہتے تھے جب تکلیف ہوتی تھی تنگدستی کا غصہ آپ کے یہان آکر اُتارتے تھے اور بآواز بلند آکر پکارتے تھے گستاخانہ و بے ادبانہ کلمات زبان پر لاتے تھے مگر آپ سوائے نصیحت و فہمائش اور ادب و قاعدہ کی تعلیم کے کبھی جواب ترکی بہ ترکی نہ دیتے تھے۔ راہ چلنے والے بے ادب انداز دیکھکر الحذر الحذر کہتے تھے لیکن آپ درگذر فرماتے تھے اور حلم و بردباری سے کام لے کر دستگیری و اعانت بھی کرتے تھے۔

حسن خلق

جناب مفتی صاحب اپنے اخلاق کریمہ مین خلق محمدی کا نمونہ اور اخلاق حضرات ائمہ طاہرین کی سچی تصویر تھے سرور ہو یا غم راحت ہو یا مصیبت ہر حالت مین ہر شخص سے خلق کے ساتھ پیش آتے تھے خندہ پیشانی رہتی تھی خوش کلامی اُن کا سجیّہ تھا۔ دشمن سے بھی ترش روئی اور کج خلقی فرماتے تھے۔ شیرین مقال ایسے تھے کہ جو شخص ایک مرتبہ خدمت مین شرفیاب ہوگیا تمام عمر لُطف صحبت کو یاد کیا کرتا تھا کبھی فراموش نہ کرتا تھا۔ بچون کے ساتھ اُن کی طبیعت کے موافق باتین کرتے تھے۔ جوانون کے ساتھ اُن کے مزاج کے مناسب کلام کرتے تھے۔ بڈھون کے ساتھ اُن کے مذاق کی گفتگو فرماتے تھے ہر طبقہ کا آدمی اُنکی خدمت سے خوش

اور مسرور ہو جاتا تھا اور کچھ ایسے فوائد کلامیہ ملجاتے تھے جو دل کے صفحہ پر بطور یادگار نقش رہتے تھے۔ کیسا ہی غمگین اور افسردہ خاطر کیون نہو اُن کی خدمت مین پہونچکر غم و رنج اُسکا سب زائل ہو جاتا تھا۔

مجمع علما مین اُنکی باتین ایسی ہوتی تھیں کہ ہر فقرہ افادات کا خزانہ نظر آتا تھا۔ اور غیر اہل علم سے اس طرح باتین کرتے تھے کہ گویا یہ بھی اُنھین کی طرح۔ یہ سادہ مزاج شخص ہین گھر کے اندر بچون کے ساتھ اس طرح کلام کرتے تھے جس طرح بچے بچون سے باتین کرتے ہین یہ اُن سے پہیلیان بوجھواتے تھے اور وہ اِنسے کچھ عجب طرز و انداز تھا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ اُن کے دلون کو خوش کر دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ التصابی مع الصبیان عبادۃ بچون کے ساتھ بچون کی سی باتین کرنا عبادت ہے۔ جاہلون سے بھی کچھ ایسی باتین کیا کرتے تھے کہ وہ بھی مداح رہتے تھے۔ اِن اُمور مین ذرہ برابر تصنع کو دخل نہوتا تھا۔

ایک مرتبہ بارش ہوئی یا آندھی آئی پلنگ باہر تھے کوئی خادمہ شاید اُس وقت سامنے نتھی اسلیئے خود جناب مفتی صاحب پلنگ اُٹھا اُٹھا کر اندر لے گئے۔ پکانے والی ماما کا پلنگ باہر رہ گیا وہ نہایت برہم ہوئے کہ سب کے پلنگ تو اُٹھا کر لے گئے۔ بھلا مجھ سے کیا ضد تھی کہ میرا ہی پلنگ چھوڑ دیا لوگون کو اُس کا یہ کلام بہت ناگوار ہوا کہ اس نے ایسی گستاخی کی لیکن آپ نے برا نہ مانا اور فرمایا کہ سچ تو کہتی ہے اُسی کا پلنگ باہر رہ گیا۔ مجھ سے ضرور فروگذاشت ہو گئی۔

جلیل القدر تلامذہ کا حاضر ہونا اور زمین ادب کو بوسہ دے کر تسلیم بجا لانا اور آپکا شفقت و محبت کے ساتھ جواب مین سلمکم اللہ ایہ سلمکم اللہ فرمانا اب تک فراموش نہین ہوتا مریضون کی عیادت کرتے تھے جو کوئی شخص احباب مین کسیوجہ سے ناراض ہو جاتا تھا۔ اُسے راضی کرتے تھے

اِصلاح بین الناس مین کوشش کرتے تھے۔

ایک مرتبہ اتفاقاً لکھنؤ مین دو نواب زادون مین باہم بحث ہوئی اور پتنگ بازی شروع ہوئی اور دونون کا ہزارہا روپیہ برباد ہوگیا۔ ہرچند لوگون نے سمجھایا۔ مگر کوئی باز نہ آتا تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ وہ اول دست بردار ہوجائین تو ہم بھی دست بردار ہوجائین۔ لوگون کو خیال ہوا کہ اسی ضد مین دونون کا گھر تباہ ہوجائے گا جناب کی خدمت مین آکر عرض کی کہ آپ مصالحت کرادیجیے اوس زمانہ مین شہر کی آب و ہوا بھی خراب تھی اور وبا ہیضہ سے جانین تلف ہورہی تھین آپنے اول تو تامل کیا آخرکار منظور فرمایا تشریف لیگئے دونون کو جمع کیا فہمائش کی اور یہ رباعی پیش کی ؎

فصل ہیضہ کی اب بھی باقی ہے	ڈر سے چہرون کے رنگ اُڑتے ہین!
یہ عجب کا مقام ہے حضرات!	اِس ہوا مین پتنگ اُڑتے ہین

کچھ ایسے موثر لہجہ مین نصیحت فرمائے کہ منازعت برطرف ہوگئی اور کنکوّے بازی موقوف ہوگئی دونون آیندہ کے مالی نقصان سے محفوظ رہے اور آپ تشریف لے آئے۔

اگرچہ لوگون کا ہجوم بعض اوقات پریشان کرتا تھا۔ کوئی سبق کا طالب ہے کوئی حاجت روائی کا خواہان ہے کوئی مسئلہ دریافت کرتا ہے کوئی سفارش چاہتا ہے کوئی اِستخارہ کیلئے آیا ہے کوئی تاریخ کی فرمائش کرتا ہے کوئی اِصلاح کے لیے رسالہ پیش کرتا ہے کوئی ادب سے بات کرتا ہے کوئی جہالت کی گفتگو کرتا ہے آپ سب کو نرمی کے ساتھ اور خوش کلامی سے جواب دیتے ہین کہ ہر ایک راضی و خوشنود جاتا ہے۔

جناب صدر المحققین شمس العلما مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ بیان فرماتے ہین :-

ایک روز ایک شخص نے ماہِ رمضان مین بعد ختم موعظہ حاضر ہوکر کسی مسئلہ کے جواب کا سخت

تقاضا کیا اور عرض کیا کہ کئی دن سے مین اُس مسئلہ کے جواب کے لیے حاضر ہوتا ہون مگر ابھی تک وہ مسئلہ آپ نے لکھکر مجھے نہین دیا اور نہایت خشونت کے لہجہ مین اس بات کی شکایت کی آپ نے ہنس کر اس کو جواب دیا کہ کثرت اشغال ماہ صیام کی وجہ سے تاخیر ہوئی آپ خفا نہ ہون۔ پھر بعض حاضرین مستفیدین سے متوجہ ہوکر فرمایا علی فی کل یوم صوم ونوم وایقاظ القوم فکیف لا یتنبّہ لذالک صاحب لعنب واللوم جملہ حاضرین کو عموماً اور تلامذہ کو خصوصاً اس تحمل و بردباری اور اس طرز تکلم و بلاغت شعاری سے حظ روحانی اور سبق زندگانی حاصل ہوا۔

ایک کم سن شاگرد سے کہ جو درس شریعت غرّا مین شریک تھا ایک دن ارشاد ہوا کہ آج تم اپنی کتاب کیون نہین لائے اسنے عرض کیا کہ مین نے یہ سُنا تھا کہ آج آپ درس خارج عنوان سے افادہ فرمائین گے اسوجہ سے کتاب نہیں لایا۔ فرمایا کہ اگر آج درس خارج ہوتا تو وہ بھی تمھارے درس سے خارج نہوتا اچھا تو میری کتاب لو یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ اس افادہ کی بلاغت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ اگر شرح کی جائے تو خود ایک کتاب ہوسکتی ہے۔ اکثر بوقت درس فرمایا کرتے تھے "پڑھیے اور پڑھیے" "پڑھیے اور پڑھیے"۔

جوشِ ولا

جناب مفتی صاحب کا جوش ولا اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ شب و روز مدح اہلبیت اطہار مین مضامین انیقہ اور مطالب شیقہ افادہ فرماتے رہتے تھے کبھی نظماً کبھی نثراً کبھی تحریراً کبھی تقریراً اور کسیطرح طبیعت سیر نہوتی تھی۔ کبھی اہلبیت کرام کے فضائل مین مصروف رہتے تھے کبھی دشمنان اہلبیت کے مطاعن و قوادح ذکر کرتے تھے اور پھر لطائف و ظرائف کے لباس مین

کہ سامعین پر زیادہ بار نہو اسکی تفصیل رواح القرآن جواہر عبقریہ خطاب فاضل سے خاص طور پر اور تمام تصنیفات سے عام طور پر واضح ہو سکتی ہے۔

یہ امر واضح ہے کہ مفتی صاحب شیعہ تھے بلکہ مقتدائے فرقہ شیعہ تھے شیعون کا جو عقیدہ ہے کہ اہلبیت سے تولا اور اُن کے دشمنون سے تبرا اُنہین بوجہ اتم ہونا لازم تھا جن حضرات کو تہذیب اور کرامت نفس سے آراستگی ہے وہ اِسکے اظہار کا بدنما طریقہ اختیار نہین کرتے۔ جناب مفتی صاحب چونکہ جلیل القدر عالم اور نہایت پرجوش محب اہلبیت تھے اُنھون نے جو کچھ لکھا یا کہا ہے وہ مہذب طریقے سے۔

اگرچہ دوسرے گروہ کے حضرات کنایۃً اور اشارۃً بھی دیکھنا یا سننا ایسی چیزون کا گوارا نہین کرتے اور یہ سوانح عمری عام ناظرین کے لیے ترتیب دی گئی اسلیے ہم نے جابجا سے ایسے مطالب قطعاً حذف کر دیے ہین لیکن اگر بالکل یہ ذکر نظر انداز کر دیا جائے تو سوانح نگاری کے فریضہ مین فرق آتا ہے اس لیے ہم بطور نمونہ اس مقام پر کچھ لکھ کے ناظرین سے معافی چاہین گے۔

گر دلا خواہی رہِ صدق و صفا
شہ سہ عرش و ہم ارکانہ
این دہ و دو برج چرخ عزت اند
بودہ از تکوین وجودِ شان غرض
یاد داری وال من والاہ را
دمبدم دم از ولائے شان بزن
سیدا لاف تولا میزنی،

باش محوِ اہلبیتِ مصطفےٰ
علم کنز دھم خزانہ
بحر و کان علم و فضل و حکمت اند
طاعتِ شان برہان شد مفترض
خواندہ حرفِ اطیعوا اللہ را
سکہ شان بر دل ایمان بزن
دم ز عشق آل طٰہٰ میزنی

اخذ علم و حکمت ایشان بکن	طاعتی چون طاعتِ ایشان بکن
باچنین اطوار طاعات تو چیست	عار ایشانی مباہاتِ تو چیست

اِظہارِ تولّا میں ارشاد فرمایا ہے:-

صل یا رب علی احمد ختم الرسل	وعلی القاسم للجنۃ والنار علی
وعلی فاطمۃ ثم زکی حسن	وحسین دمر منہم فی الوصل
وعلی بن حسین وعلی باقرھم	وعلی صادقھم موضح خیر السبل
وعلی الکاظم موسی وعلی الطھر رضا	وتقی ونقی ھو للہ ولی
ثم ذی العسکر والحجۃ مھدیہم	ھو فی الناس خفی ولہ الفضل جلی
ھم شموس وعلیھم صلواتی ابدًا	عند اشراق ضحی الشمس وعند الطفل
ھم اذا ما سعر الحرب کآساد شری	واذا ما ذکر الجود کسحب ھطل
قد صفا مشربھم نشرب من کوثرھم	جرعا صافیۃ حالیۃ کالعسل
واسع ساحتھم مفترض طاعتھم	ثابت دولتھم وھی قصاری املی
ھذہ مدحتھم جھزّھا عباس	کعروس رفلت فی حلل ذات حلی
ان ھاذی حسنات کشفت لمعتہا	ظلمۃ الظلم عسی اللہ بھا یغفر لی

یہ رباعی بھی قابل ملاحظہ ہے اور جو اقتباس اس میں ہے وہ کسقدر قابل قدر ہے۔

حقیر در نظرم آید این جہانِ دنی	چنانکہ سائل محتاج درنگاہِ غنی
علی و فتح درِ اسلام بہ کفِ بوبکر	خلیل و اکبر اصنام بود و بت شکنی

دیگر

گویند ز شیخین بدین نفع رسید	قل اثمہما اکبر من نفعہما

قصیدہ بائیہ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں یہ قصیدہ مشہور و معروف ہے:-

لی من اللہ امام قرشی عربی — طیب المولد والنسل اغر اللقب

امن الناس علی الطوع او الکرہ بہ — والذی ینکرہ فھو غوی و غبی

زعموا الصحب نجوما فغدوا اذ نابا — لثلاث نحسات کذوات الذنب

سقطت عن درج الغر و علی علاتھا — فعن الحرب تولت و نزت فی الھرب

ھو من احمد کالنفس وقد سبوہ — ویصلون علی احمد یا للعجب

ردت الشمس لہ ثم دنت من افق — ولئن صیرھا راکدۃ لم تغب

وھو فی المسجد صلی و تزکی فیھا — یا لھا من قرب فی قرب فی قرب

ذکرہ یعجبنی لا نعم معجبۃ — حبۃ یسکرنی دون شرب العنب

آہ مما احتمل الظلم و فی العین قذی — لتراث ذھب القوم بہ کالنھب

کما اصیبت رسل قبل و لا الزھرا — قد دھاھم محن غیرھم لم یصب

نطق العجم بآیات علاھم ولقد — خرس الالسن مھما نطقوا بالخطب

انا سلم لکم لا لعداکم ابدا — معکم لا مع من خالفکم منقلبی

ایک قصیدہ کے اور چند اشعار قابل ملاحظہ ہیں:-

حب الکرام السادۃ الامجاد — قد حل من بدو الصبی بفؤادی

فی حبھم کفارۃ لذنوبنا — وطھارۃ الارواح والاجساد

وبفیضھم فاض السحاب وامسکت — بھم السماء بلا وجود عماد

اھل الکسا زعم المخالف انھم — مع ترک دینکم حلیفہ و داد

لا والذی اولاکم نور الھدی — کم بین منطقہ و بین فؤاد

ایجب فلذة کبد احمد وهو / مشغوف بخلة اکل الاکباد

کلا وکم بین الولاة وغیرهم / لا تستقیم محبة الاضداد

عباس مهلا لا تضیع وقتنا / ذرهم فریهم لبا المرهاد

اهل الکسا جودوا علی بقطرة / من ماء کوثرکم فانی صاد

عذرا الیکم یا کرام فما انا / بمثیل اسمعیل والحماد

مدحی لشانکم کتحفة نملة / نحو ابن داؤد برجل جراد

جناب مفتی صاحب نے ایک دوغزلہ نظم فرمایا ہے جو مدح و منقبت و ثنا و اظہارِ جوشِ ولا میں ہے وہاں کے چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں ۔

غنچهٔ دلتنگ رخاموشی لبهائے شماست / گل که سرخ است خجل از رخ زیبائے شماست

گوهِ موسیٰ نتواند که باند هر جائے / گر باین طور سر طور تجلائے شماست

سخنم کاین همه مجموعهٔ حسن و خوبی است / سبب آنست که از مدح سرایائے شماست

مژه پرخون و چو گل جا دهمش بر سر و چشم / گرچه خارست ولیکن چمن آرائے شماست

نه همین من دل و جان را بشما باخته ام / که مسیحا گرو زلف چلیپائے شماست

آل طه سبل شرع ز املائے شماست / زینتِ نامهٔ ایجاد ز طغرائے شماست

انچه در غیر نبود ست و نخواهد بودن / علم و فضل و شرف و عصمت و تقوائے شماست

چه سخاوت چه شجاعت چه عبادت چه ورع / هر کجا هست چو یک قطره ز دریائے شماست

کعبه را حرمت احرام ز میلاد علی است / خلق را باب حوائج در مولائے شماست

نه همین بر دل من نام شما منقوش است / زینتِ عرش و سموات ز اسمائے شماست

ذره یافته از مهر شما ماهِ منیر / آفتاب آئینهٔ طلعت غرائے شماست

دوزخ آتشکده قهر شما می باشد | خلد گلدسته از مهر تماشای شماست

آل یسین سراق است عرق ریزی ما | هند شیشه نسازد که ز اعدای شماست

حیف باشد غم دوران دل ما شکند | که همین شیشه صهبای تولای شماست

ساکنان فلک آیند زیارت بکنند | ما نه بینیم زمین مسکن و ماوای شماست

پیری و ضعف و غم و رنج هلاکم کردند | نفسی چند که مانده بتمنای شماست

آبجوی قلمش در حسین منقبت است
نظر لطف بعباس که سقای شماست

مخمس

گویا گذری نیست دران باغ صبارا | گز ما برساند سلام اهل حمی را

ای آه بگیر از دل من وام هوارا | بگذر بر شان و برسان قصه ما را

کامد چه وفارا و کجا رفت مدارا

یاد آن همه دلداری و شیرین سخنیها | کی بود بوهم آن همه پیمان شکنیها

ای وای دل شیشه و آن سنگ نه نیها | این سنگ دلی با همه نازک بدنیها

راهی نبود در دل تان ترس خدارا

نی نی نبود اینهمه شایان دل من | گردی نرسیده است بدامان دل من

برتر بود از عرش برین شان دل من | گز روز الست آمده ایوان دل من

در ملک کسانیکه امینند خدارا

اعلام هدی بشیر و بشیر دانند | انوار خدا باعث تکوین جهانند

ما وائے وری بادشہِ کشور جانند — افلاک کمالند و ہم اقطابِ زمانند

کز ہستیِ شان ہست توام ارض و سما را

مصباح دجیٰ عروۂ وثقائے یقینند — مرآۂ جمال حق و الواح مبینند

مشکوۃ ضیا حسن حصین حبلِ متینند — فرمان دہِ دین مختلف روح امینند

اختارہم اللہ علی الارض منارا

آیاتِ کرم باعثِ فیضانِ الٰہی — دریائے حکم حجت و برہانِ الٰہی

شد الفتِ شان اجرت احسانِ الٰہی — پیداست میان ہمہ شان شانِ الٰہی

فاسلم صلی الجنۃ والراد نارًا

یا سادۃ اصبحت مشوقًا بلقاکم — بالیت لعینی حلولا بذراکم

ہاکم انا ذا اقرع ابواب رجاکم — ہل من نظر عن کرم دام علاکم

شاہان بنگاہی بنوازند گدا را

بے حبِ شما نعمت جنت نتوان یافت — بے لطفِ شما بہرہ ز رحمت نتوان یافت

با بغض شما راہ سلامت نتوان یافت — بے فیض شما رفعت و عزت نتوان یافت

من منتظم دولت و اقبال شما را

الدین بکم اکمل، و النعمۃ تمت، — والرحمۃ عمت و علی العالم عمت

شد فرض تولائے شما بر ہمہ امت — می باش و لا مست ز صہبائے محبت

بیخود نشوی یوم تری الناس سکاریٰ

آن مدح کدام است کہ در شان شما نیست — وان کیست کہ شرمندۂ احسان شما نیست

یا رب چہ کس است آنکہ ثنا خوان شما نیست — سید ہم از دل ز غلامانِ شما نیست

امنت بکم امدح لیلا و نہارا

اخلاص و اخفای عمل

جناب مفتی صاحب کا مرتبہ اخلاص اسقدر عالی و بلند تھا کہ مؤلف کا وہم و خیال بھی وہان تک نہین پہونچ سکتا اُن کا صحیفۂ اعمال توحید و معرفت کا ایک خزانہ تھا تمام اُمور اُن کے خدا کے لئے ہوتے تھے ریاکاری وہی کرے گا جسے دنیا کی خواہش نام و نمود کی تمنّا عیش و راحت کی فکر عزّت و رفعت کی آرزو مال و دولت کی رغبت ہو لیکن جس شخص کا دل محبّت آلٰہیّہ کا مخزن انوار تقرب کا مطلع بحار معرفت کا سرچشمہ ہو اُس سے اور ریا سے کیا تعلّق؟ ایسے شخص کا جو عمل ہو گا خالصًا لوجہ اللہ ہو گا جو کام ہو گا ابتغاءً لمرضات اللہ ہو گا۔ ہمارے بیانات سابقہ مین اخلاص کے حالات اور اخفاے عمل کے حکایات متفرق طور پر آچکے ہیں جنکے تکرار کی ضرورت نہین۔ لیکن اِس مقام پر چند شعر من و سلوٰی کے ملاحظہ ہون۔

در عبادت محترز باش از ریا
پیش حق با طاعت خالص بیا

خواہی از حق اجرتِ اعمال خویش
یا اُمیدت ہست از امثال خویش

دل بعیش بے بقا مائل مکن
نعمتِ پیوستہ را زائل مکن

مولوی در بند جاہ و حشمت است
در تلاش رنگ رنگ نعمت است

گاہ در حوض است جسم اطہرش
گاہ یک حوض مدوّر بر سرش

دست بوسش میکنند اہل غرض
طاعتش نزد مریدان مفترض

سر بوقت درس بر بالش نہد
چون امیرے پیشش آید برجہد

می فرستد رقعہ ہا را در جہات
تا بدست آرد زر خمس و زکوٰۃ

از امیران سوی خود درہم کشد / وز فقیران رزقِ خود درہم کشد

از عبا و جبّہ و دستارِ او / گرم چون بزاز شد بازارِ او

گر کسی تعظیمِ مولانا نہ کرد / مولوی تکفیرِ بی باکانہ کرد

اینچہ حکم است ای جنابِ مولوی / از چہ رو آزردہ خاطر میشوی

نفع و نیت نیست در تکفیرِ کس / نیست تعظیمِ تو در تحقیرِ کس

زائر و ملا و حاجی گشتہ / ہیچ میدانی کہ ناجی گشتہ

ای نشانِ سجدہ بر سیمای تو / نعل بغدادیست زیبِ پای تو

جسم تو از غسل چون بلور صاف / ریش پاکت از زنخدان تا بناف

دست چون مرجان حنائی کردہ / طرفہ رنگِ خود نمائی کردہ

واعظ و علامہ و قاری شدی / باز سرگرمِ ریاکاری شدی

طاعتت از آسمان افتادہ است / شورِ مدحت در جہان افتادہ است

از برای کبریا کاری بکن / خالص از ریبِ ریاکاری مکن

گر ثنا خوانت نباشد ہیچ کس / بہر تو خوشنودیِ اللہ بس

اُمراء سے ملنا آپ کو شاق ہوتا تھا اگر ملاقات ہوتی بھی تو بسا اوقات کھرا اور خشک جواب دیدیتے تھے جو بار خاطر ہوجاتا تھا۔ اکثر ایسے حضرات کی تعظیم کے لئے اُٹھتے بھی نہ تھے البتہ وہ اُمرا مستثنیٰ تھے جو لیاقتِ علمی سے بھی متصف ہوں۔ اخلاص عمل اور اجتناب عن الریّا کے یہ ظاہری آثار تھے ورنہ اسکی داد تو اُسی ذات سے ملسکتی ہے جسکی رضامندی کے لئے یہ عمل ہوتا تھا اور وہی عالم الغیب اُن مواقع سے مطلع ہوسکتا ہے جہان دل کے جذبات محسوسات خارجیہ کی طرح معلوم ہوجاتے ہین۔

صلۂ ارحام

اس صفت مین جناب مفتی صاحب نہایت عالی مرتبہ رکھتے تھے عزیز و اقارب کی
کی خبرگیری مین بہت سرگرم تھے، بھائی بھتیجے، بھانجے، اور دیگر اقارب قریب قریب
سب کا بار انھین کی ذات پر تھا اور سب کو بقدر مناسب عطا فرماتے تھے کسی کی کفالت
سعی و سفارش سے اور کسی کی حاجت روائی دست حق پرست سے کرتے رہتے تھے۔
کھانے کا انتظام جدا، اور لباس کا بندوبست علیحدہ اور لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی
کا اہتمام ان کے قرض کی ادائی کی تدبیر ایک طرف یہ سب کچھ ہوتا تھا اور کوئی
نہ تھی نہایت محبت و شفقت اور مودت و رافت کا طریقہ ملحوظ رکھتے تھے۔
سید محمد موسوی آپ کے چھوٹے بھائی کربلائے معلی تشریف لیگئے تھے، یہان سے انکی
برابر اعانت فرماتے رہتے تھے۔

اسمین شک نہین کہ ایسا طرز عمل انسان نہین ہے وہی کرسکتا ہے جو صلۂ ارحام
کے مرتبہ کو اچھی طرح سمجھے ہوئے ہو ان امور کے علاوہ تعلیم کی بھی فکر فرماتے تھے خود
پڑھاتے تھے رغبت دلاتے تھے پڑھواتے تھے، اپنی اولاد کی پرورش و خبرگیری مین
اپنے نفس پر جو تحمل شاق فرماتے تھے وہ تو بہت کچھ ہے۔

صبر و رضا

یہ صفت بہترین صفات انسانی اور پسندیدہ بارگاہ یزدانی ہے اس صفت سے
متصف ہونا معمولی آدمیون کا کام نہین ہے۔ انھین افراد مین یہ صفت پائی جاتی ہے

جنکے سینون مین انوار آلہیہ کی شعاعین ضو فگن ہوتی ہین اور دنیا کو حقیقی نظر عبرت سے دیکھکر سرائے فانی سمجھ لیتے ہین اور ادسکے رنج وراحت مصیبت و مسرت کو بے اعتبار مان لیتے ہین اور اس عالم کی چیزون کو گذرگاہ کا سامان یقین کرکے کسی چیز سے دل نہین لگاتے جناب مفتی صاحب اس صفت مین بہت بلند پایہ اور نہایت عظیم مرتبہ رکھتے تھے چنانچہ اپنے طرز زندگی کی ایک شعر مین تصویر کھینچتے ہین ۔

رہ می برم زکوچۂ دنیا بسوی او	ورنہ مرا بمنزل فانی چہ کار بود

جناب مفتی صاحب اکثر مبتلاے مکارہ و آفات رہے لیکن صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہین چھوڑا ۔ والد ماجد نے وفات پائی جو عابد و زاہد شاکر و صابر خاشع و متواضع بزرگوار تھے سفر فرمایا پھر والدہ نے انتقال کیا جس کا صدمہ شدید تھا فرماتے تھے

اخترت حاجاتها عن حاجتی	مهجتی ربّت فداها مهجتی

اولاد کے صدمات اٹھائے ۔ چھوٹی بڑی اولاد کی مفارقت و رحلت کے صدمات جن کی تعداد بیس سے زائد تھی ۔ اوراق الذہب مین جس کی تصنیف ۱۲۶۴ ہجری مین تمام ہوئی تحریر فرماتے ہین کہ جتنی اولادون نے رحلت کی ان مین سے ایک لڑکا سید علی اور ایک لڑکی مجھے زیادہ محبوب تھے اور ان کا صدمہ بھی مجھے زیادہ ہوا جس کے سبب سے میرے حافظہ مین فرق آگیا لیکن مین اپنے نفس کو تحمل مصائب کیلئے آمادہ رکھتا تھا اور اپنے سب کام خدا کے سپرد کردیتا تھا یہان تک کہ بروز وفات دختر بعض رسائل کے تصنیف مین مصروف رہا ۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی صاحبزادے کے انتقال کے دن روائح القرآن سی جلیل القدر کتاب کی ایک کافی مقدار تصنیف ہوئی ہے ۔ امراض کثیرہ مین ابتلا رہا مگر رضا و تسلیم سے

تجاوز نہین کیا۔

ایک مرتبہ بمقام کلکتہ پاؤن مین شدید درد ہوا سخت تکلیف تھی۔ اِس موقع کے اشعار اُن کی شان رضا و تسلیم کے لئے ملاحظہ ہون جو اپنے بھائی کو لکھ کر کربلا بھیجے تھے ؎

اخی یا ابن امی طال عهده فراقی	وکم بین هذی و بین عراقی
بلیت با مراض صعاب اشدها	دتوجع رجلی مع تشنج ساقی
الافادع لی ربی و ربک دائما	لانجو من دهر یئید و شاقی
و القی الی ارض الغری مکتفاً	کعبد الی مولاه بعد اباق

اور اسی کے متعلق ایک رباعی نظم فرمائی :۔

با نفس حرون خواہش جنگے دارم	وز بختی دہر سر بسنگے دارم
دردی است کہ بر نمی دارد دست	زین راہ زنا مہ عذر لنگے دارم

خود تحریر فرمایا ہے کہ ومن اقسام الکربہ۔ فی ایام الغربہ + وجع یعرضنی اخذا من الفخذ الی الرکبہ + حتی سئمت و مللت۔ حتی قلت

تضجرت یا مولائے من وجع الرجل	ومن ضیق حالی واغترابی ففرج لی

وکیفیت این درد آنست کہ از رکعت اوّل در نماز صبح شروع میشود و مادامیکہ در نمازم شدتش نمیرود و پس از فراغ ہم دست بر نمیدارد تا بعد از ساعتی رو بانحطاط می آرد باز ہمہ وقت مستمرست و بجائے خود مستقر اما بخفت نہ بشدت ولکن شب تخفیف بین حاصل و گویا زائل می شود و درین باب بقلم می رود ؎

کردیم نماز سحر و درد بپا شد	سر را نکشیدیم چو فرمان قضا شد
آسائش تن گرچہ ز کف رفت الٰہیست	فرضے کہ لحق بود ادا شد چہ بجا شد

شب گرچہ سکون یافتہ روز نہ سکونم | کارم حرکت نیست لیک این درد چرا شد
ما از سر انصاف بگوییم کہ این درد | از لغزش پای است کہ در راہ خدا شد

ایک اور رباعی اسی کے متعلق ہے۔

ما دور فلک بتنگ شدیم | راہ پیمائے کوہ و سنگ شدیم
درد پا بر فگند در پیری | چون سفر در رسید لنگ شدیم

اسی واقعہ کے متعلق یہ اشعار بھی ملاحظہ ہوں ۔

انقلاب مزاج انسانی | آیت قدرتی است ربانی
طفلی است و جوانی و پیری | تشنگی و گرسنگی سیری
گاہ قید است گاہ آزادی | مرض و صحت و غم و شادی
آدمی صبح و شام در سفر است | در حضر نیز بر سر سفر است
در گرفتار عنصر نہ گردد | ہمہ ہش تازہ گر بہ پی گردد
چون شود راہ دور از وطنش | راہ یابد فتور در بدنش
در وطن چون بحال می ماندم | سورہ ہائے طوال می خواندم
سفر شرق چون فتاد مرا | مرضے سخت دست داد مرا
تن کنون بسکہ لاغر و زار است | خواندن حمد نیز دشوار است
چون و لا الضالین بلب گذرد | می شود تنگی نفس از حد
داشتم عادت سحر خیزی | تا گہر دیدہ ہا گہر ریزی
آن ہوائے خنک ز بیم عجز تر | گر رسیدے [illegible]
قوت از بسکہ دست و پارا بود | جسم و جان مرا گوارا بود

حالیا از نسیم صبحدمے — پا بدرد آید و شود درمے
گرچہ بے ساز و برگ می باشم — چشم بر راہ مرگ می باشم
ابدیست ذات پاک یزدانیست — غیر او جملہ سربسر فانیست

ملاحظہ فرمائیے کہ درد کی تکلیف اور خدا کی یاد ہے۔ جو خاصان خدا کا شعار رہے نہ شکوہ ہے نہ شکایت ہے۔ اگر ذکر ہے تو اسیقدر کہ عبادت اُس طرح نہین ہو سکتی جسطرح کہ عادت تھی۔ یہ ایک موقع تھا ہی سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ دیگر مواقع مین بھی یہی انداز طبیعت ہوگا۔

منجملہ مکارہ و آلام کے جنپر جناب مفتی صاحب نے صبر فرمایا ہے ایک وہ واقعہ ہے جسے خود اُنھون نے اوراق الذہب مین تحریر فرمایا ہے اور دیگر مقامات مین بھی لکھا ہے۔ یہان ہم اُسکا ملخص ترجمہ عرض کرتے ہین۔

فرماتے ہین کہ مین نے ایک زمانہ مین ایک کنیز مول لی جو کہ میہ منظر تھی۔ قیمت بھی اُسکی ادا کردی اُسکے بعد بائع نے خواہش کی کہ مین اُسے واپس کردون۔ مجھے بعض موانع کے سبب سے انکار کرنا پڑا شخص مذکور میرے مجالس مواعظ کے حاضر ہونے والون مین سے تھا اور میرا اعزاز و احترام کرتا تھا مگر جب مین نے بمصالح اُس کی بات نہ مانی تو اُس نے میرے ساتھ فریب کیا اور غصب کی تہمت مجھپر قائم کی بلکہ یہ قصد کیا کہ مجھے مخفی طور پر قتل کرڈالے اور بعض مفسدین اُسکے شریک حال ہوگئے اور مین بے ناصر و مددگار تھا۔ اِن واقعات پر مین صبر کرتا رہا اور خون کے گھونٹ پی پی کر خاموش تھا۔ اُس شخص کی طرف سے طرح طرح کی ایذائین پہونچتی تھین اور مین صرف اپنے خدا سے شکایت کرلیا کرتا تھا چنانچہ اسکے متعلق مین نے نظم کیا ہے۔

اتزعم انی قد غصبت ودیعۃ	کذبت وان الکذب شر الماثم
تقول قد ابتاع التی کنت بعتہا	بغیر رضی من زوجتی للمساوم
الم تک تاتینی ملحًا لبیعہا	تنص علی ملک لنفسک دائم

(اسی طرح مختلف قوافی مین اشعار کثیرہ نظم فرمائے ہین جن مین سے اکثر رطب العرب مین شایع ہوگئے ہین) نوبت یہانتک ہوپنچی کہ اُسنے محکمۂ شریعت مین جناب سید العلما کی خدمت مین مرافعہ کیا اور وہان سے حاضر ہونے کا حکم صادر ہوا جسکا مجھے سخت صدمہ ہوپنچا مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ مگر جناب سلطان العلما کو مین نے تمام واقعہ کی خبر کردی اُنھیں بہت ملال ہوا اور نہایت شدت سے غصہ آیا اور فرمایا کہ آپ پریشان نہون وہ عنقریب سزا کو ہونچے گا۔ مگر مین نے باینہمہ وہ کنیز واپس کردی اور چاہا کہ صفائی ہوجائے اور یہی طریقہ مجھے اچھا معلوم ہوا۔

اِس معاملہ مین جناب مفتی صاحب نے جسقدر صبر کیا وہ مخفی نہین ہے اِسلئے کہ مدعی کو بھی سزا سے بچا دیا۔

عیب پوشی

جناب مفتی صاحب کی شمائل و خصائل سے یہ امر تھا کہ کبھی کسیکے عیب پر نظر نہ کرتے تھے اور اگر کوئی عیب کسی مین محسوس ہوتا تھا تو اسکی عیب پوشی فرماتے تھے۔ سبب اِسکا یہ تھا کہ انھین ہمیشہ اپنے نفس کے قبائح کا اِسقدر تجسس رہتا تھا اور اسکا ایسا ملکہ راسخہ ہوگیا تھا کہ کسی دوسرے کے عیب پر نظر کرنیکا موقع ہی نہ ملتا تھا، اور اگر موقع بھی ملتا تو مرتبہ خوف وخشیت اُسکے اظہار سے مانع وحائل ہوجاتا تھا۔ بلکہ عادت یہ تھی کہ محاسن پر زیادہ

نظر ڈالتے تھے اور دقت نظر سے مومنین کے افعال مین حُسن و خوبی کے پہلو نکالا کرتے تھے۔ اور جب کسی مومن کا ذکر آجاتا تھا تو اُسکا ذکر کسی نہ کسی نیک صفت کے ساتھ کرتے تھے۔ دوسرون کی معمولی اچھائی کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اُسے بہت سمجھتے تھے۔

حکایت ایک شخص نے اپنے ہاتھ کا ایک نوشتہ پیش کیا جسے محنت سے لکھا تھا اور اپنے خیال مین خوشخط لکھا تھا لیکن درحقیقت بدخط تھا اور غرض یہ تھی کہ آپ ملاحظہ فرماکر مدح کرین اور وہ مدح اُس شخص کیلئے باعث مسرت ہو چونکہ آپ خود بھی خوشخط تھے ملاحظہ فرماکر دیر تک خاموش رہے کہ کیا جواب دون اگر کہتا ہون کہ خوب لکھا ہے تو کذب اور خلاف واقع ہوتا ہے اور اگر کہتا ہون کہ اسکا خط اچھا نہین ہے تو یہ شخص خاطر شکستہ ہوگا غور کرتے کرتے فرمایا کہ بھائی تم نے کیا عمدہ سیاہی سے لکھا ہے جس کے دیکھنے سے آنکھون مین نور آتا ہے وہ شخص اِس ارشاد سے خوش و مسرور ہوگیا اور جناب کا قدم جادہ صدق سے نہ ہٹا۔

ایک مرتبہ کسی کا ذکر آگیا اور اُن کی کوئی صفت نیک ذہن مین نہ آئی غور کرتے رہے پھر فرمایا کہ خدا مغفرت کرے قلم خوب بناتے تھے۔

دوسری حکایت مٹیابرج مین ایک بزرگوار شیخ محمد عرب جو صاحب کشف الغطا حجۃ الاسلام شیخ جعفر نجفی کے احفاد مین تھے اور خود بھی ادیب اور فصیح الکلام اور خوش بیان شخص تھے جناب کی ملاقات کو تشریف لائے جناب استاذ الاساتذہ مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ بیان فرماتے ہین مین بھی ذہین موجود تھا انکی ملاقات کے لئے پہلے مین خود گیا دیکھا تو نہایت فصیح خوش بیان پایا

انھون نے ذکر کیا کہ مین نے جناب مفتی صاحب کے قصیدہ بائیہ کی تشطیر کی ہے جس مین یہ شعر بھی ہے

انتسانا یا ناعلی حسین غفلة ۔۔۔ وقد ظالما کنا نخوض ونلعب

اپنے مصرع بھی سنائے اور ید بیضا کی تاریخ کی تخمیس بھی سنائی اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا دیر تک ملاقات رہی وہان سے آکر مین نے خدمت اقدس مین عرض کیا کہ آقا شیخ محمد جوکہ ادیب فصیح شخص ہین آپ کی ملاقات کے لیئے آئے ہین تشریف لیگئے نہایت لطف کی ملاقات ہوئی جناب نے اُنکی [illegible] بافت فرمائی اور ارشاد کیا کہ انشاء اللہ مین بھی بازدید کیلئے آؤنگا ۔

شیخ موصوف کی بازدید اول تو اس لیے بھی مناسب تھی کہ وہ باکمال شخص تھے دوسرے وہ خود آئے تھے اور سرشت عجم دید کو سنت اور بازدید کو واجب سمجھتے ہین تیسرے وعدہ بھی فرمالیا تھا مگر بایہمہ ضعف و اضمحلال نے مُہلت نہ دی اور بازدید مین تاخیر ہوگئی ۔ شیخ منتظر رہے اور آخرکار ضبط نہ کرسکے ایک خط لکھا اور بہت بے عنوانی سے تحریر کیا اور جسارت کے ساتھ عنوان خط مین یہ دو شعر لکھے ؎

ما زلت منتظرا قد ومات سیدی ۔۔۔ متوقعا طرقی لقرع باب
یا کاذبا فی الوعد ۔۔۔ من لی بمص لسانات الکذاب

جناب نے اِس تحریر کو ملاحظہ فرمایا اور چہرے پر ملال و تکدر کے آثار نمایان ہوے مگر زبان سے کچھ نہ فرمایا بلکہ اُس کاغذ کو تکیہ کے نیچے رکھ لیا یہ حالت دیکھکر مین اپنے مقام سے اُٹھا اور وہ کاغذ نکالکر مین نے دیکھا اور مجھے بمقتضاے حداثت سن بہت غصہ آیا اور مین اُس خط کو لیکر اِس خیال سے اپنے مقام کی طرف چلا کہ اسکا جواب لکھون اور اِس گستاخی کا

عوض لوں مجھے بلایا کہ کیا ارادہ ہے مین نے اپنا خیال عرض کر دیا فرمایا نہین مسافر ہین
عالم غربت مین ہین صاحب ضرورت ہین پریشان ہین اُن کی طرز تحریر کا مواخذہ مناسب نہین
مین نے عرض کیا کہ یہ سب صحیح ہے لیکن انھون نے نہایت اسارت ادب کی ہے ضرور جواب
لکھون گا فرمایا کہ مقتضاے دینداری یہ ہے کہ برادر مومن کے کلام کو نیکی پر حمل کیا جاوے
مین نے پھر کہا کہ اس مین صریحاً بے عنوانی و گستاخی ہے اِسمین کوئی محمل خوبی کا نہین معلوم
ہوتا اور محمل صحیح کا احتمال بھی نہین ہے ارشاد ہوا کہ حدیث مین وارد ہے کہ اگر برادر مومن
کے کلام مین سو وجہین پیدا ہوتی ہون اور ننانوے محمل برائی کے ہون اور ایک محمل خوبی
کا تو اُسی پر حمل کرنا چاہیئے۔ مین نے عرض کیا کہ اِسمین تو قطعاً کوئی پہلو حُسن کا معلوم نہین ہوتا
فرمایا نہین ایک محمل صحیح موجود ہے دریافت کرنیکے بعد ارشاد فرمایا کہ دیکھو مصرع آخر مین
لفظ مص لکھا ہے اور اُسکے معنی چوسنے کے ہین اور مص لسان کا استعمال معشوق و محبوب
کے لیئے ہوتا ہے اور معشوق کیطرف کذب کی نسبت مذاق شعرا مین ممدوح و مستحسن ہے قبیح
نہین ہے۔

یہ سنکر مین سرتاپا حیرت کی تصویر بنگیا اِسکے بعد مین نے نظر کی تو یہ سمجھ مین آیا کہ
در حقیقت جتنے احتمالات تھے وہ سب خلاف تھے اِسکے سوا دوسرا مطلب ہی نہین ہے اور
نہ ہو سکتا ہے۔ یہ مرتبہ ایسے ہی بزرگوارون کا ہے کہ جنکے قلوب کو خداوند عالم نے اپنی معرفت
کے نور سے منور کیا ہے اور انھین اپنے اولیاے کرام کے علوم کا مظہر بنایا ہے اور فی الواقع
نواب ائمۂ کرام ہونے کے لائق ایسے ہی بزرگوار ہین

اِسکے بعد
بمقتضائے مکارم اخلاق بازدید کیلیئے بھی تشریف لے گئے اور کتاب شریعۃ غرا کے مطالب
بھی انھین سنائے اور اُنکے امور مین توجہ بھی فرمائیے جس کا بیان زیادہ تفصیل طلب ہے۔

پایۂ احتیاط

جناب مفتی صاحب کا مرتبہ احتیاط مشہور و معروف ہے۔ خواہ امور دینیہ ہون۔ یا امور دنیوتیہ۔ ہر بات مین احتیاط کا مسلک پیش نظر تھا۔ مسئلہ لکھنے مین نہایت احتیاط فرماتے تھے۔ استنباط و اجتہاد کے بعد فتوی احتیاط کے ساتھ توام ہوتا تھا۔ اجازہ دینے مین نہایت درجہ احتیاط فرماتے تھے۔ جن حضرات کو اجازہ عطا کرتے تھے اُن کی حالت پر اچھی طرح اطمینان کر لیتے تھے۔ اس معاملہ مین کسی کی خاطر یا فرمائش کا لحاظ نہ فرماتے تھے اجازہ روایت سوائے چند شخصون کے کسیکو نہین دیا۔

لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی

مفتی صاحب کے لطائف لکھنؤ مین زبانزد خاص و عام ہین۔ اُن کی طبیعت کہین رُکتی ہی نہ تھی۔ بعض اوقات وہ اپنی شان کے خلاف لطیفہ کہہ گذرتے تھے۔ آئی پر کبھی چوکتے ہی نہ تھے۔ سیکڑون لطیفے اُن کے سُنے۔ اگر سب لکھے جائین تو مستقل رسالہ ہو جائے گا روز مرہ کی باتون کو کوئی کہان تک ضبط کر سکتا ہے۔ بذلہ سنجی تو اُن کی طبیعت مین داخل تھی۔ بعض واقعات ہدیۂ ناظرین ہین:—

(۱) ایک مرتبہ خارش نکلی انگلیان کھجاتے ہوئے باہر نکلے ایک شخص نے پوچھا کیسا مزاج ہے؟ برجستہ کہا۔

تا کجا شکوۂ خارش کنم
خار خارم چہ گذارش کنم

(۲) ایک شخص نے پوچھا کہ قبلہ و کعبہ ہاتھی دانت کی تسبیح پر پڑھ سکتے ہین فرمایا "ہاتھی (ہاتھ ہی) پر کیون نہ پڑھیے۔

(۳) ایک شخص اصحاب صحبت مین سے روز حاضر ہوا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز نہین آئے۔ دوسرے روز جب آئے تو پوچھا کل کہان تھے اُنھون نے کہا "گر پڑا تھا چوٹ لگ گئی اسلیئے نہین حاضر ہو سکا" فرمایا "جلدی ہلدی ہوتی"۔

(۴) ہوجان ایک ضعیفہ خادمہ تھی ایک روز وہ دروازے سے کہتی ہوئی نکلی "میرے گھٹنون کا دم نکلتا ہے" آپ باہر بیٹھے ہوے تھے فوراً فرمایا "ایسا مصرع بھی کم نکلتا ہے"۔

(۵) ایک شخص نے مسجد بنوائی تھی اوسکو موذن کی تلاش تھی۔ مگر بیچارہ غریب آدمی تھا مفتی صاحب کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا "مجکو ایک موذن کی ضرورت ہے غریب آدمی ہون ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہون، آپ کسی کو تجویز کر دین" فرمایا "آٹھ آنہ کا ایک مرغ لیلین وہ پانچون وقت اذان دیا کریگا"۔

(۶) ایک مرتبہ بیمار ہوئے جاڑے کا موسم تھا۔ سرخ شالباف کا لحاف اوڑھے لیٹے تھے صرف چہرہ کھلا ہوا تھا۔ حکیم شیخ علی محمد صاحب دیکھنے گئے پوچھا کیسا مزاج ہے فرمایا "دیکھیے گھونگچی کی طرح پڑا ہون"۔

(۷) باہر کمرے مین بیٹھے ہوئے طلبا کو پڑھا رہے تھے مکان کی ڈیوڑھی مین ایک خدمتگار بیٹھا ہوا کچھ سے نامہ چیخ چیخ کر پڑھ رہا تھا۔ اُسکی آواز مخل انداز ہوتی تھی، ایک مرتبہ بلند آواز سے فرمایا "خاموش" طلبا بے اختیار ہنس پڑے۔

(۸) آپ کی ایک ممتوعہ بسم اللہ بیگم تھین جو خدمت مین بہت گستاخ تھین ایک مرتبہ

گئے تھیں کہ بسم اللہ تو سب کے اوپر لکھی جاتی ہے"، فرمایا "یا فتاح اُس کے بھی اوپر لکھا جاتا ہے۔

(۹) ایک بار ایک خادمہ نے دھوپ دینے کے لئے کپڑوں کا صندوق باہر نکالا، برسات کا موسم گذر چکا تھا اُس میں کثرت جھینگر جمع تھے گھبرا کر کہنے لگی کہ اُفوہ! کتنے جھینگر بھرے ہوئے ہیں۔ آپ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا ہاں! دیکھو تو "پرائے مال پر جھینگرنا ہے"۔

(۱۰) پُرانے لوگ ضلع، جگت، مراعاۃ النظیر کے بہت دلدادہ تھے۔ جناب مفتی صاحب سے بھی جب کوئی اس قسم کی گفتگو کرتا تھا تو آپ بھی ویسا ہی جواب دیتے تھے۔ ایک مرتبہ دہی منگوایا۔ دہی سے رغبت زیادہ تھی۔ جن سے فرمائش کی تھی اُنھوں نے اپنا آدمی بھیجا۔ دہی نہیں ملا اُنھوں نے آکر عرض کیا "قبلہ وکعبہ دہی کا آج کل توڑا ہے" آپ نے کہا آپ کا آدمی شاید مٹھا ہے۔

(۱۱) ایک صاحب بار رمضان میں بحالت صوم بہت سے خرمے نوش فرما گئے جب پیٹ بھر گیا تو مسئلہ دریافت کرنے آئے کہ قبلہ وکعبہ میں روزے سے تھا اور خرمے کھا گیا فرمایا "اگر عمداً تھا تو قضا وکفارہ دونوں واجب ہیں اور سہواً تھا تو ہم خرما وہم ثواب"۔

(۱۲) ایک روز نواب محمد علی خان کے یہاں تشریف رکھتے تھے، گرمی کا موسم تھا کرسی پر دھوپ آگئی نواب صاحب نے کہا حضور اُٹھیں تو کرسی سایہ میں رکھ دی جائے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر کرسی رکھ دی گئی، وہاں بھی دھوپ آگئی۔ آخر نواب صاحب نے فرمایا کہ کمرے میں تشریف لے چلیے۔ فرماتے ہوئے اُٹھے "این خانہ تمام آفتاب ست"۔

عربی مین لطائف ادبیہ بکثرت ہین۔ لیکن یہ کتاب چونکہ اردو زبان مین لکھی گئی
ہے اسلئے اُن چیزون کے لکھنے مین عام دلچسپی نہین۔ بعض لطائف بطور نمونہ درج
کئے جاتے ہین :۔

(۱۳) ایک عبارت مین تحریر فرماتے ہین۔

ثلٰثۃ اجناس + من الانجاس + بینہا جناس + وقد جنبہا اللہ عبدہ +
وحببہا الوسواس الخناس + الی مزاج ناس + الربا، والریا، والزنا +
وقلما یقترفہا اہل الفقر والعنا + واکثر ما یقترحہا اصحاب الغنا + مضافۃ
الی الغناء"

تین قسمین کثیف اور نجس اعمال کی ایسی ہین جن مین باہم تجنیس ہے اور خدا نے
اُن سب سے اپنے بندون کو بچانا چاہا ہے، شیطان دلون مین اُن اعمال کی محبت ڈالتا
ہے اور وہ اعمال ربا، ریا، زنا ہین، فقیر و مصیبت زدہ اشخاص کمتر ان مین مبتلا ہوتے
ہین۔ زیادہ تر ارباب ثروت ان کے مرتکب ہوتے ہین اور غنا و سرود کا اضافہ کر دیتے ہین۔

(۱۴) ایک عبارت مین تحریر فرماتے ہین :۔

یقول ان السید محمد بن السید احمد المدنی التمس منی
ان اکتب لہ کتابا فکتبت حسبما اقترحہ و طلبہ + فاعجبہ ذلک واطرب +
وجعل یقبل راسی ولحیتی ویقول انت اخی لابی وامی فقلت لہ
"یا بن امر لا تاخذ بلحیتی ولا براسی"

( ) سید محمد بن سید احمد مدنی نے ایک خط کی خواہش کی مفتی صاحب قبلہ نے
اُن کی فرمائش کے موافق خط تحریر فرمایا اُن کو اُس کی عبارت اس قدر پسند آئی کہ

موسم مین سایہ مسجد کا اسکے مکان مین پڑا ہو گا شاید گنبد کے سایہ کی جگہ روپیہ دفن کر دیا ہو گا جسے دوسری صورت مین اُسنے ظاہر کیا میرا خیال بالکل صحیح نکلا اور جب مین نے پھر اُسی موسم مین سایہ کا حساب کیا تو گنبد کا سایہ اُسکے مکان مین ٹھیک معلوم ہوا۔

لباس

مفتی صاحب کی سادگی مزاج اور لباس کے لئے بھی افسانے ہین دیکھنے والون نے اُن کو عجیب عجیب لباس مین دیکھا ہے مگر یہ کہکر سب خاموش ہو گئے ہین۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ میپوش — من انداز قدرت را می شناسم

اُنکی جلالت قدر اور علوِ مرتبہ اخلاقی شان و شکوہ اِس مرتبہ پر تھی کہ کسی شخص کو جرأت نہ ہو سکتی تھی لیکن اگر اِن اوصاف سے معرا کوئی شخص اِس سن و سال و شکل و شمائل پر ایسا ناموزون لباس اختیار کرتا تو ضرور ہنسا جاتا۔

معمولی لباس جو اکثر اوقات زیبِ بدن رہتا تھا۔ لانبا کرتا گھنڈی دار۔ پائجامہ دو پٹی آڑی ٹوپی گھیتلا جوتا زیرپائی یا بغدادی کفش کبھی کشمیر گوٹ دار اونچی چوپی کا انگرکھا جب کہین جاتے تھے تو گلے مین دوپٹہ اور دوش پر عبا ہوتی تھی۔ کبھی کبھی عمامہ بھی باندھ لیتے تھے۔ مگر نہایت سادہ بلا تصنع نہایت معمولی قیمت کا لباس ہوتا تھا نینو بہت پسند تھا اُسکے انگرکھے اکثر بنواتے تھے زیادہ سے زیادہ تین چار آنے گز کا کپڑا ہوتا تھا۔

ابتدائے سن مین کبھی کبھی دیکھنے والون نے یون بھی دیکھا ہے کہ فرشی ٹوپی کے نینو کی ٹوپی اُس مین سرخ شالباف کی گوٹ لگی ہوئی اور ڈھاکے کی جامدانی کا انگرکھا گوٹ دار پیچھے اُسکے کمانیان اور بھری کمر توئی لگی ہوئی نہایت صاف دھویا ہوا مگر

زیر جامہ نہایت میلا کچیلا۔ کبھی یہ ہوتا تھا کہ اعلےٰ قسم کے سبز یا اودے یا پیازی رنگ کا مشروع کا پائجامہ اوسمین سرخ شالباف کا نیفہ لگا ہوا۔ اُس پر تین آنے گز کے نینو کا انگرکھا یا صرف معمولی تنزیب کا کرتا اور اسٹیکی ٹوپی کاندے پر عبا گلے مین ڈوپٹہ حکیم بندہ مہدی خان صاحب کی مسجد مین بالاے منبر بیٹھے وعظ فرمارہے ہین۔ ماہ محرم مین ہمیشہ کرتا اور دوپٹہ سبز رنگا ہوا ہوتا تھا۔

جاڑے مین بانات یا کشمیرے کا انگرکھا ہوتا تھا اُسپر کبھی دوشالہ بعض بے تکلف احباب اِس بے جوڑ لباس پر اعتراض کرتے تھے اُن کو جواب ملتا تھا کہ مین نے اپنی خوشی سے نہین پہنا جیسا لباس مجھے پہنا دیا جاتا ہے پہن لیتا ہون۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ یہی لباس پہنے ہوے نخاس سے تشریف لا رہے تھے۔ اُس پر طرہ کہ آغوش مین ایک موربھی لئے ہوے راہ مین رؤساے شہر مین سے ایک صاحب جارہے تھے اُنھون نے اِس ہیئت کو دیکھکر عرض کیا کہ حضور یہ مور مجھے عنایت ہو مین لیچلون۔ آپنے بمقتضاے سادہ دلی بے تکلف وہ مور اُن کو دے دیا۔ اُن کو لے چلنے مین سخت غیرت دامنگیر ہوئی آدمی کو آواز دی آپ نے فرمایا کہ اگر آپ کو تکلیف ہے تو مجھے دے دیجئے مین خود لیچلونگا۔

عادت استخارہ ہر کام مین معمول تھا کہ استخارہ ملاحظہ فرماتے تھے جب تک استخارہ مساعدت نہ کرتا تھا کوئی کام نہ کرتے تھے یہانتک کہ کوئی شعر اور کوئی عبارت مصنفات مین ایسی نہ ہوگی جسپر استخارہ نہ کرلیا ہو اگر استخارہ نہ آتا تھا تو لکھے لکھائے مضمون کو نظرانداز فرما دیتے تھے اِسی بنا پر جب غذا نوش کرتے تھے یا کہین سوار ہوتے تھے تو پہلے استخارہ کرتے تھے لیکن یہ معمول تھا کہ کبھی خود نہ دیکھتے تھے

جو شخص پاس بیٹھا ہوتا تھا اُس سے دکھواتے تھے۔ جب تک استخارہ نہ آتا تھا کھانا
یا سوار ہونا ملتوی رہتا تھا۔ پابند استخارہ بہت تھے اور خود استخارہ نہ دیکھنا دلیل
انکسار طبع تھا جملہ امور دینی و دنیوی مین استخارہ منجملہ فرائض معمول ہو گیا تھا چنانچہ
فوائد و مصالح استخارہ اور جو حکمتین اُس مین جلوہ نما ہوتی رہتی تھین اُنھین جا بجا
قلم بند بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ سب کی سب یکجا کر دی جائین تو ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے
استخارہ کے متعلق ایک مثنوی مین فرماتے ہین۔

دلا استخارات وحی خداست — که منقول از عترت مصطفیٰ ست
منزہ از عیب و زریب است این — ہمانا مفاتیح غیب است این
چنین فیض سابق کجا بودہ است — کہ وحی از پے انبیا بودہ است
بود از خواص رسول کریم — کہ در اُمت این وحی ماند عمیم
مرا بارہا اتفاق اوفتاد — گزین کار سربستہ ام برگشاد
بفعلے کہ در ظاہرم بد نمود — شدم متحیر و ہمان نیک بود
بیک دم پدیدار شد مصلحت — نمایان در آن کار شد مصلحت
امورے درین باب سر زد زمن — کہ در نقل آنہاست طول سخن
عزیزے ز طلاب احباب بود — کہ تزویج خود با زنے می نمود
چو کردم نظر منع شد آشکار — بگفتم مرو گرد او زینہار
نگردید گردش چو ممنوع شد — وفات زن از بعد مسموع شد
عزیزے دگر رفت برعکس حکم — کہ بودست از مردم صم بکم
ز خویشان زن دیدہ جور و فساد — در انواع و اقسام محنت فتاد

دلش مردہ شد گرچہ خود زندہ است
زنی دختری داشت ناکتخدا
چو منعش عیان گشت فرمان نبرد
کنون در مصیبت بسر میبرد
پدر استخارات را رد نہ کرد
گرش مصلحت ہم نہان بودہ است

ز کاریکہ کردہ است شرمندہ است
بتزویج شد متغیر از خدا
پس از چند ایام داماد مرد
غم دختر بیوہ اش می خورد
چو با منع نفعے برآمد نہ کرد
د ثوقش بران ہمچنان بودہ است

شب بیداری رات کو سوتے بہت کم تھے۔ اکثر حصہ رات کا بیداری مین گذرتا تھا۔ کبھی تفکر و تدبر آیات الٰہیہ مین کبھی تلاوت آیات قرآنیہ مین کبھی عبادت و مناجات مین کبھی مضامین علمیہ کے خوض و غور مین مصروف رہتے تھے۔ اور عبادت و مناجات کے ساتھ گریہ وزاری و نالہ و بیقراری اہل ہمسایہ اور قرب و جوار کے رہنے والون کو بیقرار کردیتی تھی۔

سوتے وقت دعاے عدیلہ باضافہ بعض فقرات پڑھا کرتے تھے اور سوتے سوتے جب آنکھ کھل جاتی تھی تو آیات ذیل کی تلاوت فرماتے تھے اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيَاتٍ لِاُولِي الْاَلْبَاب الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝

سوتے وقت اکثر اشعار نعتیہ یا مناجات پڑھا کرتے تھے ۔

بیشتر اوقات باطہارت سوتے تھے اور جب آنکھ کھل جاتی تھی تو پھر اُٹھکر وضو کر لیا کرتے تھے ۔ اور سجدہ کرتے تھے ۔

سحر خیزی صبح کو سپیدۂ سحری کے طلوع ہونے سے قبل اُٹھتے تھے اور نماز مین طولانی سورے پڑھنے کی عادت تھی دوشنبہ و پنجشنبہ کو سورہ دہر بکمال خوش الحانی حزین و درد انگیز لہجہ سے نماز صبح مین پڑھا کرتے تھے ۔ نماز صبح کے بعد سورۂ والصّافات کی تلاوت کرتے تھے اور تھوڑی دیر تعقیبات پڑھنے کے بعد آیات و مناجات پڑھتے ہوئے ٹہلا کرتے تھے اور اپنے مقام سے باہر کسی طرف چلے جاتے تھے ۔ چنانچہ خود فرماتے ہین ؎

داشتم عادت سحر خیزی تا کند دیدہ ہا گُہر ریزی

غذا ابتدائے سن مین تحصیل علم کا ذوق اسقدر غالب تھا کہ غذا کی فکر بھی نہ ہوتی تھی ۔ جب وقت آگیا گھر مین جو کچھ سامنے رکھ دیا گیا وہ کھا لیا اگر روٹی آگئی اور سالن کے آنے مین کچھ دیر ہوئی تو روکھی روٹی کھانا شروع کر دی تاکہ جلدی شکم سیر ہو جائے اور کتاب کیطرف متوجہ ہو جائین ۔

زمانہ شباب تک عُمدہ غذائین ہوتی تھین اور مقدار غذا بھی زیادہ ہوتی تھی ۔ مان بہنین پردہ ڈال کر علحدہ کھانا کھلاتی تھین ۔ کثرت اشتغال علمیہ و انحطاط قویٰ سے غذا گھٹ گئی اور وسواس و داہمہ بڑھ گیا ۔ یہانتک کہ آخر مین اکثر اوقات وزن کر کے چار پانچ تولہ سالہا سال غذا ہوتی رہی اور وہ بھی استخارہ پر منحصر جب تک استخارہ نہ آتا تھا کھانا کھاتے ہی نہ تھے ۔ معدہ اسقدر کمزور ہو گیا تھا کہ ڈرتے ڈرتے ایک لقمہ کھاتے تھے کھولتے

سن سے پیری تک یہی حالت رہی کسی جگہ دعوت مین بھی بہت کم جاتے تھے چنانچہ خود فرماتے ہین ؎

نازم از ضعف معدۂ کہ مراست — می رہاند ز بار منتہا

نیم برشت انڈے غذا مین زیادہ ہوتے تھے شیرینی بہت مرغوب تھی۔ لیکن شاید تولہ بھر سے زیادہ نہ کھا سکتے تھے مربا بہت مرغوب تھا۔ اکرام رکابدار برابر حاضر ہوتا تھا جس قسم کی شیرینی پر استخارہ آمادہ دے جاتا تھا طبیعت نہایت نفیس ور نفاست پسند تھی۔ اکثر یہ غذا قورمہ ہوتا تھا جسمین عمدہ گوشت اور روغن زیادہ لیکن روغن نکالڈالتے تھے نوش نہ فرماتے تھے۔ گوشت کی بوٹیان بھی چوس کر پھینکدیتے تھے کباب اور یاقوتی سے بھی بہت رغبت تھی۔ مگر ثقیل چیزون سے احتیاط کرتے تھے۔ غذا تولون کی مقدار مین ہوتی تھی لیکن دسترخوان عمدہ کھانیوالون کی طرح نفاست کے ساتھ ہوتا تھا اکثر فاقہ کیا کرتے تھے۔ بعد غذا سورۂ قریش کی تلاوت فرماتے تھے اور دعائے اللھم ھنئنی الخ اور دعائے الحمد للہ الذی اطعمنی وسقانی الخ پڑھا کرتے تھے پانی پیکر امام مظلوم پر صلوات اور اُن کے قاتلین کے حق مین نفرین کیا کرتے تھے۔

رغبت فواکہ فواکہ مین سیب یا انار اور فصلی چیزون مین خربزہ بیحد مرغوب تھا اور نہایت اہتمام سے منگاتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کاٹتے تھے جو پھل زیادہ شیرین ہوتا تھا اُسکی صرف دو چار قاشین کھاتے تھے۔ خربوزہ کے تعریف مین ایک شیرین نظم پہلے درج ہوچکی ہے ایک مرتبہ وزیر صاحب نے ایک عریضہ بھیجا جسمین لکھا تھا کہ خربوزے امسال اچھے نہ تھے ورنہ روانہ خدمت کرتا۔ یہ تحریر ناپسند ہوئی اور جواب مین تحریر فرمایا

"از فرط الفت و جوش محبت در خطوط شیرین چون قند مکرر نوشتید کہ یکمن و دومن

من میخواستم خربزہ بفرستم ولکن ہمیزہ بود یا استخارہ مساعدت نمود نفرستادم نہ نزد من
بشنو پند من « کردن و گفتن خوب است + و گفتن و نکردن معیوب » یعنی در باب ہدایا بہتر
آن ست کہ ارسال دارند و ذکرش اناول برلب نیارند + نہ اینکہ بے نشان باشد و ہمیش
برزبان بعضے از عجم کہ عیب جویند این را بالا زنی میگویند - اگر ہمیزہ بود باز ہم خربزہ بود
وگرنہ پس ذکر خشک ہم مزہ نداشت - بلکہ کاہست کہ باعث ستم طیش الان ذکر
العیش نصف العیش

« اگر ہمیزہ بود باز ہم خربزہ بود » صرف یہ فقرہ اسکی شرح کرسکتا ہے کہ مفتی صاحب کو
خربوزہ سے کس قدر رغبت تھی۔

آمون سے نفرت

مرحوم کے لطافت ذوق سے اگر مؤلف کو کوئی شکایت ہے تو یہ
آمون سے نفرت تھی۔ سُنا ہے کہ چالیس پچاس سال کی مدت مین
شاید دو تین آم نوش کئے ہون - وہ بھی بکراہت - آمون کی مذمت مین چند اشعار بھی
سابقًا درج ہو چکے ہین -

حقہ کی رغبت

حقہ پینے کی بہت عادت تھی حقہ نفیس اور تمباکو نہایت اعلے
بیش قیمت استعمال کرتے تھے۔ جب باہر تشریف رکھتے تھے اور حقہ نوش
فرماتے تھے تو تمام گلی خوشبو سے مہک جاتی تھی حقہ کے تعریف مین ایک تحریر انکی دیکھیے۔

دمساز محبت و ہمراز مودت سلامت - شبے کہ از ان بوے گل میرسید
و شاخ سنبل میدمید قلیانے کہ با گلہا پیچیدہ بود بنظر در آمد بالجملہ یک نفس کشیدم و صد بوستان عیش و
ہزار گل عشرت چیدم ؎

حلقۂ گیسو ست این یا عنبر خوشبو ست این — نافۂ آہو ست این یا دود تمباکو ست این

این دخان و نکہت قلیان گل پیچیدہ نیست	حرفہائے پیچ پیچ از لعل آن گلرو ست این

گویا کہ صاحب مینا بازار در حق ہمین حقہ گفتہ والحق کہ جواہر آبدار سفتہ۔ قلم وقت مدحش نشہ بادۂ ریحانی رسانیدہ و اندیشۂ تعریفش از زمین سخن صد دستہ ریحان دوانیدہ ۔ بسبائوی تلخش بمذاق شیرین شیرین ادایان آشناست و تلخی او چون تلخی خوئے شکرلبان بکام جان گوارا لکاتبہ:۔

رسیدست قلیان درین انجمن	دمیدہ است تو بادہ در چمن
چہ قلیان کہ خوشبو معطر ز گل	عروسی است پوشیدہ زیور ز گل
مشام دل آسودہ از بوی اوست	گلابی ست آبے کہ در توی اوست
سرش سر بسر رنج و غم میبرد	الم از دلم این چلم میبرد
نیش چون نئے خامۂ نکتہ رس	چو باد سحرگاہ مشکین نفس
صدایش مرا دوش آمد بگوش	دل مست بیہوش آمد بہوش

تازہ ترانیکہ خود چاغ کردہ فرستادہ بودند۔ دیدم جانفزایش غبار محنت از آئینہ سینہ زدودند۔ لکاتبہ۔

حقہ دودی است این یا مجمر عودی است این	نیست این آواز قلیان لحن داؤدی است این

امید کہ برہمین قرینہ یاد آور ہمنفسان دیرینہ بودہ باشند۔ تا حقۂ فلک بگردش است طبع پاک نفس در جمیع اوقات داماکن مطمئن وساکن بودہ باد۔ والسلام

عادات شباب

شباب کے زمانہ مین اور سید العلما طاب ثراہ کی حیات مین مفتی صاحب کی عادت تھی کہ دو بجے آخر شب مین باچشم اشکبار پیدا ہوتے تھے اور سورۂ مزمل اور سورۂ نوح بکثرت آواز بلند سے تلاوت فرماتے تھے نماز شب پڑھکر

چند کش حقہ کے پیتے تھے اتنے مین حسین علی جمعدار ملازم فانوس جلاکر تیار کرتا تھا اور آپ خرامان خرامان باچشم گریان نواب سرفراز الدولہ مرزا حسن رضاخان طاب ثراہ کی مسجد کی طرف کوچہ سلطان العلما سے ہوتے ہوئے داخل مسجد متبرکہ ہوکر صحن امام باڑہ مقدسہ مین ٹہلا کرتے تھے اور آنسو آنکھون سے متصل جاری رہتے تھے کبھی کبھی اکثر احباب یا اہل محلہ بھی جو خالص الولا تھے ہمراہ ہوتے تھے۔ اس طرف جناب سید العلما قدس سرہ سوار ہوکر ادھر ادھر دو مشعلچی اپنے مکان سے مسجد٭ مین نماز جماعت کیلئے تشریف لاتے تھے کبھی وہ پہلے سے تشریف لاتے تھے یہ صحن مین چہل قدمی کرکے اُن کا انتظار کرتے تھے۔

اچھی طرح تارون کی چھانون اور آثار شب نمایان رہتے تھے۔ طلوع صبح کاذب و صبح صادق کی دید وا وید اور اس مسئلہ کی استاد شاگرد مین گفت وشنید و بحث شدید رہا کرتی تھی شاہی توپخانہ سے صبح کاذب کی توپ بہت ہی سویرے چلتی تھی اور چھاؤنی کی توپ طلوع صبح صادق بلکہ طلوع آفتاب پر سر ہوتی تھی لیکن حضرت سید العلما نماز صبح اول طلوع فجر بغیر انتظار ان علامات کے ادا کر چکتے تھے اور بعد اوراد وظائف سائلین ومحتاجین کا اجرائے کار کرکے بفراغت تمام مسجد سے دولتسرا تشریف لاتے تھے۔ مشغلہ درس وتدریس اور لوگون کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ مفتی صاحب اور ممتاز العلما سید محمد تقی صاحب (فرزند سید العلما) حاضر حضوری رہتے تھے۔ مفتی صاحب پڑھکر اپنے مکان جاتے تھے اور ایک گھنٹہ بیٹھکر مدرسہ سوار ہو جاتے تھے وظائف مین سورۂ یسین وسورۂ واقعہ وادعیہ صحیفہ کاملہ ودعائے توبہ ومکارم الاخلاق ودعا عافیت وغیرہ وغیرہ راہ آمد ورفت مسجد مین پڑھا کرتے تھے قبل دوپہر مکان پر آکر غذائے قلیل نوش کرکے ایک ساعت قیلولہ کرتے تھے دو بجے تک پھر مسجد نواب حسن رضا خان

٭ یہ مسجد اب وکٹوریہ پارک مین شامل ہوگئی ہے کھجور کا درخت اُسکے شہادت کے لئے باقی ہے۔

مین نماز ظہرین سید العلماء کے ہمراہ پڑھ کر پھر مکان میں تشریف لاتے تھے چند ساعت تفریح طبع و اصلاح حال اولاد و اعزا کی جانب متوجہ ہوکر وزارت کی کچہری کا عزم کرتے تھے کہار قبل سے فنس لگائے رہتے تھے دو خاص بردار دست بقبضۂ شمشیر دونو جانب فنس کے ہوتے تھے کسی مقدمہ یا روبکاری میں اگر طول ہوگیا اور وزیر اعظم جلوہ افروز وزارت رہے تو خیر ورنہ مسجد مکہ مسجد مدینہ متعلقہ درگاہ بارہ امام مین نماز مغربین پڑھکر مکان آتے تھے اور سر شام غروب کی توپ سر ہوتی تھی ادھر نقارخانہ شاہی مین نوبت سلامی ایوان شاہی مین بجتی تھی۔ ہائے وہ زمانہ ہائے وہ لوگ۔

پردہ داری میکند بر طاق کسریٰ عنکبوت چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

قدیم سکونت

مفتی صاحب کے عینی چھوٹے بھائی سید محمد تھے اور چار بھائی سید علی نقی سید محمد ہادی و سید محمد باقر و سید بندہ حسین عرف سید بندہ و برادران علاتی تھے یہ سب کے سب مع ان کے والد کے مدرسہ سلطانی واقع مقبرہ نواب سعادت علی خان مین مقیم و ملازم تھے۔ جناب مفتی صاحب مدرس تھے۔

امجد علی شاہ کے عہد دولت مہد تک یہ مجمع اسی طرح رہا ۱۲۶۳ھ مین جب جلوس سلطان عالم واجد علی شاہ ہوا تو مدرسہ مقبرہ سے امام باڑۂ نواب آصف الدولہ مین منتقل کیا گیا اور ساکنین مدرسۂ عالیہ کا مجمع متفرق ہوگیا چنانچہ مفتی صاحب مختلف مکانات مین قیام پذیر رہے لیکن ہر پھر کر محلہ فرنگی محل قریب مکان سلطان العلما و سید العلما املاک میرزا کاظم صاحب مین اور آخر مین ایک مکان خرید کر لیا تھا اس مین قیام پذیر رہے۔

ل مولف موجۂ کوثری فی شرح قصیدۂ اجمیری ۱۲

فرنگی محل وجوہری محلہ یہ دونون محلہ لکھنؤ مین قریب جلو خانہ شاہی مین واقع ہین جہان ایک وقت مین علما کا معدن اور فضلا و اطبا کا مخزن تھا اور ایسے کامل الفن یگانہ روزگار اس بستی مین بستے تھے جن کا نظیر آسمان ڈھونڈھتا رہے گا مگر نہ ملے گا یہین کا چپہ چپہ دفتر عبرت ہے یہین کا ذرہ ذرہ زبان حال سے کہہ رہا ہے :۔

ہست فرد دفتر احوال صاحب خانہ		ہر کجا خشتے بود افتادہ در ویرانہ

مکان ویران، مکین پیوند زمین، دیکھتے دیکھتے وہ مجمع پریشان ہوگیا۔ لمولفہ

تھین جو کل تک جلوہ افروزی مین شمع انجمن
آج وہ شکلین چراغ زیر دامان ہوگئین

اسی محلہ مین قریب امام باڑہ آغا باقر سوداگر مسافر خانہ شاہی تھا جس مین حاجی وزائر و واردین شہر مہمان ہوتے تھے

ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۵ھ مین قریب مسافر خانہ ایک مکان مین مفتی صاحب آکر رہے

اصحاب صحبت

گذشتہ صحبتون کے یاد دلوانے سے کیا حاصل
نہ چھیڑ اے ہمنشین یہ داستانین عبرت آگین ہین

جس کی آنکھون نے یہ سمان دیکھا ہے اور جو لوگ ان مجلسون مین شریک رہے ہیں اب ان کا پتہ بھی نہین میرے والد مرحوم اکثر بیان فرماتے تھے کہ اس مکان مین سہ پہر کے وقت مفتی صاحب باہر بیٹھے تھے۔ حکیم نبا صاحب۔ حکیم محمود علیصاحب حکیم حید علیصاحب میر ببر علی صاحب انیس۔ سید خورشید علی صاحب نفیس۔ پھر ایک زمانہ مین مولوی علی نقی صاحب

حکیم شیخ علی محمد صاحب جناب بو صاحب جناب مولوی حیدر علی صاحب جناب مولوی شیخ تفضل حسین صاحب وغیرہ کس کس کے نام لون شہر کے منتخب و یگانہ روزگار افراد علما اطبار شعرا۔ اس علامۂ روزگار کو گھیرے رہتے تھے۔ کسی بادشاہی دربار کی حقیقت اس مجمع کے آگے نہ تھی۔

یہ صحبتین اس قابل تھین کہ ان کی تصویرین اور ان کے تمام واقعات ہر وقت پیش نظر رہتے علمی مباحث اور لطائف وظرائف مین یہ صحبتین ہر وقت گرم رہتی تھین۔

چنان نماند وچنین نیز ہم نخواہد ماند

باب ہشتم

باب الاسفار

مفتی صاحب قبلہ کے زہد کی ہر ساعت کسی نہ کسی ایسے واقعہ پر مشتمل نظر آتی ہے جو نہ تنہا ان کے ذاتی فضل و شرف پر مشتمل ہے بلکہ دوسرون کے لئے بھی نصیحت و حکمت کی معلم ہے سفر ہو یا حضر ہر حالت مین اُن کی مقدس ہستی حکمت آموز تھی۔ زمانہ ہمیشہ اہل کمال کی قدر شناسی سے قاصر رہا ہے ورنہ ایسے بزرگوار کی حیات لمحہ لمحہ قلمبند کرنے کے قابل تھا مفتی صاحب قبلہ کو سفر کا اتفاق بہت کم ہوتا تھا مگر پھر بھی جو مواقع پیش آئے ہین انکا ذکر کیا جاتا ہے۔

سفر کانپور ایک لکھنؤ سے کانپور کا سفر تھا جو بمنزلہ حضر کے ہوگیا تھا اور وہان کے واقعات جو کچھ معلوم ہوئے نواب باقر علی خان صاحب کے ذکر کے ساتھ جداگانہ لکھے گئے اور مسلسل حالات زندگی کے ضمن مین کچھ درج ہوئے ہین اس سے زیادہ بتانے والا کوئی شخص میسر نہین ہوا ورنہ ایک مبسوط باب مرتب ہوجاتا۔

سفر کلکتہ دوسرا سفر کلکتہ کا ہے جسے خود مفتی صاحب قبلہ نے بطور روزنامچہ لکھا تھا اور تلخیص کر کے مسلسل حالات زندگی کے ضمن مین درج کیا گیا پھر کلکتہ کا دوبارہ سفر تھا جس کے ملخص حالات بھی اسی باب مین مذکور ہو گئے ہین اور کچھ حضرت واجد علیشاہ مرحوم کے حالات کے ضمن مین مذکور ہوئے ہین۔

سفر آگرہ و بہرسر ایک مرتبہ آگرہ تشریف لیگئے تھے جسکی تفاصیل معلوم نہین ہوئی غالباً شہید ثالث علیہ الرحمۃ کے مزار پر بھی تشریف لیگئے ہون اس لیئے کہ وہ جناب بھی شوستری تھے اور جناب مفتی صاحب بھی شوستری تھے علاوہ اسکے عالم کی دینی خدمتون کی قدر عالم سے زیادہ کون کر سکتا ہے۔ آگرہ اور بہرسر کے مومنین کو مفتی صاحب کی خدمت مین خاص ارادت تھی اور حاجی سید محمد صاحب ساکن لوہا منڈی شاگرد اور خاص ارادت کیش تھے۔ اور مولوی سید محمد صاحب مولف تنزیہ الفرقان بھی وہین کے باشندے تھے

لطیفہ اسی سفر مین ایک شخص کے مکان پر قیام ہوا جو باوجود تمول نہایت تنگدل تھے جناب مفتی صاحب کو حقہ کا بہت اہتمام رہتا تھا اور آگرہ مین کوئلے اچھے نہ ملتے تھے ہر روز تلاش ہو کر آتے تھے مگر پسند نہ آتے تھے کئی دن کے بعد عمدہ کوئلہ دستیاب ہوا دیکھکر فرمایا کہ "وہان یہ کوئلے مُہر کے قابل ہین"

سفر پارہ ایک مرتبہ جناب سید اصغر حسین صاحب کی لڑکی کی شادی مین جو جناب کے شاگرد رشید اور مخصوص احباب سے تھے بمقام پارہ ضلع غازی پور تشریف لیگئے تھے مومنین مین ایک عید تھی۔ اس سفر کے متعلق بھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ ایک مقام پر صرف دو شعر دستیاب ہوئے جو صعوبات سفر کے باب مین بزبان ہندی تھے۔

سفر پارہ کا جب ہم نے کیا دل پارہ پارہ تھا + وہ کثرت تھی وہ محنت تھی مین تم سے کیا کہون کیا تھا

بڑی تکلیف اُٹھائی تھی دو دن کی یہ صفائی تھی | کہ غازی پور و پارہ تک بہاو نفس پورا تھا

سفر مرشد آباد

سنہ ۱۲۹۹ھ مین مرشد آباد کا سفر کیا نواب عظیم علی خان صاحب نے نہایت اہتمام کے ساتھ بعض حضرات کو لکھنو بھیجا اور زحمت دی کہ مرشد آباد تشریف لائیے قبول نہ فرماتے تھے لیکن جب اصرار کو طول ہوا تو منظور فرمایا اور تشریف لیگئے جناب نجم العلما مدظلہ اور ایک شخص ضلع فیض آباد کے رہنے والے آپکے تلامذہ مین ہمراہ تھے جب وہان پہونچے تو نہایت اہتمام و احترام ہوا لیکن وہان کے حالات پسند خاطر نہ ہوئے اور بہت کم قیام کر کے واپس آگئے۔ آب و ہوا بھی وہان کی خراب تھی رطوبت کا غلبہ وہان اس قدر تھا مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ بیان فرماتے ہین کہ پھولون مین بجائے خوشبو کے بساند آتی تھی۔ آم وہان کا بہت مشہور ہے نہایت شرین لیکن خوشبو اُس مین بھی ندارد

ایک قطعہ تاریخ دستیاب ہوا ہے جو نواب منجھلے صاحب برادر نواب بہادر مرشد آباد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور غالباً انھین کا نظم کیا ہوا جناب مرحوم کے مرشد آباد کی تشریف آوری کی تاریخ ہے جو ذیل مین درج ہے۔

مژدہ اے طالب گنجینۂ اسرار خدا
خازن دولت ایمان و شریعت آمد

مفتی شرع مبین سید عباس لقب
کز ازل جرعہ کش بادۂ وحدت آمد

درحسب خضر رہ وادی تلقین و یقین
در نسب غنچۂ گلزار سیادت آمد

سرمۂ دیدۂ تکمیل غبار قدمش
سایہ اش پیرہن جسم فضیلت آمد

حسن تقریر برد فیض ز تحریک لبش
ط   حت آمد

صوت تسبیح ملک شد ز صریرش پیدا
کلک او چون پے تحریر بحرکت آمد

آستان شرفش مرجع خواہان علوم
ذات او مظہر صد گونہ ہدایت آمد

[illegible]

شمع معنی شدہ از جودت طبعش روشن	نطق او جوہر آئینۂ حکمت آمد
چون سخن رفت بمجلس ز کمال زہدش	طائر سدرہ بتکمیل شہادت آمد
تا جہان بود نظیرش بصفات ملکی	در نگاہِ فلکِ پیر بدقت آمد
عطر افشان شدہ از بسکہ بہار علمش	مرشد آباد چو گلشن بنضارت آمد
چون سلیمان ز زوال بستہ بتقلید کمر	گفت تاریخ درود و بزیارت آمد
حرف ممدودہ آمد بدی شد قائل	تا باطرافِ جہان قابل شہرت آمد

شد چنین مصرعِ تاریخ ضیا بخش قلوب
عندلیب چمنستان امامت آمد ۵
۱۲۱۹ھ

سفر حسین آباد

حسین آباد ایک مرتبہ حسب اصرار نواب علیخان صاحب تشریف لیگئے نواب صاحب ممدوح اہل کمال کے جوہر شناس ور جود و سخا اور زہد و اتقا مین عدیم النظیر تھے اور صوبۂ بہار مین نام برآوردہ افراد مین تھے جب جناب مفتی صاحب تشریف لیگئے تو نواب صاحب مع حاشیہ بوسان بساط بیرون حسین آباد تشریف لیگئے اور بمقام سومین ندی جو حسین آباد سے تقریباً دو میل مشرق کیجانب واقع ہے بغرض استقبال قیام کیا اور نہایت جوش و خروش سے جناب مفتی صاحب کا خیر مقدم کیا اور بکمال اعزاز و اکرام کے ساتھ حسین آباد مین فروکش ہوئے نواب صاحب نے اپنے مدار المہام مولوی شاہ رفعت حسین صاحب کو جو علوم عربیہ و فارسیہ مین ملکہ تامہ رکھتے تھے جناب مفتی صاحب کی خدمت مین حاضر باشی کا حکم دیا۔ جناب مرحوم کو ان سے بیحد دلبستگی رہی۔ ایک روز مولوی صاحب سے فرمایا کہ چند شعر نواب صاحب کی مدح مین لکھ لیجیے ۵

سفر امروہہ

۱۲۹۶ھ مین جناب مفتی صاحب قبلہ کی ایک صاحبزادی نے انتقال کیا جس سے جناب ممدوح کو نہایت انس تھا۔ اِس صدمۂ روحانی کے سبب سے مصمم ارادہ کیا کہ چندروز کے لئے کسی مقام کا سفر کرین اور ملاقات مومنین سے یہ حالت غم مبدل بہ تسکین ہو۔ جناب نجم العلما نے عرض کیا کہ اگر ایسا خیال ہے تو بہتر ہوگا امروہہ تشریف لیچلیئے وہان کے مومنین بہت مشتاق بھی ہین منظور فرمایا اور استخارہ پر بنا کی۔ استخارہ بھی بہتر آیا تو حضرت نجم العلما نے اجازت لیکر پیشتر سے امروہہ کے حضرات کو آگاہ کیا سب کو بیحد خوشی ہوئی۔ ورود امروہہ سے پیشتر مومنین نے عجیب و غریب خواب دیکھے تھے جن کا اس سفر سے خاص تعلق ہے۔ اِسلئے یہان وہ خواب نقل کیے جاتے ہین۔

سیّد علی احمد صاحب نے خواب مین دیکھا کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام امروہہ تشریف لائے ہین۔ ہم تین چار ہزار آدمی استقبال کے لئے جانب جنوب شہر گئے ہین جب شبیہ کربلا تک پہونچے تو معلوم ہوا کہ حضرت شہر مین داخل ہوگئے اور دانشمندون کے محلہ مین تشریف لیگئے ہم لوگ واپس چلے آئے۔ دیکھا کہ اِس محلہ مین ہر جگہ پہرے ہین اور لوگون کا ازدحام ہے اور حضرت ایک مکان مین جو سید علی حسن خان کے مکان کے پاس مقیم ہین۔ جاکر قدمبوس ہوئے وہان کچھ مرثیہ رکھے ہوئے تھے حضرت نے ایک ایک مرثیہ ملاحظہ کیا۔ جب یہ مرثیہ ملاحظہ فرمایا ؎ سر حسین کو اعدا جو شام مین لائے تو ارشاد کیا کہ یہ مرثیہ ہمین دیدو۔ لیکن صاحب مکان نے تامّل کیا۔ اُسوقت حضرت نے پہرہ والے شخص سے دریافت کیا کہ یہ مرثیہ ہماری اولاد مین پہونچ گیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ پہونچ گیا ہے۔ اِسی کے چندروز کے بعد مفتی صاحب قبلہ کا ورود امروہہ مین ہوا اور جس مکان مین قیام فرمایا وہ علی حسن خان صاحب کے مکان سے متصل ہے۔

سید معصوم احمد صاحب ایک جوان صالح ہین ۔ بیان کرتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ جناب امیر علیہ السلام میرے یہان امام باڑہ مین تشریف لائے ہین اسپ سفید رنگ پر سوار ہین چہرۂ اقدس پر سبز رنگ کی نقاب ہے شہ نشین کے اندر سر مبارک جھکا کر ارشاد کرتے ہین کہ کیا یہان ہمارے لخت جگر نور نظر حسین کا تعزیہ ہے جناب مفتی صاحب کا ورود جب امروہہ مین ہوا اُس امام باڑہ مین بھی تشریف لیگئے اور اُس مسجد مین نماز جماعت بھی پڑھائی ۔

جمادی الثانی کے مہینہ مین آمادہ سفر ہوے اوس زمانہ مین مابین امروہہ و مراد آباد کے ریل نہ تھی ۔ مراد آباد پہونچے اور نواب محمد علیخان صاحب کے مکان پر جو لکھنو کے قدیم باشندے اور حسن نظم مین مشہور تھے لوگ انھین بلبل ہزار داستان کہا کرتے تھے مقیم ہوے امروہہ سے بعض حضرات استقبال کے طور پر مراد آباد گئے اور جناب فنس پر مراد آباد سے روانہ ہوے ابھی امروہہ دو میل کے فاصلہ پر ہوگا کہ باغات مین ایک مجمع کثیر نظر آیا جو بغرض استقبال بکمال اشتیاق موجود تھا اور اُس مجمع کی نگاہین جناب کی سواری پر تھین جب سواری وہان پہونچی تو ایک پر ایک سبقت کرتا تھا کہ دست بوسی و قدمبوسی کا پہلے شرف اوسکو حاصل ہو ۔ تھوڑی دیر وہان توقف کر کے جانب شہر روانہ ہوے جو حضرات سواریون پر آئے تھے اُنھون نے اپنی سواریان چھوڑ دین اور فنس کے گرد حلقہ کیے ہوے داخل شہر ہوئے صرف چند سوار بشان جلوس آگے آگے جا رہے تھے وہ دن امروہہ کی تاریخ مین ایسا مبارک دن تھا جسکی نظیر وہان تا قیامت نہین ملسکتی ۔ اور جو شرف و افتخار اہل امروہہ کو اس ورود میمنت آمود سے ملا وہ آیندہ نسلون کے لئے مستمر رہے گا ۔ یہ مجمع محلہ دربار کلان مین بڑے بازار کی طرف سے گزرتا ہوا محلہ دانشمندان تک پہونچا ۔ شہر کے ردو کا نداراور تمام باشندے

حیران تھے کہ کون بزرگ ہین کہ تمام معزز سادات اس خاکساری و تواضع کے ساتھ فنس کا پایہ پکڑے ہوے تفاخر و مباہات کرتے لا رہے ہین۔ ہر جگہ راستے ناظرین سے مملو تھے اور دمبدم مجمع بڑھتا جاتا تھا تا اینکہ اپنے داماد کے مکان پر پہونچکر قیام فرمایا اہل شہر کا جوش و خروش اور صبح سے شام تک تحصیل ابدی کیلیے حاضر باشی اور خدمت گذاری اور راحت رسانی پر آمادگی اور ہر شخص کی یہ تمنا کہ اُسکے گھر کو حضور اپنے قدم مبارک سے مشرف فرمائین اور نان و نمک قبول کرین) بیان مین نہین آسکتی اِسلیئے کہ جناب کا دس بارہ دن کا قیام اور کئی ہزار مومنین کا مجمع کس کی خواہش منظور کیجائے کس سے عذر کیا جاے۔ ان حالات کی تفصیل کے لئے بجاے خود ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے۔

پہونچنے کے بعد شب کا وقت ہے سید علی حسن خان صاحب رئیس امروہہ جناب کے ہاتھ پاؤن دبا رہے ہین اور اس خدمت کو اپنے لئے سرمایۂ فخر و مباہات سمجھے ہوے ہین۔ یکایک اُن کی نظر پڑی کہ جناب پر گریہ طاری ہے سبب پوچھا تامل فرمایا، اصرار کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ مجھے یہ خیال آیا کہ آج امروہہ کے مومنین مجھے کس اعزاز و احترام سے کس اشتیاق کے ساتھ استقبال کرکے لائے ہین اور اُن کے دلون مین میری کس قدر عظمت ہے لیکن کل بروز قیامت جب میرے قبائح اعمال پر انھین آگاہی ہوگی اور وہان میرے معاصی کے نتائج انھین معلوم ہون گے تو مجھے کس قدر ندامت و شرمندگی ہوگی۔ سید علی حسن خان صاحب کو اس کلام سے بہت حیرت ہوئی اور دوسرے دن اُنھون نے بیان کیا۔ جناب کے ورود کی تاریخین اہل امروہہ نے بہت کچھ نظم کی تھین جن مین سے بعض درج کیجاتی ہین:۔

قطعہ تاریخ سید ابن حسن صاحب کلیم شاگرد جناب سید جواد حسین صاحب شمیم

حسن طالع سے آج نجم سعید	ماہ کامل کو اپنے گھر لایا

یعنی مفتی نیر العلما — باقر مجلسی کا ہمسایہ
نائب خاص مہدی ہادی — مصحف علم و فضل کا آیہ
منزل نجم پر یہ مہ اترا — مہر کی ہم پہ لطف فرمایا
لکھ دو تاریخ نور بار کلیم — شاہ خاور بسوئے نجم آیا
۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ تصنیف رشید فرزند جناب سعید امروہوی

قبلۂ و کعبہ چون بامروہہ — صورت مژدہ بہار رسید
از سر دین رقم نمود رشید — نائب شیر کردگار رسید
۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ تصنیف سید فضل حسین صاحب سعید امروہوی

اے سعید آج ہے امروہہ سراسر پرنور — کون سا نائب محبوب خدا آیا ہے
آئی کانون مین یہ آواز کہ سید عباس — مفتی صاحب کا جنھون نے کہ لقب پایا ہے
صد و سی سال رہین مسند دین پر قائم — بھر مومن شرف ظل ہما سایہ ہے
یہ صدا اسکے طبیعت ہوئی ازبس محظوظ — سمجھے ہم نخل تمنا کا ثمر لایا ہے
پھر تاریخ ہوئی فکر تو خرم ہو کر — کہا ہاتف نے کہ آج اختر دین آیا ہے
۱۲۹۶

قطعہ تاریخ تصنیف سید مرتضی حسین صاحب بدر امروہوی

فرحت سے کیون نہ شیعو نکے چہرے پر نور آئے — امروہہ مین حضور کرامت ظہور آئے
تاریخ تو کلیم ہی فرما چکے ہین بدر — ہم نے بھی لکھ دیا یہ ہمارے حضور آئے
۱۲۹۶

ایک قطعہ تاریخ سید جواد حسین صاحب شمیم نے بھی نظم کیا تھا جس کا مادہ تاریخ یہ ہے
باقی اشعار یاد نہین رہے۔

سر حاسد کو قطع کرکے شمیم	الکھنہ۔ والشمس والضحی آیا

قطعہ تاریخ طبعزاد جناب سید حسین صاحب متخلص ضیا ابن سید ابوالحسن صاحب قبلہ مفتی امروہوی

در صنعت تلمیح

درامروہہ زرحمت یزدانی	چون مفتی ما کردہ نزول ارزانی
صد شکر کہ خانہ دل ہر مومن	از مشعل وعظ و پند شد نورانی
حقا کہ بشان تو ہمین میگویم	درعالم ایجاد نداری ثانی
درمسلک حق خضر توئی درعالم	در بحر علوم دین در غلطانی
خوش رنگ شدہ است باغ عالم از تو	در گلشن این مصطفے زمانی
محروم نمی شود زفیضت سائل	از بہر جواب دین حق برہانی
در ذات مقدس تو بس حیرانم	سید تو فرشتہ و یا انسانی
فی الخلق فلا مثلک یا مولانا	الحق کہ تو حق علم را میدانی
از راہ طرب گفت ضیا عید این	ہاتف دادہ ندا بہ خوش الحانی
تاریخ ورود را چہ نسبت با عید	بہ ہفدہم ماہ جمادی الثانی

ایضا از طبع ضیا

خوشا قسمت کہ آیا موسم گل	چہکتی ہی ہر اک گلشن مین بلبل

نشاط فرحت و عیش و طرب ہے | خوشی بلبل کے دلکی لب بلب ہے
ترانہ سنج ہین مرغ خوش الحان | ہر اک جا ہے بہم عشرت کا سامان
ہر اک طاؤس رقصان ہے چمن مین | نشاط و خرمی ہے انجمن مین
جھکائے ہین شجر سجدے مین سر کو | مصلّے ہین بچھے دیکھو جدھر کو
ہر اک مسجد پہ کعبہ کا گمان ہے | اقامت کی صدا بانگِ اذان ہے
تعجب تھا کہ یہ کیسی ہے شادی | یکایک ذہن نے دل کو ندا دی
قدم رنجہ ہوئے ہین سید عصر | ہوا رونق فزا ہر بام اور قصر
در دریائے علم و زہد و تقوےٰ | کہ ہین گلزار عالم مین وہ یکتا
سمّی ابن حیدر مفتی شرع | سراپا زہد و تقوی صاحب ورع
علمدار سپاہِ شرع احمد | بلاشک حامی دین محمد
جہان کا مجتہد شیعون کا سردار | حسینی قافلہ کا ہے علمدار
امامِ عصر ہین عباس ہے نام | کہ ہر ایک مقتدی پر فیض ہے عام
مثالِ آیۂ رحمت ہین آئے | وہ امروہہ مین ہین تشریف لائے
خوشا قسمت پھرے دن انجمن کے | ہوئے مہمان اعجاز حسن کے
ورود آفتابِ دین ہوا جب | ضیائے فکر کی "تاریخ کی تب
صدا ہاتف نے دی ہے روز معراج | کہ امروہہ ہوا بیت الشرف آج

سنہ ۱۲۹۶ھ

ایک دن کا ذکر ہے کہ محلہ دانشمندان مین تشریف فرما تھے ایک بزرگوار سادات امروہہ سے بیٹھے ہوئے تھے۔ رخصت ہو کر گھر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اس حیثیت سے واپس آئے

کہ کھڑاوین پاؤن مین اور صرف ایک جانگیہ پہنے ہوے۔ جناب کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ
خیر تو ہے کہنے لگے قبلہ وکعبہ جب مین مکان پہونچا تو صحن مین بھینس بندھی ہوئی تھی۔
اُسنے شرارت کی جس کے سبب سے مین گر پڑا اور کپڑے خراب ہوگئے آپ نے فرمایا کہ
"عقل بڑی یا بھینس"

مولوی رافت علی ایک فاضل اہلسنت نے متعدد سوالات جناب کے پاس بھیجے آپنے
متعدد جواب لکھے مگر اُن کے سوالات کا سلسلہ قطع نہ ہوتا تھا ایک دن ایک شعر جناب نے
نظم فرمایا جو درج ذیل ہے :۔

ہیچ قسم ز رافت علی مجو رافت — کہ گر سرش تراشند آفتش باقی است

جامع مسجد مین نماز جمعہ پڑھانا اور متعدد مقامات پر موعظہ فرمانا اور ہر صحبت کے
لطائف وظرائف اور مومنین کے ساتھ لطف وعنایت طولانی کارنامے ہین نوبت یہ پہونچی
کہ جناب مراجعت کا ارادہ کرتے تھے اور مومنین کسی طرح راضی نہوتے تھے آخرکار یہ انتظام
کیا گیا کہ مخفی طور پر سواری کا انتظام کر کے دوسرے راستہ سے مرادآباد کیطرف مراجعت فرمائی
جب مومنین مطلع ہوے تو نہایت غمگین ہوے۔

مفتی صاحب اور نواب سید باقر علیخان صاحب

نواب سید باقر علیخان معین الدولہ وزیر اودھ آغا میر صاحب بہادر کے صاحبزادے
ایک فرد منتخب اور جوہر قابل تھے ابتداے سن سے علم وکمال کا شوق رکھتے تھے۔ فارسی
وعربی مین اعلی استعداد اور نظم سے طبیعت کو خاص مناسبت تھی۔ فن طب مین ماہر تھے،
فہم وذکا مین اُنکا پایہ بہت بلند تھا اور ہمت عالی تھی۔ مفتی صاحب قبلہ کے ساتھ انھین

دلی اختصاص تھا۔

جب ۱۲۷۵ھ مین مفتی صاحب قبلہ کلکتہ تشریف لیگئے تو کانپور مین نواب صاحب کے بھی مہمان ہوے۔ خلوص عقیدت کا یہ نتیجہ ہوا کہ مدۃ العمر اُن کی مفارقت گوارا نہ کی۔

نواب صاحب ممدوح کے محامد صفات و مکارم عادات و کمالات نفسانیہ کا بیان یہان مقصود نہین اور نہ یہان تفصیلا بیان کی گنجائش ہے صرف جناب مفتی صاحب قبلہ کی ایک تحریر یہان پر درج کیجاتی ہے جو نواب صاحب ممدوح کی وفات کے بعد مرقوم ہوئی ہے جس سے اُن کے صفات و کمالات پر روشنی پڑتی ہے:۔

قال اللہ سبحانہٗ فی سورۃ الرحمٰن

کُلّ من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام

از تقالیب روزگار و تصاریف فلک دوّار، آنکہ عالیجناب، قمر رکاب، فلک قباب نواب معلے القاب، مصدر آثار رحمت، مخزن اسرار معرفت، عالی ہمت، والانہمت، آسمان رفعت، آفتاب طلعت، دریاے عمان سخاوت، شیر نیستان شجاعت، بقراط یونان طبابت شمع ایوان مہابت، خورشید آسمان جلالت، گل گلستان رسالت، شرف بخش مساند امارت شرفیاب مشاہد زیارت، زائر وزراے ائمہ ہدیٰ، والہ ولاے سید الشہدا۔ فائز معلی ورقیب جامع آداب تہذیب، سحر طراز، نکتہ پرداز، علامہ نکات ناضی، ناطورہ ریاض ریاضی، ہادی دقائق علوم سابق سوابق فہوم، موید العلما، موید من السما، شائستہ اکلیل سلطنت، بائستہ دیہیم مملکت، بیشرو کاروان بلاغت خسرو شکرستان فصاحت، نادر بردست نوالش ناظر، وقیصر از قصر جلالش قاصر، عالم پناہ، عرش بارگاہ، ماحی بدعت، حامی شریعت،

وحید آفاق مستغنی عن الاعراق ممدوح علما عراق معین الدوله انتظام الملک نواب سید
باقر علیخان بهادر ظفر جنگ اعلی الله درجاته وضاعف حسناته که بظاهر شایان اکلیل شاهی
بود و در باطن نمونه قدرت الهی در املا سحر طراز و در انشا نکته پرداز در درست کرداری بجدیکه
هیچ کجکلاهان زلف شکن نمی شنود و در راست گفتاری بشانیه که در حکایت اقوال نقل
بالمعنی راضی نبود و در سر سفن ساحر و در شعر و سخن ساحر برهم زن کارنامه شاعران نغز گفتار
رونق شکن بازار کاتبان تازه کار متطبب حاذقے که بوعلی سینا در بارگاهش زانوے ادب تہ کند
متکلم محققیکه بنان بیانش اشجار تشاجر از بیخ و ریشه کند جامعیت علوم عدیده بحدی رسیده
که زبان ناطقه از بیانش لال است + و در علو همت و معرفت نکات حکمت بمقامی فائز
گردیده که تعریف و توصیفش محال حکمش نادری و اقبالش اسکندری علمش وهبی و کاوش
حق طلبی، شبے مطالعه کتب بروز می آورد و باز هم از سیر سیر نمی شد - ومیفرمود که کاش
یکشب برابر دو شب می بود مجمع البیان علم ماهر لسان عجم چنانکه ملک الشعرا ایران کلامش
را اخت کلام اهل زبان فهمیده و هفت شوط گرد سرش گردیده . خلاصه اگر چرخ هزار دور
بکند گمان نمی برم که چنین علامه را از کتم عدم سرزند آخر کار چشم زخم روزگار باین بزرگوار
رسید و از دست فلک نیله رنگ روز یکشنبه عصر تنگ بوجع الفواد مبتلا گردید و در یک ساعت
همان روز که روز یازدهم از جمادی الثانی سنه ۱۲۹۱ھ بود از دار فانی رخت سفر بربست و خار خاری
در دل دولتخواهان شکست صاحبزادگان عالی تبار و فرزندان نامدار نرگس وار حسرت زده
گریبان چاک دلها دردناک بارخ زرد و آه سرد همراه نعش اطهر سراسیمه و حیران در مثل
ماهی بے آب طپان گاهی سرگرم ناله و فغان و گاهی مثل غنچه خموشان با جمع کثیر و احتشام
شاهانه تا بغسلخانه روانه شدند و بعد از تغسیل و تکفین نماز جنازه پشت سر مجتهد العصر والزمان

خواندند۔ ودر مقبرہ منورہ آسمان را بخاک سپردند و باز شور و فغان سر کردند قلم اینجا رسید و بشکست یکی از فضلاے عصر تاریخ سن عیسوی چنین موزون کردہ

چون معین الدولہ سید باقر علم الیقین	رفت زین گلزار فانی بر در خلد برین
از لب عیسی بتاریخ وے از روے ادب	میرسد آواز طبتم فادخلوھا خالدین
	سنہ ۱۲۹۱

اِس تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ نواب صاحب علم وکمال مین کیا پایہ رکھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ جناب مفتی صاحب قبلہ سے اُن کے روابط بہت زیادہ تھے اور انھین مفتی صاحب سے ارادت خاصہ تھی اور باہمی مکاتبت جاری رہتی تھی چونکہ زمانہ گذرا اور وہ حالات بتانے والا بھی کوئی نہین رہا اِسلئے پورے واقعات کسی طرح قلمبند نہین ہوسکتے تاہم جو کچھ پتہ ملا ہے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:۔

ماہ شعبان ۱۲۷۳ھ مین جناب مفتی صاحب قبلہ نے نواب صاحب کو یہ خط لکھنؤ سے لکھا:

شد مدتے کہ گفت وشنو با تو روندا د
اے بے نصیب گوش و اے بے نوا لبم

ادام اللہ اقبالکم وضاعف اجلالکم ومد ظلالکم وعمر اطفالکم

بعد عرض میرساند زمان بسیار گذشتہ کہ از خیریت مزاج برکت امتزاج خبری دار قلم و مہر وفا نامہ بری نرسید و درین عرض بعض کلمہ در آئین نگاشتہ ارسال خدمت عالی داشتہ ام حیرانم کہ ہرگاہ در انجام کار ترک عاطفت و ملاطفت یکبارہ پیش نظر داشتند آنہمہ در آغاز باکرام و اعزاز پرداختن و طوق گران بار احسانات فراوان بر گردن این ناتوان انداختن و دل وارستہ را پابستہ محبت ہاے بیغایت ساختن چہ ضرور بود

بہر حال مضی ما مضیٰ اکنون غایت مدعا و نہایت تمنا آنکہ جبیعۂ توقیعے مشتمل صحت و اعتدال مزاج مبارک زیب بخش تارک شود۔ گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف غرضے حسب حال بطریق ارتجال بثبت افتاد چونکہ دماغ آشفتہ کار ہا دارد لب بملامت نباید کشاد

آنرا کہ در کمند ولا ابتلا کنی ۔۔۔ گر سر دہی ز قید حیاتش رہا کنی

بہائے زخم جان دلم بستہ میشود ۔۔۔ گر نافۂ ز خامہ شکینہ وا کنی

گر بر سرم ببگنی از مہر شفقۂ ۔۔۔ خوشتر از انکہ سایۂ بالِ ہما کنی

در عشق حسن سیرت خود مبتلا کنی ۔۔۔ گر از سواد دیدۂ من توتیا کنی

روشن شود مرارت شام فراق تو ۔۔۔ صبحے اگر ز خون دلم ناشتا کنی

آئینہ ہیچ کار ندارد بجز قبول ۔۔۔ محو توام وفا بکنی یا جفا کنی

بیجا است شکوہ ام کہ دلم ہست جاے تو ۔۔۔ بر دے اگر جفا بکنی ہم بجا کنی

از وصلت دو روزہ ما میشوی ملول ۔۔۔ فردا پس از فراق چہا یاد ما کنی

قانون طب بست تو و من در اضطراب ۔۔۔ وقت است گر تو این خفقان را دوا کنی

تا چند سید اگلہ از کار دوست ۔۔۔ او ہر چہ کرد کرد تو باید دعا کنی

نوزدہم شہر شعبان ۷۳ھ ۔۔۔ من اضعف الناس سیّد محمد عباس عفی عنہ

اِس خط کا جواب دستیاب نہین ہوا ۷۴ہجری مین غدر ہوگیا اور اُسکے سلسلہ مین نواب باقر علیخان صاحب پر بھی بغاوت کا الزام قائم ہوا اور وہ قید کردیے گئے یہانتک کہ پھانسی کا حکم ہوگیا مفتی صاحب نہایت مضطرب تھے دعائے شبانگاہی و سحری مین مشغول رہتے تھے یہانتک کہ ذی قعدہ ۷۵ہجری مین رہائی ہوئی۔ رہائی پاتے ہی فوراً نواب صاحب نے جناب مفتی صاحب کو اطلاع دی اور یہ خط روانہ فرمایا اور تشریف آوری کا نیوتہ کا

کمال شوق تحریر کیا۔

بعرض اشرف الامیر ساند ، از ہبوب نسیم لطف باری عز اسمہ شگوفہ مامول سنین و غنچہ امید دیرین اشگفت اعنی اثر ادعیہ سحریہ شریف کہ عبارت از انفکاک سحیف باشد دوم شہر ذیقعدہ ۱۲۷۷ھ گل کرد و الحمد للہ علی ذلک اما درحقیقت نجات از غموم فرقت ہمان ہست کہ مواصلت صوری بندد لفرمایند کہ بایں تمنا فائز میگردانند۔

مفتی صاحب قبلہ تو اس مژدۂ جانفزا کے گوش بر آواز تھے بے انتہا مسرور ہوئے اور جواب میں یہ مختصر تحریر روانہ کی

بعرض میر ساند بعد از وصول خبر تار برقی تار ہائے نشنودم در حیرتے گرفتار بودم کہ آیا سبب تاخیر چیست و باز خود را تسلی نمودم کہ دیر آید درست آید تا اینکہ توقیع رفیع باسطور مشکبار چون قافلہ تتار رسید و بنکہت وصال مصدق خبر تار گردید ؎

شادم بآن حدیث کہ اول ز تار بود
آخر دمید صبح شب ما کہ تار بود

آن تار برقی کہ مرا بیقرار کرد
برق تجلی رخ آن گلعذار بود

حرفے اگر خلاف ادب بر لبم گذشت
عذرش قبول باد کہ بے اختیار بود

سر رشتہ ندارم از ینہا جز اینقدر
کان تار خیط ابیض صبح بہار بود

ہر چند شبستان علائقے کہ دارم مدت دو سہ ہفتہ میخواہد کہ بسر آید ولکن می خواہم زود بمحفل مبارکباد رسیدہ از شکنج غم برہم و گوشے بصدائے مطربے دہم کہ بصد تہنیت بر آید و این غزل سراید ؎

رفت دے موسم بہار آمد
نخل امید ما ببار آمد

از سرشکے کہ صبح و شام چکید
تازہ آبے بروے کار آمد

ازگل عیش دامنے چیدیم		کہ بچشم حسود خار آمد	
گر جہانے رود ز دست چہ غم		شادم از مژدہ کہ یار آمد	

زاد اللہ اجلالکم و عمر اطفالکم و سر عیالکم ۔

چند روز کے بعد مفتی صاحب قبلہ کانپور تشریف لیگئے ملاقات ہوئی نوابصاحب نہایت مسرور و شکر گزار ہوے مفتی صاحب قبلہ بھی نوابصاحب سے ملکر بے حد خوش ہوے ۔

اسکے بعد مفتی صاحب قبلہ کا قیام مستقل کانپور مین رہا ۱۲۲۶ھ مین جناب نواب صاحب مع متعلقین کربلاے معلے تشریف لیگئے مفتی صاحب قبلہ لکھنو تشریف لے آئے ۔ خط کتابت اس عرصہ مین بھی جاری رہی جب نواب صاحب وہان سے واپس تشریف لانے تو پھر جناب مفتی صاحب قبلہ کو بلالیا ۔ نواب صاحب بے انتہا اعزاز و احترام فرماتے تھے اور کوئی دقیقہ راحت رسانی و خدمتگزاری مین اٹھا نہ رکھتے تھے وہ علمی صحبتین ہمیشہ کے لئے یادگار ہین جو مفتی صاحب قبلہ اور نوابصاحب ممدوح سے گرم رہتی تھین نواب صاحب کا اشعار آبدار نظم کرنا او مفتی صاحب قبلہ سے اصلاح لینا اور مفتی صاحب قبلہ کے فوائد و تحقیقات سے روحانی حظ حاصل کرنا اور ایک ایک دقیقہ کو انکی صحبت کے مغتنم جاننا فراموش نہین ہوسکتا ۔ نواب صاحب ممدوح جسوقت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے تو اس طرح آتے تھے جسطرح سلاطین کی خدمت مین حاضر ہوتے ہین نشست و برخاست و سکوت و تکلم مین ادب و آداب کا کامل لحاظ فرماتے تھے ۔ جب مرخص ہوتے تھے تو جہانتک مفتی صاحب قبلہ کا سامنا رہتا تھا اُسلئے قدم جاتے تھے ۔ جب کبھی جناب مفتی صاحب قبلہ نواب صاحب کی ملاقات کیلئے تشریف لیجاتے تھے تو دور سے استقبال کرتے تھے اور مودب سامنے بیٹھتے تھے ۔

نواب سید جعفر علیخان صاحب جناب نواب صاحب ممدوح کے صاحبزادہ کا بیان ہے

کہ جناب مفتی صاحب قبلہ کی نشست کا مقام زنانے مکان سے متصل تھا جناب نواب صاحب ایک مرتبہ وہاں حاضر ہوئے اور چند شعر ایک غزل کے جو نظم فرمائے تھے سُنا رہے تھے کہ دفعتہً ساکت ہوئے اور رخصت ہو کر فوراً چلے آئے اور آپ نے اسکے بعد ذکر کیا کہ آج مجھے بے حد شرمندگی ہوئی کہ مین نے قبلہ و کعبہ کی زنانی ڈیوڑھی کے قریب غزل کے شعر پڑھے اِسکا بیحد تاسف کرتے رہے۔

ایکمرتبہ نواب صاحب بہادر کے (بخشی) نے اتنا کہا کہ مفتی صاحب قبلہ کی تنخواہ ابھی نہین گئی نواب صاحب نے جناب مفتی صاحب کے نام کے ساتھ لفظ تنخواہ کا جب سنا بیحد برہم ہوگئے اور بہت خفا ہوئے کہ مفتی صاحب کو تم کیا سمجھے ہو۔ میرے بھی یہ حقیقت ہے کہ مین مفتی صاحب کو تنخواہ دون جو کچھ مجھے ملتا ہے یہ بھی اُن کی بدولت اور انھین کی برکت ہے اِسکے بعد غالباً اُسے معطل کردیا جناب مفتی صاحب نے سفارش کرکے پھر بحال کرایا مفتی صاحب قبلہ نماز جمعہ مسجد مقبرہ پر پڑھتے تھے اور شہر کے حضرات باوجودے کہ گوالٹولی شہر سے فاصلہ پر ہے بہین حاضر ہوجاتے تھے۔ اور نماز کے بعد مواعظ حسنہ سے جناب مفتی صاحب کے مستفید ہوتے تھے۔

جمعہ کے دن نواب صاحب گاڑی کیلئے حکم دیتے تھے اور جب گاڑی حاضر ہوتی تھی تو خود بھی اُسکے ساتھ آتے تھے اور اسطرح مفتی صاحب قبلہ کو اطلاع کراتے تھے جسطرح کوئی خدمتگار اِطلاع دے کر منتظر رہتا ہے۔ مفتی صاحب باہر تشریف لائے اور نواب صاحب نے ہاتھ پکڑ کر اُنھین گاڑی کے صدر مین بٹھایا اور آپ مودّب سامنے بیٹھے۔ اور عصا جناب کا اپنے پاس رکھ لیا جب گاڑی سے اُترتے تھے تو حسب (یعنی عصا حاضر کرنے کے بعد ساتھ ساتھ مسجد مین پہونچتے تھے۔ ادھر قبلہ و کعبہ داخل مسجد ہوئے اور ادھر نواب صاحب نے

عصا اور نعلین کو اپنے ہاتھ سے اُٹھایا اور ایک گوشہ مین جاکر رکھدیا۔ نوابصاحب نے جو قدرشناسی فرمائی خارج از حد بیان ہے۔

جناب مفتی صاحب قبلہ بھی نواب صاحب کی نہایت قدردانی فرماتے تھے اور اُن کے کمالات ذاتیہ کی بہت عزت کرتے تھے اور اُن کے اشعار رنگین وعبارت خوش آئین سے نہایت محظوظ ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ نواب صاحب بغرض شکار تشریف لیگئے مفتی صاحب قبلہ کانپور مین مقیم رہے نوابصاحب نے وعدہ کیا تھا کہ ایک ہفتہ مین واپس آجاؤنگا اتفاقاً تاخیر ہوگئی مفتی صاحب قبلہ کو بہت پریشانی ہوئی اور نواب صاحب کے نام یہ خط تحریر فرمایا۔

مراسلہ بعرض میرساند۔ سابوع گذشت ومن این دشت احاطہ خاتمی است بے نگین ونبگلہ طارمی است بے پروین داحق کہ شرف المکان بالمکین حالاوقت است کہ از طلوع طلعت برکت رونماید واز وقوع رجعت دولت افزاید کہ غیبت طول کشید و وفرقت بپایان رسید عصرے بگلگشت باغ رفتم وخطے بگرفتم **اشعار**

ہر غنچہ بفکر تو خاموش گشتہ است	ہر بلبلے بذکر تو فریاد میکند
لبریز گشتہ از عرق انفعال نہر	از بسکہ بحر فیض ترا یاد میکند
اے طائران قدس بشوق شکار تو	صیدے دگر چہ شوق تو ایجاد میکند
تو در شکار صید ودلم دارد از خودم	آن وحشتی کہ صید ز صیاد می کند
معمور از تو دشت ومن این دل خراب	غیر از تو این خرابہ کہ آبادی کند
نخچیر تو شدہ است مگر مرغ نامہ بر	ورنہ چو ہدہد دل من شاد میکند
بنویس شقہ کہ زیک رشحہ کلکِ تو	محو نگارخانہ بہزاد میکند

یک ہفتہ بلکہ بیش ازان رفتہ رفتہ رفت	باز آے ورنہ ہجر تو بیداد میکند
باز آکہ آفتاب کنون صید گاہ را	آتشکدہ چو کورہ حداد می کند

زیادہ زیادہ ادام اللہ اقبالکم وضاعف اجلالکم وعمر اطفالکم وارانا جمالکم

مراسلہ بعرض میرساند فقیر در کشاکش افتادہ وطاقت از دست دادہ - وضعف معدہ چنان قوت گرفتہ کہ کار از کار رفتہ و معہذا وفور مسائل و ورود رسائل - وضعف صوم وغلبۂ نوم وتوارد قوم در ہر یوم وتہیہ وعظ وجماعت وتوطیہ وظائف طاعت مشوش حواس ومقلب انفاس است ٥

طاقتے چندان نداریم و مکرر کوہ را	چون پر کاہے ببایداز زمین بر داشتن

طالبان علوم دینیہ وجویندگان معارف یقینیہ گاہ بے گاہ رو می آرند و صاحبان بحاجت ما را می گزارند ٥

خشکید از ہجوم عزیزان دماغ ما	پروانہ بسکہ پر زدہ گل شد چراغ ما

استخارہ در سفر مساعدت نکرد لہذا اصبر در مباعدت ورزیدیم و درین بارہ چارہ از اتباع استخارہ ندیدیم من بعد دو صحیفہ شریفہ متضمن مضامین لطیفہ رسید ٥

وکم للہ من لطف خفی	یدق خفاہ عن فہم الزکی

وقوع تاخیر در جواب از اقل الطلاب ردی خطاب بسوے بعض احباب بسبب شرم حجاب آنجناب بود نہ از راہ تقدیم قدم بر عظام بلے بندہ عاصی رو بآسمان نمی کند و سر بر زمین می افگند منشی باقر علیصاحب روزے قدم رنجہ کردہ و نسخہ خوبے از جبۂ واقیہ آوردہ میگفت تحائف دیگر ہا براے جناب عالی دارم ومی خواہم بجا دمی از خود وآدمی از تو بیارم تا بآنجناب برساند گفتم خوبست بعد ازان صدا وندا ازش بر نخاست ٥

مراسلہ بعرض میرساند مدتی است کہ از افق عطوفت صبحی چون نسترن ندمیدہ و از مصر محبت بوے پیرہن نرسیدہ شبانگاہ در تصور جمال خورشید تمثال بودم و استخبار حال خجستہ مآل از مرآت خیال باین منوال می نمودم ؎

اے نیّر آسمان ایمان چونی / وے یوسف خستہ جان اخوان چونی

یونس کہ چہل شبے زماہی نالید / اے عارف ماہیت عرفان چونی

عالم شدہ بے تو در نظر تیرہ و تار / اے شمع و چراغ زیر دامان چونی

اے جاے تو در سفینۂ آل نبی / چون نوح فتادہ بطوفان چونی

رونق ز تو یافت تخت بلقیس کمال / در خانۂ مور اے سلیمان چونی

شادم بامید انجلاے رخ تو / اے ماہ گرفتہ در شبستان چونی

اے قائم آل طول غیبت تا چند / اے جان جہان ز چشم پنہان چونی

بگذشت زمان و گشت پیمانے تو / اکنون تو بکنج رنج و حرمان چونی

بیماری غم کشیدی از شام ستم / اے سید عابدین بزندان چونی

اینہا ہمہ یکطرف زما ہم دوری / بارے بنویس حال ہجران چونی

مکتوب تا بہ اینجا نوشتہ بودم کہ ناگہان خطے از مولوی مرزا محمد حسین صاحب مشتمل بر قطعہ برات و شعر برنا خوشی طبع مبارک آن عالیہ جات رسید ہوش از سرم پرید خداوند عالم بحق بیمار کربلا شفاے کامل و صحت عاجل عطا فرماید خواستم کہ ازین بلدہ حرکت و چندے ادراک صحبت با برکت نمایم استخارہ براے این ماہ مساوی و براے ماہ آیندہ د ا سب آمد انشاء اللہ در اول رجب با داے ما وجب می پردازم و دیدہ و دل را از لقاے فرحت انتما مایۂ نور و سرور می سازم جوش دریاے نوال در چنان ضیق مجال نظر با کتاب ثواب کار آن عالی جناب است اسبغ اللہ علیکم نعمائہ

واجزل لکم الاثر ۔ اضعف الناس السید محمد عباس جعله اللہ من الصابرین حین البوس والباس

دعائے حضرت یعقوب برائے آن یوسف مصر خوبی خوبست یا من لا یعلم کیف ھو وحیث ھو

وقدرتہ الا ھو یا من سد الھوا بالسماء وکبس الارض علی الماء واختار لنفسہ احسن الاسماء

ائتنی بروح منک وفرج من عندک

ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب نے کانپور سے لکھنؤ تشریف آوری کا ارادہ کیا اور نواب صاحب کو اپنے ارادے سے اطلاع دی اور اپنے روابط کے لحاظ سے اجازت طلب فرمائی اس موقع پر جو مکاتبت ہوئی اُس سے باہمی روابط اتحاد اور نواب صاحب کا خلوص ارادت اور مقام عقیدت اچھی طرح نمایاں ہے۔

مراسلہ مفتی صاحب بعرض میرساند بسبب بعض ضرورات ارادہ لکھنؤ دارم امیدوارم کہ مجاز فرمایند ودست رد بر سینہ ام نگذارند۔

مراسلہ نواب صاحب در جواب بعرض اشرف والامی رسانم ۔کسی یارا ندارد کہ خلاف مرضیات ومطلوبات عالی راہ رود اعم ازانکہ خلاف طبائع ما ہا بودہ باشد یا نہ بلکہ دریںجا نکتہ پیدا شد یعنی مرضیات عالی ہمہ بروفق مرضیات الٰہی است پس در خلافش برائے ما چہ باشد مگر درامر خاص مفارقت ومہجوری کفر حضوری لابد از اسلام دوری میدانم و قطع نظر از جوش ارادت و عقیدت کہ غیبتش پاکیزہ تر از شہود است میخواستم کہ اگر امسال روزے از روزہائے عشرہ محرم ذکر حال کربلا ومصائب سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا بر زبان فیض ترجمان عالی سامعہ افروز مومنین گردد و باشناب حسرتے کہ بر رخسارہ ہائے شان جاری شود دفتر گناہ خود را بآبیاری توان شست آنا نمیدانم کہ تقدیر حیثیت باجملہ بتذکر معانی فنا فی اللہ کہ دور از کفر وضلال صوفیہ گمراہ کہ جناب علیین مآب طاب ثراہ فرمودہ اند واصلاح زندقہ شان نمودہ توان گفت کہ حالا فنا فی الشیخ

ہم صورتے داشتہ باشد المختصر ے یراقمہ

در دو دوا ے ما ہمہ درکف اختیار ست	ہر چہ بخواہی آن بکن لیاقت حفانہ کارست

زیادہ حد ادب   احقر تلامذہ باقر علی عفی عنہ

مراسلہ مفتی صاحب | بعرض میرساند چونکہ رضاے رب الارباب برمن جناب لازم و بروفق معنے صحیح فنا فی اللہ ہم متحتم است پس بناے کار خود بر استخارہ وچندے سنگ صبر بر سینہ میگذارم جناب ہم درین عشرہ محرم این غم و الم بتاسی اہلبیت علیہم السلام بر خود گوارا کنند

مراسلہ نواب صاحب | بعرض اشرف والا می رساند ہر چند کہ یاراے خلاف باراے آن سراپا انصاف ندارم و تن ہمہ تن بہ تسلیم و رضاے آن مقبول ذوالمنن می گذارم اما دل ناصبور بدگمان راچہ علاج کہ بچندین عبارتہاے شیرین و توجیہات نمکین تسلی نگشتہ ہر آن سر از گریبان تردد و تلاش تازہ بر می آرد لہذا شعرے گستاخانہ بعرض آن وحید زمانہ رسانیدہ طور یکسہ دل می خواہد استدراک حال می کنم ے

ساحر چو سر نہاد بہ تیغت نہادہ باد	اما نہ لائق است ترا سر بریدنش

از براے عزت رب العزت و علو حق بعثت جناب ختمی مرتبت و عفو اختیارے شاہ خیبر کشا جناب بفرمایند کہ چرا تشریف می برند زیرا کہ مفارقت مجبورانہ انسان را بغم و الم ناچاری آشنا می کند و از مفارقت ارادی بوے شکیبائے باستبداد جداے بر می آید و ہذا الفراق من شق الآخر فیا حسرتا علی سوء حال الساحر چشم براہ جواب زیادہ حد ادب و آداب

مراسلہ جناب مفتی صاحب   لاعلاج سفر را خلاف مزاج وہاج دانستہ موقوف گذاشتم

مراسلہ نواب صاحب | بعرض اشرف والا میرساند سرور وجبور نامحصور کہ ازین لطف و مرحمت لاحق این سراپا قصور گردید از تقریر لذت آسایش آنچنان عاجزم کہ در اداے شکر

وسپاسش از وقتیکہ باین مژدۂ جانفزا رسیدم گہے برلطف وعطاے والا نازیدم وگہے بر اثرآہ رسا۔ ایزد باین ذرّہ نوازیہا سایہ والا از سرِ ما کم نہ کناد ہزار ارادہ با انداز فسخ این یک ارادہ ڈاک گاڑی وقتیکہ ارشاد ورود حاضر در دولت گرد دانیہمہ تاخیر کہ در استفسار وتعین وقت رونمودہ ازان است کہ بندہ ناچیز بعد از چیز خوردن بخواب رفتم ؏

انجام کارِ خویش بغفوت سپردہ ایم — زیادہ حد ادب

احقر تلامذہ باقر علی عفی عنہ

ان تحریرات سے واضح ہوجاتا ہے کہ نواب صاحب خود بھی باکمال شخص تھے اور یہی سبب تھا کہ وہ جناب مفتی صاحب کے قدرشناسی کی پوری قابلیت رکھتے تھے اگر ان واقعات کو بسط دیا جاے تو موضوع کتاب سے بہت بعد ہوجاے لہذا اس مقام پر صرف چند شعر جناب نواب صاحب کے اور بھی درج کئے جاتے ہین۔

حرف تلخ از لب شیرین می ناب ست اینجا حافظ آبروے توبہ کہ باشد امروز ناصحا گر سخن از ترک محبت داری	نگہ گرم بہ از سیخ کباب ست اینجا یار جامے بکف وجوش شباب ست اینجا حرف آہستہ کہ آن خانہ خراب ست اینجا
دین بود ندو دل خانہ خرابم دادند	مصحفم سوختہ یک سادہ کتابم دادند
یک گریہ بود از پے تسکین سوز دل	آنہم جواب داد کہ نم در جگر نماند

فصل گل شد و سے جنون باقیست	جان تن رفت و جوش خون باقیست
دل جدا شد در ابتداے فراق	آه سازو چه انتهاے فراق

مطلع

گره ز قطره اشکم کشاد جیحون شد	غبار خاطرم او جے گرفت گردون شد

مراسله مفتی صاحب

بعرض میرساند نسیم وصال و شمیم اقبال یعنے صحیفه شریفه بدیع المثال که آئینه جمال و مرآت کمال آن مجمع شرائف خصال و مظهر الطاف ایزد بے همال بود رسیده مکرر دیده شد

دیده از دیدنش نگشتی سیر	هم چنان کز فرات مستسقی

باوجودیکه آثار فرط ملال و کلال و انحراف مزاج اقدس از اعتدال و تالم خاطر مبارک از فرقت و بعاد و شدت صداع که نصیب دشمنان باد از فحاوی و مطاوی آن چنان هویدا شد که از رهگذر استعجال و ممر ارتجال لاتقنطوا ابتداے ثناة دمخصوص بسین بزبان قلم مشکین رفته ولیکن معهذا از حلاوت کلام طلاوت نظام چنان حظ وافر و بهره کاثر داشت که انگشت نیل برخوان خلیل میکشید و از رشحات عطوفت و دلجوئی این رنجور و پرسش و نوازش این مهجور چنان لبریز و معمور بود که بیاضش مرهم دل خسته و سوادش مومیائی بازوے شکسته گردید الحال بفضل اله و توجه باطنی آن عالی جاه صبیه را تخفیف بیّن در عوارض بهم رسیده تردد را پیرامون خاطر دریا مقاطر راه ندهند و گاه گاہے برهمین نسق در زمان دوری و مهجوری از ارسال تحائف صحائف مرهم کافوری بر دل افکار نهند که هرچند نوازش نامجات سابق نیز دافع سموم هموم و قاطع غمام غموم می گشت اما چون الحال تغیر ایام و لیالی مانع از

گلچینی گلشن وصال است رشحات اقلام را درین خشک سال نفعی او فرد ثمر داثرے دگر خواہد والالمضمون ذکر العیش من بضائع المساکین در آرایش بزم خیال بر تذکر اخلاق کریمہ والطاف قدیمہ آن نیر اوج کمال اکتفا خواہم نمود و قطع نظر از جمیع اشفاق سابقہ ہمان معانقہ کہ بوقت وداع جزء اخیر علت التہاب والتیاع گشتہ بود تذکرش نشتر زن شریان و تصورش نمک ریز دل بریان است بالجملہ گاہے از حیات تنگم و گاہی باخود در جنگ ولیکن می دانم کہ چون جانبین را محبت ہمدیگر للہ وفی اللہ بودہ است ایزد بےچون و نقشبند کاف و نون خوش جلوے را تغیرے و آہ سحری را تاثیرے خواہد بخشید ۔

بیدل نیم ہنوز بہ بسنم چہ می شود	

قصد قصیدہ کہ فرمودہ اند التماس ضرور و ابلاغش موجب سرور والسلام خیر ختام ۔ معروضہ را بعد ملاحظہ پارہ پارہ کنند و حرفے را کہ خلاف آداب در طے این طومار مشاہدہ کردہ باشند از لوح سینہ تبرا شند کہ دل شیفتہ و دماغ آشفتہ کار ہا دارد زیادہ ایام بکام باد مراسلہ مفتی صاحب زاد اللہ اقبالکم و ضاعف فضلکم و کمالکم ۔ بعرض میرساند ۔ چونکہ شوق زیارت از مدتے گریبان گیر بودہ والحال از تلویح و توضیح سرکار آشکار شدہ کہ بدولت آن ولی نعمت عن قریب کام دل حاصل میشود و گفتہ اند ۔

	آتش شوق تیز تر گردد	وعدہ وصل چون شود نزدیک

و معلوم است کہ درین سفر کہ آنرا سفر آخرت میگویند استخلاص از شغل الذمگے و تدارک زاد و خیال عیال و واماندگان واجب است و وقت خیلے تنگ پس درنگ غیر مناسب بنابرین واجب العرض اجمالی یا تفصیلی ہر چہ ارشاد شود از نظر انور بگذرانم و بعد از وصول ما ہو المقصود

اداے دیون و تہیہ زاد سفر برایم زیادہ

مراسلہ نوابصاحب بعرض والا میرساند۔ السیاحۃ طویلۃ والفرصۃ قلیلۃ والنذر قاصر والمطیۃ عاقر والطریق طامس والرفیق عامس والشوق جازم والضعف لازم این بود کہ شرح اسباب تعویق موجز السمع آن مدقق قانون تقلید و تحقیق رسانیدم و طالب اعانت گردیدم لوازمیکہ پیش نظر سرکار است بیش ازان حقیر ہم در تہیہ اش گرفتار و تشویش دل و دماغ نخانہ فکر و تدبیر را بیچراغ کردہ است من حالم اینست و زمانہ براے خود بودہ بفرصت کمین نہ یاری دارم نہ غمگسارے غیر ازین کہ این جماعہ گوش بران چند از صبح تا شام براے مطلب خود وقت مرا تلخ می کند چنانچہ درین تحریر این چار سطر عرض معروض شان چون مگسان پر و پرانقدر برمن ہجوم آور بود کہ اتمامش در نظر محلل می نمود باقی ماند ذات بابرکات ان افضل الاماثل پس در استمداد و اقتباس رادی ازان انتشار حواس مخل نمیدانم کہ انجام من چون است نیک ست یا زبون ے دستے از پردہ برون آید و کاری بکند

نواب صاحب زیارت سے مشرف ہو کر جب پلٹے تو کتاب غایۃ المرام اور ایک صندلی قلمدان بطور تحفہ بھجوایا جناب مفتی صاحب نے یہ قطعہ شکریہ مین لکھا۔

اے فضل تو چو نص علی ولی جلی است	دیدن ترا و مثل ترا جستن احولی است
بے زحمت سفر ز عطایت رسیدہ ام	تا غایۃ المرام کہ مداحی علی است
ترسم بمدح و شکر ترا در دسر دہم	اما باین خوشم کہ قلمدان صندلی است

نواب صاحب نے اِس قطعہ کو بیحد پسند کیا اور فوراً جواب مین یہ قطعہ تحریر کیا۔

مانند صبح صادق صدقم بتو تمام است	عباس دوست بودن ز مذہبم حرام است
در ہدیہ محقر گر جان برم بسویت	زیبد و لے قبولت خود غایۃ المرام است

جائیکہ عطر خلقت عنبر فشان نباشد	صندل چو بوے گلہا خود مایۂ زکامست
تبدیلی دہانرا غیر از ستائش تو	جستن ز نخل خرما این آرزوے خامست

ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب قبلہ نے نواب صاحب سے باغ کے مالی کو مع چند درخت انار بھیجدینے کی خواہش کی پہونچنے مین کچھ دیر ہوگئی تو یہ رقعہ نواب صاحب کو تحریر کیا۔

انار اللہ برہانکم وخضر بستانکم ونضر ریحانکم مالی وللناطور ما اتانی وہو مامور قد امرتہ باحضار اشجار مما یستلذ اکلہ واکلہ ولیس فی الزمان الاشکلہ اعجبنی حبّہ وغلبنی حبہ اذ فیہ من الجنۃ حبّہ ومن اکلہ انار قلبہ وہو الذی قال فبدا دم اذا اکلتہ وانت جائع اجزأك وان اکلتہ وانت شبعان امرأك اما الخطاب الفاصل فحاصل واصل وثمنہ اوّل الجمّل مع کسرہ الاول ادام اللہ اقبالکم وضاعف اجلالکم وفضلکم وکمالکم۔

ایک مرتبہ کوہ منصوری سے نواب صاحب نے اروی بھجوائی جسکی نسبت خود مفتی صاحب قبلہ اپنی کشکول مین تحریر فرماتے ہین۔

اروی ہندی از قسم ترہ وسبزی غالبًا درین اطراف بقدر چہار پنج انگشت میشود ونواب کہ از کوہ منصوری برگشت یکدانہ ازان بسیار بلند پیش حقیر فرستاد وگفت کہ درآنجا بقدر یک ونیم ذرع میشود فقیر این خبر تازہ را باین عبارت نوشتم ۲۷ شعبان ۱۲[illegible]ھ

اروی ھذا الحدیث العجب بطولہ ففیہ دلالۃ علی صنع اللہ فی ذرع الجبل وبقولہ ودانہ کہ فرستاد قریب دو وجب است بالیقین فتبارك اللہ احسن الخالقین ۞

نواب صاحب نے ایک حقہ جناب مفتی صاحب کیخدمت مین بھجوایا اُسکی رسید مین حسب ذیل اشعار تحریر فرمائے ۔

اے نے قلیان تو باین پیچ و تاب | بہر چہ سرگرم فغان گشتۂ
قامت تو راست ترا ز تیر بود | بہر چہ خم مثل کمان گشتۂ
مجمرہ گردان حریفان شدی | لخلخہ ساز خفقان گشتۂ
دست دہد وصل تو در روز عید | گرچہ جدا در رمضان گشتۂ
مرہم زخم جگری صبحدم | ہمچو صبا مشک فشان گشتۂ
مونس شبہاے سیہ بودہ | محرم اسرار نہان گشتۂ
بوسہ زنی بر لب شیرین یار | درد ہمہ تلخ چسان گشتۂ
میکشی از بسکہ ز دل آہ گرم | ہمدم جان سوختگان گشتۂ
بسکہ کنی پشت بخدمت دوتا | ہم سخن پیر و جوان گشتۂ

مراسلہ مفتی صاحب[1] طال بقاہ ۔ دام اقبالکم شب سرفہ شدت گرفت طاقت یوماً فیوماً بلکہ آناً فاناً کم می شود و فکر قرض زیاد و اضطراب دل در اشتداد ۔ این وقت رقعہ جان فزاے در کو اغذ برآمد ملاحظہ کنید و پس دہید کہ مرہم خاطر خستہ است و مومیائی دل شکستہ است عمرانہ اطفالکما و ضاعف اقبالکما ۔

رقعہ جانفزاے نواب مرحوم بسم اللہ الرحمن الرحیم اے سرمہ دو دیدہ من خاکپاے تو ۔ نورانی است روز سیاہم زراے تو ۔ کافر باشم اگر از بابت دلخوری چیزے نوشتہ باشم بلکہ میخواستم کہ بفہجواے کرمہاے تو مارا کرد گستاخ ۔ عبارت را بلباسی در آرم کہ طیب خاطر شود ۔ اما ترسیدم کہ مبادا از کجا بگویم و خیال از کجا شود خود را نگہداشتم و باین عنوان مطلب را راہ انداختم

[1] بنام نواب سید یوسف علیخان صاحب فرزند اکبر نواب صاحب ۱۲

اما آنہم نشد بلکہ تبرا زو شد۔ از برائے مرحمت خود حقیر را یکے از نوکران درخانہ خود تصور بفرمایند وحاشا ثم حاشا کہ مطلب من چیزے دیگر باشد فقط کجی زبان است کہ حرف راستم را کج کرد فالعفو عند کرام الناس مقبول۔

جواب از نواب ممدوح اللہ یشفیکم بالعجل وابقاکم بالفضل علی رؤسنا۔

اے نور دیدہ کان من آمد عطاے تو		سید ہزار جان حسینم فداے تو	

شکر این نعمت عظمیٰ کہ از مراحم والا دیدہ ام بکدام زبان و بکدام لسان ادا کنم خداوند سایۂ عالی سرکار را از سر ما ماندگان کم نکناد و از عوارض جسمانی و روحانی دور داراد آمین ۔ بارے دو تا کحل الجواہر کہ بہر دو دیدگان حکم تنور داشتند نزول آوردہ ولے در خصوص یکے امر استرداد آمدہ پس دست بستہ بصد عجز و نیاز معروض میدارم و برحمت سرکار محول میکنم کہ آیا راضی ہستید یکچشم بے نور باشد و یکے پرنور بفحوائے الامر فوق الادب ملفوف است اما نظر مرحمت عالی نمودہ چشم انتظار برور دوثانیا در خصوص در امر معلوم قبل از آنکہ بزیارت صحیفہ والا مشرف شوم طلبیدہ ام و بعض عرائض دیگر انشاء اللہ بر شرف حضوری بسمع عالی می رسانم زیادہ دبا نع

احقر و کمتر علی عفی عنہ

مراسلہ مفتی صاحب زاد اللہ اقبالکم و عمر اطفالکم ۔طبع عالی بطبع این کتاب خود مائل بود و ہرگز ایما و اشارہ بسخاوت حسین یا بدیگرے نفرمودہ بودید کہ چاپ زند ہم ایما و اشارہ سرکار شمارا تقریرًا و تحریرًا اظہار نکردہ ام حاشا و کلا ۔ و سخاوت حسین ہم مدعی نیست بلے عبارت جناب سید علی نقی صاحب موہم این مطلب است ظاہرا منشی سرکار ایشان مطلب سخاوت حسین درست نفہمیدہ و نتوانست کہ درست ادا بکند و الداعی اللہ مقامی فرمودہ کہ ہندیہا مطلب خود را ہم درست نمی توانند نویسند خلاصہ قصور عبارت است نہ قصور من

بنام نواب سید جعفر علیخان زندہ زاد لطفہ وافضالہ ۱۲

	فکانئی سبابتہ المتندم	عایری جنی وانا المعاتب فیکم

حال فقیر این است کہ یکطرف اطفال بیمار افتادہ اند و یک طرف خود در آلام روحانی
واسقام جسمانی گرفتارم ازین ممر باوجود فصل تنقیہ نبود تنقیہ کردم در اسہال افراط واقع
شد بسبب شیب وقوت قوت ودفع رطوبت صالحہ برنشستن تا یکساعت قادر نیستم وانگہی
حرکت از فحوائے کلام حکیم اچھے صاحب معلوم شد کہ آن ثمرہ شجرۂ اقبال را قصود آن میباشد
کہ ماہ مبارک را در انجا بگذرانم ہر چند امراض وبعض موانع شرعیہ موجود است واستخارہ ہم
بنہضت خوب نیامدہ با این ہمہ اگر رضا وخوشنودی دران مطوی باشد کہ بیایم پس خود را
بخدمت میرسانم وماہ مبارک را بہر نوع در آنجا میگذرانم والا بعد ماہ صیام ان شاء اللہ
قصد حتمی دارم اظہارے کہ از میر سخاوت حسین صاحب گرفتہ ام ملفوف رقیمۃ الخلوص است پرپرزہ
بسبب شدت امراض واعراض صبیہ کہ بدست حکیم صاحب نفسہ فرستادم زیادہ التماس دعا۔ ادام اللہ
اقبالکما وزاد اجلالکما وعمر اطفالکما۔

جواب نواب صاحب بعرض ملازمان عالی می رساند صحیفہ شریفہ ونمیقہ انیقہ
کہ ہر سطرش تعلیمی درست داشت وہر کششش سیلے استادہ بود نزول اجلال آورد واز
ادراک بے لطفی مزاج وہاج کہ ان شاء اللہ ہمیشہ نصیب اعداے سرکار قبلہ باد حالتے کہ بعقیدت کیشان
رو داد چہ عرضہ دہم ہمین کہ می خواستم کہ فرز بخدمت حاضر شدہ کمر خدمت گذاری بربندم
واز حیات مستعار آنچند نفس را عمر ابدی شمارم لکن دوام سد باب وسنگ راہم شدند یکے
ضعف واضمحلال کہ از کیماہ یا کمتر لاحق حال است وثانیاً خدا نکردہ خوف وبیم آشفتگی طبع و
اعلاے قبلہ وکعبہ کہ نسبت احقر واذل است کہ از بعض عبارات والفاظ توقیع رفیع مترشح
شدہ چنان در دل خلاص منزل جا گرفتہ است کہ حوصلہ باختم ودیگر بخود جرأت نیافتم کہ

قبل از رفع ملال حاضر شوم یعنی العیاذ باللہ ونستجیر باللہ کہ حقیر نسبت امر غیر واقع را بمولاے خود
کردہ ام حالانکہ اشہد باللہ وکفی باللہ شہیدا اگر بہیچ نحو مکنون خاطر حقیر بودہ باشد کہ حسب
ایماے سرکار قبلہ این کتاب را میخواہند بنام من چاپ زنند بلکہ مرجع خاص وعام دانستہ
رجوع بسرکار قبلہ کردم کہ حال اوضاع دنیا بدینجا رسیدہ کہ ہمچنین رنگہا می ریزند وعلاوہ
براین چونکہ بجہت علالت اعتماد وثوق بریاد خود نداشتم کہ حقیر چنین خواہشے از انہا کردہ ام
یا نہ لہذا براے رفع اشتباہ تا انجام کار رنجالت کشیدن نشود حکیم صاحب را بخدمت ملازمان عالی
روانہ کردم کہ بلکہ خودم بخدمت عرض کردہ باشم کہ بانہا ہدایت شود یا بمعرفت احدے دیگری
بانہا پیغام فرستادہ باشم وحال از یاد رفتہ باشد پس بہتر است کہ این امر در حضور سرکار قبلہ
انفصال یابد وغیر ازین ہیچ منظور نداشتم وکافر باشم اگر ارادہ دیگرے این معروض داشتہ باشم
وانچہ در خصوص ایاب سرکار خود قلمی فرمودہ اند لوحش اللہ کہ منوی ومدعی حقیر این باشد کہ سرکار قبلہ
در ماہ مبارک درین کوردہ رونق افروز شوند بلکہ وفور اشتیاق ملازمت را در عبارتیکہ بعرض
رساندم از اطلاع واثر گوئم نتیجہ برعکس دادہ بنا برین قصد داشتم کہ جملہ تقریر خود را کہ بزبانی
حکیم صاحب بموقف عرض آوردم اعادہ کنم ولے بلحاظ اطناب مخل وخیال فتور اوقات
شریف ملتوی بر حضوری گذاشتم ورنہ قطع نظر ازین کہ اگرچہ دوری ملازمان عالی خیلے صعب
است اما ارادت میدان نیاز کیشان را خوشنودی از خوشنودی سرکار میباشد ورضا برضاے مولا
از ہمہ اولی است والعذر عند کرام الناس مقبول زیادہ سلامتی سرکار

شنبہ ۳ شعبان ۱۲۹۱ھ احقر ندا ابو جعفر علی عفی عنہ

جواب مفتی صاحب

ادام اللہ اقبالکم وضاعف اجلالکم وعمر اطفالکم انچہ از
محاسن صفات وفضائل ومحامد خصائل وشمائل ومراتب علو ہمت ومدارج الفت ومحبت

ومراعات ادب وتہذیب قدر شناسی ومروّت وتعظیم وتکریم اساتذہ درخمیر وضمیر آن امیر

ابن امیر مثل نور دربصر وآب ورنگ درگوہر مندمج ومندرج گشتہ ازحد بیان وتوصیف

گذشتہ است اگر قلیلے ازان درمعرض بیان آید محمول برمبالغہ یالق یشود واگر بالمرہ

طے کشح ازان کردہ شود کفران نعمت وکتمان حق پس فکریم کہ چگویم وچہ بنویسم وہمچنین

محبت ورضا وخوشنودی کہ مرا نسبت بسرکار نہ اززمان دراز بلکہ ازعہد الست درطبع نشست

نہ چنان است کہ منجر بملال یامشرف بزوال بودہ باشد ۔ خلاصہ ملالے وخیالے درہیچ

حالے نداشتم وندارم واما اوضاع دنیا بجائے کہ رسیدہ است پس ازان نہ چندان دلفگارم

کہ یکے ازہزار بشمارم یا برنگارم اما نقل ایاب حق این است کہ حکیم صاحب ہمین قدر گفتند

کہ حضور فرمودہ اند کہ ماہ رمضان بغیر شما مثل روزہ ایست بے نماز وبدیہی است کہ این عبارت

ناشے ازکمال اشتیاق وشاق بودن فراق است لکن چون اشعارے وفحوائے بر حسن طلب

بارعایت ادب دارد لہذا نوشتم انچہ نوشتم وفقراتے کہ درآخر شقہ شما مندرج بودہ باعث

سرور موفور وحبور غیر محصور گردیدہ کہ حرف حرفش از حسن عقیدہ وارادت والتفات آن

حمیدہ صفات لبریز ومملو است ۔

مراسلہ نواب صاحب یا کاشف السروالاسرار ویا صاحب العلم بالآیات والاخبار

یا حلاحل العلما ویا افضل الفضلا ویا عمدۃ الخلائق وعیبۃ الدقائق خیر الناس مولانا ومقتدانا

المفتی السید محمد عباس دام اللہ ظلالہ علی رؤس التلامذہ

یامولای قد کنت فی البارحۃ مصروفا فی تلاوۃ القران حتی بلغت الی

قولہ سبحانہ ان اللہ علی کل شئی قدیر فا[illegible]ل علیہا شخصان من الاشیاء خلقہ

واخراجنا عن حدود مملکتہ وھو لایقدر علی ذلک کما ھو المعلوم فکیف یصح

کون قادراً علی العموم۔

جواب مفتی صاحب یا دوحۃ المراد و فرحۃ الفواد ثمرہ شجرہ الابہۃ والجلال یدک اللہ برایات الاقبال واصعدک مدارج العلم والکمال۔

قل لمن استشکل الایۃ الکریمۃ الناطقۃ بالقدرۃ العمیمۃ ان القدرۃ متعلقۃ بکل امر یمکن وجودہ فی الاعیان واما المحال ففی نفسہ عیب ونقصان فلا یتعلق بہ القدرۃ ولا نقص وما من عام الا وقد خص فافہم وعش واسلم۔

شہر آشوب حسب حال

بگذار شکایتِ جفا را / گویم تو شکوۂ وفا را
یاران کہ خطوط می نویسند / پیچیدہ ہزار عقدہ ہا را
جمعے بامید اینکہ گویم / تاریخ حوادث قضا را
برخی بہوائے اینکہ سازم / چون فرش حریر بوریا را
این شکوہ ز جور چرخ دارد / تا دور کنم ازو بلا را
وین می طلبد وسیلۂ من / تا رہ بدہم باد عطا را
وین فتوے و حکم شرع جوید / وین نفع و مضرت دوا را
این نکتہ نظم و نثر پرسد / وین سورہ و آیہ و دعا را
خواہند رضائے خویش از من / با اینہمہ اختلاف آرا
تنہا من و این جماعت خلق / کلک از نے دراہ سنگ خارا
بیماری و رنج و فکر و پیری / بیکار فگندہ دست و پا را

تدبیر سوال خلق سازم
شد تلخ بہ بندہ جام شیرین
چون عذر کنم بزار و نالی
اے چشم تو کور گریہ تاکے

یا حیلہ پرسش خدا را
این غصہ چسان کنم گوارا
گویند نہان و آشکارا
بنویس جواب خط مارا

مفتی صاحب اور جناب سید العلما

سید العلما جناب مفتی صاحب کے اُستاد تھے مفتی صاحب نے تکمیل علوم کے بعد شرعیات کی تکمیل کے لئے سید العلما کی خدمت مین زانوے تلمذ تہ کیا جس کی تفصیل اساتذہ کے ذکر مین تحریر ہو چکی ہے جس سے ناظرین اندازہ کر چکے ہونگے کہ سید العلما مفتی صاحب کو کس قدر عزیز رکھتے تھے اور اُنکی قدر و منزلت اُنکی نگاہ مین کسقدر تھی لیکن بعض حالات و واقعات یہان بھی ذکر کیے جاتے ہین تاکہ ناظرین کو زیادہ استفادہ کا موقع ملے۔

ایک مرتبہ سید العلما نے ایک شخص کی سفارش مین یہ رقعہ تحریر فرمایا تھا:

ایها السیّد الاجل الاکمل ذو البهاء والشرف والفضل بین الناس السیّد محمّد عباس حرسہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ وبعد فان حاوی المفاخر اغا طاہر سلمہ اللہ الغافر یروم ان یدخل نفسہ فی عداد تلامذتکم ویستفید من خدمتکم فان امکنک هذا فامنن علیہ بذلک سرّک اللہ ومنّ علیک واحسن احسن اللہ الیک والسّلام خیر ختام

کتبہ السید حسین صانہ اللہ عن کل شین

شہر شوال ۱۲۷۱ھ

اسکا جواب مفتی صاحب قبلہ نے حسب ذیل عبارت مین تحریر کیا :-

سیدی معتمدی مسندی والذی خلتہ فی خلدی وھو فوز ابدی صانہ اللہ عن الشر وعافاہ عن الضر وابقاہ مدی الدھر ولقاہ من العیش سرورا ومن النفس مناھا بیاسین وطہ وصل المھرق الطیبۃ المونقۃ الرائعۃ الفائقۃ الیوم الی العید وقد کان حزینا شجی القلب شجینا فواھا وتلاھا فوشمس وضحھا نور العین سناھا ولقد فاح شذاھا وازاحت رمقی ثم ازاحت قلقی بکلام عبق فتفطنت لما اودع فیھا رغبا من معان کلآل تزدری عھد صبی فی مبان کزلال ھو یجری کصبا او کنخل ابنۃ عمران متی ھزلھا الجذع تساقط رطبا ومطا وشرفت فی فقرات لطفت وھی تحاکی ذھبا فسمعت واطعت رھبا بل ادبا معاشئت بالی من ھجوم الطلبا زادک اللہ الی عزک عزا والی جاھک جاھا مثلما قرت من الفضل بما لا یتناھی ۵

سیکڑون واقعات باہمی روابط کی تصویر پیش کرنے والے شب وروز پیش آتے رہے جنمین سے ایک کا ذکر جناب مفتی صاحب نے خود اوراق الذہب مین تحریر فرمایا ہے :-

قد مرضت فی بعض السنین فعادنی بعد حین فاردت ان اقوم اکراما لہ واعظاما فمنعنی ارفاقا منہ وانعاما وجلس عند رجلی وتوجہ لاجلی وجعل یذب عنی الذباب ویلاطفنی فی الخطاب ھذا نبذ مما جری وما کان حدیثا یفتری

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہین :-

وکان عطفہ کان یزداد یوما فیوما وانا فانا حتی صرت من اقرب الناس

الیہ مکانا واختصصت بہ کتیاب جلدہ لا یفرق بینی وبین ولدہ۔ اگرچند امور ہوتے تو اُن کے جمع کرنے کی کوشش بھی کی جاتی لیکن جب روزمرّہ کی باتین ہون تو کہان تک ضبط ہو سکتی ہین۔ علمی مذاکرات انواع تحقیقات اقسام ملاطفات اِن سب کے بیان کے لئے جداگانہ ضخیم مجلّد کی ضرورت ہے۔

مفتی صاحب قبلہ نے اپنے اُستاد کی جو قدرشناسی کی اور جس قدر نشر فضائل مین اہتمام کیا بہت مشکل ہے کہ کوئی شاگرد اپنے اُستاد کی اتنی تعظیم وتکریم و بزرگداشت کر سکے۔ اُنکا یہ طرزِ عمل آیندہ نسلون کے لئے ایک اخلاقی سبق ہے۔ تصانیف کی کثرتِ تعداد پر نظر ڈالنے کے بعد غور فرمایئے کہ کمتر ایسی کوئی کتاب ہوگی جسمین کسی نہ کسی مناسبت سے اُستاد کا ذکرِ خیر شامل نہ کردیا ہو اور اُن کی مدح وثنا سے اُس کتاب کو خالی چھوڑ دیا ہو اِس بیان کا وہ حضرات اچھی طرح فیصلہ کر سکتے ہین جو مفتی صاحب قبلہ کی ملفوظات وتصنیفات وتحریرات کے ناظرین ہین۔ نمونہ کے طور پر مثنوی آب زلال کے اشعارِ ذیل ملاحظہ ہون:۔

حسین آن آفتاب خاورِ علم	کلامش آب وتابِ گوہرِ علم
مدادش بہتر از خون شہیدان	طراز نامہ ہاے روسفیدان
ز فیضش مسکن اسلام آباد	ز عقلش خرمن اوہام برباد
جمالش مایۂ انوار ایمان	کلامش یوسفِ بازارِ ایمان
خصالش نافۂ مشکِ تتارست	ز اخلاق محمد یادگارست
برفعت چرخ اطلس مسندِ او	ہنوز از خاکساری خم قدِ او
بوعظ و درس وفتویٰ وعبادت	بتصنیف وتدریس وعیادت
بانجاح مرام دلفگاران	باعزازِ مقامِ خاکساران

فراغ از صبح تا شامش نباشد — زشب تا روز آرامش نباشد
فقیہ کامل منفرد وحید — مجید مدرہ حبر مجید
تبحر فی الاصول وفی الفروع — وبالغ فی التواضع والخضوع
لہ نور تفتق فی البلاد — واشرق فی سماء الاجتہاد
وفوق جبینہ اثر السجود — کنجم ساطع عند الصعود
لہ خلق عظیم کالنبی — وطبع مدھش لابی علی
یفوز من النکات بفکر ساعة — بما یلھو بافکار الجماعة
ویدرک عند شغل دنیوی — خفا بالعلم بالنظر الجلی
لہ نکت دقاق لا تبین — وحور قاصرات الطرف عین
معارجہ علی فلک الفخار — بدت کالشمس فی نصف النہار
اگر خورشید بر روے زمین است — ہمین است ہمین است وہمین است
بگیر از خامہ اش چندانکہ خواہی — دُرِ شہوارِ اسرارِ الٰہی
زفیضش خامہ نہر سلسبیل است — بدستش نامہ بال جبرئیل است
ز دوزخ وارہاند خدمتِ او — بہشت نقد باشد طلعت او
اخذت باذرہ روحی فداہ — واعلم ان من رفضوہ تاھوا
اما عرفوا مراتبہ الرفیعہ — ولولاہ لما عرفوا الشریعة
الا یوم اعاین فیہ حسینا — کیوم لا اری فیہ حسینا
فان لقاءہ اقصی مرادی — حماہ اللہ عن شر الاعادی

مثنوی خطاب فاضل جو مثنوی دمغ الباطل کے جواب مین شایع ہوئی ہے

جب اِس کی تصنیف مین مشغول تھے تو فقدان اسباب پر نظر کرتے ہوئے ایک دلچسپ خط جناب سید العلما طاب ثراہ کو تحریر کیا ہے ان اشعار سے جو خلوص واختصاص ظاہر ہوتا ہے وہ ارباب معنی سے پوشیدہ نہین - یہ اشعار خطاب فاصل مین موجود ہین :-

در حیاتِ جناب سیّد ما — آیۃ اللہ سیّد العلما
کہ از و سر بلند نامِ خدا — بود ہمنام سیّد الشہدا
فاضلے از اراذل نصاب — کرد تسوید یک دو جلد کتاب

من دران عہد از حمیت دین — خواستم تا کشم کمان زکمین
لیک چون ماخذ و مواد نبود — ہیچ جز خامہ و مداد نبود

بنوشتم بہ سیّد العلما — بشنوا اے پیشواے راہنما
سیّد برق دم کہ مست شماست — ذوالفقارِ علی بدست شماست

نہ صف آرائی از تو می خواہم — کار فرمائی از تو می خواہم
عرصہ بر دشمن است تنگ از من — از تو فرمان جنگ جنگ از من
علمی در کف از قلم دارم — تو حسینی و من علمدارم
گرچہ شانم نہ شانِ عباس است — لیک نامم نشانِ عباس است

ایک دوسری مثنوی مین فرماتے ہین :-

میتوان دریافت شرح اینمقام — از افادات امام ابن امام
آیۂ رحیم الٰہی بر عباد — آفتابِ آسمانِ اجتہاد
سید السادات مولی الخالقین — رہبر و استاد ما سیّد حسین
انہ حبر علیم ماہر — انہ نجم مضی زاہر

انہ غطریف اصحاب العلوم	انہ فیھم کشمس فی النجوم

اوراق الذہب مین چند مواقع خود تحریر فرمائے ہین اُنھین مین سے یہ
اشعار ہین ؎

ھذا النبیہ احوذی اوحد	علامۃ متبحر متوقد
ھذا امام فی العلوم باسرھا	ھذا فقیہ مثلہ لا یوجد
شمس الضحی بدر الدجی طود العلے	علم الھدی بدل ھمام سید
ماحام حول سماء تحقیقاتہ	احد وما نالت معالیہ ید
سبحان من اولاہ علما نافعا	وحباہ فضلا شائعا لا ینفد
قد حار لبی فی نبالۃ شانہ	فکانہ ملک ولا یستبعد
ھو باقر علما وفضلا صادق	قولا وفی الخلق العظیم محمد
وھو الذی احیی شریع جدہ	نبجدہ نیرانھا تتوقد
والیوم ما فینا وفی امصارنا	من مؤمن الا علیہ لہ ید

یہ پورا قصیدہ رطب العرب مین شایع ہوچکا ہے اور ایک دوسرا قصیدہ مصائبِ اہلبیت کرام مین تحریر کیا تھا جس کے تتمہ مین استاد کی مدح کی ہے مطلع اسکا یہ ہے :-

اذا الزمان علی دابہ یعادینا	یجول فی خلدی حب آل یٰسینا

یہ بھی رطب العرب مین موجود ہے "جناب سید العلما ایک مرتبہ اپنے وطن جائس بغرض شادی جناب سید محمد تقی صاحب نصیر آباد تشریف لیگئے۔ جب وہان سے مع الخیر واپس آئے تو مفتی صاحب قبلہ نے یہ اشعار نظم فرمائے ؎

سقانی الھموم السم والھجر نافع	ومزق ثواب الصبر والوصل دافع

نزلتم بنا اهلا وسهلا ومرحبا	اُعدت لكم فوق العيون مواقع
لقد حزت علما نافعا ونشرته	وفي وصف نبذ منه حار للصاقع
بحبك قلب المتقين منوّر	ودور الصدور المبغضات بلاقع
مضى يوم نحر والغدير اماما	ولقبالك عيد بين عيدين واقع
فوجه الذى والاك احمر مشرق	ووجه الذى عاداك اصفر فاقع
يدل على العباس ابياته كما	يدل على شاكى السلاح القعاقع

ایک مرتبہ سید العلما سخت علیل ہوئے ماہِ صیام کا زمانہ تھا غسل صحت کے بعد بھی اسقدر ناتوان تھے کہ موعظہ کے واسطے نہ جاسکے۔ نیابۃً مفتی صاحب کو بھیجا اِس موقع پر یہ اشعار آپ نے نظم کیے:-

هذا المحل للامام الاعلم	نور الامامة فى الانام مسلم
الله ناصره واحمد جده	وابوه حيدر والحسين له سمى
من اهل بيت كان قبلة حاجنا	ومحل فيض مثل ماء الزموم
هذا خطيب مصقع يرقى المنا	برنا طقا عن ظهر قلب ملهم
لكنه فى عامنا هذا ضئيل	بعد ما عرضته ام ملدم
فكانه بدر التمام قد انحنى	فبقده حاكى هلال محرم
فاقامنى فيكم فقمت افوه عنه بما افوه واين من فمه فمى	
من لى بناطقة وان له لسانا منه يكشف كل امر مبهم	
من لى بمعرفة وان له معارف حيثما انظر اليها اجحم	
فادعوا له حتى يعود كبدئه	فالله يقدر ان يشا يترحم

سید العلما طاب ثراہ کو جو مرحلہ علمائے عراق کے خطوط کے جواب کا پیش آتا تھا اُس کا بندوبست صرف جناب مفتی صاحب کی طبع عالی اور کلکِ گہر سلک سے ہوتا تھا ورنہ فصحائے عراق اور اکابر مجتہدین اور عرب عربا کی تحریرات کا جواب ہندوستان سے روانہ ہونا سخت دشوار ہوتا اور اگر روانہ بھی ہوتا تو سید العلما کی شان عالمیت کے مناسب نہ ہوتا بلکہ ممکن تھا کہ ہندیون کی عربی عبارت وہان کے حضرات کی نگاہون مین اِن حضرات کی جلالت شان مین کمی پیدا کر دیتی لکن یہ مفتی صاحب قبلہ کے زورِ قلم کا اثر تھا کہ فصحائے عرب یہان کی تحریرات سے دنگ ہوگئے اور اُن کے اُستاد کی شان عالی مین بھی اور چار چاند لگ گئے جس شخص کو تفصیلاً وہ عبارات لطیفہ اور مکاتیب فصیحۂ انیقہ دیکھنے ہون وہ ظل ممدود ملاحظہ کرے۔

مفتی صاحب قبلہ نے اپنے اُستاد کی کتاب روضۃ الاحکام باب المیراث پر حاشیہ تحریر فرمایا ہے اور مبحث کُر کی شرح تحریر کی ہے اور بعض متفرق مسائل کی بھی شرح لکھی ہے کہ کاتب الحروف کو اُن صحبتون کے حالات دستیاب نہین ہوئے ورنہ ایک ذخیرہ ہدایت ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا۔

مفتی صاحب کو جو حُسنِ عقیدت اور محبت اپنے اُستاد سے تھی وہ اِس شعر سے ظاہر ہوتی ہے ؎

سیّد از زندہ بماندیم بدنیا، الّا نفسی چندکہ با سید علامہ گذشت

مفتی صاحب قبلہ نے دو کتابین بالخصوص اپنے اُستاد کی مدح وثنا اور اُنکے حالات وواقعات مین تحریر فرمائین ایک اخلاق حسینیہ بزبان فارسی دوسرے اوراق الذہب جو ایک نادر الوجود کتاب ہے جس نے جناب سید العلما کو دنیا مین زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

یہ کتاب اگرچہ تذکرہ اور تاریخی کتاب ہے لیکن اسی کے ساتھ ادب کی بھی نفیس اور اعلیٰ اور بے نظیر کتاب ہے اِس کتاب کی فہرست یہان درج کی جاتی ہے۔ المقدمۃ فے غرض التالیف وسببۂ المعدن الاول فی اسم الممدوح ولقبہ المعدن الثانی فی فضائلہ ورتبہ المعدن الثالث فی مواعظہ وخطبہ المعدن الرابع فی مشاغلہ و تعبہ المعدن الخامس فی مصائبہ وکربۂ المعدن السادس فی مآثرہ وقربہ المعدن السابع فی رسائلہ وکتبۂ المعدن الثامن فی شرفہ وحسبۂ المعدن التاسع فی اصلہ ونسبۂ المعدن العاشر فی فرعہ وشعبۂ خاتمہ فی فراغ القلم من اربۂ۔

سید العلما طاب ثراہ نے بھی ہمیشہ مفتی صاحب کی قدردانی فرمائی۔ متعدد مرتبہ انھین اجازہ دیا اور اجتہاد و استنباط کی طرف برابر آمادہ کیا۔ بارہا ترغیب فرمائی۔ اپنی جگہ وعظ کہلوایا۔ درس دلوایا۔ انکی تصنیفات پر تقریظین لکھین بعض تالیفات اُن کے خود لوگون کو پڑھائے۔ بعض مصنفات کے مضامین اپنے تصنیفات مین داخل کئے اُن کے کمالات کے مداح رہتے تھے جس طرح اس کتاب کے ابواب مختلفہ مین اِن امور کی طرف اِشارہ ہوا ہے غرض سید العلما کی حیات تک یہ روابط دمبدم ترقی پذیر رہے تا اینکہ ماہِ صفر سنہ ۱۲۷۳ھ مین سید العلما نے دنیا کو خیرباد کہا یہ وقت لکھنؤ کے لئے نہایت مصیبت خیز تھا اسلئے کہ وہ دودمانِ اجتہاد کے چشم وچراغ اور فرقۂ امامیہ کے آفتاب عالمتاب تھے بیجا نہ ہوگا اگر اُن کے شرف و فضیلت مین صرف یہ کہا جائے کہ مفتی صاحب سا شاگرد اُنھون نے چھوڑا جسکا نظیر طبقہ اسلام مین آج نہین ملتا اور ایسا جامع کمالات نظر نہین آیا۔ جو صدمہ والم جناب مفتی صاحب کو سید العلما کی وفات سے پہونچا اُسکی تصویر کشی منشی و دبیر کے قلم سے کھنچ نہین سکتی لیکن اُنھین کے الفاظ سے جو مصیبت ناک حالت محسوس ہوتی ہے اُن کے اشعار سے نمایان ہورہی ہے

اس مقام پر اُن مین سے کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہین مثنوی

السّلام اے مقتدائے اہلِ دین
السّلام اے پیشوائے اہل دین

السّلام اے چشمۂ فیضِ عمیم
السّلام اے صاحبِ خلقِ عظیم

السّلام اے سالکِ راہِ خدا
السّلام اے تابعِ حکمِ قضا

السّلام اے وارثِ پیغمبران
السّلام اے خاتمِ دین پروران

ہادیِ اولادِ آدم السّلام
ملجا و ماوائے عالم السّلام

یا ولی اللہ مولے الخافقین
سیّد و اُستاد ما سیّد حسین

در شرف جان جہانے بودہٗ
بر زمین چون آسمانی کردہٗ

رونقِ علم و عمل می شد زِ تو
مشکلات خلق حل می شد زِ تو

رفتی و دینِ پیمبر شد تباہ
مسجد و محراب و منبر شد تباہ

در جہان بے مثل و مانا بودہٗ
بودہٗ با ما و بے ما بودہٗ

ماند چندے یک زمانِ ما و تو
بود قربے درمیانِ ما و تو

از سرم بال ہما برداشتی
سایۂ رحمت زما برداشتی

آہ چون فضلت کنون آید بدست
دامنِ پاکِ تو چون آید بدست

شد میانِ ما و تو فرقی چنان
من درین خار و خس و تو در جنان

گُل ز گلزارِ تو چیدن مشکل ست
طلعتِ روی تو دیدن مشکل ست

ما ہمہ شایانِ نیرانِ جحیم
تو بگلگشتِ گلستانِ نعیم

شرطِ انصاف ست ای عالی نژاد
می رسیدم بر درت ہر بامداد

بے رخِ بابِ تو آرام نبود
بے تو صبحم کمتر از شامم نبود

شد نهان از من جمال پاک تو ・ هیچ پیدا نیست نیر از خاک تو

از چه تمکین دلِ محزون کنم ・ با چنین حالت چه سازم چون کنم

پیش ازینها لطف با من داشتی ・ بر سرم از مهر دامن داشتی

حالیا بر من نگاهی از تو نیست ・ رحم بر فریاد و آهی از تو نیست

این منم فرسودهٔ این خاکدان ・ وز برای تست علیین مکان

من کجا و صدرِ ایوانت کجا ・ شمع سان بی بزم زیبت جدا

درمیانِ ما و تو صد منزل است ・ در حریمت باریابی مشکل است

آری آری گر تو یاد آری زما ・ بشنوی این نوحه و زاری زما

پیش یزدان عذر خواه ما شوی ・ شافع جرم و گناهِ ما شوی

نیست از فیض عمیم تو عجب ・ نیست از خلقِ عظیم تو عجب

نفس من گرچه سراسر عیب هست ・ لیک در نفس تو حفظ الغیب هست

با تو بودم اے کریم ابن الکریم ・ یاد کن بارے ازان عهدِ قدیم

بر دلم مپسند درد یاس را ・ بار ده در بزم خود عباس را

یاد آن رفتن بمسجد صبحگاه ・ دمبدم سوئے افق کردن نگاه

یاد آن سوز و گداز صبحدم ・ با جماعت ها نمازِ صبحدم

بعد تعقیبات رو کردن بما ・ با محبت گفتگو کردن بما

گر نمی رفتم دو روزی بر درت ・ بهر من میشد پریشان خاطرت

از تلطف رنجه میکردی قدم ・ حال می پرسیدی از من دمبدم

از رخت پر نور میشد خانه ام ・ جلوگاهِ طور میشد خانه ام

حالیا از پست روز افزون شده ‏ ‏ ‏ ‏ کز فراقت سینه ام پرخون شده

می طپد جانم جدا و دل جدا ‏ ‏ ‏ ‏ تو نپرسیدی که چونی سیدا

در غم و محنت مددگارِ تو کیست ‏ ‏ ‏ ‏ مونس و دمساز و غمخوارِ تو کیست

این ره و رسم از شما جاری نبود ‏ ‏ ‏ ‏ این چنین شرطِ وفاداری نبود

بشنو ای مولای من آقای من ‏ ‏ ‏ ‏ ناله و فریاد و هایاهای من

در خیالِ وصل بیتابم بیا ‏ ‏ ‏ ‏ یک شبی در عالمِ خوابم بیا

جز بنزدیک توام با من نبود ‏ ‏ ‏ ‏ این جدائی در گمانِ من نبود

رفتی و از جسم و جان آرام رفت ‏ ‏ ‏ ‏ رونق گلدستهٔ اسلام رفت

کاشکی در روزگارت بردمی ‏ ‏ ‏ ‏ سبقتی در دین و دنیا مردمی

تا سر بالینِ من می آمدی ‏ ‏ ‏ ‏ وز پیِ تلقینِ من می آمدی

رحم بر من از خدا میخواستی ‏ ‏ ‏ ‏ بخشش من در دعا میخواستی

می نشستی یک نفس بر خاک من ‏ ‏ ‏ ‏ می شد از بویت معطر خاک من

جامه عمر توای واچاک شد ‏ ‏ ‏ ‏ آه آه این آرزوها خاک شد

تاریخ

نعش او چون در میان اربعین برداشتند ‏ ‏ ‏ ‏ شور و شیون تا سپهر هفتمین برداشتند

رفت از دنیا همی خامس آلِ عبا ‏ ‏ ‏ ‏ سایهٔ رحمت ز فرقِ اهلِ دین برداشتند

شد رقم تاریخ سال فوت آن عالیجناب ‏ ‏ ‏ ‏ آسمانی بود ای وا از زمین برداشتند

سنه ١٢٧٣ھ

ایضاً

تلقی سید العلماء حینا   فتبکی واحسینا واحسینا

وخفنا الشامتین بما دھانا   فساعدنا العدی لما بکینا

الا قد کان یقضی لنا سدینا   ویقضی عن حلیف لباس دینا

فاجدیت الارامل والیتامی   واعینھم عیون قد جرینا

فقدنا عینہ بعد التدانی   فتھمی العین شینا او ابینا

وبینا نحن فی قرب ووصل   اذا انقلبا لنا بعدا وبینا

مصاب من اصیب بہا مثاب   یعین الاصفیاء المصطفینا

الا فلثلمۃ فی الدین فاحزن   ولا تغمز علینا ان رثینا

وارخ بعد قطع البیت راسا   لقد جلت مصیبۃ علینا

سنہ ۱۲۷۳ھ

تاریخ

فوت شد مولائے ما سید حسین   آنکہ بود اندر جہان بے مثل و ند

بہر تاریخش بسال مہدوی   گفتم آہ الیوم مات المجتہد

سنہ ۱۰۱۷

تاریخ صوری و معنوی

آمد امشب چہ بلائے جانکاہ   فوت شد مجتہد انا للہ

این چہ روزست و چہ سال است و چہ ماہ   صفر و ہفتدہم شنبہ آہ

سنہ ۱۲۷۳ھ

تاریخ

پیشوائے اہل دین سید حسین   بود بیشک صاحب خلق عظیم

از زبان و کلک او بر شیخ و شاب — آشکارا شد صراط مستقیم
داشت صد نازش بذاتش اجتہاد — خلق را بود از کفش فیض عمیم
در علوم عقلی و نقلی تمام — ہیچکس ہرگز نبود او را سہیم
ہفتم ماہ صفر پیشش از سحر — رفت زین گلشن بگلزار نعیم
سال تاریخ وفات آنجناب — گفت سید آہ لی رزء عظیم
۱۲۷۳ھ

عربی تاریخ

آہ من موت الامام المجتہد الفذ العلیم — اوحد الاعصار والامصار ذی الخلق العظیم
قد فقدنا واحدا فردا فارّخنا لہ — حل فی روح وریحان بجنات النعیم
۱۲۷۳ھ

ایضاً

بعد الدنیا انها شرك الردی — ان اضحکت فی یومها ابکت غدا
اف لها قد غادرت سادا تہا — وولاتہا حتی اماما اوحدا
متبحّرا متبصّرا متذکّرا — متوقّدا متمجّدا متہجّدا
متدینا متحننا متحرّزنا — متعطفا متعففا متعبّدا
کھف الیتامی والارامل رحمة — خیر الاماثل والافاضل محتدا
ہو سید العلماء مجتہد الزمان — ومن تفرّد فی البریہ سوددا
وتواضعا وتخشعا وتخضعا — وتورّعا وتقدسا وتزهدا
بدر الدجی شمس الضحی کہف الوری — طود العلی نور الہدی بحر الندی

اعنی سمی ابن البتول المطہر من	اضحی بطف الکربلا مستشہدا
نصر المحب علی العدو وفضلہ	لم یختلف فیہ الاحبۃ والعدی
فحیوتہ کانت حیوۃ للوریٰ	ووفاتہ قد اولغت فینا الردی
انحلت عن الذکر الشریف مجالسنا	ومدارسا ومنابرا ومساجدا
والدین یثلم والشریعۃ اینمت	والعلم ید ب حیث صار شریدا
قد ارخ المہدی یوم وفاتہ	لہفی مت واللہ ارکان الہدیٰ

۱۲۸۴ھ

اسیطرح فارسی عربی کی متعدد تاریخیں نظم فرمائیں جنکا مجموعہ درج کرنا موجب تطویل ہے۔

مفتی صاحب قبلہ اور سلطان عالم واجد علیشاہ

مفتی صاحب قبلہ حضرت شاہ مرحوم امجد علیشاہ کے عہد میں محکمہ وزارت کے مفتی قرار دیئے گئے تھے اور حضرت واجد علیشاہ مرحوم کے زمانۂ سلطنت تک یہ عہدہ انکے متعلق رہا۔ واجد علیشاہ مرحوم کو جناب مفتی صاحب سے بحد حسن عقیدت تھی علی الخصوص مفتی صاحب کے اشعار و منظومات سے خاص وابستگی تھی۔ چنانچہ مفتی صاحب کو جب معلوم ہوئی کہ مثنوی من و سلوی کسی ذریعہ سے شاہ ممدوح کی نظر سے گذری اور بہت مرغوب ہوئی یہ سنکر نظم فصیح شاہ ممدوح کی خدمت میں پیشکش فرمائی۔ یہ نظم جناب مفتی صاحب کی ایک کشکول میں ملی جو مع عبارت عنوان درج کیجاتی ہے۔

۲۹- جمادی الثانیہ ۱۲۶۵ھ

مسموع شد کہ مثنوی من و سلوی را کسے از ارکان سلطنت بخدمت سلطان معظم المنصور

ناصر الدین سکندر جاه بادشاه عادل قیصر زمان سلطان عالم محمد واجد علیشاه بادشاه خلد الله ملکه برسانید۔ وشاه آنرا بنظر التفات ملاحظه فرمود جناب مسیح الدوله که در آنوقت حاضر بودند یکباره از راه حفظ غیب مدح این سراپا عیب نمودند و بعد انقضاے صحبت سلطان باین هیچمدان فرمودند که یک نسخه را ازین کتاب مزین به ثناے بادشاه ساخته بموقف حاشیه بوسان بساط قدس ارتباط باید رسانید چنانچه حسب ایماے حکیم صاحب این چند شعر در ابتداے کتاب افزوده شد۔

شکر کاین نظم لطیف و خوشگوار — طبع شد در عهد شاه نامدار

بادشاه دین پناه انجم سپاه — نیر برج علا ظل اله

حامی دین باسط امن و امان — حضرت واجد علیشاه زمان

حبذا نوشیروان معدلت — شد ازو نوشین روان معدلت

چون سلیمان حاکم دیو و پری — پیش او شاذ است حکم نادری

فر افریدون چه دون شان او — قصر قیصر قاصر از ایوان او

زو بساط حاتم سطے گشت طے — داشت این اعزاز کیکاوس کے

لحن داودی بخوشخوانی ازو — زینت تخت سلیمانی ازو

بیندار جمشید این انعام را — کاسه دریوزه سازد جام را

مهر او بر دهر ضو انداخته — سلطنت را طرح نو انداخته

خلقت خاقان برین تمکین نبود — خصلت خسرو چنین شیرین نبود

داشت در چین روے دل فغفور چین — شاه ما را چین نیاید بر جبین

طبع پاکش مثل احکامش روان — تخت و بختش چون سن و سالش جوان

جودت طبعش چنان نام خدا ‌‌ ‌ گر خبر داناست پیش از بست ما

شد حساب مبلغ عقلش عسیر ‌ ‌ عقل عاشر نیست جز عشر عشیر

قوت حفظش بنام ایزد چنان ‌ ‌ گر بنهاے کهن دارد نشان

دانش او عقل یونان کرد کم ‌ ‌ سر فلاطون بر نمی آرد ز خم

نکته کانرا سکندر نشاده است ‌ ‌ پادشه را پیش پا افتاده است

جاگیر دگر سکندر بر درش ‌ ‌ میشود آئینه دار چاکرش

بار یابد هم اگر در محفلش ‌ ‌ ماند از هیبت برون از در دلش

کیست دارا تا خود آرائی کند ‌ ‌ دهر را فرش دارائی کند

سیل کے سبقت برد بر بخشش او ‌ ‌ غیر سیل دست دریا بخشش او

نام پاکش جا گزین در سیم و زر ‌ ‌ همچو معنے در دل اهل هنر

آبرو بخشنده از فیض عمیم ‌ ‌ هر یتیمی را بجز در یتیم

از کلید و قفل سیم و زر بجود ‌ ‌ سائلان را لب ببست و دل کشود

چشم اختر را نظر بر کوکبش ‌ ‌ صد سکندر بسته صف در موکبش

ربنا خلد لنا سلطانه ‌ ‌ بل علی الدنیا افض احسانه

شکر لله کاین کتاب وعظ و پند ‌ ‌ مثنوی معنوی [illegible] مند

کان جو آبے سر زد از کانون دل ‌ ‌ مثل اشک آمد برون از خون دل

در نگاه اقدس شاهی رسید ‌ ‌ رفعتش تا ماه از ماهی رسید

عرضه من تا بآن درگاه رفت ‌ ‌ ناله من تا بگوش شاه رفت

گرچه سید در نگاهم خوار بود ‌ ‌ دانه اشکم در شهوار بود

میشد دگر شاہ باشد مشتری | ذرہ چشمک زن بمہر خاوری
شہرۂ پیشینیان بکستردان | شد بتائید سلاطین جہان
بود نظمم گرچہ خضر رہنما | بے طفیل شاہ کے بودش بقا
چون کلامم تا بہ سلطان رسید | خضر بر سر چشمۂ حیوان رسید
زان دل مضطر مطالب یافتہ | از شہ این ماہی مراتب یافتہ

غدر کے بعد سلطان عالم کلکتہ بھیج دیے گئے ۱۲۷۵ھ ہجری مین نواب علی نقی خان صاحب بہادر نے جناب مفتی صاحب کو بھی کلکتہ کے سفر کی زحمت دی قریب دو سال کے وہان قیام رہا اس ضمن مین جو امور حضرت واجد علیشاہ مرحوم اور جناب مفتی صاحب قبلہ کے فیما بین وقوع پذیر ہوے سوانح کلکتہ مین درج ہو چکے ہین

۱۲۹۱ھ مین جب دوسری مرتبہ کلکتہ گئے تو آٹھ سال تک قیام رہا کبھی کبھی لکھنؤ تشریف لاتے تھے لیکن واجد علیشاہ مرحوم کو ان کی جدائی شاق تھی چنانچہ ایک مرتبہ جب لکھنؤ آنے کا ارادہ کیا اور بادشاہ سے اجازت چاہی تو جواب دیا کہ آپ میرے نزدیک مثل دل کے ہین اور دل کو کوئی سینہ سے جدا نہین کرتا اگر علیحدہ کر دیا جائے تو زندگی محال ہے مفتی صاحب نے فرمایا چونکہ ملاقات آپ سے بہت کم ہوتی ہے اس لئے تھوڑے دن کی دوری مین کوئی مضائقہ نہین بادشاہ نے جواب دیا کہ دل کو بھی کوئی آنکھون سے نہین دیکھتا لیکن یہ نہین ممکن کہ پہلو سے جدا ہو۔

جناب مفتی صاحب کو قلت ملاقات ناگوار ہوتی تھی اور خاطر اقدس پر اس کا بار ہوتا تھا چنانچہ ایک عرضداشت سے مترشح ہو رہا ہے ؎

بحضرت سید السلاطین افضل الخواقین معین الاسلام و المسلمین اعاد الله سبحانه ملکه و سلطانه

شب عرفه شعری چند حسب حال بطریق ابتداء عرض کرده گستاخانه بنظر انور آورده عفو فرمایند۔

عاشق من و معشوق بدست دگران است / چون غرهٔ شوال که عید رمضان است

پیر فلک و بخت سیه خصم دل من / خضر و ظلمات من و آب حیوان است

شاها قلم و کلک تو چون آب روان است / شعر تو بمذاق فصحا مایهٔ جان است

از بسکه رسیده بفلک تیر دعایم / گردون پی تسلیم تو خم مثل کمان است

بالفرض اگر خصم تو بالای فلک رفت / افلاک برایت سپر حفظ و امان است

فرداست که از فضل خدا لشکر شاهی / از قیصر و فغفور و کیان باج ستان است

گر دشمن تو از جهت کار رها شد / رویش ز غم و خوف بتاب یرقان است

حکم است ز سلطان که درین شهر بمانم / شاها چه بمانم که نه منزل نه مکان است

امروز دو ماه است که فرمان بر شاهم / یکروز نفرمود مزاج تو چسان است

مطلع ز کسی دیگر و مقطع ز کسی نیست / باقی همه اشعار من هیچمدان است

خواهم که ترقی بکند اختر اختر / تا ماه و خور و چرخ و زمین است و زمان است

[illegible] محمد و آله الامجاد

مرزا جہان قدر مرحوم بیان کرتے ہین سلطان عالم اور جناب مفتی صاحب [illegible]
میرے واسطے سے ملاقات ہوئی جناب مرحوم جب تشریف لائے تو بادشاہ اس وقت
بالاخانہ پر تشریف رکھتے تھے مین نے اطلاع کی فرمایا "اچھا بٹھاؤ مین آتا ہون"
چند لمحہ کے بعد برآمد ہوے اور جناب مفتی صاحب کو نہایت [illegible]
دوزانو بیٹھ گئے تھوری دیر کے بعد جب جناب مفتی صاحب تشریف لیگئے تو [illegible] دریافت
فرمایا کہ کیا مفتی صاحب کالے ہین مین نے عرض کیا کہ حضور تو سامنے بیٹھے ہوے تھے کیا
ملاحظہ نہین فرمایا۔ فرمایا مین نے اُن کی جلالت قدر کے سبب سے اُن کے چہرہ پر نظر
نہین کی صرف پیرون کو دیکھا تھا۔

واجد علیشاہ مرحوم کا چڑیاخانہ ہندوستان مین مشہور ہے نہایت بہانت کا جانور اس
عجائب خانہ مین موجود تھا۔ الو بھی بہت سے پلے ہوئے تھے۔ جناب مفتی صاحب نے اپنی جگہ
اُلو پالنے کی کچھ مذمت کی یہ خبر سلطان عالم کو بھی ملی فرمایا۔ دیکھئے اب چڑیاخانہ
مین بھی دخل دیتے ہین یہ کہکر مسکرائے اور حکم دیا کہ سب اُلو چھڑوا دیے جائین۔

شاہ مرحوم کو جو خلوص جناب مفتی صاحب سے تھا وہ معمولی درجہ پر نہ تھا۔ بلکہ
بسبب اُنکے کمالات کے عشق کی حد تک پہونچ گیا تھا اُن کی تحریرین اس پر شاہد ہین
جو نذر ناظرین ہونگی۔

سفر دوم مین بمقام مٹیا برج ایک روز مفتی صاحب واجد علیشاہ کی ملاقات کو گئے
باتین ہو رہین تھین کہ نماز ظہر کا وقت آگیا مفتی صاحب نماز کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے
سلطان اودھ نے بھی قصد کیا وقت بہت گرم تھا اور مسجد کسی قدر دور تھی خدام شاہی نے
واجد علی شاہ پر چتر زرین لگایا جان عالم نے نہایت حسن عقیدت سے چتر کو خادم سے لیکر

مفتی صاحب کے سر پر لگایا ہر چند وہ منع کرتے رہے مگر نہ مانا مفتی صاحب نے کہا کہ آپ پر
دھوپ ہے فرمایا مین حضور کے سایہ مین چل رہا ہون - یہان تک کہ قریب اس پل کے
پہونچے جو ایک چھوٹی سی نہر پر نہایت مختصر بنا ہوا تھا۔ اور اسپر صرف ایک ایک آدمی
کے گذرنے کی جگہ تھی مفتی صاحب قبلہ رک گئے اور چاہا کہ بادشاہ آگے بڑھین۔ مگر وہ
کہان منظور کر سکتے تھے آخرکار مفتی صاحب آگے آگے اور بادشاہ پیچھے پیچھے اس پل کو
طے کر کے اور مختصر مسجد جو قصر شاہی مین تھی وہان پہونچکر بجماعت نماز ہوئی۔ جب وہان سے
رخصت ہوئے تو بادشاہ نے مفتی صاحب قبلہ کو وہان تک پہونچایا جہان سے وہ رخصت ہوے

آلاک الدولہ کے یہان ایک مرتبہ مجلس تھی جناب بھی تشریف لیگئے اور بادشاہ بھی
تشریف لائے اتفاقاً ایک دروازہ ہوا سے کھل گیا اور جناب پر دھوپ آگئی ممکن تھا
کہ شاہ کسی کو حکم دیتے کہ دروازہ بند کردو۔ مگر خود بنفس نفیس اُٹھے اور اپنے ہاتھ سے
دروازہ بند کیا۔ اتفاقاً پھر کھل گیا پھر ایسا ہی کیا۔ اس سے بادشاہ کا خلوص و حسن عقیدت
جسقدر ظاہر ہوتا ہے اظہار کی ضرورت نہین۔ اسی طرح ہر محل اور موقع پر انکی تعظیم اور
احترام کا خیال رکھتے تھے۔

مفتی صاحب قبلہ رخصت لیکر مٹیا برج سے لکھنو تشریف لائے تھے۔ لکھنؤ مین کچھ
تاخیر ہوگئی جو قانون سرکار شاہی کے شاید خلاف تھی بخشی الممالک نے شہریہ روک لیا
مفتی صاحب قبلہ نے دو مہینہ انتظار کر کے بخشی صاحب کو اس باب مین تحریر کیا بخشی صاحب
نے واقعہ کی اطلاع عرضداشت ذیل کے ذریعہ سے سلطان عالم کو دی - اور روانگی
شہریہ کی اجازت چاہی ادھر مفتی صاحب قبلہ نے اس تاخیر کی شکایت بادشاہ کو لکھ بھیجی
بادشاہ بخشی الممالک پر بہت برہم ہوے اور عتاب شدید فرمایا

عرضداشت امانت الدولہ بہادر

مہربان پرورا! ایام رخصت تاج العلما مفتی محمد عباس صاحب منقضی شد و ہنوز نیامدہ اند و در
جواب مرسلۂ غلام کہ باطلاع قانون مجریۂ رخصت منضبطہ این سرکار ابد قرار نگاشتہ اند خانے تشریف آوری
نمودہ بود عزیمت روانگی خود رقم نفرمودہ اند ازین جہت مشاہرہ را د... پابندی قانون مجریہ
ارسال زر تنخواہ شان براجازت بندگان اقدس ماتوقوف داشتہ بہر چہ ارشاد شود بعمل آوردہ شود سنہ

سلطان عالم نے اسکے جواب مین تحریر فرمایا۔

شرح دستخط خاص

خلاف قاعدہ نمودہ چرا کہ قاعدۂ مجتہدی جداست استثنای بخدمت نوشتہ شد دستخط مستحکم
علی الخصوص اندرین باب ناشایستہ صادر گردید مناسب بہ تحریر در آمد از ملازمان شان ہیچ قصور خواہم
کہ خطای من است نہ سہو آقایم ورسیدہ بملاحظہ رساند۔ ۱۶ ماہ رجب ۱۳۰۰ھ

اسکے ساتھ مفتی صاحب کے نام یہ تحریر بھیجی۔

شرح دستخط خاص

تا اللہ ثم باللہ و واللہ من ازین جرأت تختی امانت الدولہ بہادر آگاہ نیم نہایت انفعال و پشیمانی دارم

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو	آنکس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی	پس فرق میان من و تو چیست بگو

الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ۔ بہزار پشیمانی عفو قصور میخواہم۔ ۱۶ ماہ رجب ۱۳۰۰ھ

مفتی صاحب قبلہ کے پاس ادھر تو یہ رقعہ شاہی پہونچا ادھر بخشی نے فوراً تنخواہ روانہ کیا اور نہایت
لجاجت کیساتھ معافی چاہی۔ بادشاہ کے خط کے جواب مین جناب مفتی صاحب قبلہ نے یہ عرضداشت تحریر فرمائی

عرضداشت تاج العلما مفتی سید محمد عباس صاحب

شرح دستخط خاص سلطنت اختصاص را دیدم سرور وافر بخاطر فاتر رسید عسرت بعشرت مبدل گردید

حسام ید اللہ خیبر شکن — ولی سب کچھ امام زمن
نہال ریاض جہان جوش کلام — غنی مجتہد تاج فرق انام
سزاوار جود و عطا و کرم — خوش اقبال خوش بخت عالی ہمم
بچہرخ برین — ندانم جز این در جہان کیست بیت
سرت افسر فرق این ذرہ باد — رخت افسر فرق این ذرہ باد
پس از ہدیہ و تحفۂ بندگی — جہان مین ہمیشہ ہو پائندگی
دریغا کہ عمر جوانی گئی — جوانی نہ کہ زندگانی گئی
ترستا ہون اس سن مین دیدار کو — مزے کب نوے سے اغیار کو
الگ پاس سے مین وہ ہر دم قرین — فلک واہ یہ شکل اچھی نہین
بڑے مجتہد سے ہے عدالت ضرور — نہ یہ کہ وہ مفتی بھی ہو ذی شعور
نبی ہو کے کیا حال یعقوب تھا — ہوا راہی اک تو ہی محبوب تھا
تباعد مین بس حال دل ہو گا کیا — اسیواسطے مقتدا تھا بنا
کلام از ادب خالی ہو گیا عجب — بہت اب ستاتا ہے فرط تعب
خداوند شہ حفظ برنا و پیر — نگین بحر اختر مرے دستگیر
بتاؤ کہ کب تک کروگے کرم — کہ ہونٹوں پہ پہونچا ہے فرقت سے دم
حبابات ابتر ہین جون گنجفہ — ہری جاتی ہے بازی تاج وفا
گیا نادری اختری کا مزا — مگر گھر کی باقی ہے جور و جفا
بہت مین نے بخشی کو آن این کہا — کیا عذر بھی مجھ سے کی التجا
حضور آپنے اب کیا جو معاف — تو میرا بھی دل ہو گیا اس سے صاف

مجھے پہونچی دو ماہ کی بھی رسید
عرضداشت بھی شاک مہتاب عید

دعا پر بس اب کرتا ہون اختتام
رہے جب تلک مہر دسہ کا قیام

نمایان ہے جب تک تدر وسپہر
زمانے مین جب تک ہین مہر جہر

خردمس سر عرش باصوت ہے
رہے زندگی جب تلک موت ہے

جہا نمین ہے جبتک کہ قاضی الحاجات
مہ و مہر کا چرخ پر ہے ثبات

فراوان نباتات ہین جب تلک
نمایان جمادات ہین جب تلک

بست ویکم شعبان

رہے میرے سید کی طول حیات
خداوند عالم خدائی تراست

سنہ ۱۳۰۰ ہجری

جناب مفتی صاحب قبلہ نے مثنوی صحن چمن سلطان عالم کو بھیجی اوسکی رسید مین یہ اشعار شاہ مرحوم نے نظم کرکے بھیجے ۔

اے مہر سپہر کامگاری
خورشید سمار پختہ کاری

تاج سر شاعران دنیا
سید نامی علیم و دانا

مشمول عواطف زمانہ
آب صدف و دُر یگانہ

مخمور شراب حوض کوثر
محمود جہان و حُسنِ اختر

اکلیل ہمار راستبازی
ہر دم رہے عمر کی درازی

اے ہور صفت سمار روشن
ہر رنج سے جان و تن ہو ایمن

اے سرو چمن بہار گلزار
اے طوطی گلستان شکر بار

اے محرم راز خستہ حالان
اے نور ضیار خوشجمالان

اے واقف سر کبریائی — اے مخزن علم و پارسائی

اے مجمع زہد و شعر و ادراک — اے روح نفیس و عابد پاک

اے معدن فہم و دانش و جود — خوش فال و سعید و نیک و مسعود

اے مجتہد زمان خوش اطوار — اے باعث حلم چرخ دوّار

اے گلبن تر ریاض عالم — اے پختہ ثمر ریاض عالم

اے آئینۂ صفا و تمکین — خوش مرتبہ خوش صفت عجب شان آئین

عمرت ز خضر زیاد بادا — عیشت ہمہ بامراد بادا

من بعد سلام دوستانہ — لکھتا ہے یہ احقر زمانہ

سلطان اودھ تراب اقدام — واجد علی جسکا رکھا ہے نام

تاریخ دوم یہی مہینہ — اس سن مین ملا عجب خزینہ

دل جسکا تھا مدتون سے جویا — جو خواب تھا وہ یہی تھا رویا

اب کہے گا حال صحت تن — اب پھولون سے مین بھرونگا دامن

سید محسن سے پوچھا ہر بار — خط آیا ہو تو کرو تم اظہار

وہ بولے سمجھتے ہیں جہا نقدر — پاس آیا ہے اُنکے اک رخ بدر

لکھا ہے عظیم آباد سے حال — ہے صحت خوش سے نیک احوال

ہو شکر خدا بجا میں لایا — صد حمد کہ تندرست پایا

پر شکوۂ چرخ بے وفا تھا — ہم سے نہ کبھی وہ مہ ملا تھا

ہم سے نہ کبھی تھی آشنائی — تحریر تلک نہ ہم نے پائی

بلبل یہ چمن ہوا ہے ویران — کیون کھلتی ہیں وقت صبح کلیان

اے گل ترے برگ مین ہے نزہت
یان رنج سے راتدن قیامت

ہم کو نہ لکھا جو حال اپنا
ہم کس سے کہین ملال اپنا

گر کہنا تھا ابتدا کرو تم
وان حشو ہے یان وفا کرو تم

اب صدر مین جان گھٹ رہی ہے
کر عجز کہ روح پر بنی ہے

پھر ضرب حمیت ایسی گذری
ارکان واصول تن تھی زخمی

کرنا تھا عروض غم سے باتین
کس طرح کٹین گی غم کی راتین

مفعول فعول سے مین گذرا
موزون نہ رہے بدن مین اعضا

وافر ہوا رنج تن مین ہر دم
اور حزن مدید سے کیا غم

کامل ہوا اس الم مین رنجور
مفروق ہوا حبیب سے دور

مجموع غموم تن مین آے
اوتاد فلک بھی ڈگمگاے

سالم نہ رہے بدن مین اجزا
محذوف ہر ایک جزو تن تھا

اسباب زمانہ بے سبب تھے
ہم ہوکے خفیف جان بلب تھے

کلمہ تھا ثقیل اس زبان کو
دس رکن حجاب تھے بیان کو

الحمد عریضہ ایک پایا
آنکھون سے وہین اسے لگایا

ہر سطر دم رگ بدن تھی
یا بوے رخ و سر چمن تھی

دودہ تھا سیاہی شب قدر
اور مجمرہ رشک عارض بدر

نقطے تھے کہ غنچے تھے نمایان
یا گلشن حسن کی تھین کلیان

ہر با کی کشش ہلال آسا
ہر تا کی صفت کمال آسا

ہر میم کا موڑ قامت حور
ہر تا مثلثہ تھی اک ہور

پھر پھر الف اک قدِ تمنا — اور جیم سے دل کی رمز پیدا

حطی کی تو حا تھی حاتمِ دل — اور معجمہ خا سے حل مشکل

پھر دال سے دال دل کی ظاہر — اور نقطے سے خال رخ تھا باہر

اور ذال سے ذلتین بدون کو — پر را سے تھا رشتہ ستمون کو

اور زا کا تھا نقطہ اسپہ لبس دال — ہے پیرہ زن آگے رستم زال

تھا سین کشش مین ابروے یار — اور عین سے نرگسین تھین بیمار

اور شین کے نقطے غنچہ سان تھے — گویا گلون کے لب و دہان تھے

تھا صاد تو صاد بہر فرمان — پر ضاد پہ تھی فدا دل و جان

طا اوسکی تھی نردبانِ افلاک — اور ظا سے ہواے خلد بیباک

تھی عین سے عین ماہ روشن — اور فا کی کشش سے راہ روشن

تھا قاف وہ قاف بہر کا حاکم — اور کاف کا کبریا تھا عالم

اُس لام سے تھا نشانِ افواج — اور نون نبی تھا بہر معراج

پھر واو تھا سر بپا خمیدہ — معشوق کی طرح سے کبیدہ

ہنوز کی تھی ہاے غیرت حور — اور یا تھی جمال شعلۂ طور

دم دم مین سمایا جان پائی — گویا کہ پری چمن مین آئی

احباب کی شادیان بھی دیکھین — خشیان یہان بھی وہان بھی دیکھین

جب صحن چمن کتاب پائی — فی الفور وہ پھولو نمین بسائی

تا خاتمہ ابتدا سے دیکھی — رویا اوسی دیکھکر یہ فدوی

سبحان اللہ رشک دریا — یہ نظم ہے یا کہ معجزہ تھا

ہر بیت پہ بیت حق کا دھوکا | مضمون نہ سمجھے رُخ ملک تھا

ہے دل ہون تو نظم ہو نہ ایسی | لک کلکش لکھ سکین ذرا بھی

کنجوس ہوا بیان فیضی | اور انوری نے شعاع گم کی

سحبان و فرزوق اور حسان | وائل کی بلاغت نمایان

اس صحن چمن کے آگے ہی خار | نظام خزان تو زرد نثار

اور دعبل و حمیری و مقبل | صائب سے فزون ہوے ہین بیدل

اور محتشم اس سے بے حشم ہی | جو مدح کرون بہت ہی کم ہے

ہی حُسن جمال یان فقط خاک | یہ جودتِ طبع واہ ادراک

کیون چپ نہ جلالی غیظ سے ہو | ہم پلہ نہ ہم کرینگے اوسکو

سودا کو لحد جنون مبارک | اور بہر کلیم خون مبارک

فردوسی کو ہے ملا بیابان | خاقانی گدا سے شہر کریان

افزون کہین میر سے ہے سید | ہے پاے جلال اسیر از حد

مخفی نہین اسپہ علم دُنیا | طب ہو کہ ہو شعر رشک طوبیٰ

ہو شُبہہ اگر ذرا ہو وسواس | چھٹ دور کرین جناب عباس

امید لقاے باصفا ہے | ناخن سے یہ گوشت کیون جُدا ہے

یارب جہان وہ دن بھی آئین | صُورت عباس خود دکھائین

مے خانے مین ہون چراغ بے نور | اور لکھنؤ رشک غیرت طور

یارب رہے جبتلک سفیدی | اور رات مین ہے سیاہی باقی

جب تک کہ چراغ مہر و مہ ہے | اور تا ردن مین سایونکے ہے ہر شے

جب تک ہی جہانمین اوج باقی	اور جن و ملک کی فوج باقی
جب تک گل آفتاب ہی تر	جبتک ہین چمن مین نخل اخضر
جب تک سر شمس پر ضیا ہے	جبتک لمعۂ مہر ضو نما ہے
جب تک ہے عیان جمالِ عالم	جب تک ہین جلی کمال عالم

خرسند رہین جناب عباس
نے فکر نہ غم ہو اور نہ وسواس

مفتی صاحب نے نظم سلطانی کے جواب مین یہ عرضداشت تحریر فرمائی :-

بموقف حاشیہ بوسان بساط فیض مناط سیدۃ السلاطین افضل الخواقین معین السادہ المومنین ابد اللہ سبحانہ ملکہ و سلطانہ

ازانجا کہ فیض مبدأ جواد بحسب صلوح مواد - وقابلیت و استعداد - بر جملہ افراد - در ایام و لیالی - متواتر و متوالی - می باشد - دو تا نعمت عظیمہ - و موہبت عظیمہ - از نعماے ایزد منان - و مواہب خالق کن فکان - درین زمان - وارد گردیدہ کہ یکے مختص باین ننگ بنی آدم - و دیگرے شامل حال امم - و متوسلان بارگاہ سلطان انجم خدم است اول آنکہ در اسعد زمان - واشرف احیان کہ دعا گوے قدیم بدعاے دوام دولت واقبال - وصحت واعتدال - وسلامت احوال - بندگان سلطان ہمایون فال مصروف بود نسیم صبحگاہی - بل نفحۂ رحمت الٰہی - یعنی شقہ شاہی - و توقیع رفیع عالم پناہی - شرف ورود ارزانی فرمودہ - و مراحم خسروانی - و عواطف سلطانی - فخر وافتخار - و عز و وقار - داعی دولت ابد قرار - در چشمان روزگار فزود - تعالی اللہ توقیعست فصاحت نژاد - یا نگاریست بہزار نقش بہزاد - یا جنتی است

بینو داد. رشک ارم ذات العماد - همانا اشعار آبدار - از نتائج افکار - و رشحات کلک مانی نگار
د مستفیضات طبع سلطان آسمان وقار - کار ابر بهار - بر صفحه گلزار - و مسیحاے روزگار - با بیمار
کرد و ساطر فاتر را از رائحه فائحه بلاغت و براعت باهتزاز آورد - حبذا نظمے که بر صفحه قرطاس
فصاحت اساس چون آفتاب عالمتاب بر سمت الراس می درخشد - و کام جان فصحاے زمان
را حظے وافر می بخشد - هر چند مدح سلطان حق پسند - و وصف این نظم بلند - و ستایش این کلام
ارجمند - از من مستمند - چنانکه باید بر زبان خامه و خامه زبان نمی آید - لیکن نظر باداے شکریه
الطاف نامتناهی - و مراحم بندگان شاهی - قدرے اشعار بفحواے قطره از بحر ذخار -
و ذره از بیداے ناپیدا کنار - پیشکش بارگاه عالم پناه می نماید - امید که منظور نظر کیمیا اثر
و مقبول طبع پاکیزه گهر شود

حبذا شقه منظومه شاه | که نشانی است ز اقبال و حشم
ده چه گلها که فشانده ز صریر | عندلیب قلم تازه رقم
غنچه هایش شده با دل چسپان | همچو با دام که باشد توام
طرف نظمیکه ز مقدار و یست | رونق انجمن انجم کم
از بیاضے که بود بین سطور | صبح اقبال دمد عیسی دم
الفش سرو گلستان جنان | سین آن حیرت دندان صنم
دال آن دال بران فیض که ریخت | آبروے در و دینار و درم
غیرت کاکل خوبان لامش | نون آن ماهی دریاے نعم
چیست حاجت بسوے سین سوال | از تو کافی کشش کاف کرم
بسکه فیض تو بحجاج رسید | میکشد زمزمه آب زمزم

چیست جز کاسهٔ دریوزه گری	جام گر پیش تو می آرد جم
وه چه شاهی که ز فیضش یابد	هر دل خسته ز در هم مرهم
زو محبان پریشان خاطر	جمع گردید چو گلدسته بهم
زهر خندے که برآید ز عدو	بر سرش حلم تو چون قاف قسم
یا الٰهی گل و گلزار جهان	باد از ابر نوالش خرم

دوم اینکه درین زمان سعادت اقتران که ریاض امانی و آمال از مهبّ شمال، لطف ایزد بیهمال، بهار انگیز. وحیاض مآرب مطالب البستگان دولت و اقبال آب باری سحاب مکرمت رب متعال لبریز. بود خبر فرحت اثر تکمیل باج شهریاری از الطاف اعطاف جناب باری بمسامع مجامع داعیان دولت لذت تازه و دولتے بے اندازه افزود. حقا که این بشارتی است عظمیٰ. و موهبتی است کبریٰ که روے شاهد مقصود را غازه و جمعیت خاطر را شیرازه می باشد که بهمت موفور و سعی مشکور. شاهزاده عالم و عالمیان مرزا جهاندر بهادر دام اقباله بمنصبه ظهور رسید. نحیف ضعیف چند شعر لطیف در تهنیت این خبر سعادت اثر و حصول فتح و ظفر بسلک نظم کشیده

وصول مرکزِ فیضان عالم	کزان خرم شود بستان عالم
فرح بخشید مثل عید نوروز	مبارک باد بر سلطان عالم
ز آهِ سرد عالم گرم گشته	تنور چرخ بهرِ نان عالم
زمینِ آستان شاه بادا	ز نعمت هاے الوان خوان عالم
بماند خدمت سلطان درخشان	که جانِ عالم است و جان عالم

داور دادار سلطان آسمان وقار را مظفر و منصور۔ و بلطف غیر محصور۔ فارغ البال و مسرور۔ و اعادی دولت قاہرہ را مقہور۔ و سریر سلطنت و کامرانی۔ بوجود ذیجود بندگان سلطانی۔ پر نور داراد بمحمد و آلہ الامجاد۔ آمین یا رب العباد۔

داعی دولت سید محمد عباس

منظومہ سلطانی کے جواب مین مفتی صاحب نے ایک قصیدہ بھی نظم فرمایا جو ہدیہ ناظرین ہے

جواب منظومہ سلطان واجد علیشاہ مرحوم

اے ذرہ زکوے تو سلطان خاوری ۔۔۔ وے قطرہ زجوے تو دیوان انوری

نظم تو در قلمرو تحریر سکہ زد ۔۔۔ رنگین شدہ است از تو عقیق سخنوری

منظومہ کہ شقہ شاہی مین رسید ۔۔۔ لیلے وشے بغنج و دلال است دلبری

اشعار آبدار و مضامین دلفریب ۔۔۔ چون شیشہ است صاف کہ در وے بود پری

با نظم شاہ تحفہ خاقانی است ہیچ ۔۔۔ مورے چسان کند بسلیمان برابری

توقیع او کجا و من نارسا کجا ۔۔۔ لیکن ز آفتاب بود ذرہ پروری

ہر صاد صبح دولت شاہی ہمی کشد ۔۔۔ چون چشم سرمہ در گلوے سحر سامری

انعام شاہ را نتواند حساب کرد ۔۔۔ گرچہ دبیر چرخ کند کار دفتری

مہر فلک بشمسہ ایوان بادشاہ ۔۔۔ مثل چراغ صبح کند جنگ زرگری

از اہل جور دعوے انصاف با ملک ۔۔۔ چون از ابو مسیلمہ لاف پیمبری

از ہمدمی او لب معشوق را شرف ۔۔۔ نے بر ہلال عید کہ بر چرخ چنبری

غیر از تو در بسیط زمین قاف تا بقاف ۔۔۔ غیر از تو زیر قبہ گردون اخضری

زیباے ہیچ سر نبود تاج سروری	اورنگ سلطنت نشود پاے بوس کس
باشد عذار گل خودش از غازہ کش بری	سید مکن تکلفے اندر ثناے شاہ
در ماہتاب فرش کتان را چہ گستری	نازک خیالی مکن اندر مدیح او
یارب بحق شرع نبی دین حیدری	یارب ترا قسم بجلال و بعزّ تو
تا بر فلک زمہر بود افسر زری	تا ہست بر زمین و زمان سایہ سپہر
بر فرق بادشاہ بود ظل برتری	بادا ہمیشہ بر سر ما سایۂ ملک
جنس گران بہا کہ شود زہرہ مشتری	باشد متاع زمزمہ سازی مدح شاہ

مطلع دوم

صد جا خورد سمند سکندر سکندری	یک روز در مقابل رہوار اختری

بادشاہ نے اپنی تصنیف کتاب جوہر عروض مفتی صاحب کو ہدیۃً بھیجی اسکی رسید مین یہ عرضداشت لکھی

حضرت ظل سبحانی بحر مواج جود و کرم ماحی اسم حاتم از خاتم عالم اعاداللہ ملکہٗ و اجری فی بحور الفضل فلکہٗ

درین زمان این نا بلد بلد سخندانی از پیشگاہ خاقانی بعطاے گوہر گران بہاے جوہر عروض سراپا و بر و دوش مرصع پوش گشتہ و این دو شعر بر زبانم گذشتہ

در شہوار ارشد عطا مارا	شاہ چون جوہر عروض نوشت
جمع در کوزہ کرد دریا را	چہ قدر بحرہا بنظم آورد

الحق کہ فقیر با وصفیکہ رسالہ ہاے وافر از نظرم گذشتہ و بر کلام عروضیان و شعراے کامل واقف گشتہ لیکن درین مدت مدید چنین رسالہ بنظرم نرسید حیرتم کہ چگونہ مدح برنگارم یا شکرش بجا آرم کہ زبان بے زبانی کج مج بیان است و قلم نیستانی شکستہ زبان اگر زمانہ

فرصتی می داد شرح جوہر عروض بعرض میرسانده وکتاب طویل وبسیط در حلش نوشته میگزرانده
لیکن درین زمان که اسباب احزان مثل اوتاد در ارکان نشسته و بازار ہنر تخته بسته و دلہای بسته
محزونان چون شعر ناموزون شکسته نقادان فن مثل درم ناروا رواجی ندارند وشاعران
سخن سنج مانند ترازوی دیار قحط بیکار اند حال زمانه اخرب ہر روزه ابتر و دلہای بالم سبب
الم ابتر در شکنجه قرض و دین چنان گرفتارم واز ہجوم ہموم وافکار بحدے دل افگارم که
فرصت نفس راست کردن ندارم لہذا بر دعا که عین مدعا است وبر سائر خلق واجب اقتصار
واختصار مناسب دل میدہد گواہی بر قدرت الٰہی از ماه تا ماہی زیر نگین شاہی - ۲۰ ذی الحجه سنه ۹۰ھ

مفتی صاحب کو ایک دن خیال آیا کہ مثنوی گوہر شاہوار بادشاہ کی خدمت میں پیش
کریں۔ لہذا تحریر ذیل کے ہمراہ مثنوی پیش فرمائی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ علی محمد وآلہ امابعد مخفی نماند که اضعف الناس
سید محمد عباس در زمان سلطان عادل حضرت فردوس منزل اسکنه اللہ جنات تجری تحتہا
الانہار مثنوی گوہر شاہوار بسلک نظم کشیده بنام والد ماجد مزین گردانیده لکن نوبت بملاحظه
آنحضرت نرسیده - درین زمان سعادت توامان که در سایۂ عاطفت وظل ملاطفت وارث تاج وتخت
سلطانی شائسته ملک سلیمانی سکندر شان فریدون نشان ابر گوہر بار فیض وعطا بحر زخار جود وسخا
آفتاب آسمان نبالت، اختر درخشان جلالت رافع لوائے دین تابع احکام شرع مبین سید السلاطین
افضل الخواقین السلطان بن السلطان الخاقان بن الخاقان بن الخاقان ابو المنصور

ناصر الدین سکندرجاه بادشاه عادل قیصر زمان سلطان عالم محمد واجد علی شاه غازی خلد الله
سبحانه ملکه وسلطانه وافاض علی العالمین بره واحسانه در مجلسرای بخشیده شاهی مشتمل بر ذکر الهی
نشسته و مصنفات و مؤلفات خود را که قریب سه صد کتاب بیشتر در صنادیق احتجاب است بوجود
نیاورده دلشکسته ام ظاهر است که رواج کتب و دفاتر در زمان غابر بتوجه سلاطین اکابر
بوده و خواقین عظام همیشه اکرام و احترام علمای اعلام نموده شعر

ببین شاه عباس عالی نژاد — که چون ادمیان سلاطین نژاد
نوشت اردبیلی باد کاغذی — که دروی نبود دست خوش آمدی
خواهش بلفظ احی کرد و بس — رواکرد سلطان از و ملتمس
بفرسود جانم رود چون زتن — گزارند این کاغذ اندر کفن
زسلطان قاچار داری خبر — که با قرشت بودش نظر
پیاده بدروازه اش آمدی — بسان گدا حلقه بر در زدی
بگفتی ازین ره پیاده شوم — که خواهم بجنت سواره روم
باین نهج بوده سلوک ملوک — ندارند اکنون ملوک این سلوک
مگر شاه اختر کواکب حشم — که پشت فلک بردرش گشته خم
براختر بود ظل فرنگن آسمان — زانجم کند انجمن آسمان
شب و روز باعینک مهر و ماه — تماشا کند رفعت بادشاه
نظر بر قصور معلی کند — بهر سو نگاهے ز بالا کند
بر آیینه ها و تصاویر آن — زحیرت شود محو آئینه سان
بطاوس منزل نگاهے کند — برقص آید و اشتباهی کند

کہ بہر چہ باشیدگی برتر او ست	چو طاؤس اینجا دگر کس بروست
باین حشمت و شہریاری شاہ	گذشتہ زحد خاکساری شاہ
نقود و جواہر بمحتاج داد	بارباب علم و ہنر باج داد
گذشتہ ز ازان بوجشن وطیور	بماہی دریا بمبارد بمور
کہ در قصر و سرداب جامی کنند	ثنا می کنند و دعا می کنند
مبالغ بصرف دعا می رسد	زالوان نعمت چہا می رسد
خدایش دہد دولت مستمر	کند سبز بخشش بعمر خضر

بنا برین امور بخاطر فاتر خطورہ کرد کہ مثنوی گوہر شاہوار را پیشکش حضور لامع النور نمایم و فی الجملہ از عہدہ شکریہ نعماے نامتناہی برآیم ؎

قدر گوہر شاہ داند یا بداند مشتری

مفتی صاحب نے معراج المومنین بادشاہ کیخدمت میں اکمرتبہ عرضداشت ذیل کے ساتھ پیش فرمائی۔

بحاشیہ بوسان آستان ..... الخ کتاب معراج المومنین در طہارت و نماز بتوفیق کارساز و تائید کریم بے نیاز کہ پیش زین از زمان دراز بر طرز مجتہدین باستدعائے بعض مقلدین نحیف تصنیف کردہ یک نسخہ ازان بر آستان فلک پاسبان حاضر آوردہ امید کہ اعلیٰ حضرت در اوقات فرصت آنرا از اول تا آخر ملاحظہ نمایند و مخدرات علیا راہم اگر مناسب باشد از بعض مسائل آن مطلع فرمایند۔ الٰہی آفتاب سلطنت و اقبال بے زوال باد بمحمد و آلہ الامجاد۔

بادشاہ کا جواب

معراج المومنین باین ساکن زمین رسید بسر و چشم حسب الحکم بجا خواہم آورد ۲۳ صفر ۱۲۸۵ھ

جناب مفتی صاحب قبلہ نے بادشاہ مرحوم کی تاریخ وفات اس طرح نظم فرمائی تھی

شاہ واجد علی عالی جاہ | اختر برج عز و تمکین بود

ہیچ شاہی ز خاندان او | نہ چو او در احسن مساکین بود

خسروے بامرادتے کہ کشید | حرکاتش تمام شیرین بود

رنجہا بود در ملوک کہن | نہ چنین تازہ رسم و آئین بود

چتر بردار و دست بوس من | از سلاطین کہ بودہ است این بود

سلطنت رفت از مسلمانان | کہ ہمین شاہ قلعۂ دین بود

جستم از چرخ سال خاتمہ اش | گفت این خاتم السلاطین بود

واجد علی شاہ سی و دو سال بعد انتزاع سلطنت در مصائب شدیدہ از حبس خودش و فوت والدہ و برادر و ولدش و تعین صد ہزار روپیہ ماہواری باوجود گرفتاری کردند شہریاری کمال تواضع و خاکساری و عزاداری و نماز گذاری و غریب پروری و مہر گستری شیوہ و شعار خود ساختہ و طرح عمارت سازی بنقش و نگارے کہ چرخ زنگاری ندیدہ انداختہ و زیادہ از نصف شہریہ خود برائے ملازمان و کارگذاران مقرر بہ پرورش غربا پرداختہ و در تعظیم و توقیر فقیر ہیچ دقیقہ فرو نگذاشتہ روزے چتر را برداشتہ مثل خادمان پشت سر من از نشیمن تا مسجد کہ خیلے راہ بود پیادہ رفتہ روز دیگر مرا طلبیدہ در اثنائے کلمہ و کلام گفتم شما خاتم السلاطین ستید گفت بعد از من سلطنت نخواہد ماند برائے تسکین خاطرش گفتم خاتم بمعنی انگشتر آمدہ است خلاصہ با من عظیم عقیدہ داشت لکن صحبت حاسدین و مفسدین او را نگذاشت کہ اشاعت دین باعانت او بر دست من شود تا اینکہ سوم محرم ۱۳۰۵ھ از جہان فانی بملک جاودانی شتافت و از وفاتش دین اسلام اختلال تمام یافت رحمہ اللہ

تاریخ دوم

چو واجد علی شاہ رفت از جہان — پئے خلق جائے پناہے نماند
ازو عزتی یافت ہر مرد و زن — کنون خلق را عزّ و جاہے نماند
چنان رفت برباد باغ اودھ — کہ برگ گل و پر کاہے نماند
چنان سوخت دلہا ز نار غمش — کہ در سینہ ہا دود آہے نماند
بتاریخ او چو دسر کردہ گفت — کہ در شہر اسلام شاہے نماند

١٣٠٥ھ

تاریخ سوم

ہر چند کہ بر روے زمین بد عالم — از دور فلک گم شدہ مانند ہلالم
اے دیدہ وا اے سینہ غم شاہ ز جہد رفت — تا کے بکنم گریہ تا چند بنالم
فرمود بمن شاہ کہ ہستی تو دل من — او رفت و دلش ماند بجا وا اے بحالم
تاریخ وفاتش چو ز من خواست دل من — گفتم شہ اسلام دلا رفتہ ز عالم

١٣٠٥ھ

تاریخ چہارم بر مادۂ مذکورہ

واجد علی آن اختر ماہ نیر اعظم — شد تیرہ و تار از غم مرگش ہمہ عالم
آن بحر کرم رفتہ ازین گلشن فانی — گز وے شدہ ہر خار چو گل تازہ و خرّم
دست اجل از خیمۂ زنگاری افلاک — بہر جگر خستہ دلان ساختہ مرہم
شیدا ے حسین ابن علی بود و غم او — گردید دوبالا سوم ماہ محرّم
کنز الفقرا بود و جہانی ز وفاتش — بے درہم و دینار شدہ درہم و برہم

گفتم شہ اسلام والا رفتہ زعالم ۱۳۰۴ھ	تاریخ وفاتش چو ز من خواست دلِ من

مات السلطان وبقیت فی هذه البلدان فاقد الاعوان باعد امن الاوطان فانا فی امری حیران لکن توکلت علی الحی الذی لا یموت فبرحمته یتدارک مایفوت ویحصل مااحتاج الیه من القوت والزمان لایخرمن عمود ممقوت وکل امر محدود موقوت

تاریخ پنجم

شاہ واجد علی آن اختر برج رفعت
باحسین ابن علی داشت ولاے عجبی
زائرے پیش وی از ارض حسین آمد گفت
باد شاہ بران بوسہ زد و دوش گرفت
فیضیاب از کرمش وحش وطیور وانسان
شور تنجیر و نواسیر وقلاع دیرقان
کرب مہلک شدہ در خلق جمیعاساری
تخت بلقیسی او رفت دریں جابرباد
سوم ماہ محرم چو ازیں عالم رفت
داشت در شعر و سخن دخل و تخلص اختر

از گل وخار جہان رفت سبک مثل صبا
بودہ در بزم عزا اشک فشان چاک قبا
خامس آل عبا این تو بخشید عبا
کردہ تصدیق وے وم نزد از شک و ابا
علما و صلحا و فقرا و غربا
چارہ ماند از و شام و سحر ہوش ربا
شداین سانحہ بالاتر و برتر ز وبا
نرسانید خبر مرغ سلیمان ز سبا
بہ کہ یکسال نیاید بجاب اے ادبا
ادخوا رحلتہ الٰہ بنجم غربا
سنہ ۱۳۰۴ھ

میر انیس اور مفتی صاحب

مفتی صاحب کے اصحاب صحبت مین میر انیس ایک خاص شخص تھے اُن سے بے انتہا محبت تھی ان دونون بزرگون کی باہمی نشست اور آپس کی باتین ایسی دلچسپ تھین جو صفحات تاریخ پر یادگار رہتین مگر افسوس ہے کہ وہ یکجا نہین ہوسکتین مفتی صاحب کی ادبی تصنیف ظلِ ممدود مین وہ رقعات درج ہین جو کہ میر انیس کو لکھی ہین بعض لوگون کا خیال ہے کہ میر انیس مشکلات فن مین کبھی کبھی مشورت بھی کرتے تھے اِسکے متعلق مین نے اکثر واقعات سُنے ہین۔

آخر مین باہمی کسیقدر شکر رنجی ہوگئی تھی ماہ شعبان ۱۲۲۹ہجری کا واقعہ ہے کہ ایک دن صبح کو مفتی صاحب مرزا محمد ذکی خان کی بارہ دری مین تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ وزیر صاحب سلمہٗ کی شادی کرنا منظور ہے اور حکیم سید محمد صاحب آتش کی پوتی حکیم سید علی اکبر صاحب کی دختر کے ساتھ گفتگو طے ہوگئی ہے۔ استخارہ بھی واجب ہوگیا ہے یہ مکان محفل کے قابل ہے فرش فروش شیشہ آلات جھاڑ کنول سب موجود ہین یہین عقد ہونا مناسب ہے چنانچہ یہ بات طے ہوگئی اور اہل شہر کا ایک ایک خوان کے دو سو تینتیس تورے تقسیم ہوئے ملازمین کو جوڑے دیے ا۔ یہ سامان ہوا اُدھر دولھن والون کی طرف سے یہ خبر ملالت آمیز پہونچی کہ اس تقریب کی گفتگو دو سال تک جناب میر انیس صاحب کے فرزند

---

[1] اس واقعہ کے متعلق خود جناب وزیر صاحب نے ایک رسالہ راحت رسا تحریر کیا ہے جس کی عبارت نہایت شیرین اور جابجا اشعار دلاویز سے اس کو مرصع کیا ہے۔ یہ پورا رسالہ میری نظر سے گذرا ہے ۱۲ عزیز

میر محمد صاحب کے ساتھ رہی تھی اور جانبین سے تحفہ و تحائف آیا جایا کرتے تھے عقد کی
نوبت نہ پہونچی تھی کہ صاحبزادے کی نسبت اولیاے عروس کو معلوم ہوا کہ وہ عیش و نشاط
مین مصروف رہتے ہین اور صاحب اولاد بھی ہین اسی بنا پر گفتگو درہم برہم ہوگئی مگر
اس جدید کی نسبت کو سنکر اُدھر سے تعرض ہو رہا ہے اور ہم مین جوا بدہی کی قوت نہین۔
مفتی صاحب یہ سنکر بہت متفکر ہوے اسلیے کہ میر انیس سے نہایت مانوس تھے مرزا محمد ذکی
اور حکیم محمود علی صاحب کو بلا کر مشورہ کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مجھے قبل سے معلوم نہ تھا
ورنہ میر انیس صاحب سے ضرور اجازت حاصل کر لیجاتی مگر اب کوئی موقع نہین۔ ہا آخر ین
یہی رائے قرار پائی کہ اب مناسب نہین اور عذر گناہ بدتر از گناہ ہے پھر تورہ بندی شروع ہوئی
بعض حضرات نے یہ صلاح دی کہ میر صاحب کے یہان بھی تورہ رقعہ بھجوا دیجئے وزیر صاحب
کو انکے چچا ہمراہ لیکر جائین اسکے بعد اگر شریک عقد ہون تو بہتر ورنہ شکایت کا موقع
نہ ہوگا حکیم صاحب نے رائے دی کہ بہتر یہ ہوگا کہ مرزا محمد ذکی صاحب حسب معمول میر صاحب
کے پاس جائین اور لاعلمی سے نسبت قرار پانا اور تاریخ شادی معین ہونا اور بعد استقرار
اس خبر کا معلوم ہونا جو صحیح صحیح واقعہ ہے بیان کرین اُسکے بعد رقعہ اور تورہ بھیجدولہ
کا جانا مناسب ہے اِس طرح صفائی رہے گی اور گلہ ہوگا تو دولھن والون سے ہوگا۔ چنانچہ
وہ گئے اور میر صاحب سے بیان کر دیا میر انیس نے جواب دیا کہ ہان عورتون مین گفتگو ہوئی تھی
اور ایسی گفتگوئین بہت ہوا کرتی ہین ا سبات کا کچھ ثبات نہین نہ مجھے کوئی شکوہ شکایت
کا موقع ہے۔ جب شادی قرار پا چکی تو ضرور ہونا چاہیئے وہ صاحبزادے بھی مثل میری
اولاد کے ہین کوئی غیر نہین البتہ میر محمد اور ان کی والدہ کے ملال کے خیال سے شرکت
شادی سے شاید معذور رہون اپنی طرف سے عرض کر دینا رقعہ اور حصّہ نہ بھجوائین۔

مرزا محمد زکی نے وہان سے واپس ہوکر سب کیفیت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین عرض
کردی مگر حکیم محمود علیصاحب نے تورہ بھجوادیا میر صاحب نے واپس کر دیا۔
میر محمد صاحب نے یہ واقعہ خواجہ سرائے شاہی میان دیانت سے آٹھوین کی مجلس
مین جاکر مفصل بیان کیا مطلب یہ تھا کہ اس معاملہ مین آپ میری دادرسی کیجیے۔
میان صاحب نے جواب دیا کہ کوئی بات نہین ایک پلٹن نادری گھنگھور ہزار تلنگا اور
سلیمانی رسالہ مع توپخانہ لیجاکر دولھن کی فنس تمھارے گھر پہونچ سکتی ہے لیکن جب تک
میر انیس صاحب خود میرے نام رقعہ نہ لکھینگے تمھاری رائے پر عمل نہ کرونگا۔ یہ خبر
شدہ شدہ خانۂ عروس تک پہونچی صاحبزادے نے میر انیس سے اصرار کیا میر صاحب نے خفا
ہوکر فرمایا کہ جبر و حکومت سے مجھے لانا منظور نہین ہزار جگہ اس سے بہتر موجود ہین۔ اُدھر
سلطان العلما کو خبر ہوئی اُنھون نے بعد نماز مغربین مع جناب سید العلما شرکت فرمائی
سنا گیا ہے کہ خبر مذکور کی سبب سے جابجا فساد کا اندیشہ تھا اور مجمع بھی نظر آتا تھا لوگون نے
دولہ کی فنس کے دروازے بند کر دیے تھے۔ اور ہر طرف سے حفاظت کرتے جاتے تھے
سلطان العلما نے فنس کے دروازے کھلوا دیے اور کہا کہ یہ دولھن کی فنس ہے یا دولہ
کی عنسر ضکہ دونون بزرگوارون نے عقد پڑھ دیا اور بادشاہ کو اطلاعی عریضہ لکھا
کہ دیانت الدولہ کی فوج کا انتظام اہالیان دولت فرمادین بادشاہ نے خواجہ سرا کو بلوایا
اُس نے عرض کیا کہ اگر میر انیس صاحب بادشاہ کے حکم سے مدد طلب کرتے تو ضرور تدارک
کیا جاتا لیکن میر صاحب خود ہی متامل ہین۔ سُنا گیا ہے خواجہ سرا نے بالا بالا سلطان العلما
سے مجلس عقد مین یہ دریافت کرایا تھا کہ آپ نے عقد کس کے حکم سے پڑھا سلطان العلما نے
کچھ جواب نہین دیا۔ دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ خدا اور رسول خدا

حکم سے پڑھا میرے سامنے سے دور ہو جاؤ جب افسر نے عرض کیا کہ حضور مختار ہین۔ مگر دوسرا شخص مجھے اسطرح جواب نہین دے سکتا تھا۔

بہر حال رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔ جو مکاتیب میر صاحب اور مفتی صاحب مین اسکے بعد ہوئے وہ ظل ممدودہ نامی مین درج ہین۔ رفتہ رفتہ جانبین سے رفع ملال ہو گیا اور پھر باہم شیر و شکر ہو گئے۔

میر انیس کی نازک مزاجی مشہور ہے اسی زمانے مین مفتی صاحب کے ایک خط کے جواب مین میر انیس صاحب نے یہ شعر لکھ بھیجا تھا ؎

مرنجان دلم را کہ این مرغ وحشی	ز بامیکہ برخواست مشکل نشیند

مفتی صاحب مرحوم نے ایک مبسوط قطعہ اسکے جواب مین تحریر فرما کر بھیجدیا چونکہ وہ قطعہ صاحب واقعات انیس نے اپنی کتاب مین درج کردیا ہے اس لیے مین مکرر اس کا لکھنا پسند نہین کرتا۔

انھین مراسم کی بنا پر میر نفیس مرحوم نے مفتی صاحب کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔ اور فارسی کلام پر اصلاح بھی لی جس کا ذکر عنوان اصلاحات مین درج ہے میر نفیس مرحوم نے ایک مخمس عزاے انیس مین اصلاح کے واسطے پیش کیا تھا۔ جس کو بناتے وقت قلم برداشتہ خود بھی ایک مخمس کہدیا جسکے اشعار سے میر انیس کی عظمت اور انکی محبت ظاہر ہوتی ہے ؎

یارب کہ جدا شد کہ چنین ہوش ربائیست	مغموم و حزین خود سخن از در جدائیست
افسردہ ز ہجرش چمن مدح سرائیست	از دست غمش صفحۂ قرطاس حنائیست
	خون جگری بسکہ ز مژگان سخن رفت
از خامۂ او رایت سلطانِ سخن بود	در قبضۂ او صارم برّان سخن بود

در مجلس اوزینتِ ایوانِ سخن بود — از صحبت او بندشِ ارکان سخن بود

از رحلتِ او قدرت و امکانِ سخن رفت

بود از قلمش مایۂ دکانِ حلاوت — میزد رقمش موج بدریاے سلاست

شیر بحیت زکلکش شکر و شیر فصاحت — برخوانِ سخن بود از و شورِ ملاحت

تا رفت ہمہ نعمت الوانِ سخن رفت

در بزمِ عزا آئنہ دارِ شہدا بود — تصویر کشِ معرکۂ کرب و بلا بود

با خلقِ حسن بود انیس الغربا بود — در مرثیہ گوئی خضرِ راہنما بود

او رفت کہ سرچشمۂ حیوانِ سخن رفت

تا رفت بمنبر طپش افتاد بہر دل — از سیف زبانش ہمہ محفل شدہ بسمل

در ہند چو حسان و حسن بود چو مقبل — ناگاہ سوے روضۂ رضوان شدہ مائل

چون غنچہ خموشید و زبستان سخن رفت

قطعات تاریخ وفات انیس

پژمردہ شد از باد خزان ہر گلِ ہند — وازفوتِ انیس شد بپا غلغلِ ہند

گل کردہ بارتجال سال تاریخ — گلزار جنان رفت کنون بلبلِ ہند
سنہ ۱۲۹۱ھ

ذیل کے قطعہ سے میر انیس کی مشہور رباعی کے چوتھے مصرع سے اُن کی تاریخ وفات نکالی ہے ؎

تھے انیس الغربا ذاکرِ مداحِ امام — ہے یقین پیشِ خدا درجہ اعلیٰ ہوگا

اُٹھ گیا دارِ فنا سے وہ مہِ برجِ کمال
کوئی دنیا مین نہ اس وضع کا پیدا ہوگا

موت کی یاد ہمیشہ تھی دلِ اقدس مین
جو کہا شعر وہ البتہ غم افزا ہوگا

مدح مین اُسکی کسے طاقتِ گویائی ہے
کون ایسا ہے جو اس طرح کا گویا ہوگا

سال تاریخ بھی گویا کہ کلام اُنکا ہے
ہائے جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
۱۲۹۱ھ

ثابت صاحب بیان فرماتے ہین کہ ہم سے خود وزیر صاحب ۱۸۸۴ء مین بمقام آگرہ شاہ گنج ناقل تھے کہ میر انیس نے مفتی صاحب کو ایک مرثیہ سنایا اُسمین یہ مصرع تھا "جب حملہ ور امام کریم النفس ہوئے"۔ مفتی صاحب نے فرمایا کریم النفس نہین مسیحا نفس فرمائیے۔

میر انیس صاحب نے مثنوی من و سلوی کی تاریخ جو نظم فرمائی تھی مفتی صاحب نے ایک نظم کے ذیل مین اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے [۱]

ہمچنان کز فیضِ سلطان این کلام
یافت در آئینۂ طبع ارتسام

شب کہ بودم در خیالِ سالِ طبع
این نوید آمد باستقبالِ طبع

کاندر آغازِ جلوسِ خسروی
یافت سر انجام طبع مثنوی

دل چو از روے جلوس آگاہ گشت
گفت مطبوع از جلوس شاہ گشت

مصرعِ کامل ہم آمد در نگہ
گشتہ مطبوع جلوس بادشہ

باز تاریخ دگر کردم طلب
از جناب سیدِ والا نسب

[۱] صاحب حیات دبیر نے لکھا ہے کہ یہ تاریخ فرقانی نے بھی میر انیس کی کہی تھی۔ اور مرزا دبیر کی تاریخ کہی تھی "واے جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا"

نور شمع مجلس صدق و صفا	ذاکر مقبول سبطِ مصطفیٰ
بلبل دستان بستانِ ہند	مادح میر عرب سحبانِ ہند
شاعر یکتا رئیس ذاکرین	تارک دنیا انیس اہلِ دین
ارتجالاً آن وحید روزگار	زد رقم این چند بیت آبدار

تاریخ طبع از سید بر علی صاحب انیس

طبع شد این نظم از فضلِ اِلٰہ	در جلوسِ میمنت مانوس شاہ
خاصۂ درگاہِ ربِّ ذو المنن	ظلِّ حق واجد علی شاہِ زمن
حسبِ حکمِ سیدِ معجز بیان	قبلۂ کونین استادِ زمان
فاضل باذل فقیہِ بالیقین	آفتابِ آسمانِ علم و دین
چون تامل کرد با فکرِ سلیس	از پئے تاریخ آن طبع انیس
داد ہاتف این صدائے دلپذیر	ہست تاریخش کلام بے نظیر

سنہ ۱۲۶۳

جناب انیس مرحوم نے جب مثنوی من و سلوی کو پڑھا تو ذیل کا خط جناب مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجا

قبلہ و کعبہ خلوص کیشان دام ظلکم العالی ۔ زبان این کج مج بیان را چہ یارا کہ مدح این اشعار آبدار نماید الحق کہ درین جزو زمان طرز اعجاز طرازی و سحر پردازی بر ذات فیض آیات ختم گردیدہ

موقلم بودہ است گوئی کلک معجز سازِ تو	صفحۂ قرطاس کردی نگارستانِ چین

از عین الکمال نگاہ داشتہ سایہ ہما پایہ را بر مفارق خادمان خاص مبسوط دارا د بحق محمد و آلہ الامجاد ط

مفتی صاحب قبلہ و مرزا سلامت علی صاحب دبیر

مرزا صاحب کو جناب مفتی صاحب کے ساتھ نہایت درجہ خلوص تھا اور وہ انھین ایک جامع الکمالات مجتہد جانتے تھے اور اُن کے کلام سے نہایت محظوظ ہوتے تھے اور کلام کی بہت وقعت کرتے تھے چنانچہ یہ امر تمام اُن اشعار سے ظاہر ہین جو مرزا صاحب نے مثنوی من و سلوی کی تاریخ طبع مین نظم کیے ہین ؎

خوشا شد این چہ زیبا مثنوی است
کز مضامینش دلِ معنی قوی است

فرد فردش از حقائق دفترے
تشنۂ وحی خدا را کوثرے

حرزِ بازوئے فصیحانِ جہان
مصحفِ رحل کنارِ عارفان

غیر قال اللہ و جز قال الرسول
نظم او حرفی نمیدارد قبول

درمیانِ عارفان با تمیز
صورت سیپارۂ دلہا عزیز

از زمینِ شعر او بیت آسمان
معنی نوخانہ زاد بیت آن

بیت او بیت الحرم را دہ نظیر
جانِ جمالِ یوسف و چشمِ بصیر

مصرعش طوبائے فردوسِ برین
مثلِ ابرو بر ہمہ بالانشین

مطلعِ روشن مثالِ نخلِ طور
می کند چشم از فروغش کسبِ نور

آرے آرے نیست جائے گفتگو
نثر عاری از ثنائے نظمِ او

ناظمش علامۂ عالیجناب
سیدِ اقدس پناہ شیخ و شاب

قبلۂ اہلِ یقین لاریب فیہ
واعظ و مفتی و محتاط و فقیہ

صدرِ پاکش مصدرِ الہامِ غیب
روز و شب گوش و دلِ پیغامِ غیب

صاحب دیباچہ فضل و کمال
خطبہ انشائے اعزاز و جلال

در ثنائے مصطفیٰ حسانِ عہد
در ولائے مرتضیٰ سلمانِ عہد

بوعلی سینا ز عطارانِ او
حضرتِ عیسیٰ ز بیمارانِ او

حکمت العین ز اشارا تش عیان
ذرہ از مہر او شمسیہ خوان

وہ چہ رنگین مثنوی تصنیف کرد
عقل کل بر جزو کل تعریف کرد

رایت حشمش فلک افراختہ
ہدیۂ سلطان عالم ساختہ

ظل یزدان حضرتِ امجد علی
شاہِ شاہان حضرت واجد علی

داد نظمش داد با مدحت گری
بارعایا کرد معنی پروری

سال تاریخش دبیرِ خیر خواہ
کرد انشا نسخۂ آرام شاہ

باز ملہم شد بفضلِ کردگار
منتخب کردہ حروفِ نقطہ دار

مصرعی گفتہ پے تاریخ آن
گنج نقد معنی و نظم روان

سنہ ۱۲ ۶۳

مفتی صاحب قبلہ بھی مرزا صاحب کی بلاغت کلام و رفعت مضامین کی بہت قدر کرتے تھے اور جس طرح میر انیس صاحب کے کلام کی وقعت مفتی صاحب قبلہ کی نگاہ مین تھی اسی طرح مرزا صاحب کے کلام کی بھی بہت وقعت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک سوال بھیجا تھا کہ یہان لوگون مین اختلاف ہے کہ میر صاحب کا مرتبہ شعر گوئی و نظم مرثیہ مین زیادہ بلند ہے یا مرزا صاحب کا لہذا اسکا آپ فیصلہ کر دین؟ مفتی صاحب قبلہ نے اِس سوال کا جواب اس طرح دیا کہ کلام السید حلوٌ فصیحٌ وکلام المیرزا دقیقٌ ملیحٌ وبعد اختلاف الذوقین والطعمین فلا محل للترجیح اذ من الناس من یحب الحلو ومنھم من یحب المالح ولکل منہما مواقع ومصالح والعمر اشرف ان یصرف فی معرفۃ الاشعر بل الاھم ابتغاء مرضات اللہ ورضوان من اللہ اکبر

اِس سے واضح ہے کہ آپ کی نظر مبارک مین دونون کا کلام پسندیدہ و بلند پایہ تھا -

مرزا صاحب کے اِس شعر پر جو پٹنہ کے حضرات نے اعتراض کیا تھا

اِس زخش کے منھ پر کوئی دن چڑھ نہین سکتا	سرعت کا یہ عالم ہے کہ سن بڑھ نہین سکتا

مفتی صاحب قبلہ نے اُس کا جواب بہت خوبی کے ساتھ لکھا تھا جو مفصل سوانح کلکتہ کے ضمن مین درج ہو چکا ہے اور وہ خط بھی درج ہو چکا ہے جو مرزا صاحب نے بنام منشی صفدر صاحب مفتی صاحب قبلہ کے اداے شکریہ مین کلکتہ بھیجا تھا -

مرزا صاحب نے ایک مخمس نظم کر کے جناب مفتی صاحب کو دکھایا تھا جناب نے اُسکی مدح مین یہ رباعی نظم فرمائی -

از خمسہ تو کہ طبع شد طوبیٰ لاک	شد رونق ہفت بند کاشی بیباک
دارم سر اینکہ سال طبعش گویم	بکشا د ازین پنجۂ دو ہفت فلاک

یہ قطعہ بھی بالتزام حرف با نظم فرمایا -

اے دبیرِ آسمان نظم و نثر	نیست از فرمان تو حدِّ ابا
شاعرِ رنگین بیان اہلبیت	ذاکر بزم شہِ گلگون قبا
ہند با ہنگامۂ نظمِ تو گرم	ورنہ بارد بود مثل ہند با
فکر بکرش در مخمس جلوہ کرد	تا کشد شکل عروس دل ربا
طبع را این طبع بخشد تازگی	چون نسیم و لکش باد صبا
می برند این خمسہ را در شش جہت	سبعہ سیارہ گوید مرحبا
سال طبع اوست بعد از ثواب	شد قبول خمسۂ آل العبا

سنہ ۱۲۸۲ھ

دیگر

بران هفت بندے که از کاشی است | که در هفت اقلیم گشته شهیر
مخمس ز مرزا سلامت علی | شد از قالب طبع صورت پذیر
عجب هفت کرده بران هفت بند | که اے کاش میگشت کاشی جبیر
ثنا خوان این خمسه از چار سو | کلیم و سلیم و منیر و اسیر
رقم کرد سید بتاریخ آن | زہے خمسه از طبع مرزا دبیر

سنہ ۱۳ھ

ایضاً

این خمسه که در قالب طبع آمد امسال | امید چنانست که جاوید بماند
عباس بتاریخ و تشبیه دعایش | بنوشت که با پنجهٔ خورشید بماند

سنہ ۱۲۸۰

اور باہمی کبھی کبھی مکاتبت بھی ہوتی تھی جسکے بیان کو یہان ترک کیا جاتا ہے۔

غالب اور مفتی صاحب

سنہ ۱۲۷۹ھ مین مرزا اسداللہ غالب اور جناب مفتی صاحب مرحوم سے خط و کتابت شروع ہوئی چنانچہ اُن کی کشکول مین سے ان مکاتیب کو پایا جسمین مرزا غالب کے ہاتھ کے ہوے خط چسپان تھے۔ اِس مقام پر مین اُن خطوط کو نقل کرتا ہون اور اسکی ابتدا اس طرح ہوئی کہ غالب مرحوم نے اپنی کتاب قاطع برھان مفتی صاحب قبلہ کے پاس روانہ کی جس لفافہ کی عبارت یہ تھی :۔

در کانپور بمکان نواب باقر علی خان صاحب موصول و بخدمت خدام مخدومی جناب
مفتی میر عباس صاحب زاد مجدہ مقبول و در بارہ بخشیدن اطلاع رسیدن ارمغان عنایت
مبذول باد سلہ ‌ مرسلہ چہارم اگست سنہ ۱۸۶۲ع اسٹامپ پیڈ [غالب اسد اللہ]

کتاب ملاحظہ فرمانے کے بعد مفتی صاحب قبلہ نے جو خط مرزا غالب کے نام لکھا وہ یہ ہے
یا اسد اللہ الغالب و مظہر العجائب ‌ ‌ پس از اقدام برائے اتحاف تحفہ سلام کہ نثار اقدام
خدام تواند چہ سلامیکہ چون در نجف در صدف شرف پرور دہ در تلالو انوار از تکمیہ زرتار آفتاب
نصف النہار گوے سبقت بردہ ملتمس آنکہ تحریر شکریہ ہدیہ بہیہ مثل مدح و ثنائے ان عطیہ
از حیز بیان و بنان این ہیچمدان بیرون ست سبحان اللہ فکریم کر استایم و بکی گرایم بستائش
قاطع برہان کہ در انقلاب نہ مان نام و نشان برہان قاطع را برہم زدہ و زیر و زبر کردہ ۔ یا
بسپاس گزاری آن خسرو خاور شیرین بیانی و ناظم قلم دسخندانی کہ امروز در شعر و شاعری نظیری
ندارد و کسے در برابرش ظہوری نیارد ہرگاہ در انجمن اہل سخن ذکرش بر آید یاد فردوسی
فراموش است و اگر در شہرستان نظم و نثر کوس لمن الملک زند زمانہ سراپا گوش

در فن معانی ید بیضا دارد		در سحر بیانی لب عیسیٰ دارد

سلہ مرزا غالب کی کتاب جب جناب مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین وصول ہوئی ۔ نواب
نور الدولہ لیث الملک محمد احسن خان بہادر محکم جنگ معروف نواب نادر مرزا صاحب نے اس وصول کی
تاریخ نظم کی تھی اور وہ یہ ہے

نظم

آن غیرت صائب و نظیری
در حضرت عالم محقق
سید عباس اسم پاکش
آمد بہ بیان چو ذکر تاریخ

وان رشک عرفی و ظہوری
آن فاضل کامل مدقق
در نور سرشتہ جسم پاکش
رفتیم صفا بفکر تاریخ

چون غالب شاعر مکرم
سحبان زمان در فصاحت
کز جملہ بعلم بیش باشد
تصنیف لطیف ارمغان کرد
از لجہ فکر گوہرے ناب

استاد سخنوران عالم
حسان عصر در بلاغت
علامہ عصر خویش باشد
تحقیق خود ش دو عیان کرد
شد تحفہ ارمغان نایاب

گر شیوۂ منشیان دیگر جادوست — ادا از قلمش عصائے موسی دارد

نواب مستطاب معین الدولہ انتظام الملک سید باقر علیخان بہادر ظفر جنگ کہ نکتہ رسی است یکتا و مسیحا نفسی است بے ہمتا برین شعر ع "از من بمن سلام و ہم از من بمن پیام ؛ رنج دلی مباد پیام و سلام ما * وجد کردند و مکرر خواندند و فقیر از تاریخ ختم کہ مہر غالب باشد محو شدم کہ چہ قدر بے تکلف و پر تکلف است و تاریخ وصول این ہدیہ از ہمین مادہ باین صورت برآوردم ع

غالب آن مہر سپہر نظم و نثر
تحفہ با مہر از مہرش رسید

ہمصفیر صائبا و طالبا
شد رقم تاریخ مہر غالبا

حررہ اضعف الناس السید محمد عباس فی تکثر الاشغال و توزع البال
علی سبیل الاستعجال والحمد للہ المستعان والصلوٰۃ علی محمد و آلہ خیر آل

اِس خط کے جواب اور شکریہ مین مرزا غالب نے یہ خط روانہ کیا :-

قبلہ حضرت کا نوازشنامہ آیا مین نے اُسکو حرز بازو بنایا۔ آپکی تحسین میرے واسطے سرمایۂ عزّ و افتخار ہے لیکن فقیر اُمیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی نہ سرسری بلکہ سراسر دیکھنا چاہیے۔ پیش نظر دھرا رہے وقت فرصت اکثر دیکھا جائے مین نے جو یہ نسخہ وہان بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے۔ نہ ہٹ دھرم ہون نہ مجھے اپنی بات کی پچ ہے۔ دیباچہ و خاتمہ و متن مین جا بجا جو کچھ لکھ آیا ہون سب سچ ہے حقیقت کی داد جدا چاہتا ہون طرز عبارت کی داد جدا چاہتا ہون نگارش لطافت سے خالی نہوگی گزارش ظرافت سے خالی نہوگی۔ علم و ہنر سے عاری ہون لیکن بچپن برس سے محو سخن گذاری ہون مبدا فیاض کا مجھپر احسان عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت

ازلی و سرمدی لایا ہون مطابق اہل پارس کے منطق کے یہی فرہ ایزدی لایا ہون مناسبت
خداداد تربیت اُستاد حسن و قبح ترکیب پہچاننے لگا فارسی کے غوامض جاننے لگا بعد اپنی
تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے گویا باسی کڑھی مین
اُبال آیا لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا۔ ہے ہے یہ تنگمایہ معارض کا برسلف ہوا
ایک صاحب فرماتے ہین کہ قاطع بُرہان کی ترکیب غلط ہے عرض کرتا ہون کہ حضرت
برہان قاطع اور قاطع برہان کی ایک نمط ہے برہان قاطع نے کیا اٹھا نینوہین سکھ قطع کیا
جواب نے اُسکو قاطع لقب دیا۔ برہان جب تک غیر کے برہان کو قطع نہ کرے گی کیونکر
برہان قاطع نام ہوگا۔ برہان قاطع کی صحت مین جسقدر تقریر کیجیے گا وہ قاطع برہان کی صحت
کے ثبوت مین کام آئیگی قطعہ تاریخ کا کیا کہنا ہے گویا کتاب معشوق اور یہ قطعہ اُس کا گہنا ہے جناب
نواب صاحب کا نیازمند اور بندہ فرمان بردار ہون بعد عرض سلام کے پسند آنیکا تشکر گذار
ہون۔ آپکے علم و فہم و ادراک کی جو تعریف کیجائے وہ حق ہے لیکن میرے شعر کی ستایش
صرف خریداری دکان بیرونق ہے۔

انصاف کا طالب غالب
شنبہ ۱۹ صفر المظفر سنہ ۱۲۸۰ھ

غالب

جواب از مفتی صاحب قبلہ

جناب الاسلمہ اللہ تعالیٰ ۔ مکتوب مرغوب کو دیکھکر مسرور ہوا تعلق خاطر دور ہوا
لیکن کانپور مین بسبب ترددات سفر جواب کی نوبت نہ آئی۔ اور لکھنؤ مین ملاقات احباب
سے فرصت نہ پائی۔ کیا عرض کرون مین بہت ناتوان ہون مشت استخوان ہون۔ رنجون مین
گرفتار ہون رحمت الٰہی کا اُمیدوار ہون اگر کچھ بھی دل و دماغ مین قوت پاتا اور فی الجملہ
درس و تدریس اور تحریر جواب مسائل سے فرصت پاتا اس رسالہ کو از اول تا آخر دیکھکر

جو ذہن ناقص مین گذرتا مفصل عرض کرتا ۔ ماشاء اللہ آپکی نظم و نثر سے دل مزے اُٹھاتا ہے
جو صاحبِ ذوق ہے لذت پاتا ہے اِس نگارش نے کتابِ دکنی کو نظر سے گرا دیا حُسنِ خط
سبزان دکن بھلا دیا ۔ اللہ ری شوخی کلام کہ چشم غزالان ختن کو حیرت ہے اور یہ لطافت
و ظرافت کہ ادائے بتان طناز کو کیا نسبت ہے ۔ سہام ملام کا جواب نے شکوہ فرمایا ہے
حال اُسکا یہ ہے کہ حدیث مین آیا ہے حضرت موسیٰ نے درگاہِ الٰہی مین عرض کیا کہ خدایا
تیرا دم بھرتا ہون دو دعائین کرتا ہون جنت مجکو عطا کر اور خلق کی زبان سے رہا کر ۔ ارشاد ہوا
دعاے اول قبول ہے ۔ تو جنتی ہے رسول ہے لیکن دوسرا جو سوال ہے اُسکا یہ حال ہے کہ
ہم نے اپنے واسطے بھی نہین کیا ۔ غرض خلق کا حلق بند نہین وہ لوگ کم ہین جو مردہ پسند نہین
قاطع برہان خوب نام ہے آمین کیا جاے کلام ہے معنی صاف ہین معترض نا انصاف ہین لطف
یہ ہے کہ خود نام سے پیدا ہے کہ اسنے برہان قاطع کو اُلٹا ہے مگر ان دونون باتون کا ایک نمط
پر ہونا جائے تامل و غور ہے ظاہرا اُسکا مطلب اور ہے اور آپ کا مقصد اور ہے قطع کے معنی
کاٹنے کے اور یقین کے بھی آئے ہین اُسنے غالبًا معنی ثانی مراد لیے ہین اور آپ معنی اول
استعمال مین لائے ہین ۔ بہر صورت برہان کیطرف ظاہرا قاطع کی اضافت ہے اور اس ترکیب
مین سراسر لطافت ہے آمین کچھ شک و ریب نہین کہ ابہام مین حسن ہے کچھ عیب نہین ۔ لیکن
تقصیر معاف ظرافت نے آفت کو برپا کیا ۔ درشتی نہ کرنی تھی یہ کیا کیا ۔ خیر گذشتہ را صلوات
والسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ ۔

مکتوب مرزا غالب بنام سلطان العلما

خداوند نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔ تسلیم و کورنش و ذریعہ نیازی کہ پیشرازین

بپاسخ ہمایون توقیع روان داشتہ ام بعز قبول قرین باد درین ہنگام در شہر دو دانشمند باہم در آویختہ اند یکے می سراید کہ آفریدگار ہمتاے حضرت خاتم الانبیا علیہ و آلہ السلام می تواند آفرید و این یکے میفرماید کہ ممتنع ذاتی و محال ذاتی است بندہ چون ہمین عقیدت دارد نظمے در گیرندہ بدین مدعا سرانجام دادہ است ہر آئینہ چشم دارد کہ سواد بہ نور نظر اصلاح روشن شود زیادہ حد ادب از غالب نگاشتہ بست و یکم جمادی الاولی سنہ ۱۲۷۳ھ

اے کہ میگوئی توانا کردگار
چون محمد دیگرے آرد بکار

با خداوندِ دو گیتی آفرین
ممتنع نبود ظہوری این چنین

نغز گفتی نغز تر باید شنفت
آنکہ پنداری کہ ہست اندر نہفت

گرچہ فخرِ دودہ آدم بود
ہم بقدر خاتمیت کم بود

صورت آرائش عالم نگر
یک مہ و یک مہر و یکتاتم نگر

اینکہ می گویم جوابی بیش نیست
مہر و مہ زان جلوہ تا بے بیش نیست

آنکہ مہر و ماہ و اختر آفرید
میتواند مہر دیگر آفرید

گر دو مہر از سوئے خاور آورد
کور باد آن کو نہ باور آورد

قدرت حق بیش ازین ہم بودہ است
ہرچہ اندیشے کم از کم بودہ است

لیک در یک عالم از روئے یقین
خود نمیگنجد دو ختم المرسلین

یک جہان تا ہست یک قائم بس است
قدرت حق را نہ یک عالم بس است

از دل ہر ذرہ آرد عالمے
تا بود ہر عالمے را خاتمے

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود
رحمۃ للعالمینی ہم بود

در یکے عالم دو خاتم را مجوئے
صد ہزاران عالم و خاتم بگو

کثرت ابداع عالم خوب تر | یا بیک عالم دو خاتم خوب تر
غالب این اندیشه نپذیرم همی | خرده هم بر خویشتن میگیرم همی
اے که ختم المرسلین اش خوانده | دانم از روے یقینش خوانده
این الف لامی که استغراق راست | حکم ناطق معنی اطلاق راست
نشأ ایجاد هر عالم یکے است | گر دو صد عالم بود خاتم یکے است
خود همی گوئی که نورش اول است | از همه عالم ظهورش اول است
اولیت را بود شانے تمام | کے بہر نے پذیرد انقسام
جوهر کل بر نتابد تشنیر | در محمد ره نیابد تشنیر
تا نه ورزی اندر امکان ریو و رنگ | حیز امکان بود بر مثل تنگ
میم امکان اندر احمد منزوی است | چون ز امکان بگذری دانی که چیست
صانع عالم چنین کرد اختیار | کش بعالم مثل نبود زینهار
وین نه عجز است اختیار است اے فقیه | خواجه بے همتا بود لاریب فیه
هر کرا باسایه ننهد خدا | آنچه اولی نقش کے بندد خدا
همگهر مهر منیرش چون بود | سایه چون نبود نظیرش چون بود
منفرد اندر کمال ذاتی است | لاجرم مثلش کمال ذاتیست
زین عقیدت بر نگردم والسلام | نامه را در می نوردم والسلام

تحریر تاریخ ۴ جمادی الثانی ۱۲۷۳ھ

اس خط کا جواب حسب ارشاد سلطان العلما جناب مفتی صاحب نے حسب ذیل تحریر فرمایا۔

بعد اہدائے سلام باکرام کہ طغرائے دیباچہ کلام وطوبائے دار السلام اسلام است

مشہود خاطر عاطر باد صحیفه رساله مشتمل بر مسئله متضمن اشعار آبدار که مرسله بند اعیاد اذهان و
افکار و رونق شکن بازار لآلی شاہوار بود رسید۔ الحق که داد سخن داده اند و نافه مشک سخن
کشاده سلاست مبانی با لطائف معانی باہم آمیخته و مباحث علمیه بمضامین شعریه در یک قالب
ریخته در سلک علم و شعر و سخن و نظم و انتظام داده اند که از قدیم الایام معلوم بود از حال توغل و مداخلت
در معقول و منقول زیاده باعث ظهور و شهود و نور علی نور لکن این مسئله از علم کلام است و خوض
درین فن بر غیر خواص حرام و اقتحام در شبہات منطقه اشتباه و غلط است و از چیزے که شارع
مقدس بآن تکلیف نداده سکوت احوط بہر حال بالاجمال اعتقاد باید کرد که قدرت الٰہیه وسیع است و
بر جمیع ممکنات و مقدورات ایجاد مثل جناب رسالتمآب فی نفسه ممتنع ذاتی نیست اگرچه باعتبار خصایص
عرضیه مثل افضلیت و اولیت و خاتمیت و اکملیت که بنظر آیه کریمه ولکن رسول الله و خاتم النبیین
و حدیث اول ما خلق الله نوری و احادیث کثیره دیگر مقرون بالیقین است بلکه از جمله ضروریات
دین ایجاد مثل و مانند آن جناب بمنزله ممتنع میباشد و لکن اقتدارش منزه ذاتی از شریک مختص
بجناب احدیت است نه از صفات بشریت و لہذا در حق خود میفرماید ولم یکن له کفوا احد
و بجناب رسالتمآب خطاب فرموده که قل انما انا بشر مثلکم لکاتبه ذوات ممکنه را لاف
سرمدی نرسد + بعز و شان خدائے کس از خودی نرسد نه هر زیادت لفظ از زیادت معنی است
بقدرت احدی قدر احمدی نرسد غالب مفاد نظم غالب ہمین مطالب است والسلام خیر ختام۔

مثنوی خطاب فاصل مین چند اشعار ہین جسمین غالب مرحوم کا ذکر ہے وہ یہان درج کیا جاتا ہے

حالیا دیگرے ز قوم ذلیل ۔ در نوشت است بر کلام خلیل
گرچه روے سخن بغالب بود ۔ لازمش دفع آن ثالب بود

لیک غالب صلاح خویش ندید	در تسنن فلاح خویش ندید
زانکہ بود است او زاہلِ کمال	نہ ز نصاب بود و نے از زوال
او نہ بالطبع مرد جبلی بود	تابع حکمِ شاہِ دہلی بود
نامۂ او لین کہ او گفتہ	نیست آنہم یقین کہ او گفتہ
بطریقش کلام می ماند	راز پوشیدہ را خدا داند
ظاہرا بودہ است اصل سخن	یاز نوشاہ یاز شاہ کہن

جناب مفتی صاحب اور مولانا سید نجم الحسن صاحب

مفتی صاحب کے اصحاب صحبت اور تلامذہ مین جناب مولانا کا پایہ بہت بلند ہے
اسلیئے مین نے علامہ ممدوح کی خدمت بابرکت مین عرض کیا کہ آپ اپنے واقعات کو خود
قلمبند فرما دین تاکہ اس باب کی تکمیل ہو جائے ۔ منت پذیر ہون کہ حضرت استاذ علامہ نے
اپنے گرامی اوقات خاطر عزیز سے صرف فرما کر ذیل کے حالات عنایت کیے جسکو مین تبرکا
اس کتاب مین بجنسہ درج کرتا ہون ۔ (عزیز)

میری ابتدائی تعلیم جناب مولانا سید تفضل حسین صاحب قبلہ متوطن سنبھل سے متعلق تھی جو
ایک مقدس عالم تھے چونکہ وہ سرکاری مدرسہ مین صیغۂ عربی کی تعلیم کے لیے مراد آباد سے کانپور
تبدیل ہو گئے اسلیے مجھے بھی میرے والد ماجد نے کانپور بھیجدیا ۔ جناب مولانا کی ہمراہی مین
اکثر مین بھی بمقام گوال ٹولی جناب مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین شرفیاب ہوا کرتا تھا
جناب ممدوح میرے حال پر نہایت شفیق تھے اور مجھے دیکھکر بہت خوش ہوا کرتے تھے ۔
میرے والد ماجد سے اور جناب ممدوح سے جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب امروہوی کے

کے توسط سے باتین ہوئین اور میری شادی جناب مفتی صاحب کے یہان قرار پاگئی۔ ماہ رجب کی ستائیسوین شب یعنی لیلۃ المبعث ۱۲۹۵؁ھ بمقام لکھنؤ عقد ہوا اُسوقت میرا سن سولہ سال کا تھا۔

رجب ۱۲۹۵؁ھ ہجری سے رجب ۱۳۰۶؁ھ ہجری تک قریب قریب تمام اوقات میرے جناب مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین گذرے اور مجھے اکتساب برکات کا عمدہ موقع ملا۔ جناب کے مراحم والطاف جو میرے حال پر مبذول ہوے وہ کسی طرح تحریر مین نہین آسکتے مین کہہ سکتا ہون کہ کچھ عرصہ کے بعد اپنی صلبی اولاد سے بھی میرے ساتھ زیادہ محبت فرماتے تھے۔ اور قلب مبارک مین میری جگہ اس قدر تھی کہ شاید کسیکے ساتھ وہ حالت نہ تھی ہمیشہ خیال رکھتے تھے کہ کوئی بات میرے خلاف مزاج نہونے پائے بنفس نفیس میری تعلیم مین توجہ فرماتے تھے۔ مین نے معانی بیان اور فقہ واصول اور ادب مین خاص طور پر جناب سے استفادہ کیا اور جناب کے اکثر مصنفات پڑھے کتبخانہ مطالعہ کتب کیلئے موجود تھا ہر وقت مجھے اجازت تھی۔ اور میرے اوقات صبح سے نصف شب تک انھین اشغال مین صرف ہوتے تھے۔

جب مین حاضر خدمت ہوا اُس وقت تک درس نظامی کے معقولات تمام نہوے تھے مین نے چاہا کہ درس مذکور کو تمام کرون لیکن جناب نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ مین نے خوب غور کرلیا ہے جس قدر استعداد فقہ واصول وغیرہ کے لئے لازم ہے وہ باحسن عنوان موجود ہے اب زیادہ ضرورت نہین ہے۔ جناب نے یہ بھی گوارا نہین فرمایا کہ مین سواے اُنکی ذات بابرکات کے کسی دوسرے سے تلمذ اختیار کرون۔ مین نے جناب مولانا سید علی نقی صاحب فخر المدرسین یا جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ عرف جناب ابو صاحب سے جو کچھ حاصل کیا وہ جناب مرحوم سے مخفی یا اُنکی وفات کے بعد کیا مگر خود اُنکے افادات و ہدایات کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا اور بکمال شفقت مختلف علوم و فنون کے مفید مطالب و رموز تعلیم فرماتے رہتے تھے۔ یہانتک

ایک زمانہ مین جناب کے صفات کمالیہ کی تاثیر نے یہ نتیجہ دکھایا کہ مجھ سے نالائق کو کون نے جناب مفتی صاحب قبلہ کے کمالات کا ایک پرتو سمجھ لیا۔

ایک یہ بھی طریقہ تعلیم تھا کہ اپنے تالیفات نظم و نثر مین جو کچھ افادہ فرماتے تھے اکثر مجھ سے لکھواتے تھے۔ چنانچہ مثنوی اجناس الجناس ملقب بہ مرصع کی تصنیف لکھتے لکھتے میری طبیعت پر یہ اثر ہوا کہ مین نے خود بھی اسی صنعت اور اسی بحر مین اشعار کہے۔

سب سے زیادہ فائدہ جس تصنیف سے مجھے حاصل ہوا وہ شریعت غرا ہے جو کہ فقہ مین ایک نہایت اعلےٰ درجہ کی استدلالی کتاب ہے اور سجع کا بھی اسمین التزام ہے اور لطف عبارت بھی ایسا ہے جو کہ ادب کی کتابون مین ہوتا ہے۔ چند سال کے بعد کلکتہ کے قیام مین تصنیف مذکو کا اہتمام میرے متعلق کرکے اس خدمت سے میری عزت افزائی فرمائی۔ میرا معمول یہ تھا کہ جو مسئلہ درپیش ہوتا تھا ایک دن پیشتر کتب فقہیہ مین مثل شرح لمعہ و مسالک و مدارک و مستند و مبسوط و جواہر الکلام و برہان قاطع و ریاض و سرائر و جوامع الفقہ وغیرہ کے تلاش کرکے عبارتون کے مطالب پیش نظر کرلیتا تھا۔ دوسرے روز جب بغرض تصنیف تشریف فرما ہوتے تھے ہر کتاب کا مطلب علٰحدہ علٰحدہ عرض کردیتا تھا کہ فلان نے اس طرح لکھا ہے اور فلان نے اس عنوان پر تحریر کیا ہے اسکے بعد جو کچھ خود وہ جناب افادہ فرماتے تھے اُس عبارت کو لکھتا تھا اور نظر ثانی کے بعد صاف کردیا کرتا تھا۔ اس صورت مین جناب کی زحمت مین بہت کمی ہوجاتی ہے اور میری استعداد اور وسعت نظر بڑھتی تھی۔ بعض مسائل مین کچھ عرض کرنیکی بھی نوبت آتی تھی مین اپنے شبہات پیش کیا کرتا تھا اور جناب مرحوم اپنے الطاف بزرگانہ سے سنکر جواب دیا کرتے تھے اور بالآخر میری تسکین کردیتے تھے جب تک لکھنؤ مین قیام رہتا تھا تو مین بھی وہین حاضر رہتا تھا اور جب کانپور تشریف لیجاتے تھے مین بھی ہمراہ ہوتا تھا۔ جمادی الثانیہ ۱۲۹۶ھ مین جب امروہہ تشریف لیگئے وہان بھی مین

ہمراہ تھا بلکہ امروہہ کا سفر ہی میری عرض کرنیسے اختیار کیا تھا جیسا کہ باب الاسفار مین واضح ہوا
غالباً ۱۲۹۷ھ یا ۱۲۹۸ھ مین جناب نواب اعظم علی خان صاحب نے جناب کو مرشد آباد بلایا تھا
آپ منظور نہ فرماتے تھے جب اصرار بلیغ ہوا اور بعض حضرات لینے کے واسطے آئے منظور فرمایا
اور تشریف لیگئے۔ اس سفر مین بھی مجھے ہمراہ لیا تھا۔ اتفاقاً وہان پہونچکر مین بیمار ہوگیا چار
پانچ دن ٹھہر کے لکھنؤ واپس چلا آیا۔ اس سفر مین جناب مفتی صاحب سے فریب دہی کیجاتی تھی دھوکا دیکر
خلاف حکم شریعت لکھوانا چاہتے تھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۱۲۹۸ھ ہجری مین واجد علی شاہ مرحوم نے جب کلکتہ سے طلب فرمایا اور آپ تشریف لیگئے
تو مین ہمراہ نہ تھا لیکن کچھ عرصہ کے بعد مجھے طلب کرلیا۔ پانچ چھہ برس تک برابر اس ذریعہ سے
کلکتہ کی آمد ورفت رہی۔ کچھ زمانہ تک جناب کا قیام صاحب عالم مرزا جہانقدر کی کوٹھی پر جو
کنار دریا پشتہ پر واقع ہے رہا اور مین بھی پشتہ کی طرف رہتا تھا جہان ہر وقت بھاگارتی کا
بیڑا رومدا اور کشتیون اور جہازون کی آمد ورفت پیش نظر رہتی تھی۔ جب بادشاہ نے ایکخاص
محلسرا جناب کے قیام کے لئے مخصوص فرمادی تو مین بھی وہین چلا آیا۔
کلکتہ مین مجھے تعلیمی سلسلہ کے قائم کرنیکا بھی کچھ زمانہ ملگیا۔ جناب مفتی صاحب کیخدمت
مین بمقام کلکتہ اگر تدریس کا سلسلہ تھا تو صرف میرے لیئے تھا یا صاحب عالم مرزا جہان قدر کسیقدر
مستفید ہوتے تھے۔

درحقیقت وہ زمانہ جناب کی پیرانہ سالی اور ضعف اضمحلال کے سبب سے تعلیم دینے کا نہ تھا
لیکن میرے حال پر خاص عنایت تھی جو قبول فرمالیا تھا۔ اور مین نے بھی اس خیال سے کہ
اب جناب کا دماغ اس بار کا متحمل نہین ہے یہ بنا کی تھی کہ کتاب کی عبارت پڑھتا تھا ترجمہ
نہ کرتا تھا۔ اور مطلب بھی دریافت نہ کرتا تھا بلکہ خود ہی مطلب بیان کرتا تھا اور عرض کردیتا تھا کہ

آپ صرف سماعت فرما لیا کرین۔ اگر میرا بیان صحیح ہو تو اشارہ سے فرما دین اور اگر غلط ہو
تو مجھے ٹوک دین تاکہ مین غور کرکے پھر بیان کرون چنانچہ اسی عنوان پر شرح لمعہ کی ایک معتدبہ
مقدار روزانہ پڑھتا تھا اور اکثر ابواب مین نے بآسانی پڑھ لیے اور جناب پر بار نہوا مطالعہ اور
درس کے علاوہ جو وقت ملتا تھا وہ شریعت غرّا کی خدمت مین صرف کرتا تھا جو بجائے خود
نہایت عظیم الشان کام تھا۔

ایک دن جناب نے اجتماع حمل وحیض کا مسئلہ تحریر فرمایا اور مجھی سے لکھوایا۔ جب مین
اُس مسودہ کو صاف کرنے لگا تو مجھے معلوم ہوا کہ عبارت مطلب کے خلاف پر دلالت کررہی ہے
بہت غور کیا سمجھ مین نہ آیا آخر کار تبییض کو معطل کرکے حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ اسکا
مطلب میری سمجھ مین نہین آیا فرمایا پڑھو مین نے پڑھا فرمایا صحیح تو معلوم ہوتا ہے ارشاد کے بعد
مین نے عرض کیا کہ مجھے تو مطلب اُلٹا معلوم ہوتا ہے اور تفصیلی طور پر عرض کردیا سنکر فرمایا کہ
سچ تو کہتے ہو مطلب اُلٹا ہوگیا غرض کہ عبارت کو درست فرمایا اور صاف کردیا۔ اِسکے بعد
مجھ سے فرمایا کہ اِسی لیے مین نے تم سے کہدیا ہے کہ اچھی طرح دیکھ لیا کرو۔ مین نے عرض کیا کہ
میری کیا حقیقت ہے اور کیا مجال ہے فرمایا نہین انسان سے ہر وقت فروگذاشت ممکن ہے
اور کسی غیر کی نظر پڑنے سے بہتر یہی ہے کہ گھر ہی مین نظر کرلیجائے علمائے حقیقی کی شان ہوتی ہے

اُسی زمانہ مین آقا شیخ محمد آل کاشف الغطا جناب کی ملاقات کیلیے تشریف لائے جسکا
قصہ سوانحعمری باب عیب پوشی مین درج کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جناب اُن کی
ملاقات کیلیے کلکتہ تشریف لیگئے۔ اُس وقت مین بھی ہمراہ رکاب تھا فرمایا کہ شریعت غرا
بھی ساتھ لیلو بعض مقامات اُنھین دکھائینگے۔ مین نے کتاب ساتھ لیلی وہان پہونچکر جناب نے
ارادہ کیا کہ کوئی مقام خود پڑھ کر سنائین مین نے کتاب لیلی اور عرض کیا کہ مجھے دیدیجیے۔ چنانچہ

ایک مقام مین نے پڑھ کر سنایا وہ مسئلہ باب الوضو کا تھا جسکا عنوان یہ تھا کہ من شک فی افعالہ وھو حالہ مین پڑھتا جاتا تھا اور شیخ مدح کرتے جاتے تھے لیکن الفاظ مدح مجھے پسند نہ آتے تھے مثلاً یہ کہتے "احسنت" یا "طیب" یا "ذین" وغیرہ اسکی جگہ وہ فرماتے تھے صحیح۔ علی القاعدہ۔ غرضنکہ جب وہ مقام آیا جہان صاحب جواہر سے بحث تھی وہان شیخ کا رنگ دوسرا ہوگیا اور صاحب جواہر کے ہم آواز ہوگئے اور مباحثہ شروع کردیا۔ جناب نے چاہا کہ انھین جواب دین مگر مین نے روکا کہ آپ مجھپر چھوڑ دیجئے جب مین عاجز ہوجاؤن اور جواب دلسکون اُس وقت آپ جواب دیجئے گا۔ عربی زبان مین گفتگو تھی مجھے چونکہ عربی بولنے مین مشق زیادہ نہ تھی جس مقام پر الجھتا تھا فارسی مین کلام کرتا تھا اور شیخ کی تو زبان تھی اور وہ خود فصیح اللسان بھی تھے۔ قریب ایک گھنٹہ کے بحث کو طول ہوا آخرکار شیخ کو غصہ آگیا چہرہ سُرخ ہوگیا مین نے کہا کہ یہ علمی مباحث ہین معقول جواب دیجئے غصہ سے کیا تعلق ہے آخرکار سکوت کیا اور اُسدن سے میرے ساتھ ایک خاص محبت کا اظہار کرتے تھے اور غائبانہ مدح کیا کرتے تھے یہانتک کہ ایکدن کلکتہ مین سر منبر موعظہ مین میری تعریف کی۔

واقعہ خطاب ایک مرتبہ بادشاہ سے اجازت لیکر جناب کلکتہ سے لکھنؤ تشریف لاتے تھے راہ مین بمقام پٹنہ اخوی جناب وزیر صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ مین اُسوقت کمرہ سے مسجد مین غالباً گیا ہوا تھا کہ جناب نے مجھے یاد کیا اور باین الفاظ مجھے پکارا کہ نجم العلما کہان ہین؟ مسجد چونکہ دور نہ تھی مطلع ہوکر مین حاضر ہوگیا۔ اُسوقت کسی نے عرض کیا کہ کیا واجد علی شاہ نے انھین یہ خطاب دیا ہے۔ یہ کلمہ جناب کو بہت ناگوار ہوا اور ارشاد فرمایا کہ علمی خطاب بادشاہ کیا دین گے یہ خطاب ہم نے دیا ہے۔ میرے لیے جناب کی یہ عزت افزائی دائمی افتخار کے لئے کافی ہے۔

تحریر مسائل اسکے بعد بدستور سابق مسائل کا جواب لکھنا اور روانہ کرنا اور تالیف و تصنیف کا اہتمام کرنا سب کی بجاآوری کرتا تھا۔ جو مسائل بلاد مختلفہ سے بکثرت آتے تھے اور ہر قسم کے ہوتے تھے اُن سب کا جواب مین لکھتا تھا اور جناب مرحوم کو اسقدر میرے حالات پر اطمینان ہوگیا تھا اور اُنکی نظر مین فقہی اور کلامی اور دیگر علوم کے متعلق میری استعداد اسقدر راسخ ہوگئی تھی کہ بعض مسائل کے جوابات تو سن لیا کرتے تھے اور بعض پر صرف میرے اعتماد پر مہر کرکے روانہ کردینے کا حکم دیدیا کرتے تھے اور یہ اعتماد اسقدر وثوق کی حد کو پہونچ گیا تھا کہ جس زمانہ مین جناب کی خدمت سے رخصت ہوکر میرا قیام امروہہ مین ہوا تھا جو میرا مولد وموطن ہے تو جناب مرحوم مسائل واردہ جمع کرکے بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیجدیتے تھے اور جب مین جواب روانہ کرتا تھا اپنی مہر ثبت فرماکر روانہ کردیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض صحائف جو جناب مرحوم نے لکھے تھے اُنسے یہ امر واضح ہے۔

صحیفۂ شریفہ نجم طالع افق سعادت نیر لامع فلک سعادت شجرۃ المراد ثمرۃ الفواد وقاہ اللہ شر کل رائح اوغاد دیسما الادانی والاوغاد بعد دعاے طول زندگانی وحصول کامرانی ودوام شادمانی وترقی مدارج ایمانی واضح باد تحف صحف کہ ہر یکے از نمکدان خوان بیان واز حلاوت شیرہ جان بود سیما منمقہ یازدہم ماہ رمضان کہ براے آذان اذہان کان گہرہاے درخشان ودوکان مروارید رخشان بود پے درپے چون قطرات باران دراوقات میامین رسید وکاشف مضامین گردید۔ تالیف وتصنیف درین ماہ شریف موقوف اللاحتشی کاپی دیروز نتکرا للہ الرؤف وللہ الحمد البالغہ الی الالوف کہ وطن مالوف از ہبوب بادہاے تند وفور باران دنگرگ کہ جانوران را بتبلاے مرگ ودرختان رابے ساز وبرگ ساخت محفوظ ماند شما چند بن اعدہ در کارہاے ما صرف می کنید اگر یک ساعت از ساعات باہم درین ماہ مبارک بکار شما آمد

خوب شد روزہ رانگاہ داشتیم و در امساک وافطار بنا بر احتیاط گذاشتیم قد انقضی شہر الصوم ۔ لا تثریب علیکم الیوم جواب خطوط سابقہ ومناسخہ لاحقہ بنگارید وبخدمت الداعی سلام باکرام عرض دارید ۔ ۱۳۰۵ھ

بعض عبارات از صحیفہ دیگر | بیست روپیہ از وجہ زکوٰۃ غیر سید است شما در بارہ چند اشخاص سفارش کردہ بودید حالا این روپیہ را بغیر سادت باید داد اعم از اینکہ ہمین اشخاص باشند یا دیگران یا مختلف وملفق وکیفما اتفق فمن المعلوم انک لا تدفعہ الا الی من استحق ۔

ذی القعدہ ۱۳۰۵ھ

د

عبارت صحیفہ دیگر | نقل دو مسئلہ ارسال داشتہ ام جوابش بتامل وتانی فہمیدہ نوشتہ بفرستید ۔ ۱۴ ماہ صیام ۱۳۰۵ھ

اتفاق | ایک دن جناب مرحوم محلسرا کے بیرونی کمرہ مین تشریف فرما تھے اور جناب مولوی سید محمد محسن صاحب جنھین بادشاہ کیطرف سے اکلیل العلما کا خطاب ملا تھا بیٹھے ہوے تھے جناب فرما رہے تھے کہ جناب سلطان العلما کے زمانہ مین ایک حدیث فضلا وقت مین غور طلب ہوگئی تھی اور کسی سے اُسکا مطلب حل نہوتا تھا لیکن جناب سلطان العلما نے اُسے حل کردیا اور نہایت عمدہ طور پر حل کردیا اُس حدیث کے الفاظ بھی ذکر فرمائے لا تسبوا فلانا فیسبوا علیکم اسمین بظاہر خرابی یہ تھی کہ فلانہم کی فا بموقع معلوم ہوتی ہے اور سب کا تعدیہ علی سے ثابت نہین ۔ مین اُسوقت حاضر تھا مین نے عرض کیا کہ اسکا مطلب میری سمجھ مین آگیا ہے درحقیقت اُسوقت یہ میری جسارت تھی ۔ اسلئے کہ جناب علو شان اور جلالت مرتبت کا اظہار فرما رہے تھے ۔ مجھے سکوت لازم تھا لیکن ابتدائے شباب مین کچھ زیادہ خیال ان امور کا نہین رہتا ۔ میرا کلام جناب کو ناگوار ہوا اور میری مداخلت

بمجمع ہوئی فرمایا کہ تم کیا سمجھ گئے بیان کرو۔ میری دوسری جسارت یہ تھی کہ مین نے مطلب اور حل بیان نہ کیا اور یہ خیال ہوا کہ مولوی محسن صاحب موجود ہین اس طرح بیان کرنا چاہیے جو اُنکی سمجھ مین نہ آئے مین نے عرض کیا کہ جس طرح آپ پڑھتے ہین اُس طرح نہ پڑھیے جناب نے خیال فرمالیا کہ اسکا ذہن پہنچ گیا ہے فرمایا کہ تم نے کہین دیکھ لیا ہوگا مین نے عرض کیا کہ مین نے کہین نہین دیکھا سکوت فرمایا دوسرے وقت مین نے تفصیلا عرض کردیا کہ میری سمجھ مین یہ آیا ہے تسبوا فلانفسد بتوا علیکم تم اُنکے فلان شخص کو بُرا نہ کہو اسلیے کہ وہ تمہارے علی کو برا کہینگے۔ جناب بہت خوش ہوے اور تحسین و آفرین فرمائی۔

اگرچہ جناب مرحوم کا تمام تحریری کاروبار میرے متعلق رہتا تھا اور مسائل کے جوابات لکھنا اور تصنیف و تالیف کا انتظام میرے ہی متعلق تھا لیکن جناب مرحوم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ تعلقات باضابطہ بادشاہ کیطرف سے ہوجائین ارشاد فرمایا کہ تم ایک عرضداشت صنعت غیر منقوط مین بادشاہ کے نام لکھو مین اپنی عرضداشت کے ساتھ بھیجدونگا۔ چنانچہ مین نے غیر منقوط عرضداشت لکھی۔ اور جناب نے بھی عرضداشت تحریر فرمائی دونون کی نقل درج کیجاتی ہے۔

وحدہ لا اِلٰہ الا ھو۔ ملک اہل اسلام مالک ممالک اکرام مصدر عدل و کرم و ملاک و الامم اعاد اللہ ملکہ المحدود و علی العہد المعہود + وادام اللہ + سموہ وعلاہ۔

اول الکلام لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ الحمد للہ مصلح الاعمال + محصل الامال + المدرک الکارہ + کاسر حد المکارہ + الواحد الاحد الصمد الودود + واکمل السلام علی رسولہ محمد المحمود + وصھرہ وولد عمہ الامام الھمام + والھداۃ الکرام + علماء الحلال والحرام + ومصادر کل الاحکام + اعلام الھدی + وملاک الوری صعلوک مہمل عاطل + ومملوک ملک عادل + مولد دار سرکار + آمادہ ہر حکم و ہر کار + ہرگاہ دوحہ امل در دل کارد + عالم الاسرار

مراد او را در مورد حصول و وصول در آرد + و ہم کردگار عالم ملک مار محروس و مورد مراحم و مکارم دارد + وطول الکلام مورد الملال موذ للکلال + اصار اللہ و دود ملاث الملوک محسود ا مسعودًا + وعدوہ مطرودا مردودا محدودًا ہ

سطور معرا و لوح و دوائر ‏ ‏ ‏ ‏ سراسر ہمہ کار کلک محرّر

عرضداشت جناب مرحوم

اعلیٰ حضرت افضل الخواقین سید السلاطین معین السادہ والمومنین اعاذ اللہ سبحانہ ملکہ وسلطانہٗ بحاشیہ بوسان سریر سلطنت مصیر کامل الاستعداد صاحب الصلاح والسداد داماد من سید نجم الحسن حرسہ اللہ شرور الزمن در شعر و سخن و در ہر علم و فن و انشا پردازی و صنعت طرازی و خوشنویسی و فہم حدیث و کتاب و علم فرائض و حساب داخلت دارد مدتے پیش بتقریبے در حضور اعلیحضرت ذکرش آمد و ایمائے بر زبان حق ترجمان رفتہ بود الحال از مدتی درین دیار پیش خاکسار وارد و از مراحم سلطانی امیدوار بیباشد و مسائل و رسائل کہ از اطراف و اکناف نزد این ہمیچمدان میرسد تحریر جواب آنہمہ باو تعلق دارد۔ تحریرا و ہم مصحوب عرضداشت خود ارسال داشتہ ام از نظر انور اعلیحضرت خواہد گذشت واجب بود بعرض رسانید۔ الٰہی کوکبہ جہان پناہی و مرتبہ شاہنشاہی از ماہ تا بماہی بر و فق دولت خواہی باد بمجمد و آلہ الامجاد ‏ ‏ ‏ ‏ داعی دولت ابد مدت سید محمد عباس عفی عنہ ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۴ ہجری

عرضداشت مذکور جب خدمت شاہی مین پہونچی دور سے دیکھکر پہچان لیا کہ یہ کسی خاص صنعت مین ہے منصرم الدولہ کے ہاتھ سے لیکر خود پڑھا اور بہت خوش ہوے اور حسب ذیل فوراً اسپر دستخط فرمائے اور وظیفہ جاری فرمایا۔

شرح دستخط خاص آرام مالک کلام مہمل وعاطل ہر دم در دل دارم۔

جناب مرحوم نے اسکے بعد مجھ سے ارشاد فرمایا کہ پہلی عرضداشت صنعت غیر منقوط مین گئی تھی اب چونکہ سلطان عالم نے اسکو سکہ بزر فرمایا اور وظیفہ وشہریہ کا حکم دیدیا لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکے شکریہ مین صنعت منقوط مین عرضداشت جائے اسے تحریر کرو حسب الحکم تین چار روز کی فکر کے بعد اور قبلہ وکعبہ کی اصلاح کے بعد یہ عرضداشت روانہ کی گئی۔

تخت نشین بزینت فیض بخش بے ضنت + بقی فی زیّ زین + جنّب غین شین + بنبی نجی + بخشش زیب جشن ختن + زین جبش جبین جبین بخش بے چین + ذی نغض بقین + خشّ جبین + بیت نبیت تغزش شنف شغفتن + بخت زشت شقی پیشش بخفتن غیضش تیغ تیز + فیضش تیز + غیث شفقت خیز + بیخ بخ جنین بخشش بیش زیبش لضیف بے چیز بغیض خبیثش بجنب شین + خبیث خبی بے جنبش نقیضش بجب غین غیبت خفی بے بنیش۔

عرضداشت قبلہ وکعبہ اعلی حضرت سید السلاطین افضل الخواقین معین السادة والمومنین اعلی حضرت ملکہ سلطانہ دام اللہ سلطانہ بحاشیہ بوسان سریر مملکت مصیر سید نجم الحسن زاد اللہ سعادہ + کہ بر تحریر مسائل وجواب سائل مادہ + وحقیر اجازہ ہم بادہ دادہ است + خیلے شکر گذار ودعاگوے دولت ابد قرار است والحق کہ آنچہ از پیشگاہ شاہنشاہ بطریق ماہواری از راہ پرورش شہریارے برایش مقرر وجاری گردیدہ شکریہ آن مثل شکر جناب باری + خالی از دشواری + نیست لہذا ازین بیداے نا پیداکنار گذشتہ معترف بعجز خود گشتہ سر بسجدہ شکر گذاشتن ودست دعاے بے ریا بدرگاہ جناب کبریا برداشتن اولی است۔

آفتاب حشمت ابہت بر آسمان رفعت شوکت از افق سلطنت تابان باد بمحمد وآلہ الامجاد

سلطان عالم نے جو عبارت میری عرضداشت پر لکھی وہ بھی منقوط تھی جسکا حاصل یہ تھا کہ افسوس وہ زمانہ نہین ہے کہ مین اسکی قدر کرسکون اور جو احترام اسکے لائق ہے بجا لاسکون۔ وہ عبارت دستیاب نہین ہوئی۔

جناب کی طرف سے موعظہ کا حکم ایک روز بمقام مٹیابرج نماز جمعہ پڑھانے کے لیے سبطین آباد تشریف لیگئے بعد نماز جب موعظہ کا وقت آیا تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم منبر پر جاؤ اور وعظ کہو اُسوقت تک مجھے کبھی وعظ بیان کرنے کا اتفاق نہ ہوا تھا اور بھی اس طرح کہ جناب خود پائین منبر تشریف فرما ہوں نہایت دشواری پیش آئی لیکن بمقتضاے امر واجب الامتثال منبر پر گیا اور توحید کے متعلق کچھ مطالب بیان کرکے موعظہ بیان کیا میرے بیان سے جناب کو جسقدر مسرت ہوئی قابل ذکر نہین ہے۔

نماز جمعہ کا حکم اسکے بعد جو جمعہ آیا اسمین خود نہین تشریف لیگئے اور مجھے حکم دیا کہ آج تم جاؤ نماز جمعہ بھی پڑھاؤ اور وعظ بھی بیان کرو حسب ارشاد مین نے عمل کیا جس سے جناب کو بے انتہا مسرت ہوئی اور یہ قصد کیا کہ اس خوشی مین ایک جلسہ منعقد کرکے کلکتہ سے حضرات عجم اور مٹیابرج کو شریک کرین۔

ماہ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ مین اس زمانہ کے مناسب ایک اجازہ بھی تحریر فرمایا اور نہم ربیع الاول کو اُسے اپنی مہر و دستخط سے مزین کیا۔ اس زمانہ کے مناسب جو نصائح آخر اجازہ مین تحریر فرمائے تھے وہ میرے لئے ایک اخلاقی دستور العمل اور شرعی قانون اور سرمایہ برکت ہے اور اہتمام پر بغرض فائدہ عام وہ نصائح نقل کیے جاتے ہین۔

وحیث استوعظتنی فاقول اولاً علیک بالتقوی، فانها الدرجۃ القصوی وثانیاً فکر فی معانی القرآن ونحاویه، وشمرلاوامره ونواهیه، فانه شفاء لما فی الصدور ونور رای نور ظاهره انیق وباطنه عمیق، وسره دقیق، وکله حقیق، بالتصدیق، فاجهد فیه حق سعیک، ولاتفسره برایک، وثالثاً تخض فی الاحادیث والاخبار، الماثورة عن السادة الاخیار، اذ الخیر کل الخیر فیها، فقف علی معاریضها ومطاویها، ورابعاً واظب علی

مدارسۃ الکتب الدرسیۃ + سیما المنطقیۃ والادبیۃ + والفنون العربیۃ + فان لہا مدخلا عظیما

فی فہم الکتاب + وروایات الائمۃ الاطیاب + سلام اللہ علیہم مدی الاحقاب + وخامسا انظر

فی کتب الاصول نظر التحقیق وتامل فیہا بالتدقیق والتعمیق + وجد جہدک فی التفقہ + حتی

یستوفی حقہ + وسادسا اوصیک بما اوصانی بہ استادی العلامۃ فیما اجازلی فانہ مشتمل علی

فوائد کثیرۃ فخذہا بید غیر قصیرۃ وانظر فیہا بعین البصیرۃ + وسابعا ان احسن المواعظ

وابلغہا + وانور السرج والمصابیح وابزغہا + کلام الامام الہمام + مولانا علی ابن ابی طالب ع

اسکے بعد حضرت کے فقرات قصار ترتیب حروف ہجا تحریر فرمائے ہین -

کتبہ اضعف الناس السید محمد عباس + صین عن البوس والباس +

اس تحریر مین جناب مرحوم نے چند امر ظاہر فرمائے ہین اول استعداد کی تصدیق - دوم استنباط کا حکم

تفقہ کی تاکید سوم خصوصیات کا اظہار چہارم کتب منطقیہ کی تدریس کی ترغیب اور مواظبت کی تاکید پنجم

اپنے نصائح کے ساتھ جناب سید العلما کے ان مواعظ کا اضافہ جو انھون نے بمقام اجازہ تحریر فرمائے ہین

جناب مفتی صاحب نے ایک مرتبہ مجھے ایک ضرورت سے کلکتہ سے پٹنہ بھیجا نواب لطف علیخانصاحب

کے مکان پر میرا قیام تھا - ایک روز بادشاہ نواب صاحب جناب تاج العلما السید علی محمد صاحب قبلہ کی

خدمت مین جارہے تھے مین نے کہا کہ مین بھی ہمراہ چلتا ہون اُسوقت تک مجھے تاج العلما سے

ملاقات کا موقع نہ ملا تھا - جب پہونچا تو تعارف مرسوم کے بعد علمی حالات دریافت فرمائے اور نہایت

محبت و شفقت سے توجہ فرمائی - مگر بظاہر کچھ یہ بھی خیال ہوا کہ میری علمی حالت کا اندازہ کرین -

بادشاہ نواب صاحب سے فرمایا کہ ایک مسئلہ لکھیے میراث کا مسئلہ لکھوایا اور فرمایا کہ حل کیجیے جب انھون نے

عمل فرائض شروع کیا تو مجھ سے فرمایا کہ ذرا آپ زحمت فرما کر لکھ دیجیے مین نے فوراً لکھ دیا فرمایا

کہ دیکھنے کی ضرورت نہین عنوان تحریر سے ہی مجھپر ظاہر ہوگیا - اچھا اب ایک مسئلہ مین

بخصوص آپ سے خطاب ہے کہ اگر کوئی شخص تین پوتے چھوڑے ایک پوتا ایک پسر سے اور دو پوتے دوسرے پسر سے تو تقسیم کس طرح ہوگی مین نے عرض کیا چار سہم پر تقسیم ہوگی دو سہم ایک پوتے کو ملینگے اور دو سہم اُن دونون کو دیے جائینگے فرمایا کہ دلیل کیا ہے مین نے عرض کیا کہ مجھے رؤس مسائل کی مشق ہے استدلالی طور پر نظر کی نوبت نہین آئی اور دلیل بھی ہوتی تو آپکے سامنے کیا موقع تھا فرمایا نہین ضرور بیان کیجیے مین نے کہا کہ اچھا اتنی مہلت دیجیے کہ مین کتاب دیکھ لون فرمایا کہ کتابین موجود ہین ابھی دیکھ لیجیے۔ القصہ شرح لمعہ اور جواہر الکلام مین نے وہین دیکھین اور دلیل مسئلہ بیان کردی جناب تاج العلما نے فوراً اُسکا جواب دیدیا اس مسئلہ کو وہ بجاے خود استدلال و اقامت براہین کے ساتھ طے کر چکے تھے، اُنکی راے یہ تھی کہ تینون پوتون کو علی السویہ ملیگا۔ مین نے پھر ایک دلیل پیش کی اُسکا بھی جواب دیدیا اس بحث مین کئی گھنٹہ ہو گئے صحبت ختم ہوئی دوسرے روز پھر بھی بحث درپیش رہی تیسرے روز بھی بحث ختم نہوئی آخر کار جناب تاج العلما نے فرمایا کہ اچھا اب اسکا فیصلہ استاد علام کے سامنے ہوگا اور وہی اسمین حکم ہون گے مین نے جواب دیا کہ جو راے آپکی ہو بہتر ہے۔

اسی کے ساتھ بعض اُن مسائل کا بھی تذکرہ ہوا جو رسالہ طریق جعفری مین درج تھے اور انمین کچھ مسامحہ ہوگیا تھا۔ جناب تاج العلما نے علم و ورع کے آثار ظاہر فرمائے اور بکمال انصاف بعض عبارتین قلم زد کردین اور بعض بدل دین اور بعض کا جواب دیدیا۔ جب مین کلکتہ واپس گیا تو تمام واقعہ جناب کی خدمت مین عرض کردیا جناب کی راے میرے موافق ہوئی۔ ارشاد فرمایا کہ تمام مطالب و مباحث قلمبند کر لو اور باقاعدہ لکھو۔ مین نے موافق ارشاد عمل کیا چنانچہ ایک رسالہ ہوگیا جسپر جناب نے اصلاح بھی فرمائی۔ اسی اثنا مین ایک رسالہ جناب تاج العلما کا جو جناب مولوی سید علی حسین صاحب نگی پوری کے نام سے تھا جناب کی خدمت مین پہونچا۔

جناب نے ملاحظہ فرمانے کے بعد اُس سے اختلاف کیا۔ اسی اثنا مین وہ رسالہ چھپ کر آگیا۔ یہ راے قرار پائی کہ اِن دونون رسالون کو کربلاے معلے جناب شیخ زین العابدین مازندرانی کی خدمت مین بھیجدیا جائے۔ چنانچہ ایک خط تحریر فرمایا اور دونون رسالے روانہ کردیے۔ سُنا گیا کہ جناب شیخ نے میرے رسالہ پر اجازہ تحریر فرمایا اور وہان سے کسی ذریعہ سے روانہ کیا لیکن اجازہ وصول نہین ہوا اور کہین تلف ہوگیا۔ میرے رسالہ کا نام خود جناب مرحوم نے مورث النشاط فی ارث الاحفاد والاسباط رکھا تھا۔ ایک موقع پر جناب تاج العلما نے بھی یہ رسالہ ملاحظہ فرمایا اور مجھ سے فرمایا تھا کہ آپ اگر کہین تو مین اجازہ لکھدون مین نے عرض کیا کہ جناب استاد علام کی توثیق کافی ہے۔ اِس رسالہ کے متعلق جو کچھ مجھ سے ارشاد ہوا تھا استنباط مسائل کے لئے ایک عملی اجازہ تھا۔

جو خط جناب شیخ کے نام لکھا تھا اُسمین یہ عبارت بھی داخل تھی۔

" دیگر از سوانح وقت یک مسئلہ درباب ارث درمیان اہل علم کہ ہر یکے از تلامذہ فقیر میباشند مطارحہ شدہ وبنا بر تشحیذ اذہان ہر یکے از ایشان رسالہ نوشتہ احدہم لبعض المترددین الی صاحب الفطنہ والذکاء ولد سلطان العلماء السید المجد السید علی محمد وقد وصل قبل ذلک الی کربلا و ربما تشرف برؤیتک ولعل بیدہ شریف اجازتک وثانیہم السید الاید الذکی الزکی الالمعی اللمعی الموتمن ولدی السید نجم الحسن وقد نظرت فیما کتب الاول ونمقت فی آخرہا ما ناسب لوقت الحال ونبہت صاحبہا ان المسئلہ لاتخ عن اشکال ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً حتی حقق اللہ رجائے علی یدولدی المذکور اسمہ فکتب رسالہ شریفہ فی عبارۃ لطیفہ وہاتان الرسالتان مشعلان الی جنابک و تتشرفان باعتابک فانظر فیہا بانعام النظر ومیز بینہما بطبعک النقاد وذہنک النقاد واکتب علی الاخیرۃ ما بدا لک کثر اللہ امثالک والسلام

ایک شخص کا بیان جناب کے پاس جو مسائل وخطوط آتے تھے انکا جواب لکھنا بھی چونکہ میرے ہی متعلق تھا جس طرح بیان ہوچکا میری غیبت مین اکثر احیان تصنیف کا کام معطل ہوجاتا تھا اور جو رسائل اصلاح کے لئے آتے تھے وہ بھی معطل ہوجاتے تھے چنانچہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ مین نے ایک رسالہ بمقام کلکتہ بغرض اصلاح بھیجا تھا جواب یہ آیا کہ فلان شخص چونکہ نہین ہے لہذا اصلاح ابھی نہین ہوسکتی - مجھے نہایت حیرت تھی کہ یہ کون شخص ہے کہ مفتی صاحب قبلہ کے یہان اصلاح رسالہ کا کام بغیر اُنکے معطل ہے اب معلوم ہوا کہ اُس سے مراد آپ ہی تھے

ولادت سیّد محمد ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ ہجری کی چھبیسوین تاریخ روز عید مبارک تھا کہ خداوند عالم نے مجھے فرزند نرینہ عطا فرمایا چونکہ تین لڑکیون کی ولادت کے بعد یہ ولادت ہوی تھی جناب کو بیحد خوشی ہوئی اور قطعہ تاریخ نظم کرکے جناب نے والد ماجد کو یہ خط تحریر فرمایا -

جناب مفتی صاحب کا خط گرامی منزلت ذی الاترتبت مصدر لطف و محبت زاد مجدہ - بعد اہدائے سلام باکرام تہنیت التیام بہجت انضمام ملتمس آنکہ شقہ رنگین فرحت آگین کہ حرف حرفش از بادہ مسرت لبریز و سطر سطرش از آب حمت موج خیز بود و از لفافہ اش انشارت و بشارت مولود جدید پدید در ساعت سعید رسید چون وا کردم شکر خدا ادا کردم اما از کثرت اشتغال و شدت ضعف و اضمحلال و تشتت و توزع بال فرصت نفس راست کردن نیافتم مع ہذا مصرعی چند بہم بافتم مثنوی

سید پاک کہ نجم الحسن است	نور عین و ثمر قلب من است
حق عطا کرد باو طفل جدید	طالعش باد ہمایون و سعید
شود از اہل کمال این فرزند	تا ہمہ خلق از و فیض برند
ماہ ذی الحجہ بہ بیست و چارم	شد دو تا عید برائے مردم
بلبل خامہ بتاریخش گفت	چہ گلے در چمن علم شگفت

۱۳۰۵ھ

وہمین مادہ را باین صورت در قطعہ میتوان آوردے

سیدے پاک کہ نجم الحسن است — گوہر مدحت او نتوان سُفت
حق عطا کرد باو طفل جدید — شد دلم شاد چو این مژدہ شنفت
بست و چارم ز مہ ذی الحجہ — این دو تا عید شدہ باہم جُفت
حق بر آورد چو پایان مُراد — شکر حق زان گل نو باید گفت
سال تاریخ ز کلکم گل کرد — چہ گلے در چمن علم شگفت

۱۳۰۹ — ۴ — ۱۳۰۵ — ۱۳۰۵ھ

[illegible]

محمد علی حسن کہ مشتمل بر اسمائے معصوم در اصل است و مشعر خلافت بلا فصل منوی و مطلوب و از روے استخارہ ہم خوب، تسمیہ آن ظاہر ابہتر است و شوق ملاقات دوستان قدیم و طفل جدید مقتضی حرکت سفر اما از موانع چند این نعمت کجا میسر والسلام خیر ختام

یہ قطعہ تاریخ بھی جناب نے ارشاد فرمایا تھا۔

چون نجم الحسن کہ در امثال — مثل شمس است درمیان نجوم
روز عید مباہلہ کہ بُود — شرف و قدر و فضل آن معلوم
حق عطا کردہ است طفل سعید — اسم او مخبر از سہ تا معصوم
سال تاریخ مولدش گفتم — نورس گلستان ورع و علوم

۱۳۰۵

قدردانی جناب کو میری عبارت نہایت پسند تھی اسلیے اکثر فرمائشین مجھی سے متعلق فرماتے تھے اور اسیطرح میرے خط کو بھی بہت پسند کرتے تھے اور اُنکے نزدیک مین اعلےٰ درجہ کا خوشنویس معلوم ہوتا تھا چنانچہ شریعت غرا باوجودیکہ خوشخط چھپی ہوئی تھی لیکن مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے قلم سے لکھدو چنانچہ ایک نسخہ خاص طور پر مجھ سے لکھوایا اور چونکہ مین نے محنت سے لکھا تھا اور

خوشنما تحریر تھی اُس سے بہت مسرور ہوتے تھے اور نہایت درجہ اسکی قدر کرتے تھے۔ اُسپر عمدہ جدول بنوائی تھی جلد نہایت عمدہ طلاکار بنوائی تھی جلد پر ایک نازک کپڑا چڑھا ہوا تھا پھر عمدہ جزدان مین رکھی جاتی تھی اُسکے بعد بستہ مین باندھی جاتی تھی اور جب درس کا وقت ہوتا تھا تو اُسوقت خاص طور پر وہ کتاب منگائی جاتی تھی اور قرآن کی طرح رحل پر رکھی جاتی تھی اور جب کوئی شخص شریعت غرا کی عبارات رنگین اور مضامین خوش آئین کی مدح کرتا تھا تو میری خاطر سے فرماتے تھے کہ یہ دیکھے کہ اِسکا خط کیا خوب ہے لکھی ہوئی کیا عمدہ ہے۔

وہ کتاب ابتک مصنفات کے ساتھ کتبخانہ مین موجود ہے۔

نصیحت | ایک خاص نصیحت مجھسے فرمائی تھی جو مجھے ہمیشہ پیش نظر رہتی ہے فرمایا تھا کہ دیکھو جب کسی مطلب پر استدلال مقصود ہو اور کوئی مسئلہ زیر بحث ہو۔ تو کبھی دلیل کو مدعی کے تابع نہ کرنا بلکہ ہمیشہ مدعی کو دلیل کا تابع رکھنا یعنی جو مدعا ہو اُسکی دلیلون مین نظر کرنا اور دلیل جس مقام پر پہونچا دے اُس مدعا کو حق سمجھنا یہ نہ کرنا کہ مدعا کو اول نصب العین کرلو اور اُسکے بعد استدلال کرو اسلیے کہ اس صورت مین کبھی حق نہین ملسکتا جب پہلے سے مدعا مان لیا جاتا ہے تو اگر جبال راسیات بھی اُسکے خلاف مین آجائین انسان کچھ نہ کچھ اُنکے ہٹا دینے مین زور لگائیگا اور راہ مستقیم سے دور ہوتا جائیگا۔ یہ نصیحت عجیب نصیحت ہے عاقل اسکے زوائد پر نظر کرنے سے اسکی قدر کریگا اور اسے واجب العمل سمجھیگا۔

مکاتیب | مین نے بکثرت خطوط جناب کیخدمت مین کمسنی اور ادب کی ابتدائی مشق کے زمانہ مین روانہ کیے جنکا مسودہ بھی موجود نہین صرف ایک خط جنابہی کا نقل کرتا ہون اور اسیقدر کافی معلوم ہوتا ہے۔

صحیفہ جناب مفتی صاحب | الی السید السعید + المتوقد الرشید + الکارع من حیاض العلوم

الراتع فی ریاض الحلوم + الغائب عن عینی + الحاضر لدی + کالروح التی بین جنبی + وقاہ

اللہ من عین الکمال + وسقاہ من عین الکمال + واثلج بالہ + واصلح حالہ + وجعلہ من

الاماثل وممن لیس لہ مماثل ومن الزہاد والعباد + وان اللہ رؤف بالعباد + اما بعد فیا ایہا

الفطن الزکن اللقن + السیّد نجم الحسن + صانک اللہ المحن والاحن + قد وصل الی

کتابک + ووضح لدی خطابک + ریالہ من رق منشور + ہو اصفی من البلور + واشہی

من وجنات الحور + تطفقت ادور + بین المنظوم والمنثور + فوجدتہما کاللولوء المنثور

والنسرین والمنثور + لکنی عجبت من اقتراحک + وشدۃ الحاحک + ان اکتب الیک

کتابا + واحیرلک جوابا + عمّا ارسلت الی من الکتب والصحائف + التی ہی من ابہی التحائف +

وقد علمت ما بی من الشیب والہزال + والضعف والاضمحلال + ووہن الاعضاء + وقلۃ الغذاء +

وتواتر الرسائل + وتکاثر المسائل + من جانب الاجانب + والاقارب + من المشارق والمغارب +

وقد زاد ضعفی علی ما رایت بعینک + بعد بعدک وبینک + اضعافا کثیرۃ + فی مدۃ یسیرۃ +

وانت عالم عارف + انی زبرت دفاترنی لرمن السالف + واودعتہا کل تالد وطارف + وما بالیت

بالصوارف + وما ترکت فیہا شیئا من المضامین + ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین +

وانا الان متاسف علی ما مضی + متمثل بما قالہ الرضا سلام اللہ علیہ مبلغ الرضا ؎

نعی نفسی الی نفسی المشیب	وعند الشیب یتقظ اللبیب
لقد ولی الشباب الی مداہ	وادعوہ الی عمی مجیب
وہیہات الذی قد فات عنی	تمنینی بہ النفس الکذوب

بل انی میتا بعد ما کنت صیتا + قد نطقت بما اطقت + وما رجعت عما سجعت الا حربک الاستدعاء

لا الاسترجاع + والاحری بالاحباب ان یرحمونی + لا ان یرجموننی + بالاقتراح والطعن

فی حالۃ الاغتراب والظعن + واما کتاب الشریعۃ الغراء فمنذ وردت فی ھذہ البلدۃ الظلماء الغبراء + ما ئمقت منہ شطر الاسطر + لبعد الاوطان + وفقد الاعوان + ومما دھانی واشجانی ان ما ارسلہ السیّد لطف علیخان + خان فیہ بعض الاخوان + فصلک النقود مفقود + وقد کنت وضعتہ فی الصندوق + فاذا ھو مسروق + وقد صارت نفسی مدینۃ + فی ھذہ المدینۃ + وقاسینا فی ھذہ القریۃ الظالم اھلہا مضضا وکربا + فان الیقین فیہم ذبل وزوی والشک ربا + وکان السموم تھب فیہا مکان صبا + فصبر جمیل وقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا + ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا + فان مع العسر یسرا + ان مع العسر یسرا + سطرت ھذا بیمنای + طلب الرضاک وھو عین رضای + ولکن لحقنی الصداع ودمعت عینای + وعلیک ان تقرأ عنی السلام علی والدک الماجد والاصدقاء الاماجد + والمرجو منہم الدعا لی فی الخلوت + ومظان استجابۃ الدعوات + واعقاب الصلوات + بان یختم لی اللہ بالایمان + ویلحقنی بالسادۃ الولاۃ + علیہم افضل الصلوات + وانا اضعف الناس السید محمد عباس جعلہ اللہ من الصابرین فی السراء والضراء وحین الباس +

سنہ ۱۳۰۶ ہجری کے اوائل میں جناب کلکتہ سے لکھنؤ تشریف لائے مزاج نادرست تھا بیماری کو طول ہونے لگا علاج شروع ہوا مجھے کئی خط تحریر فرمائے کہ تم جلد آؤ مجھے تاخیر ہوئی۔ یہ صحیفہ روانہ فرمایا۔

جناب کا صحیفہ نجم ساطع افق سیادت کوکب لامع فلک سعادت شجرۃ المراد ثمرۃ الفواد بلغہ اللہ الی مراتب الاجتہاد بعد دعاے طول زندگانی وحصول آمال وامانی واضح باد کہ روز شنبہ چہاردہم این ماہ در لکھنؤ بمنزل مقصود قدم نہادم دبر اولاد واطفال نظر کشادم واز دیدار احباب چشمے آب دادم ولکن بیمارم دعا را امیدوارم واز مولود جدید خبرے ندارم خلاصہ بسکہ ناخوشم

ورود شما انتظار می کشم۔

اسکے بعد بھی مجھے تعجیل ممکن نہوئی اور آخر ماہ صفر مین یا شروع ربیع الاول مین متعلقین حاضر خدمت ہوا۔ دیکھا کہ جناب مرحوم بے حد انتظار مین تھے اور میری تاخیر نہایت ناگوار ہورہی ہے جب میرا حاضر ہونا سُنا خوش و مسرور ہوگئے اور اسقدر خوش ہوئے گویا بیماری کم ہوگئی طبیعت بحال معلوم ہونے لگی۔ جب مین پہونچا جلدی مجھے اپنے پاس بلایا مین نے تسلیم کی باوجودیکہ بیمار تھے اور اُٹھنے مین زحمت ہوتی تھی لیٹے لیٹے مجھے سینہ سے لگایا بلکہ مجھے سینہ پر گرا لیا اور دیر تک سینہ سے لگائے رہے۔ بعد ازان تاخیر کی شکایت اور اپنا اشتیاق ارشاد کیا مین نے اعذار بیان کیے تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ اچھا جواہر الکلام تو لائیے مین کتاب لایا کوئی مسئلہ پیش نظر تھا اُسمین کوئی مقام پڑھوا یا اچھی طرح یاد نہین بہرحال معلوم ہوا کہ میری غیبت مین علمی مشاغل بند تھے اور زیادہ تر میرا انتظار اسیوجہ سے تھا۔ چنانچہ بقدر امکان میری حاضری کے بعد تصنیف و افادہ کا اشتغال رہتا تھا لیکن مرض بڑھتا جاتا تھا۔

آخر مین جناب مرحوم نے ایک وصیت نامہ تحریر فرمایا جس مین کچھ مضامین سابق کے تھے اور کچھ جدید اضافہ فرمائے تھے اور کتابون کے باب مین میرا نام بھی تولیت مین درج فرمایا تھا چنانچہ اخوی حاج سید حسن صاحب نے مسودات تصنیفات و تالیفات اور جو کتابین محفوظ کی گئی تھین میری سپرد کردین اور وہ میرے پاس موجود ہین۔ علاوہ ان مخصوص کتابون کے باقی کتابین ورثہ نے تقسیم کرلین باوجودیکہ مین مانع تھا کہ یہ خلاف وصیت ہے لیکن مسموع نہوا بہت کتابین فروخت ہوگئین نیلام ہوئین مجھے اتنا تمکن نہ تھا کہ خرید کرلیتا جسقدر ممکن ہوا تحفظ کرتا تھا اور خریداری بھی کی۔

جناب مرحوم کو بڑی حسرت اِس بات کی تھی کہ اُنکے مصنفات طبع نہین ہوئین مین نے اِس تمنّا کے پورا کرنے مین اور کتابون کے چھپوانے مین کوشش کی چنانچہ منار الاسلام جلد اول ایضاً جلد دوم مثنوی مرصع مثنوی شمع المجالس آب زلال جوہر منظوم سطور الانشا شعلہ جوالہ ید بیضا۔ دلیل قوی تعلیقہ انیقہ نصر المومنین چھپکر مومنین کے لیے فیض رسان ہین علاوہ اسکے ایک ضخیم مجلد جناب مفتی صاحب کی سوانحعمری جسکی تالیف کا شرف حبیب لبیب شاعر شیرین مقال حاوی صنوف کمال جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز سلمہ اللہ تعالے کو حاصل ہے اور اُنھون نے بہت زحمت گوارا فرما کر میری فرمائش کو پورا کر دیا ہے چھپ رہی ہے

۲۵ رجب ۱۳۱۶ھ ہجری کو جناب مرحوم نے وفات پائی میرے لئے وہ وقت نہایت سخت تھا ایک شفیق باپ یا اُستاد یا عالم کی جدائی اور سب قارب کی مخالفت لیکن مین بہرحال راضی برضاے خدا رہا۔

ماہ رمضان مین نواب جعفر حسین خان صاحب نہایت مصر ہوے اور دیگر حضرات بھی کوشان ہوئے اور لاڈو خانم کے امام باڑہ مین نماز و وعظ کی بنا ہوئی اچھا مجمع ہوتا تھا کبھی کبھی جناب مولانا سید علی نقی صاحب بھی تشریف لاتے تھے۔

اُسی زمانہ مین مین نے جناب مرحوم کو خواب مین دیکھا کہ مجھے طریقہ وعظ گوئی اور بعض مضامین تعلیم فرما رہے ہین۔ اس سے دل کو بہت اطمینان ہوگیا تھا تاریخ وفات جو مین نے لکھی تھی وہ اِس کتاب کے باب الوفاۃ مین ملاحظہ ہوگی۔

کئی سال کے بعد ایک مرتبہ مجھے کانپور جانے کا اتفاق ہوا اور اُس مکان پر نظر پڑی جہان جناب مفتی صاحب قبلہ قیام پذیر رہا کرتے تھے اور مین اس غرض سے گیا تھا کہ جناب مرحوم کے عیال کی حالت جناب نواب صاحب کے گوش گذار کرون اس موقع پر چند شعر نظم ہوگئے۔

سقیا لدھر حقق الآمالا ۔ وسقی لعطاش لدی الظماء زلالا

قد فزت فیہ بطل رافة سید ۔ فاق البریة حکمة وکمالا

ضرب القباب علی سماک براعة ۔ وعلا فخر علی السما اذیالا

کان البلاغة توأماً لکلامہ ۔ وحکی انسجام نظامہ السلسالا

ما خاب طالب حکمة من بابہ ۔ وحبا وجاد ولم یرد سوالا

کیف الثناء وجل ساحة مجدہ ۔ فی مدحہ من یستطیع مقالا

کنا بامن من زعازع دھرنا ۔ نرجوا النعیم ولا نخاف وبالا

حتی انتضی الایام سیف عداوة ۔ ورمی بسہم یصمت الابطالا

فمضی وغاض الزاخرات لفقدہ ۔ ومغیبہ قد ضعضع الاجبالا

خلع الردی منہ رداء حیاتہ ۔ وعیالہ قد زلزلوا زلزالا

لی اسوة بجنابہ فاتیتکم ۔ اشکوا الکروب واذکر البلبالا

وکذا لکم شغف بہ وبذکرہ ۔ لا زال مزن نوالکم ھطّالا

یا لیت عتبتکم کسابق حالہا ۔ تووی الضیاع وتغمر الافضالا

ھی عتبة تاتی الیہا شرّدٌ ۔ حفّت قدیما ھیبة وجلالا

وغدا ذراکم للبریہ موئلا ۔ وموملا ومعولا وثمالا

کم مکمد نال المنی من عندکم ۔ وانا امل قد نلن ثم سجالا

لو کان ما قد کان قبل شحنتم
بندا اکم الاردان والاذیالا

باب التصانیف

مفتی صاحب کو تصنیف و تالیف سے ایک خاص ذوق تھا وہ ہمیشہ اپنے دریاے علم سے دوسرون کو
سیراب کرتے تھے ہزارہا چشمے اُنکے فیوض سے جاری ہوتے تھے ہر کتاب بجائے خود ایک
ایسا چشمہ ہے جس سے ہمیشہ تشنگان علم و معرفت سیراب ہونگے افسوس کہ یہ ذخیرہ ملک مین
شایع نہو سکا صرف چند کتابین اُنکی یادگار مین جناب نجم العلما مدظلہ کی کوشش سے طبع ہوئین
اس کتاب کے دوران تحریر مین نے اُن کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی بہت سی کتابین دیکھین
منجملہ اُن کے چند کشکولین ہین جو انتہا سے زیادہ دلچسپ ہین اُنکو شوق تھا کہ کوئی واقعہ نہ
لکھ لیا جائے تصنیفات کے مشغلہ کے واسطے انسان کو فراغت و اطمینان کی بڑی ضرورت
ہوتی ہے لیکن جناب ممدوح نے بحد بے اطمینانی اور پریشان حالی مین یہ سب ذخیرہ فراہم
کیا۔ اُن کی زندگی دنیوی حیثیت سے بہت معمولی طور پر بسر ہوئی اُن کی حیثیت اور ضرورت
کے موافق کبھی اُن کے پاس دولت نہین ہوئی اکثر قرضدار رہتے تھے تصنیف مین انھون
نے کسی سے مدد نہین لی جو کچھ کیا وہ سب اپنی استعداد اور ذکاوت کے بھروسہ پر انہین
ایسا ذاتی ملکہ اور خدا داد قوت تھی کہ کبھی کوئی مانع اور عائق سلسلۂ تصانیف مین خلل انداز
نہو سکا رات کو بستر پر لیٹے لیٹے چالیس چالیس پچاس پچاس شعر نظم کر لیا کرتے تھے صبحکو
اُسی ترتیب سے سب اشعار لکھ لیتے تھے یا لکھوا دیتے تھے اور اسی طرح اکثر مضامین مشکلہ و مسایل معضلہ
رات کی بیداری مین حل کرکے اور ترتیب وار ذہن نشین کرکے صبح کے وقت لکھوا دیا کرتے
تھے ہمیشہ پریشانی کی حالت ہی مین اُن کے قلم سے اتنے مضامین عالیہ نکلے جنکی توقع
ایک فارغ البال مصنف سے ہوسکتی اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ اگر زمانہ اُنکو اس کام کے

حسب دلخواہ فرصت دیتا تو وہ کیا کرتے جبقدر اُنھون نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اگر اُن کی زندگی پر تقسیم کیا جائے تو ہر روز ایک مقدار کثیر کتابت کی ملے گی۔ اور اُنھون نے اپنی زندگی کے کسی دقیقہ کو بیکار ضایع نہین کیا کسیکا شعر ہے ؎

نہ شگوفہ ام نہ برگم نہ ثمر نہ سایہ دارم	ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت

مفتی صاحب نے اس شعر کا مضمون پسند نہین کیا اِسلئے کہ صانع عالم کی ذات پر اسمین ایک صریحی الزام قائم کیا گیا ہے جس سے وہ منزہ ہے اِسکے جواب مین ارشاد فرمایا ؎

چہ خوش است برگ و بارم چہ طرب فزا بہارم	سر نخلبند گردم کہ چہ خوب کشت مارا

ذیل مین اُن کی تصنیفات کی ایک مختصر فہرست درج کیجاتی ہے جس سے ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہین :۔

فہرست مصنفات

تفسیر

(۱) تفسیر سورۂ رحمن بزبان عربی۔

(۲) تفسیر سورۂ قاف عربی۔

(۳) تفسیر آیہ سیجنبها الاتقی عربی۔

(۴) انوار یوسفیہ تفسیر سورۂ یوسف عربی

(۵) حواشی قرآن عربی

(۶) حسنا، عالیہ المهر فی تفسیر سورہ الدهر بزبان فارسی

حدیث

(۷) ترجمۃ الاربعین چالیس حدیثون کی شرح فارسی

(۸) سیف مسلول جامع الاصول سے بعض احادیث کا استخراج کرکے کلام فرمایا ہے (عربی)

(۹) نزع القوس من روضۃ الفردوس - اسمین روضۃ الفردوس سے چند احادیث لکھکر کلام کیا ہے

(۱۰) ترصیع الجواہر جواہر سنیہ سے احادیث قدسیہ کی تلخیص کی ہے (عربی)

(۱۱) جواہر الکلام ملقب بانہار الانوار - اسمین کافی کی اُن احادیث کا خلاصہ ہے جو متعلق اُصول دین ہین مع شرح لطیف (عربی)

(۱۲) التقاط اللئالی من الامالی - امالی صدوق سے انتخاب احادیث عربی

(۱۳) روح الایمان - چالیس حدیثون کی شرح متعلق باصول دین عربی

علم الکلام

(۱۴) روائح القرآن فی فضائل امناء الرحمن عربی

یہ کتاب مستطاب جناب امیر المومنین و ذریت ائمہ طاہرین کے مناقب و فضائل اور دشمنان اہلبیت کے مطاعن وفضائح کے بیان مین ایک عظیم الشان کتاب ہے اسمین ایک سو اکتیس آیتین قرآن مجید کی شاہد مدعا تحریر کی ہین اور مطالب کا ثبوت کتب و روایات و تفاسیر معتبرہ اہلسنت سے دیا ہے - علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الحق و نہج الصدق مین جن آیات سے استدلال کیا تھا اور فضل بن روزبہان سنے اُسپر ایراد کیے تھے اِس کتاب شریف مین اُن اعتراضات کا بھی نہایت لطیف اور زبردست جواب دیا ہے - اِسکے مقدمہ مین دو آیتین آیات مذکورکی

علاوہ لکھی ہین ایک بسم اللہ الرحمن الرحیم دوسرے اہدنا الصراط المستقیم اور نہایت نفیس مطالب درج فرمائے ہین شروع کتاب مین مفصل فہرست ہے جس سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ فلان آیت مین یہ مضامین ہین اور فلان آیت مین یہ مطالب مذکور ہوے ہین۔ فہرست کے ختم پر مصنف نے اس کتاب کے اور کتاب علامہ کے مابین وجوہ فرق دکھائے ہین اور نو امر تحریر کیے ہین :-

(۱) اس کتاب مین آیات کا بیان ترتیب قرآن مجید سے ہے اور علامہ نے اس کا لحاظ نہین فرمایا۔

(۲) علامہ نے صرف آیات خلافت پر اقتصار کیا ہے اور اس کتاب مین آیات فضائل اور بعض آیات در آلہ علے المثالب بھی درج ہین۔

(۳) علامہ نے صرف امیر المومنین ع کے متعلق آیتین لکھی ہین اور اس کتاب مین اہلبیت اطہار کے متعلق بھی آیتین مذکور ہین۔

(۴) اس کتاب مین مخالفین کے مذہبی خیالات بھی جابجا اضافہ کیے ہین۔

(۵) علامہ نے صرف ۴۰ آیتین لکھنے پر اختصار کیا ہے۔

(۶) اس کتاب مین جن کتابون سے مطالب نقل کیے گئے ہین اُن کے نام بھی ظاہر کردیے ہین مجمل بیان پر اکتفا نہین کی۔

اسی طرح تین فرق اور بھی لکھے ہین۔ پھر اسکے بعد مفصل فہرست بھی اون کتابون کی مع اسمائے مصنفین تحریر کی ہے اور ۱۲۹ نام درج کیے ہین پھر آخر مین اُن کتب شیعہ کا بھی ذکر کیا ہے جنسے اس تصنیف مین مدد لی ہے۔

یہ کتاب عبارت کی رنگینی اور مضامین کی لطافت اور اشعار آبدار اور کنایات و

و استعارات لطیفہ اور نکات ادبیہ اور لطائف عربیت سے مالا مال ہے۔ اِس کتاب کے متن مین مصنف نے جسقدر مطالب تحریر کیے ہین اُنکے علاوہ جا بجا نہایت مفید حواشی بھی تحریر فرمائے ہین جو تحقیقات کے ذخیرہ سے مملو ہین۔

اِس کتاب مین سخت سے سخت جواب بھی ایسے شیرین و رنگین عبارت مین تحریر کیا ہے کہ دیکھنے والے پھڑک جاتے ہین اور فریق مخالف کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ اُنشکن جواب دیکھکر تو اُنھین سخت گرانی ہوتی ہے مگر خوبی عبارت نگاہ کو ہٹنے کی اجازت نہین دیتی۔ جن حضرات نے کتاب مذکور کو پڑھا ہے اور بغور دیکھا ہے وہ اِس مطلب کی تصدیق کرسکتے ہین۔

اتفاقاً ریل مین ایک شخص سے اور ایک عالم اہلسنت سے ملاقات ہوئی اُنھون نے کہا کہ سب کتابون کے جواب دینے کا تو آپکے یہان اہتمام ہوتا ہے مگر روائح القرآن کا جواب کسی نے نہین دیا کہنے لگے کہ بھائی بات یہ ہے کہ اِسکے مصنف ایک بات کے ضمن مین دس طرح کی چٹکیان لے لیتے ہین اگر سب کا جواب دیا جائے تو ایک عظیم الشان دفتر درکار ہے اور اگر اِن اُمور سے چشم پوشی کی جاتی ہے تو دل مین کھٹک رہجاتی ہے علاوہ اسکے جواب کیلئے بھی ایسی ہی لطیف و فصیح عبارت ہونی چاہیے جیسے کہ اس کتاب کی ہے اور وہ ممکن نہین ہے۔

۱۲۵۷ھ ہجری مین یہ کتاب ایکسو دس آیتون پر ختم کردی گئی تھی اُسکے بعد باقی آیات کا اضافہ ہوا ہے اور ۱۲۶۰ھ مین اسکی تکمیل ہوگئی ہے اور ۱۲۷۰ھ ہجری مین بفرمائش نظام الملک معین الدولہ جناب نواب سید باقر علی خان صاحب ظفر جنگ مطبع جعفری دہلی مین طبع ہوئی اور ۱۲۷۱ھ مین طبع کا اختتام ہوا۔ اِسکا نام اولاً روائح القرآن تھا چنانچہ

بعض تاریخون مین بھی یہی نام نظم ہوا ہے۔ اسکے بعد اسکا نام روائح القرآن رکھا گیا
چنانچہ لوح مین یہی نام طبع ہوا ہے۔ اس کتاب کی جلالت اس خط سے بھی ظاہر ہوتی ہے
جو عراق سے اسکے اشتیاق مین آیا تھا اور باب جامعیت مین درج ہو چکا ہے۔ اسکی عظمت
کیلئے کافی ہے وہ خواب جو ۸۶ سنہ ہجری مین خود مصنف نے دیکھا تھا کہ مین آسمان
کی طرف دیکھ رہا ہون کہ یکایک چھ سطرین فارسی مین لکھی ہوئی نظر آئین اور
مین نے پڑھ لین میرے ہمراہ میرے والد بھی ہین۔ آنکھ کھل گئی اور مضمون فراموش ہو گیا
صرف کلمہ اخیرہ یاد رہا (آنچہ سید مرتضی گفت حق است) مین نے خواب سید العلما کی خدمت مین
عرض کیا فرمایا کہ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپنے جو روائح القرآن کتاب تالیف کی ہے اور
اسمین مولا علی کے فضائل ظاہر کیے ہین مقبول ہے اور لوح محفوظ مین ثبت ہو گئی ہے
مولوی سید علی رضا صاحب کیسکپوری جناب کے شاگرد تھے انکا بیان ہے شب جمعہ ماہ
ذی القعدہ ۱۲۹۱ھ مین نے قریب صبح خواب دیکھا کہ جناب مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین
حاضر ہون اور کتاب روائح القرآن پڑھ رہا ہون اور وہ دن پنجشنبہ کا ہے تا اینکہ
اس بحث تک پہنچا جسمین نبی و وصی کے مشابہات مذکور ہین اس وقت معلوم ہوا کہ کوئی
جلیل القدر بزرگ تشریف لاتے ہین جنکے چہرے سے نور ساطع ہے میرے والد مرحوم
بھی ان کے ہمراہ ہین یہان تک کہ وہ بزرگ قریب آ گئے دونون نے ہمپر سلام کیا ہم نے
جواب دیا اور تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے میرے والد میرے پاس اور وہ بزرگ جناب استاد کے
پاس بیٹھ گئے۔ مین نے کتاب بند کر دی اور استاد علام سے ان بزرگ کا نام دریافت فرمایا
کہ یہ جناب امیر المومنین ہین حضرت نے متبسم ہو کر مجھ سے فرمایا کہ ہماری یہ کتاب پڑھو ہم بھی
سنین۔ مین پڑھتا رہا اور حضرت سن سنکر خوش ہوتے رہے۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

جناب مفتی صاحب نے یہ خواب سنکر چند اشعار آبدار نظم فرمائے اور اس خواب کا خلاصہ بھی نظم کر دیا اور وہ اشعار یہ ہین

الا ان امرأ ممن لقینا	لقد اهدی لنا دارا ثمینا
جزاه الله عنا الیوم خیرا	وارضاه الغداة کما رضینا
سمی للامام الثامن الطهر	مرضی لنا خلقا ولینا
حکی لی ما راه فی منام	وذا امر له شان یقینا
راه قاریا یتلو کمالی	علی وفیه ما احرزت دینا
وآیات الفضائل فاح منها	روائح یردرین الیا ممینا
فبینا اذ اتی مولی عظیم	تلالأ وجهه نورا مبینا
فحار فقال من هذا ابن لی	فقلت له امیر المومنینا
فاحجم عن قرائته لرعب	فقال اقرأ فانا سامعونا
الا یا حبذا الرویا راها	بوجه انشط القلب الحزینا
الا وکتابنا حق حقیق	بان نزهی به لوان زهینا
لما قد اقبل المولی علیه	لیسمعه استماع الراغبینا
عسی الرحمن یقبله قبولا	ویعطیه غدا منی الیمینا
فامرأة بناد فی جنان	یحل به امام المتقینا
سلام رائح عاد علیه	سلام رائح الروح الامینا

مصنف علام نے اس کتاب کی چند جلدین عراق بھی بھیجی تھین۔ جب کتاب مذکور نجف اشرف حجۃ الاسلام آقا شیخ مرتضیٰ انصاری شوستری کے پاس پہونچی تو دیکھ کے خوش ہو گئے

اور لیجانے والے کو اپنی جگہہ بٹھایا اور کتاب کو سر مبارک پر رکھا اور فرمایا کہ یہ ہمارے سید محمد عباس کا عطیہ ہے ہمارے فخر کا باعث ہے۔ شیخ ممدوح آخر المجتہدین تھے نجف اشرف مین انکے علم و کمال اور انکے یکتاے روزگار ہونے کا کوئی منکر نہین۔ کثرۃ اطلاع اور وسعت نظر اور کثرت کتب بینی پر انکے ادنی دلیل یہ ہے کہ آخر مین انکی آنکھین محض کتب بینی کی زحمت سے جاتی رہی تھین اور اس حالت مین وہ درس خارج دیتے تھے اور انکا علم سینہ اور قلبی بصیرت ہی کمال دکھاتی تھی جناب شیخ نے یہ فرمایا کہ متقدمین و متاخرین مین ایسی کتاب میری نظر سے نہین گذری۔ بس یہی فقرہ مفتی صاحب کے لیے کافی و وافی ہے۔

خداوند عالم اس کتاب کے فیض کو ہمیشہ تا قیام قیامت بسیط و برقرار رکھے جو مذہب حق کا قلعہ مستحکم اور خزانہ ہے۔

(۱۵) شعلۂ جوالہ۔ احراق مصاحف کے متعلق نادر و لطیف کتاب (عربی)

(۱۶) آتشپارہ ترجمۂ شعلۂ جوالہ بزبان فارسی

(۱۷) بغیۃ الطالب فی اسلام ابیطالب (عربی) اسمین حضرت ابوطالب کا مسلم و ناجی ہونا ثابت کیا ہے

(۱۸) جواہر عبقریہ در رد تحفۂ اثنا عشریہ۔ یہ کتاب تحفہ کے باب نبلیت امام عصر کا لاجواب اور مسکت جواب ہے جناب سید العلما و سلطان العلما نے جو تقریظین اس کتاب پر لکھی ہین۔ باب جامعیت مین درج ہو چکی ہین۔ (فارسی)

(۱۹) جواب منتہی الکلام یہ مسودات پانچ جلدون مین مرتب ہین (فارسی)

(۲۰) روح الجنان فی مطاعن عثمان (عربی)

(۲۱) دلیل قوی (فارسی) اسکی وجہ تصنیف کا قصہ نہایت دلچسپ ہے بعنوان ذکر اساتذہ

مولوی عبدالقوی صاحب کے بیان مین درج ہو چکا ہے۔

(۲۲) مقتل عثمان (عربی)

(۲۳) تائید الاسلام مسیحیون کے سوالات کا جواب (اردو)

(۲۴) مطرقہ فی الرد علی المتصوفہ عربی

(۲۵) نصر المومنین ملقب بمقام محمود در رد شبہات یہود مشتمل بر مضامین لطیف و تحقیقات انیق (فارسی)

(۲۶) درہ بہیہ در مبحث تقیہ مواعظ

(۲۷) رسالہ جمعت

(۲۸) منابر الاسلام۔ نصائح و مواعظ و اخلاق کے بیان مین اسکی دو جلدین ہین۔ جلد اول مین تیس منبر بتعداد ماہ صیام ہین اور جلد ثانی مین چالیس منبر ہین جسمین احادیث و اخبار وکلام ائمہ مع تشریح و تفسیر مندرج ہین یہ کتاب تحقیقات مفیدہ کا ایک خزانہ ہے۔ (عربی)

(۲۹) مواعظ لقمانیہ۔ اسمین حضرت لقمان کے مواعظ جمع کرکے اسکی شرح کی ہے۔

(۳۰) رسائل مواعظ ۳ جلد ایک رسالہ مولوی مہدی شاہ صاحب کے واسطے دوسرا رسالہ مولوی سید اصغر حسین صاحب پاردی تیسرا رسالہ مولوی سید رفیق علی کے واسطے تالیف فرمایا۔

(۳۱) موعظہ حسنہ۔

(۳۲) مجالس المواعظ ۵ جلد اردو

(۳۳) رسالہ بر دسرہ ابواب الجنان

فقہ و اصول

(۳۴) شریعت غرا یہ کتاب فقہ استدلالی مین ہے جزالت بیان کے علاوہ مطالب عالیہ کو بالتزام مسجع و مقفیہ قالب فصاحت مین ڈھالا ہے کوئی مبسوط کتاب علم فقہ مین مقفی عبارت کے ساتھ

باوجود سادگی اور بے تکلفی آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔ مگر افسوس ہے کہ بحث اوات کا بیان تمام
نہوا تھا کہ مصنف داعی اجل کو لبیک کہا۔ بنابریں جناب شمس العلماء مدظلہ نے قصد فرمایا تھا کہ بحث تیمم کو
اسی التزام کے ساتھ تصنیف فرما کر ملحق کر دیں اور کتاب الطہارت کو پورا کر دیں چنانچہ چند اجزا تحریر
فرمائے مگر علاوہ مشاغل انتظامات مدارس کے سوانح نے اتمام سے معذور کر دیا۔ (زبان عربی)

(۳۵) رشحۃ الافکار فی تحدید الاکرار۔ یہ رسالہ وجیزہ رائق تصنیف سید العلماء
کے بحث کر کی شرح ہے۔ (عربی)

(۳۶) اساور عسجدیہ علی بحث الفوریہ۔ زمانہ تحصیل علم میں یہ رسالہ سلم الاصول
کے بحث فوریت پر بطور حاشیہ تحریر فرمایا ہے (عربی)

(۳۷) استغفار۔

(۳۸) نور الابصار فی مسائل الاصول والاخبار۔ اسمیں بعض اخباریوں سے نہایت لطیف
مناظرہ ہے۔ یہ کتاب مولوی محمد امان صاحب کے نام سے ہے جسکا واقعہ تفصیل سے سابق میں تحریر
ہو چکا ہے (عربی)

(۳۹) کتاب القضا۔ منصب افتا کے زمانہ میں یہ کتاب احکام قضا کے متعلق لکھی تھی (عربی)

(۴۰) نبراس فی حجیۃ القیاس (عربی)

(۴۱) جلجلۃ السحاب فی حجیۃ ظواہر الکتاب۔ اُصول و اخبار میں جلیل القدر کتاب ہے جناب
سید العلماء نے اِس کی بہت مدح تقریظ میں لکھی ہے ۱۲۶۳ھ

(۴۲) فوح العبیر فی الاحباط والتکفیر۔

(۴۳) صفحۃ الماس فی الارتماس۔ اِس رسالہ میں یہ بحث ہے کہ غسل ارتماسی آنی الحصول ہے
یا تدریجی الاصول ہے۔ اِس بحث کو نہایت تحقیق کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

(۴۴) سماء مدرار فی الاصول والاخبار۔ نہایت ضخیم کتاب ہے مگر ناتمام رہگئی عربی

(۴۵) روض اریض فی منجزات المریض مسئلہ مذکورہ نہایت بسط و توضیح و نقض و ابرام کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ (عربی)

(۴۶) معراج المؤمنین۔ در طہارت و صلوٰۃ ( ) (فارسی)

(۴۷) بناء الاسلام فی احکام الصیام (فارسی)

(۴۸) تحفۂ حسینیہ فی حل عبارۃ من الصومیہ (عربی)

(۴۹) طریق جعفری۔ مسائل کا جواب (اردو)

(۵۰) صلوٰۃ النار (فارسی)

(۵۱) لسان الصباح تحقیق وقت صبح۔ (عربی)

(۵۲) اقبال خسروی در بیان طہارت و صلوٰۃ (بزبان اردو)

(۵۳) حواشی درہ منظومہ (عربی)

(۵۴) تعلیقۂ انیقہ حواشی شرح لمعہ بر مباحث مشکلہ (عربی)

(۵۵) استقبال۔ آقا حاج سید باقر رشتی کے رسالہ تحفۃ الابرار کے مبحث قبلہ پر بسیط حاشیہ ہے فارسی

صرف و نحو

(۵۶) توصیف التصریف۔

(۵۷) وجوہ الاستعمال فی صلۃ الافعال

(۵۸) فتوح البین فی مسئلہ التقیید و اختیر اس زمانہ کے فضلا میں یہ مسئلہ مطمح انظار رہوا تھا۔ اکثر حضرات نے اسکے متعلق رسائل تحریر کیئے مفتی صاحب نے بھی نہایت محققانہ انداز پر رسالہ تحریر کیا۔

معانی وبیان وعروض

(٦١) رسالہ عروض (فارسی)

(٦٢) اطلاق الصبی در تحقیق لفظ صبی۔

(٦٣) رسالہ در معانی وبیان۔

(٦٤) رفع الالتباس عما وقع فی معنی الشعر فی المعیار والاساس۔

منطق وفلسفہ وہیئت وہندسہ

(٦٥) تعلیقہ حسنا حواشی ملاحسن بر شرح سلم

(٦٦) حواشی شرح سلم ملا احمد اللہ

(٦٧) حواشی تحریر اقلیدس

(٦٨) رسالہ بطور تقریظ علی ضابطۃ التہذیب

(٦٩) رسالہ فارسیہ در منطق

(٧٠) جواب انتقاض انعکاس خاصتین۔

(٧١) ترجمہ صدرا شرح ہدایت الحکمۃ تا فلکیات۔

(٧٢) حواشی ملا جلال

(٧٣) رسالہ در جواب شبۂ ابن کمونہ

ادب

(٧٤) موجۂ کوثری شرح قصیدہ حمیری۔

(٧٥) اوراق الذہب یہ کتاب مفتی صاحب نے اپنے اُستاد علام سید العلما کے حالات مین لکھی ہے اس یادگار کے ذریعے سے انھین زندہ جاوید کر دیا ہے اِسکے آخری حصّہ مین اپنا حال

بھی تحریر فرمایا ہے اسے تاریخی کتاب بھی کہہ سکتے ہیں نیز ادب کا بھی بہترین سرمایہ ہے بےنظیر کتاب ہے۔

(۷۶) تحفۃ الادیب۔

(۷۷) کنز ا[illegible] بالتواریخ وافعا[illegible] مختانہ کی عربی او[illegible] تاریخیں ہیں۔

(۷۸) رسالہ ادبیہ طریق تخاطب کے بیان میں (عربی)

(۷۹) ادارۃ الکاسہ فی حل بعض ابیات [illegible]

(۸۰) شرح بعض قصائد دیوان حسان

(۸۱) اجادہ۔ اس رسالہ میں [illegible] نے شعرائے عرب کے وہ اشعار جمع کیے ہیں جن میں علاوہ فصاحت الفاظ کے مضامین بھی [illegible] ہیں۔

(۸۲) شرح قصیدۂ صاحب بن عباد عربی

(۸۳) شرح قصیدہ حضرت ابوطالب ؍؍

(۸۴) حاشیہ دیباچہ قاموس

(۸۵) معیار الادب شرح اطباق الذہب عربی

(۸۶) کتاب المدح والذم ؍؍

(۸۷) رباعیات الاشعار فارسی

(۸۸) سطور الانشار فارسی

(۸۹) تشمت الغریق مرثیہ جوان صالح وتسکین پدر ضعیف فارسی

(۹۰) ظل ممدود مکاتیب عربیہ جس میں علمائے اعلام کے خطوط اور ان کے جوابات ہیں مشہور کتاب ہے۔ طبع ہوگئی ہے۔

(۹۱) ظل ممدود - فارسی خطوط کا مجموعہ -

(۹۲) حواشی تبیان شرح متنبی -

(۹۳ ، ۹۴) مجموعۂ مکاتیب فارسیہ دو جلد

(۹۵) شرح معماے آقا رضاے قزوینی -

(۹۶) کتاب المحیص عن العویص جسمین بعض مشکلات عربیہ کو حل کیا ہے -

(۹۷) قصیدہ محمدیہ مع شرح متن و شرح دونون مفتی صاحب کی تصنیف ہین -

(۹۸) ہدیۂ بہیّہ در چیستان و معمیات وغیرہ -

(۹۹) رطب العرب دیوان عربی جسکی فصاحت و بلاغت کا سکہ ہند سے عراق تک ہے اور فصحاے عرب بھی اسکا لوہا مان گئے ہین -

(۱۰۰ و ۱۰۱) دیوان عربی ۲ جلد

(۱۰۲) مونس الخلوات مثنوی عربی در مواعظ حسنہ

(۱۰۳) اجناس جناس ملقب بمرصع عربی مثنوی ہے بعض فارسی اشعار بھی ہین پوری مثنوی تجنیس مین ہے اسمین کل اقسام تجنیس کے دو ہزار سے زائد اشعار ہین - ہر شعر کے مصرع اول و ثانی کے آخر مین تجنیس کا التزام ہے مختلف مقامات کے چند شعر بطور نمونہ درج کیے جاتے ہین :-

وبعد فھذہ روض فسیحو ۔۔۔ وارض اللہ واسعۃ فسیحوا

وسمیناہا جناس الجناس ۔۔۔ رجا تفریج او تفریج ناس

فان الانسجام لنا انیس ۔۔۔ ومافی الانس [illegible] انیس

مگر گل طینت خاکی ندارد ۔۔۔ اگر [illegible] دارد

جہان چین سعی بیکارم سراب است ۔۔۔ نباید [illegible] کارم [illegible] است

۱۰۴۔ شمع المجالس مشہور بہ شمع و دمع اسمین پہلے فضائل کا ذکر ہے اُسکے بعد ربط مصائب ہے ذاکرین مین یہ مثنوی بیحد مقبول ہے۔

(۱۰۵) ید بیضا قصیدہ در مدح امام موسی کاظم علیہ السّلام مع شرح مصنف نے اسمین عربی کے ہر شعر کے مقابل مین فارسی کا بھی ایک شعر نظم کیا ہے۔

(۱۰۶) مثنوی موجزہ رائعہ اسمین احمد آباد گجرات کے معجزہ کو نہایت خوبی سے نظم فرمایا ہی

(۱۰۷) مثنوی جوہر منظوم در بیان حدیث یہود (فارسی)

(۱۰۸) مثنوی خطاب فاصل جواب دمغ الباطل فارسی

(۱۰۹) مثنوی آب زلال فارسی شیخ بہائی کی بحر اللئالی کے طرز پر

(۱۱۰) مثنوی گوہر شاہوار فارسی بحر متقارب مین

(۱۱۱) مثنوی بیت الحزن بحر وافر مین

(۱۱۲) مثنوی صحن چمن ہزج اخرب مین۔ یہ دونون مثنویان گجرات کے معجزہ کے ذکر مین ہین جوزن زرگر کے متعلق ہوا تھا۔

(۱۱۳) مثنوی تسکین مسکین در مدح فقر و مسکنت۔

(۱۱۴) مثنوی ردعوی جواب مثنوی زہد و تقوے

(۱۱۵) مثنوی نظم الفروض

(۱۱۶ تا ۱۱۸) دیوان فارسی ۳ جلد

(۱۱۹) خطبہ حملہ حیدری۔ یہ خطبہ ملا رفیع باذل کے لب و لہجہ مین ہے۔

(۱۲۰) مثنوی بنیاد اعتقاد اُردو

(۱۲۱) مثنوی بطرز نان و نمک فارسی

(۱۲۲) مثنوی من وسلویٰ۔ شیخ بہائی کی مثنوی نان وحلوے کے طرز پر زہد وتقوی ومکارم اخلاق کے بیان مین عجیب مثنوی اور بیمثل نظم ہے راہ خدا کے سالکین اور بادۂ معرفت کے جرعہ نوش اور طاعت ومناجات کے دلدادہ اسکے مطالعے سے لذت بے پایان حاصل کرتے ہین اہل زبان کو اسکے ساتھ عشق ہے غافلون اور بیخبرون کو تسلیم ورضا کی راہ اس سے ملجاتی ہے فصحاے زمانہ اسکی مدح مین ترانہ سنج ہین آتش عشق آلہی کیلئے باذن اور معشوق حقیقی کی عشق انگیز مرغب مناجات مشوق طاعات ہی قدردان اسے حرز جان سمجھتے ہین اسکی مدح مین اسیقدر کافی ہے کہ جب یہ مثنوی عراق مین عالم جلیل شیخ ابراہیم قفطان کے پاس پہونچی دنگ ہوگئے اور مدح مین ایک مدحیہ عربی قصیدہ کے ساتھ ایک خط لکھا جسکی ایک مختصر عبارت یہان نقل کیجاتی ہے وقصاری ما اقول غیر مکترث بما یقول العواذل

انہ لو اجتمع بلغاء العرب وحکماء العجم ورامو اباراتہ ما احتوی علیہ ھذا النظم البدیع من المواعظ والحکم لما استطاعوا ان یفوھوا فی معارضتہ ببنت شفہ ولقالوا اللّٰھم سلمنا ولانری التعرض لمجاراتہ سوی محض سفہ وطوبی لھذا السید السند الذی وفق لہ وغدا الیوم وامس وغدًا دون البریہ اھلہ ولیسئل اللہ العصمۃ من دعوی النبوۃ حیث اعجز بما اتی اھل الفتوی والفتوۃ کتب ذلک بیدہ الجانیہ الفانیہ ابراھیم ال الشیخ صادق ال یحیی العاملی ہ

تعجب انگیز بات یہ ہے کہ مصنف علام نے کتاب مذکور عنوان شباب وراایام جوانی مین تصنیف کی تھی اور مضامین وہ نظم کئے کہ پیران سال خوردہ کو بھی نصیب نہین ہوسکتے۔

(۱۲۳) فلک مشحون (۱۲۴) اکواب موضوعہ (۱۲۵) فرش مرفوعہ (۱۲۶) نمارق مصفوفہ (۱۲۷) نوادر (۱۲۸) ماء مسکوب (۱۲۹) زرابی } سات کشکول علاوہ ادب کے مختلف علوم کی تحقیقات کا خزانہ ہین

(۱۳۸) تسجیع بالمات (۱۳۹) تشنیف السمع بشرح السجع (۱۳۰) بضاعۃ مزجاۃ (۱۳۳) مصفاۃ (۱۳۴) لغز عجیب (۱۳۵) رحویہ مع شرح (۱۳۶) طارف } شرح معمیات وچیستان وغیرہ

(۱۳۷) موجبہ سبیل شرح معمائے شیخ بہائی۔

(۱۳۸) مادہ الابتہاج فی تاریخ الاخراج (۱۳۹) سوانح جدیدہ (۱۴۰) سوانح کلکتہ۔

(۱۴۱) منتخب الکشکول (۱۴۲) رسالہ بہیہ فی حل بعض صعاب العربیہ

طب

(۱۴۳) تحفۃ الطب (۱۴۴) حاشیہ شرح اسباب (۱۴۵) حواشی نفیسی (۱۴۶) شرح موجز

متفرقات

(۱۴۷) مرتضیات حسینیہ (۱۴۸) اخلاق حسینیہ (سید العلما کے حالات مین فارسی رسالہ لکھا ہے۔
(۱۴۹) رسالہ درترغیب بنائے مدرسہ (مدرسہ سلطانی کی جب تجویز تھی یہ رسالہ مفتی صاحب نے تشویق و ترغیب مین لکھا تھا۔ (۱۵۰) نسیم صبا نسبہ جزیرۂ خضرا (۱۵۱) سر مکتوم (۱۵۲) عشرۂ کاملہ۔ اسمین دس مسئلون کی تحقیق ہے۔

(۱۵۳) کتاب الفحص عن الثلثین۔ مختلف علوم وفنون کے تیس سوال مین ایک شخص کے ہمراہ عراق بھیجے تھے کہ وہان کے علما سے جواب لیتے آئین۔ کوئی شخص جواب پر آمادہ نہ ہوا صاحب جواہر الکلام نے دو سال کی مہلت مانگی زائر مذکور نے عذر کیا کہ میرا قیام اسقدر نہین ہو سکتا۔ علامہ مذکور نے جواب دیا کہ مین بھی اس سے کم مدت مین جواب نہین لکھ سکتا۔

(۱۵۴) سبعہ سیارہ۔ سات مسئلون کی تحقیق ہے۔ ہدیہ بہیہ در انعاز خفیہ۔ (۱۵۴) مجموعۂ ادعیہ مفتی صاحب کی انشا ہوئی دعائین ہین۔ (۱۵۵) زلال سلسبیل ترجمہ سیرۂ جلیل شاہ عبدالعزیز دہلوی کے اس رسالہ کا جو شہادت امام حسین کے بیان مین ہے ترجمہ کیا ہے۔ (۱۵۹) رسالہ در قرأت (۱۶۰) مسائل مرشد آباد (۱۶۱) موعظ قرآنیہ (۱۶۲) کتاب المسائل

اخلاف
شمس العلماء
مفتی محمد عباس
علامہ سید
شوستری
از بطن دختر میرن صاحب
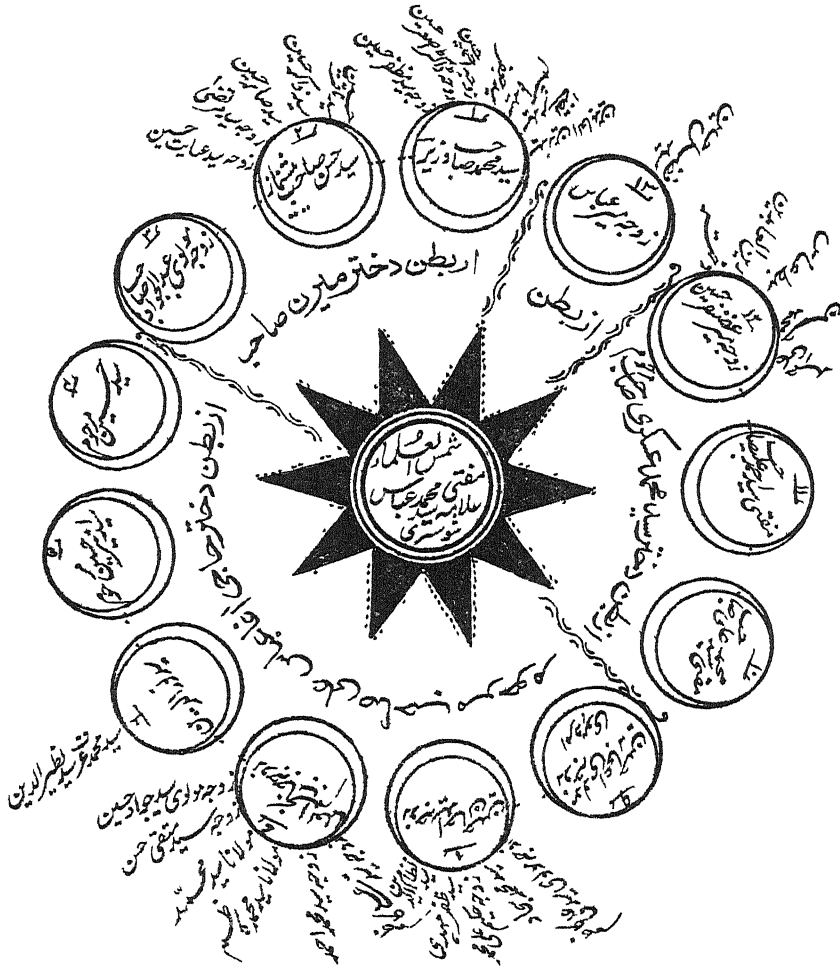
تاہل

مفتی صاحب کی پہلی شادی میرن صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی جو مختار الدولہ
وزیر اول نواب آصف الدولہ کے خاندان سے تھین جنکی املاک وعمارات کوریا گھاٹ
دریائے گومتی کے کنارے ابتک موجود ہے اُنکے بطن سے مولانا سید محمد صاحب عرف وزیر صاحب
اور حاجی سید حسن صاحب تھے ان کے علاوہ بھی متعدد اولادین ہوئین مگر وہ سب کمسنی مین مرگئین
ایک صاحبزادی البتہ سن رشد کو پہونچین جنکا عقد سید عبدالجواد صاحب مرحوم کے ساتھ ہوا کچھ
عرصہ کے بعد وہ بھی لاولد فوت ہوئین۔

دوسری شادی حاج آغا عباس علی صاحب مرحوم صفہانی الاصل کی دختر کے ساتھ ہوئی
اُنسے مولوی سید حسین صاحب برادر مولوی سید امیر حسن صاحب اور مولوی سید نورالدین اور تین
صاحبزادیان ہوئین اور اولادین صغرسنی مین فوت ہوگئین

تیسرا عقد سید محمد عسکری صاحب کی دختر سے ہوا اُن سے دو صاحبزادے مفتی سید محمد علی صاحب
اور مفتی احمد علی صاحب اور ایک صاحبزادی ہین۔

علاوہ ازواج مذکورہ کے اکثر عورتین متعہ مین رہین۔ اور بعض امہات اولاد تھین۔

مولانا مولوی سید محمد صاحب متخلص بہ وزیر

وزیر صاحب ولد اکبر تھے اور جامع صفات وکمالات
نظم مین ید طولی رکھتے تھے نہایت خوش مزاج
باتون باتون مین روتون کو ہنسا دیتے تھے تہجد گزار سحر خیز خوش گفتار مہمان نواز خوش اخلاق وحسن ید تھے عرصہ تک
آگرہ مین امام جمعہ وجماعت رہے اُسکے بعد پٹنہ عظیم آباد میں امام باندی بیگم صاحبہ کے یہان

منصب امامت پر فائز ہوئے۔ اپنے والد علامہ اور سلطان العلما اور جناب ممتاز العلماء سید تقی صاحب سے تکمیل تحصیل کی فن طب مین بھی معقول دستگاہ تھی چنانچہ حکیم نبا صاحب اُنکے اجازے مین تحریر فرماتے ہین :۔

"بعد ازان کہ بدیگر اقسام کمال نفسانی کہ متمم نوع انسانی ست بہرہ ور گردیدہ در مدت قلیل بہ تحصیل علم طب باقتضائے طریقہ پدر بزرگوار کہ از فرسان این مضمار ہست اشتغال ورزید وزمانے در مطب نشستہ اقسام اسقام وانواع علاج و ملاحظہ کیفیات مزاج نمودہ ازین علم نیز حظے وافر برداشتہ وچون آثار کمال از شاہد حال شان ہویدا یافتیم اجازت دادیم کہ بعد تشخیص ہر مرضے علاج مرضے بوجہ مرضی نمایند"

جناب سلطان العلما جناب مفتی صاحب جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم جناب ملک العلما مولوی بندہ حسین صاحب جناب تاج العلما جناب سید ابو صاحب قبلہ سے بھی اجازات حاصل کیے جو ۱۲۹۸ھ مین بمقام عظیم آباد ایک رسالہ کی صورت مین طبع ہو چکے ہین۔

اُنکے تصنیفات کی مکمل فہرست ہمین نہین ملی بعض کتابین جنکا پتہ ملا حسب ذیل ہین

(۱) شریعت سہلہ در فقہ بزبان عربی (۲) رسالہ راحت رسا (۳) مثنوی دعقبی فارسی (۴) مثنوی باغ مومنین (۵) رقعات فارسی (۶) مثنوی نان وکباب (۷) مثنوی شمس الضحی (۸) کتاب درحالات انبیا (۹) مجموعۂ قصائد (۱۰) کتاب المسائل (۱۱) مثنوی گوہر شبچراغ (۱۲) مثنوی رشک بوستان (۱۳) مثنوی گلشن ہدایت

مفتی صاحب کے انتقال کے بعد پٹنہ عظیم آباد مین قیام کیا اور ۱۹ شعبان ۱۳۱۲ھ مین وہین انتقال کیا۔ مفتی صاحب کو اُن سے بیحد محبت تھی جس کا اظہار ذیل کے خطوط سے ہوتا ہے

هستی من که بسانِ عدم است — سربسر محنت و رنج و الم است
نو برایم غمِ دیگر مپسند — که مرا این همه غمها چه کم است

برخوردار سعادت آثار نور الابصار سلالة الاخیار پسندیده شعار خجسته اطوار صانه الله عن طوارق اللیل والنهار

ہدیہ پدر دور اُفتادہ طاقت از کف دادہ۔ بجز یاد آوری و دعاہاے نیمشبی و سحری چیست کہ افسر خامہ و زینت سرنامہ تواند شد۔ خداوند کریم بفضل عمیم آنرا بحسب ماٰمول و منہج مسئول مقبول سازد و پردۂ مفارقت از میان ما و شما براندازد ٥

عمری است کہ بے روی تو دل خون شدہ مارا — بارے ز خطے سبز بکن نخلِ دعا را
مکتوب بود نصف ملاقات و لیکن — از نیم لقا نیز دریغ است شمارا

خطوط متعددہ نگاشتہ بڈاک ارسال داشتہ ام ولکن آن عزیز برخلاف زمان گذشتہ و برعکس عادت و سررشتہ پاسخ ہیچیک ننوشتہ ٥

چہ شد کہ باز ترا سوے من خطابے نیست — چہ شد کہ این ہمہ خطِ مرا جوابے نیست

علاوہ بر ضعف و ناتوانی و سرگشتگی بادیہ حیرانی درین انتظار و نگرانی چنانکہ حال مرا میدانی سینہ پر از ریش و دل پر از تشویش

تنم بلرزہ در آمد ز خوف و دو لولہ — شنیدہ ام کہ در آنجا رسید زلزلہ
گذشت اینہمہ از سرنوشت نیست گلہ — ولیک خط ننوشتید ہست این گلہ

ہموارہ باد رد و سوز دقت نیمروز من بیچارہ منتظر ہر کارہ میباشد کہ کاغذے از شما بیارد و از خط مشکین بر دل نگار مشک بارد

قطعہ

کشش نالہ و آہ آخر شد
دیدہ را مد نگاہ آخر شد

روز و شب چشم براہم خط را
خط نمی آید و ماہ آخر شد

خطوط سابقہ خود را مظنہ داشتم کہ در ڈاک تلف شدہ یا جوابے از شما بکانپور آمدہ اکنون این احتمال، ہم از دست رفتہ و دل حزین زیادہ تر گرفت چہ خط اخیر رجسٹری بود البتہ بشما رسیدہ و حال بودن در لکھنؤ از ان منکشف گردیدہ باشد۔ پس رحمی بر حال من بیارید و تکلیف دل ضعیف روا ندارید و خطے بزودی بنگارید۔

خط منظوم

اے بے لب تو جان بلب این اہل فنا را
خواہیم ز نوک قلمت آب بقا را

از خون دل ما چکنی پنجہ حنائی
چون خلعت عید است خطِ سبز تو ما را

می سود قلم از کف تو عود ختائی
می بود مداد تو بہ از عنبر سارا

از بہر منِ خستہ عصا بود ز پیری
کلکِ تو کہ می داد نشان راہ بقا را

مکتوب تو بودہ است مرا سر خط شاہی
از کاغذِ تو می طلبم بال ہما را

مفتوح شدی باب طرب بر رخم از خط
مسدود چرا ساختہ راہ وفا را

بودی تو کہ غافل زدم تیغ تغافل
ایندم ز کہ آموختہ تازہ ادا را

بنویس خطے از من دل خستہ خطا چیست
بفرست بمن مشک ختن رشک ختا را

بگذار خود آرائی و خود رائی طفلان
بر پیر جدا ماندہ بکن رحم خدا را

گیرم نہ وزیر سے اگر امروز تو شاہی
شاہان بنگاہے بنوازند گدا را

ممدوح کی اولاد مین اگرچہ کئی لڑکے ہوئے لیکن اُن مین قابل فخر عالم باعمل فاضل اکمل مولوی سید زین العابدین صاحب مرحوم ہین جنھون نے ایک حد کمال کو پہونچکر دنیا سے رحلت کی ان کی ولادت سنہ ۱۲۸۰ھ مین ہوئی جناب مفتی صاحب قبلہ نے تاریخ ولادت نظم فرمائی ہ

بمیلاد فرزند فرزند نازم	که او ہست چشم و چراغ محمد
برآمد ز تاریخ یک طرح رنگین	دمیده گلے نو ز باغ محمد
	۱۲۸۰ھ

ایضا

مرحبا مولد پسر زاده	که مبارک شود بجد و پدر
بہر سالش رسید از ہر سو	فرحت و خیر و خرمی یکسر
	۱۲۸۰ھ

اس مولود مسعود سے مفتی صاحب کے دل کو اسقدر مسرت تھی کہ اسکے بعد بھی متعدد تاریخین فرمائین چنانچہ ایک تاریخ چودہ دن کی عمر کے متعلق ہے اور ایک اُسوقت جب کہ یہ مولود یکماہہ ہوا ہ

شده چون مولد فرزند فرزند	نہم ماه رجب از فضل الله
برآمد شعرے از کلکم ہمان روز	که از سال ولادت کرد آگاه
نوشتم باز تاریخ دو ہفته	دل از نور است با این بدر ہمراه
	۱۲۸۰ھ
کنون روز نہم آمد ز شعبان	شده ده چند عشرت حسب دلخواه
چو او یکماہه شد گفتم بتاریخ	ببین لطف خدا کامل شد آن ماه
	۱۲۸۰ھ

پھر دو ماہہ ہونے کی تاریخ فرمائی۔

رسید ماه صیام و شدہست عید مرا	ہر آنچه شد ہمه از فضل حقتعالی شد

دوگانہ بسپاس یگانہ باید خواند ... کہ ماہ انور ماہم دو ماہہ حالا شد
دو جام بادہ بدہ ساقیا کہ در یکسال ... سرور کیف دل و نور جان دوبالا شد
۱۲۸۰ھ

پھر چہل روزہ ہونے کی تاریخ فرمائی :-

از والد سبیرہ من زین عابدین ... شد خامہ ام بسجدہ حق سرنگون بشکر
وقت است کز حمائل وصفش بگردنم ... چون مصحف عزیز شود رہنمون بشکر
یکماہ و عشرہ شدہ کامل بعشر تم ... خواہم سنین عمر ز پانصد فزون بشکر
چون اربعین گذشت بتاریخ شد رقم ... عابد کشید چلہ و آمد برون بشکر
۱۲۸۰ھ

بعد ازان دو مہینہ بیس دن ہونے کی تاریخ فرمائی

باز این گلبانگ عیش و این نواے تازہ چیست ... وین بساط انبساط از بہر بزم جشن کیست
گوئیا فرزند نور دیدہ زین العابدین ... آنکہ شد مولود در ہفتاد و یک الف و دویست
از رجب و ز نہم تا آخر ماہ صیام ... از مہ کامل دو تا گذشت واز ایام بیست
گر جہان گوید مبارکباد میلادش بجاست ... عید فطری ہست این کمتر ز عید فطر نیست
چون ہلال عید دیدم سال او کردم رقم ... دور چشم بد ز تا ہے نو دو عید او بیست
۱۲۸۰ھ

ایضاً نثر

زہے گل نودمیدہ گلستان مجد و سیادت ... و خہی نوبادہ چمن جود و عزت
سنہ ۱۲۸۰ھ ... سنہ ۱۲۸۰ھ

وزہے ماہ تابان اوج شرع و دین مبین ... نور چشم و ولد عزیز سید محمد یعنی زین العابدین
سنہ ۱۲۸۰ھ ... سنہ ۱۲۸۰ھ

ابقاہ اللہ فی ایمن العیش والسّرور ؛ وجعلہ عالماً عابداً وینجیہ من الشرور
سنہ ۱۲۸۰ھ — سنہ ۱۲۸۰ھ

چو یوم نہم ماہِ رجب بعد الزوال متولد گردید ؛ بدلہائے ما ہمہ طربے بخشید
سنہ ۱۲۸۰ھ — سنہ ۱۲۸۰ھ

کواکب افلاک سبعہ پنج نوبت شادی نواختند ؛ وملائک در جہات ستہ غلغلہ نشاط انداختند
سنہ ۱۲۸۰ھ — سنہ ۱۲۸۰ھ

و فقرات ثمانیہ اول راجدا جدا تاریخ ولادتش ساختند
سنہ ۱۲۸۰ھ

بچپنے سے پرہیز گاری کی طرف مائل تھے اور فضول اشغال سے کنارہ تحصیل علم مین مشتغل رہے نظم کا سلیقہ بھی مناسب تھا تا اینکہ درجہ رفیعہ کمال پر فائز ہوے۔ اکثر قیام اُن کا اپنے والد ماجد کے ساتھ رہا اور کبھی اپنے جد امجد کی خدمت مین بھی رہتے تھے ادب و ادبیات کا بھی ذوق تھا جب انکے والد ماجد کا قیام پٹنہ مین ہوا تو جناب تاج العلما مولانا سید علی محمد صاحب ولد حضرت سلطان العلما سے علمی استفادہ کرتے تھے اُن کے تلمذ سے مرتبہ علمی کو بہت بلند کر لیا۔ جناب تاج العلما نے اجازہ روایت بھی اُن کے لئے تحریر فرمایا۔ جو عالیجناب نواب سید ولایت علیخان صاحب کے ارشاد سے بمقام پٹنہ طبع ہو کر شایع ہو چکا ہے

اُن کا علم اور تقدس و احتیاط و پرہیز گاری مشہور ہے اگر وہ زندہ رہ جاتے تو اُن کے علمی برکات سے بہت کچھ فیوض پہونچتے

اپنے جد امجد کی خدمت میں رہنے کے بہت آرزو مند رہتے تھے۔ چنانچہ اُن کی خدمت مین عریضہ لکھا اور اُسمین کمال اشتیاق کا اظہار کیا۔ وہ تحریر تو دستیاب نہین ہوئی لیکن مفتی صاحب قبلہ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ درج کیا جاتا ہے:-

الی شجرة مرادی وثمرة فوادی الفهم اللقن الفطن الزکی المشغول بالتحصل المشغوف بالتکمیل
المولوی السید زین العابدین جعله الله من الهادین المهتدین وسقاہ عین الکمال
ووقاہ عین الکمال واقربہ عینی ولا فرق بینہ وبینی اما بعد فقد القی علی کتابك
واسدی الی خطابك واطلعت علی اخبارك ونظرت فی اشعارك وشغفت قصیدتك
المشتملة علی لفظ فصیح وطرز ملیح فسرتنی سرورًا وملأت عینی نورا بقاك الله دهورًا
وادامك مسرورًا محبورا ولکن الدنیا ادبرت اظهرت ما اظهرت من کساد الاسواق وفساد الاخلاق
وفتور الارزاق حتی لتفت الساق بالساق وظن انہ الفراق والله هو الرزاق فان ازعجتك
الاشواق وشق علیك الفراق ورغبت الی التلاق وصبرت علی الاملاق ووطنت نفسك
علی المشاق وشمر ذیلك للانطلاق واستشعرت الرفق والسلم والکظم والحلم وقصرت
طرفك علی طلب العلم وتحملت الاذی ولو کان فی العین قذی ورضیت بمباعدة العیال
فھلم وتعال وتوکل علی الله المتعال ومن غلبت رغبتہ وبعدت ھمتہ علی التفقہ فی
الدین الابلج والاطلاع علی الادلة والحجج لایبالی بسفك المہج وخوض اللجج لکن ظنی انك
وان زعمت نی خضرا لن تستطیع معی صبرا وانك اذا قدمت الینا وفدت علینا و
انکرت قلوبا ونفوسا وشربت من الغصص کؤسا وقاسیت فقرا وبوسا ورأیت اسودًا
غریبة وانت فی سن الشبیبة لاصبحت کظیما عبوسا وما رضیت ھنا قیامًا ولا جلوسا وفارقتنی
کما فارق الخضر موسی۔

چند رسائل تصنیف کئے اُن میں ایک کتاب فقہ استدلالی ہے منابع الافاضات فی الجہر
والاخفات جس کا سن تصنیف لفظ افاضات سے نکلتا ہے نہایت لطیف و پاکیزہ رسالہ ہے اس میں
مباحث جہر و اخفات اور اسکے متعلقہ مسائل کو تہذیب و خوبی اور فقیہانہ شان سے بیان کیا ہے رسالہ مذکور
مصنف کے علمی مرتبہ کی دلیل بین ہے۔

بمقام پٹنہ ایک رسالہ انگریزی میں تعلیم قرآن باترجمہ اور بعض دیگر کتب دینیہ کی تعلیم اُن سے متعلق ہوگئی تھی اور وہاں کے مومنین اُن سے بہت حسن عقیدت رکھتے تھے۔ اور بہت عزت و احترام کرتے تھے افسوس ہے کہ عمر نے وفا نہ کی اور زمانہ شباب میں اپنے والد کے انتقال کے تھوڑے عرصہ کے بعد انتقال کیا۔

اس مقام پر چند اشعار اُن کی مناجات کے نقل کئے جاتے ہیں :۔

نگہ کن اے خدا بر حال زارم — کہ از دردِ سر خود بیقرارم

امیر خستہ تن فریاد می کن — زافعال بد خود یاد می کن

منم خواہان تو یارب کجائی — الٰہی فاستجب منی دعائی

الٰہی انّنی عبد ذلیل — و انت اللہ مولای الجلیل

صرفت العمر فی عیش رغید — الا لاتسقنی ماء الصدید

منم عبد ذلیل زشتکاری — زکردار بد خود شرمساری

درے از رحمتت برمن کشائی — صراط مستقیم خود نمائی

خدایا برمن عاصی نظر کن — ز افعالِ بد من درگذر کن

بباید رحم برعبد ذلیلے — کہ او را تا درت نبود سبیلے

بسا عاصی چو من بخشیدہ تو — چہا لطف و کرم ورزیدہ تو

برائے مصطفےٰ خیر البرایا — مران از در گہت ما را خدایا

بیفگن از کرم برمن نگاہے — کہ کارے جز گنہ کردم نہ گاہے

جناب وزیر صاحب مرحوم کے صاحبزادوں میں بالفعل سید مرتضے صاحب بقید حیات ہیں اور صاحبزادیوں میں ایک کی شادی مولوی سید احمد حسین صاحب عظیم آبادی مصنف مجمع البحرین

کے ساتھ ہوئی اور دوسری کی شادی ڈاکٹر اصغر حسین صاحب کے ساتھ اور تیسری کی شادی مولوی مظفر حسین صاحب کے ساتھ ہوئی تھی مگر لاولد فوت ہوگئیں ۔

حاج مولوی سید حسن صاحب

جناب وزیر صاحب قبلہ کے چھوٹے بھائی نہایت متقدس اور منکسر و متواضع تھے فارسی و عربی کی تحصیل کر کے معقول استعداد حاصل کی نظم کا بھی خاص سلیقہ تھا۔ ان کے مکارم صفات اور محاسن خصائل بیان سے باہر ہیں اپنے والد ماجد کے کتبخانہ کے بھی منتظم تھے اور ہر وقت اپنے والد بزرگوار کی اطاعت میں کمربستہ رہتے تھے۔ ائمہ عراق کی زیارت سے فائز ہو کر بیت اللہ الحرام سے مشرف ہوئے۔ آخر زمانہ میں عالی جناب راجہ امیر حسن خان صاحب کیطرف سے عہدہ پیشنازی اُن کے سپرد ہوگیا تھا سنہ ۱۳۲۱ھ میں بمقام فتحپور ہسوا رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے ۔

اُن کے صاحبزادوں میں سید باقر حسین صاحب کا عنفوان شباب میں انتقال ہوگیا۔ دو لڑکے سید صابر حسین اور سید ذاکر حسین موجود ہیں اور لڑکیوں میں ایک کی شادی سید مرتضے ولد جناب وزیر صاحب مرحوم کے ساتھ اور دوسرے کی شادی سید عنایت حسین صاحب کے ساتھ ہوئی ۔

مولوی سید حسین صاحب مشہور بہ نور العلما

زوجۂ ثانیہ سے ولد اکبر تھے اُن کی ولادت ۲۴ ماہ صیام سنہ ۱۲۷۹ھ میں ہوئی۔ مفتی صاحب بجد مسرور ہوئے اور حسب ذیل قطعات تاریخ نظم کئے ۔

بشرت علے کبر سنی	بولید انسی الاحزانا
فاقر اللہ بہ عینی	اذکنت مجرت الاوطانا
ارخت لہ فی مصراع	ہو مولود فی رمضانا
اسلمت المہم رجوت بہ	فی رحمۃ ربی ۱۲۷۹ سکانا

ایضا

اکتب علی الترتیب فی تاریخہ
تسعاوسبعا واثنتین وواحدۃ

قطعہ فارسی

این بزم ظہور نور عین است
تاریخ ولادتش چہ پرسی
مطرب غزلے کنان برقصد
عیش وطرب وخوشی وخوبی

ساقی ز شراب ساتگین ہا
نقشے عجبی است بر جبین ہا
مانند سپہر ہا زمین ہا
دارم سرِ ہر یکے ازینہا

ایضاً

بارک اللہ شب بست وچہارم از ماہ
حبذا طفل ہمایون قدمے فرخ فال
لیلۃ القدر زپیش آمد و نوروز زپس
عید نوروز رسیدہ شبِ عید رمضان
این دوتا عید جدا و شب میلاد جدا

کہ سوادش شدہ از نور نظر دل افروز
کردہ در ماہِ صیام از تتق غیب بروز
درمیان این شدہ مولود بنجت فیروز
ماہ نو سر زد واین ماہ درآغوش ہنوز
روز مولود میان شب قدر و نوروز

ایضاً

چون شب بست وچار از رمضان
از نسیم کرم او بشگفت

رحمتِ خالقِ ما کردہ نزول
غنچہ خاطر عباسِ ملول

شاخ بے برگ دعاے سید — برگ و بر یافتہ از حسن قبول

یعنی از مولد فرزند سعید — پر گہر شد بر و دوش مامول

سال تاریخ ولادت گفتم — کہ گل تازہ ز بستانِ رسول

۱۲۷۹ھ

مفتی صاحب ان سے بہت مانوس تھے ان کے پڑھانے مین بہت اہتمام کیا۔ ایام شباب مین سفر عراق کیا زیارات سے مشرف ہوے مراجعت کے بعد نہین سے معلوم ہوا کہ جناب شیخ زین العابدین مازندرانی نے نور العلما کا خطاب عطا کیا۔

عتبات سے واپس ہوکر حیدرآباد دکن گئے مختار الملک کے مہمان ہوے بہت اعزاز و احترام ہوا۔ وہان سے ریاست خیرپور سندھ گئے۔ رئیس رامپور سے بھی ملاقات کی پھر اپنے والد ماجد کی خدمت مین حاضر ہوے۔ واجد علی شاہ مرحوم نے ایک معقول وظیفہ مقرر کر دیا۔

شعرگوئی مین مہارت خاص رکھتے تھے ایک مجموعہ قصائد ان کے منظومات کا ہے۔

زندگی نہایت عزت و شان کے ساتھ بسر کی جب واجد علی شاہ کا انتقال ہوگیا اور مفتی صاحب قبلہ لکھنؤ چلے آئے یہ شاہزادہ مرزا جہانقدر کے پاس رہے۔

۲۰ صفر سنہ ۱۳۰۶ھ کو نواب جاہد الدولہ وغیرہ کے ہمراہ مٹیابرج سے اسٹیمر پر کلکتہ گئے۔ واپسی مین جہاز جب قریب مرکز پہونچا یکایک غرق ہوگیا یہ مرحوم پر ارمان لا ولد بھی غریق دریاے رحمت ہوے کئی روز کے بعد لاش برآمد ہوئی۔ مٹیابرج مین دفن ہوے جب مفتی صاحب قبلہ کو یہ خبر پہونچی بیحد صدمہ ہوا۔ اسی غم کے اثر سے اُن کی صحت روز بروز خراب ہوتی گئی پانچ مہینہ بھی پورے نہ گذرے تھے کہ انتقال فرمایا۔

مولوی سید امیر حسین صاحب

مولوی سید نور الدین صاحب و مولوی سید حسین صاحب کے حقیقی بھائی

تھے سید امیر حسین کی ولادت ربیع الاول ۱۲۸۶ھ مین ہوئی اور جس زمانہ مین جناب مفتی صاحب مرض الموت مین مبتلا تھے یہ مفلوج ہو گئے اور ڈیڑھ برس یا کچھ زیادہ زمانہ کے بعد بروز عید فطر قضا کی انکی شادی کبھی نہونے پائی تھی -

مولوی سید نور الدین صاحب ۱۰ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ ہجری مین پیدا ہوے انھون نے علمی استعداد اچھی حاصل کی عبارت نہایت لطیف لکھتے تھے۔ شاعری مین بھی کسی قدر ملکہ تھا نہایت متین اور سنجیدہ عالی ہمت بامروت اور بلند حوصلہ تھے اکثر اپنے والد ماجد کے ساتھ رہتے تھے۔ آپکی شادی احمد میان صاحب کی صاحبزادی سے مٹیا برج مین ہوئی اپنے والد کے بعد بھی عرصہ تک مٹیا برج مین مرزا جہانقدر کے پاس رہے کچھ عرصہ تک حیدرآباد مین قیام کیا آغا سید علی شوستری طاب ثراہ (جو مفتی صاحب قبلہ کے بنی اعمام مین تھے) انسے بہت محبت کرتے تھے ۱۳۲۲ھ ہجری مین بمقام لکھنؤ انتقال کیا اور امام باڑہ جناب غفرانمآب مین مدفون ہوے۔ ایک صاحبزادہ ان کے حیدرآباد مین ملازم ہین جن کا نام سید محمد موسوی ہے اور ایک صاحبزادی جنکا عقد ڈاکٹر سید علی مظفر صاحب نبیرہ جناب سلطان العلماء سے ہوا

زوجۂ جناب نجم العلماء

یہ محترمہ حلیلہ روز بعثت گذر کر ۲۰ رجب کی شب مین بزم افروز شبستان وجود ہوئین۔ ابتدائے سن سے حدید الذہن سلیم العقل تھین پڑھنے کا شوق دلنشین رہا۔ اردو فارسی کی تعلیم پائی اور عربی مین کافی مناسب استعداد حاصل کی شریعت کی پابندی عبادت مین سرگرمی طہارت مین بہت محتاط سحرخیزی اور مناجات وطاعات مین اپنے والد کی قدم بقدم اپنے امثال مین ممتاز اپنے والد کے خاندان کی خبرگیری مین منہمک انکے ساتھ حسن سلوک اور ہر قسم کی نگہداشت و حمایت کی دلدادہ منہیات سے برکنار نماز مین اول اوقات کی ملتزم ہین داد و دہش مین مشہور زر کی طرف راغب دل سے مستغنی عزاداری کی عاشق نیک ہدایت کرنے کی عادی ہین۔ طبقۂ نسوان مین ایسی فرد دنیا بہت کم نظر آتی ہین انتظام خانہ داری مین خوش سلیقہ ہر کام مین بلند حوصلہ عالی ہمت، رحم دل

اور سب کی نگاہون مین محترم ہین۔

فارسی اور اُردو کی نظم و نثر مین کبھی مہارت ہے ایک مثنوی نان دنمک کے طرز پر فضائل معصومین مین نظم کی ہے یہان بعض نظمین اُن کی درج کرنے کا خیال تھا۔ شاعرانہ نقطۂ نظر سے نہین بلکہ اسلئے کہ ناظرین اسکا اندازہ کرین کہ مفتی صاحب قبلہ کی نسل مین یہ جوہر کس حد تک ودیعت ہے لیکن ماذون نہوا صرف چند شعر فارسی بطور نمونہ کے لکھتا ہون

جان من قربان سبط مصطفےٰ	راحت جان علی مرتضےٰ
کوکب تابان برج ہل اتےٰ	گوہر رخشان درج انما
بادشاہِ انس و جان مولاے من	مالک کون و مکان آقاے من
جان پیغمبر حسین بن علے	نائب حیدر حسین بن علے
آہ از تیغ جفا مقتول شد	تشنہ لب در کربلا مقتول شد
اے دل و جانم بقربانِ حسین	من فدا بر روئے تابان حسین
من فدایت اے شہید نینوا	من فدا اے کشتۂ راہِ جفا
آہ از جور سپہرِ کج ادا	تیغِ کین و بوسہ گاہِ مصطفےٰ
جو طب علم و نعل و بہائے حسین	پائے شمر و صدر زیبائے حسین
اہلبیت شاہ و زندانِ بلا	در رسن بازو و سرہا بے رِدا

اپنے شوہر کے ہمراہ ۱۳۳۰ھ ہجری مین سفر عراق کیا زیارات سے مشرف ہوئین۔ خداوند عالم نے اولاد بھی لائق عطا فرمائی چار لڑکیان اور دو لڑکے۔ بڑی لڑکی کی شادی مولوی سید جواد حسین صاحب امروہوی ممتاز الافاضل کے ساتھ ہوئی ۲۸ برس کی عمر مین انتقال کیا دو لڑکے سید فدا حسین اور سید ناصر حسین اور ایک لڑکی ان کی موجود ہے۔ دوسری لڑکی کی شادی سید متقی حسن صاحب کے ساتھ ہوئی

تھی انھون نے بھی ۴۳ برس کی عمر مین انتقال کیا ایک لڑکی اور ایک لڑکا سید ہادی موجود ہے
یہ دونون لڑکیان نہایت سعیدہ اور رشیدہ صفات خیر کی جامع عبادت گذار نیک شعار رتھین ممدوحہ کے
صاحبزادے جناب مولانا السید محمد صاحب ممتاز الافاضل اور جناب مولانا السید محمد کاظم صاحب ممتاز الافاضل
تھے افسوس کہ دونون نے عنفوان شباب مین انتقال کیا جنکا مختصر تذکرہ ذیل مین اگر درج نہ کیا جائے
تو بہت بڑی فرو گذاشت ہوگی۔ یہ جانکاہ صدمات ناقابل برداشت ہین مگر ان کی والدہ محترمہ نے اپنے
آبار کرام کی تاسی مین وہ جوہر صبر دکھلائے جو ابدالاباد تک یادگار رہین گے۔ مگر درحقیقت اگر انھین زندہ درگور
کہا جائے تو بیجا نہین ہے

مولانا سید محمد صاحب | ایک جلیل القدر عالم باعمل تھے جن کی زندگی ایک صحیفۂ ہدایت وارشاد تھی

ان کی ولادت ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ ہجری روز عید مباہلہ بمقام امروہہ ہوئی ان کے جد امجد جناب مفتی صاحب
نے دو قطعہ تاریخ ولادت نظم فرمائی اکثر شعرا نے تاریخین کہین علم کے گھرانے کا یہ اثر تھا کہ پانچ
برس کے سن مین روزہ رکھا تعلیم شروع ہوئی گیارھوین برس عربی قصیدہ نظم کیا اور جناب مولوی
سید محمد مہدی صاحب کے یہان کی ادبی صحبت مین پڑھا نہایت زکی الطبع جید الذہن تھے۔ فن ادب کا
فطری ذوق تھا اور علمی اشغال کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔ مدرسۂ مشارع الشرائع مین اپنے والد کی نگرانی
مین سب مدارج علمیہ طے کئے اور ممتاز الافاضل کی اعلےٰ سند اور خلعت فضیلت مدرسہ کی طرف سے پایا
مدرسے کے بعض متوسط درجات پھر بڑے درجات کی تدریس متعلق ہوئی نہایت اتقان وتحقیق سے درس دیتے تھے اور
طلاب کے حال پر نہایت مہربان تھے اور ان کے لئے ہر طرح کی راحت رسانی مین کوشان رہتے تھے
ان کے عربی قصائد کی جزالت ولطافت سے ارباب ادب خوب واقف ہو چکے ہین اردو فارسی
کی نظم بھی نہایت لطیف ہوتی تھی غالبًا ان کے قصائد کا مجموعہ ایک کتاب کی صورت مین طبع
ہونے والا ہے۔ فن ادب کے ماہر تھے شعراء جاہلیت کے انداز مین نظم کرتے تھے اور شعرائے اسلام

کے مذاق مین بھی۔ چنانچہ ایک خط مین اپنے مذاق طبع کا خود نقشہ کھینچا ہے۔

سلام یضئ له المشرقان	ویضحی الشمیسان لا شرفان
سلام تجس من جانبیه	من النور علینا ان نضاختان
سلام یمیط دیاجی البلایا	بود و انشر مطلع سشا و مانی
سلامیکه از فیض تنویر نورش	فد احضر و احمر روض لبیان

اما بعد فانی وان اجتنیت من العلم ما اجتنیت و اقتنیت ما اقتنیت لکنی لی الان علی ما کابدۂ و اعانیۂ اتھادی فی ریاض الفاظہ و معانیہ و لما اردت ان ازھد فیہ و لا اعرض نفسی لفیافیہ و لا نعض علی عوادہ و لا نرفع الی عوادہ و لا انتظل باھدابہ و ان قبل فیہ ما اھدی بہ و لا نطمح الی بدرتہ و لا نتعلق بدرتہ و لا یغرنی دینارہ و لا یودی نارہ و ان استسر فی حجاب الحجاب و لا اقاسی حمر الحجاب و لا ادع نقابا و ان کنت نقابا و اسعف المامول بالخمول و اطوی علی الکتم و لا ازحزح عنی الکتم فبینما اذ ناجانی نفسی بان الامر امران و الواحد اثنان فکم بونا باین مشارع الشرایع و مسائل المسائل فان طویت عن الاخری کشحا فلم کشحت عن الاولی کشحا وان سدلت دونھا ثوبا فلم لا اسوب الیھا ثوبا فقمت اشمر الیھا الاذیال وان کنت من الاذیال و طفقت اضمر الیھا الخیل وان اجلب علی الدھر برجل و خیل و بذلت جھدی فی تشیید قواعدھا و تشدید سواعدھا و نمقت الکتب و الرسائل علی شتہ الحسائل و الوسائل فی [illegible] مختلفۃ و فنون موتلفۃ و زینت ریاضھا و اترعت حیاضھا و اخترت فی اکثرھا [illegible] لا المنغ [illegible] وجعلت بعضھا عبرۃ للناظرین و لان اھدی [illegible] له [illegible] الذین و مبانی المعانی الاوائل وان کنت مجھولا لا یعرف

ونکرۃ لا تعرف لکن بعین فضلك لو رأیت لدریت ان الضیاء من ای زیت ولم یکن من الامر ذیت وذیت ۔

ابی سیدی نجم الحسن خیر سید	به یقتدی الانوار والنجم یهتدی
وجدی من کان السمو سمیره	یسائره انی یروح ویغتدی
محمد العباس قد کان اسمه	ویدعی بمفتی الشرع شرع محمد

مرحوم کو ہزارہا اشعار شعراے عرب کے یاد تھے اور ایام عرب اور تاریخ ادبیت سے خوب باخبر تھے
فلسفہ و منطق مین بھی معقول دستگاہ تھی۔ کتب قدیمہ پر ناظر تھی افق المبین و اسفار صدرا و شرح اشارات وغیرہ
سے بہت مانوس تھے ہر مسئلہ مین اپنی محققانہ راے قائم کرتے تھے۔

بیان فضائل و مصائب و مواعظ مین نہایت عمدہ ملکہ تھا مطالب نفیس مضامین عالیہ طرز بیان
فصیح و سنجیدہ تفسیر و حدیث و تاریخ سے استخراج مطالب کا طریقہ نہایت متین اور حسن بیان کے خلعت
سے آراستہ و پیراستہ۔ ان صحبتون کے شریک ہونے والے آجتک یاد کرتے ہین۔ انگریزی زبان مین
بھی انھون نے اچھی لیاقت پیدا کر لی تھی کہ تحریر و مطالعہ بخوبی کر سکتے تھے اور اس زبان کو صرف
اسلیے حاصل کیا تھا کہ جو اسلام کے خلاف تصنیفات ہین اُن کا جواب دینے مین کسی دوسرے سے مدد لینے کی
احتیاج باقی نہ رہے چنانچہ اسکے لئے ایک ایسا نمونہ قائم کیا تھا جس کا عکس مدرسۃ الواعظین کی صورت مین پایا جاتا
ہے۔ اس مدرسہ کی بنا مین اُن کی سعی و کوشش کا بھی بہت کافی حصہ شریک ہے اور اسی لیے انجمن مؤید العلوم
اُن کی یادگار مدرسہ [illegible] مین قائم ہوئی ہے۔

امراض کی شکایت اکثر رہتی تھی اور صحت قابل اطمینان نہ تھی آخرکار مرض سل مین مبتلا ہو کر
۲ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ ۳۲ برس کی عمر مین بحالت شباب عالم قدس کی طرف رحلت کی انکے خال محترم
مولانا مفتی سید محمد علی صاحب نے خط تعزیت مین یہ فقرہ اُن کی شان کے شایان لکھا تھا۔ مجھے امید

تھی کہ ہم لوگ تو خیر مگر خاندان کا چراغ سید محمد سے روشن رہے گا۔ ہائے امیرے گھر کا چراغ گل ہو گیا" ر

تصنیف کا مشغلہ بھی شروع کیا تھا لیکن امراض نے مہلت نہ دی شریعۃ الاسلام اُن کی یادگار ہے اور ایک رسالہ معراج العقول کے جواب مین اور ایک رسالہ کہ القلم فی الجزر الاصم کے جواب مین اور ایک رسالہ اُصول فقہ مین اور ایک صرف ونحو مین ناتمام ہے۔

ایک شادی اُن کی امروہہ مین ہوئی جسمین ہز ہائنس نواب محمد حامد علیخان صاحب والی رامپور دام اقبالہٗ بھی شریک ہوئے تھے۔ دوسری شادی جناب حجۃ الاسلام سید مصطفٰے عرف میر آغا صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ایک لڑکی اور لڑکا مولوی سید محمد رضی سلمہ اللہ تعالیٰ اور ایک لڑکا سید محمد زکی پہلے عقد سے اُن کے اعقاب مین ہین۔

وفات کے متعلق اُن کے احباب ودیگر افاضل نے اردو فارسی عربی تاریخین اور قصائد اور مرثیے بہت نظم کیے جن کا ایک مستقل مجموعہ ہے جو جداگانہ شایع ہوگا اور جو اُن کے متعلق کثیر التعداد خواب دیکھے گئے وہ عجیب وغریب ہین جن سے اُن کی جلالت قدر اور علو منزلت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔

جناب سید محمد کاظم صاحب یہ اپنے بھائی کے قدم بقدم صفات حسنہ اور مکارم خصال سے موصوف تھے غرہ صفر ۱۳۰۱ھ ہجری مین بمقام لکھنؤ ولادت ہوئی اور مدرسہ مشارع الشرائع مین تحصیل علم کی اور مثل اپنے بھائی کے ممتاز الافاضل کی سند حاصل کی اسکے بعد تدریس مین مصروف رہے اور نہایت محنت وتوجہ سے پڑھایا اور مدرسہ مذکور کے ایک درجہ کی تعلیم اُن کے متعلق ہوگئی اور کئی سال تک نہایت خیر وخوبی سے درس دیا۔ اُن کے درجہ کے طلاب برابر کامیابی حاصل کرتے رہے طبعاً نہایت سنجیدہ اور متین سلیم الطبع صاف باطن نیک سیرت خوش سلیقہ تھے ۱۳۳۰ھ مین اپنے والد بزرگوار کے ہمراہی میں زیارت عتبات رفیع الدرجات کا شرف حاصل کیا طبیعت بھی موزون تھی نظم بھی پاکیزہ کرتے تھے اُنکے

بعض قصائد مدرسۂ ناظمیہ کی سالانہ روئداد مین شائع ہو چکے ہین۔ چنانچہ سنہ ۱۳۲۴ھ کی روئداد مین جو قصیدہ شائع ہوا ہے اسکا مطلع یہ ہے ؎

اراك تخفی هوی سلمی وتصطبر	والدمع یظهر ما فی لقلب مستتر

اپنے برادر محترم کے مرثیہ مین جو مختلف بحور مین اشعار نظم کئے تھے اُن مین یہ چند شعر بھی داخل ہین۔

یا اخی یا کنفی یا سندی یا عضدی	ادرك القلب فغمر لهبات الحرق
ان فی هجرك اضحی كبدی حلف جوی	لهری مظلم بعدك مثل الغسق
فالی کم الهجر اقاسی اسفا	ومتی الرجعة یا سالك خیر الطرق
سیدی ناظرنا اشتاق الی زورتكم	ارنا الطلعة مثل القمر المنسق
سیدی املك مذ غبت علت صرختها	فتنادبك بقلب دنف محترق
وابوك الصدع القلب لم یختلجا	وهو یسترجع دوما ارقا فی قلق
آه ارداك منون فنسیت الرفقا	فزت بالكوثر والخلد ورب الفلق
طیب الله لك الرمس وروی جدثا	صار شوالك فتم فیه بوجه طلق
واذا اخمد مصباح دیاجی العلیا	هتف الهاتف قد اظلم كل الافق
	١ ٣٧ ١٣ ھ

اپنے بڑے بھائی کی وفات کے بعد امور علمیہ کے بھی نگران رہتے تھے اپنے پرائے سب مین ممدوح تھے مشہد مقدس کی زیارت کا انھین خاص طور پر اشتیاق تھا تا اینکہ ماہِ صیام سنہ ۱۳۴۰ھ کو باصرار تمام اور باہتمام خاص روانہ ہو گئے جناب حکیم سید فضل علی صاحب عرف حکیم میرن صاحب بھی اُن کی معیت مین تشریف لیگئے براہ دزداب سفر کر کے ماہ شوال مین مشرف بزیارت ہوئے اور قریب ڈیڑھ ماہ کے وہان قیام کر کے مشاہد عراق کی دوبارہ زیارت کے مشتاق ہو کر براہ نیشاپور طہران روانہ ہوے معصومۂ قم کی زیارت کا شرف حاصل کیا

اور وہان سے ائمہ عراق کے مشاہد کی زیارت سے مشرف ہوئے وہان اسقدر علیل ہوئے کہ جان بری کی امید باقی نہ رہی۔ مگر مرحوم نے دعا کی کہ اگر میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے تو مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ مین اپنے والدین کو دیکھ لون اور وہ مجھے دیکھ لین۔ مرض مین افاقہ ہو گیا اور کربلاے معلّی سے نجف اشرف روانہ ہوئے۔ اور شیعون کی زیارت کی۔ ہر مقام پر جس طرح حجج اسلام وعلماے کرام نے اُن کے ساتھ محبت کی تھی وہان کے حضرات نے بھی نہایت محبت کا اظہار کیا اور چار بزرگوارون نے اجازہ روایت بھی عطا کیا یعنی جناب حجۃ الاسلام آقا سید ابو الحسن صفہانی اور حجۃ الاسلام سید محمد فیروز آبادی اور جناب حجۃ الاسلام میرزا حسین نائینی اور جناب حجۃ الاسلام آقا ضیا عراقی۔ اِسکے بعد کاظمین وسامرہ کی زیارت سے مشرف ہوکر ہندوستان پہونچے اپنے والدین کی زیارت کی مگر پہونچتے ہی مرض مین زیادتی ہوگئی ایک مہینہ سے کچھ زیادہ مبتلا رہے ہوتا ہے آخرکار داعی اجل کا پیغام پہونچ گیا اور اپنے والدین کے دلون کی حسرتون کا خون کرکے اور اُنھین پیرانہ سالی مین بسمل ونیم جان چھوڑکر ۲۴ سال کی عمر مین بتاریخ ۹ جمادی الاولی ؁ فردوس بہشت روانہ ہوئے۔ تاریخہاے وفات وقصائد ومراثی ان کے بھی بہت ہین بنظر اختصار درج نہین کیے گئے۔

چچا کی لڑکی سے امروہہ مین انکا عقد ہوا تھا ان کی شادی مین بھی والی رامپور ہز ہائینس نواب سر محمد حامد علیخان صاحب اعلی اللہ مقامہ وادام اقبالہم نے شرکت فرمائی تھی۔ دو لڑکیان اور دو لڑکے سید محمد صادق سلمہ اللہ اور سید محمد محسن سلمہ اللہ اُن کی یادگار ہین۔ کتاب الشیعہ وفنون الاسلام کا ترجمہ جو نہایت لطیف ترجمہ ہے چھپ کر شایع ہو چکا ہے جسکے بعد جناب آقا سید حسن صدر دام ظلہ نے مبسوط اجازہ لکھکر بھیجدیا تھا اِس مقام پر اجازت مذکورہ مین سے بعض فقرات بھی احیاءً للذکر درج کیے جاتے ہین۔

قد استجازنی السیّد الجلیل العالم النبیل الصفی الزکی النقی سید العلماء الراشدین ومروج شریعۃ جدہ سید المرسلین ابو الفضائل والمکارم المولوی السیّد

محمد کاظم دامت برکاتہ فوجدتہ اھلا لذلك فاجزت لہ   (آقا سید ابوالحسن الموسوی صفہانی النجفی)

قد استجازنی السید السند العالم المسدد والفاضل الکامل المؤید النقی الزکی المعتمد المحقق المدقق الاوحد ابو المکارم وصفوۃ العلماء الاعاظم المولوی السید محمد کاظم عمر اللہ بہ من بیوت الرشاد مدارسھا وجدد بہ من ربوع السداد دوارسھا ولعلمی بانہ علی جانب من التقوی عظیم وان حدیث فضلہ ونبلہ قدیم تحتمت علی اجازتہ حیث قد لزمت علی اجابتہ فاجزت لہ   (آقا سید محمد الیزدی الفیروز آبادی النجفی)

تفاؤل امتحانگاہ بلا مین صبر و استقامت کے جوہر جن نفوس قدسیہ نے دکھائے ہین اُن کے مدارج عالم آخرت مین تو جو کچھ ہونگے وہ ہونگے مگر یہان بھی اُن کی تسلی خاطر اور دوسرون کے موعظہ و نصیحت کیلئے کچھ علامتین ظاہر ہوتی ہین۔ چنانچہ مناسب مقام ایک عجیب و غریب واقعہ درج کرتا ہون جو صفحہ دنیا پر ہمیشہ یادگار رہے گا جو صاحبان بصیرت و خبرت کے دلون سے جسکا نقش محو نہین ہوسکتا اور یقیناً آیندہ نسلون کے واسطے دفتر ہدایت و عبرت ہے مرحومین کے والدین نے ان جانکاہ مصیبتون پر جس صبر و شکیبائی سے کام کیا وہ گرفتاران محن کیلئے نہ صرف باعث تسلی ہے بلکہ سبق آموز بھی ہے۔ ایسی اولاد کے داغ معمولی داغ نہین۔ مولانا سید محمد کاظم مرحوم کی مجلس چہلم سے دو دن قبل یعنی ۸ جمادی الاولی ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۲۳ء کو جناب نجم العلما اپنے فرزندون کی نوجوانی اور اعلے علمی قابلیت اور اپنی پیرانہ سالی مین دونون کے داغ مفارقت کی جانسوز داستان کا ذکر اپنے اہلبیت کے سامنے بیان کر رہے تھے کہ مجھے غور کرنے پر بھی کوئی نظیر اپنے غم کی نہین ملتی اور مین خدا سے دعا کرتا ہون کہ میرا قدم جادہ صبر مین متزلزل نہو جائے مرحوم کی والدہ پر ان کلمات کا ایک خاص اثر ہوا اور اُنکا اضطراب بہت بڑھ گیا۔ مگر پھر بھی اُنھون نے بکمال استقلال مصلے پر جاکر اپنے معبود کی طرف رجوع کرکے عرض کیا

کہ خداوندا یہ تو صبر کے عادی تھے جب انکی یہ حالت ہے تو مین تو عورت ہون۔ مین کیا کرون۔
یہ کہکر قرآن مجید کھولا سر صفحہ یہ آیہ کریمہ بر آمد ہوا فسوف نؤتیہ اجراً عظیما۔ اس آیہ کریمہ کے
دامن عطوفت مین مراحم خاصہ کے جو جواہر آبدار بھرے ہوئے تھے جب ان معظمہ کو نظر آئے تو
دل کو فی الجملہ تسکین ہوئی۔ درحقیقت آیت بھی عجب شان و عنوان کی ہے جسمین رحمت کے دروازے
کھلے ہوئے نظر آتے ہین۔ اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ رحمت ربانی نے جناب نجم العلماء کے خیال کو
آیت کے اعداد کیطرف متوجہ کیا اور شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ بے کم و کاست پورے ۱۳۲۳ عدد نکلتے
ہین۔ گویا یہ آیہ مبارکہ بغیر تعمیہ و تخرجہ کے اعلے درجہ کی تاریخ واقعہ ہے۔ اس خصوصیت نے ہر شخص
کو تصویر حیرت بنادیا۔ ایسے موقع پر کہ ارباب اخلاص قطعات تاریخ اور قصائد و مراثی عربی و فارسی بغرض
تسلی و تسکین جناب ممدوح کی خدمت مین پیش کر رہے تھے حضرت باری عز اسمہ نے بھی بوقت
استفتاح قرآن رحمت واجر کے وعدہ سے لبریز آیہ ظاہر فرمادیا۔ آیہ مذکورہ مقام تعزیت مین مصیبت زدہ
والدین کے قلب و جگر کے زخم کا مرہم بھی ہے اور بےنظیر خدا داد تاریخ بھی ہے جو حضرات قرآن مجید
سے تاریخ کا استخراج کرنے مین زحمتین اٹھایا کرتے ہین وہ اس تاریخ کی قدر کرینگے۔ قرآن مجید کا اسے
اگر اعجاز نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے اسلئے کہ آیت مین یہ اعداد تو ازل سے ودیعت ہو چکے تھے
مگر باوجودیکہ ہزارون زبانین اس کی تلاوت سے بہرہ یاب ہوتی رہین۔ اس وقت کے قبل اعداد
کے اظہار کا کہین موقع نہوا۔ البتہ جب وقت آگیا تو اپنے ایک برگزیدہ بندہ کے دل کو شمار عدد
کیطرف خود متوجہ کر کے اظہار فرمادیا۔ مادر غمدیدہ نے دوسرے روز پھر بارگاہ خدا مین عرض کیا
کہ خداوندا تو نے وعدہ فرمایا اور بےشک تیرا وعدہ سچا ہے لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ وعدہ کب پورا
ہوگا اور یہ اجر کہاں اور کس صورت سے عطا ہوگا۔ اسکے بعد پھر قرآن کھولا تو سر صفحہ یہ آیہ بر آمد ہوا
وتمت کلمۃ ربک صدقاً وعدلاً جس کا حاصل یہ ہے کہ تیرے رب کا کلمہ ازراہ صدق و عدل پورا

ہو چکا یعنی کوئی تردد و تشویش کا مقام نہین معظمہ کے دل کو اس سے زیادہ قرار آیا۔

مگر جب ان امور کا چرچا ہونے لگا تو بعض چہرون سے شک و اشتباہ کے آثار ظاہر ہونے لگے جس سے معظمہ کا دل کسی قدر افسردہ ہوا اور چند روز کے بعد اُنھون نے پھر قرآن مجید کھولا اُسوقت یہ آیۂ کریمہ برآمد ہوا فمن آمن واصلح فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون والذین کذبوا بآیاتنا یمسہم العذاب بما کانوا یفسقون قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الی قل ھل یستوی الاعمی والبصیر افلا تتفکرون

مشیت الٰہی جن بندون کیلیے بلا و مصیبت عظیم مقدر کرتی ہے اُن کی دلداری و تالیف و تسکین مین اہتمام بھی کرتی ہے۔

مولانا مفتی سید محمد علی صاحب انکی ولادت ۱۳ رجب ۱۲۹۸ھ ہجری کو لکھنؤ محلہ توپ دروازہ مین ہوئی اور اس تاریخ سعد نے آپ کے طالع کو چمکایا اور آپنے اپنے آبا و اجداد کے خون کا جوہر دکھایا بچپنے ہی سے طبیعت کو علوم و فنون سے مناسبت اور کھیل کود سے نفرت تھی یہ حسن اتفاق کہ میرا اور ممدوح کا گہوارہ تربیت ایک ہی رہا اس لیے مجھے اُن کی نسبت اُن خیالات کے اظہار مین بیحد مسرت ہے۔ ابتدائی زمانہ نہایت عسرت سے بسر ہوا اور اسی عالم مین اُنھون نے تکمیل علوم کی۔

مین بھی مدرسہ مشارع الشرایع مین پڑھتا تھا اور ممدوح بھی وہین تعلیم پا [illegible] کا مقام بھی ایک ہی تھا سنہ ۱۲ و ۱۳ھ ہجری تک مدرسہ مذکورہ مین پڑھتے رہے [illegible] کی مجلس درس مین شریک جماعت رہے۔ چنانچہ سنہ ۱۲ و ۱۳ھ کی روداد مین اُن [illegible] ہوئے ہین۔ مولوی جعفر حسین صاحب اور رضا حسین صاحب سے کتب معقولات [illegible] اور مولوی پیارے مرزا صاحب سے ادبیات ۲۶ برس کی عمر مین وہ تمام [illegible]

اور اکثر کتب فقہیہ و اُصولیہ کے درس سے فارغ ہو چکے تھے ۔ اسباب تعلیم کی نایابی سدِ راہ تھی ورنہ اُنکے ذکاوت و ذہانت اِس سے بہت پہلے اِس منزل کے طے کرنے کو آمادہ تھی ۔

۱۳۲۵ھ سنہ ہجری مین آپنے سفر عراق کیا - آپکے چھوٹے بھائی مفتی سید احمد علی صاحب قبلہ مع اپنی والدہ ماجدہ کے پہلے ہی سے کربلاے معلّی مین موجود تھے آپ کو اپنی عمر مین اتنے بڑے سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا اُسپر طرہ یہ کہ تنہائی اور زاد سفر بھی بہت ناکافی لیکن خضر شوق نے قدم قدم پر رہنمائی کی اور تمام صعوبات سفر کو آسانی کی صورت مین پیش کر کے منزل مقصود تک پہونچایا ۔

کربلائے معلے پہونچکر آپنے تحصیل علوم مین جسقدر محنت و جانفشانی کی اور فقدان معیشت کی وجہ سے جو جو تکلیفین برداشت کین وہ یقیناً دوسرون کے واسطے سبق آموز ہین افسوس کہ اس باب مین اُن باتون کو مین بالاختصار بھی نہین تحریر کر سکتا

ایک سال تک آپ درس سطحی مین مصروف رہے اور شرح کبیر اور رسائل اربعہ اور دیگر کتب نہایت محنت سے پڑھین اُسکے بعد نجف اشرف گئے - آخوند ملا کاظم خراسانی اور جناب سرکار آقا سید کاظم یزدی کے درس خارج مین شریک ہوئے - تین سال مین درج خارج کا دورہ ختم کیا اور تقریباً چھہ برس نجف اشرف مین قیام رہا ۔ وہین ایک رسالہ علم اُصول مین تحریر کیا ۔

ادب کے درسیات سب لکھنؤ مین ختم ہو گئے تھے مگر یہ فن چونکہ وجدانی اور ذوقی تھا اسلئے تحصیل زبان مین وہان بھی آپ ہمیشہ سرگرم رہے اور مختلف طبقات کے محاورات پر عبور حاصل کیا یہ وہ عہد تھا کہ مشروطہ کا دور شروع ہو گیا تھا احرار عرب اصلاح زبان کی طرف متوجہ تھے مختلف ادبی رسائل کی مصر وغیرہ سے اشاعت شروع ہو گئی تھی جنمین علاوہ اور علوم کے ادب کا مکمل ذخیرہ ہوتا تھا یہ تمام رسائل و اخبار آپکے مطالعہ مین رہتے تھے بعض چیزین محاورات مین و اسم سے تعلق رکھتی ہین - مثلاً عرب کے قصابون کا قاعدہ ہے کہ جانور کی کھال اُتار کر پوست کندہ جانور

کو دکان پر لٹکا دیتے ہین اور اسکی چربی کو جھالر کی طرح کترتے ہین جس سے اس گوشت کی آرائش کی جاتی ہے۔ مفتی صاحب کہتے ہین کہ جب مین نے اس منظر کو دیکھا مجھے امرأالقیس کے اس شعر کا زیادہ لطف ملا

فظل العذاری یرتمین بلحمها وشحم کھداب الدمقس المفتل

معلوم ہوا کہ چربی کے لچھون کو سفید ریشمی جھالر سے تشبیہ دینا عربی زبان میں بوجہ مناسب رواج ہونیکے خلاف بلاغت نہین۔

آپکے اساتذہ عراق حسب ذیل ہین:۔

(۱) آقا شیخ غلام حسین (۲) آقا عبدالهادی (۳) آقا شیخ حسین نجفی (۴) آقا سید محمد باقر حجۃ الاسلام (۵) آقا شیخ علی مازندرانی (۶) آقا سید کاظم طباطبائی یزدی (۷) اخوند شیخ محمد کاظم (۸) آقا ضیا عراقی (۹) آقا سید حسین۔

بڑے بڑے علما سے آپ مباحثات مین سرگرم رہے یہانتک کہ درس خارج مین ایک تیار مخصوص آپ کو حاصل ہوا۔ اور آپکے اساتذہ کو ایک خاص اعتماد آپ پر ہوا۔ ۳۰ سال کی عمر مین تمام تحصیلات سے فراغت ملی اور تدریس کا مشغلہ شروع ہوا آپکے تلامذہ یہان بھی اکثر فضلا موجود ہین جنکی فہرست بلحاظ طوالت نظر انداز کیجاتی ہے۔ ان حضرات مین بعض قابلیت اجتہادی بھی رکھتے ہین۔

بعض طلبہ اور علما نے درس خارج کہنے کی فرمائش کی تھی ان کے اصرار سے درس خارج دینے کے لئے تیار کیے گئے۔ مگر اسی زمانہ مین سفر ہند درپیش ہوگیا۔

طلبہ جو عربی قصائد بغرض اصلاح پیش کرتے ہین ان مین نہایت عمدہ اصلاحین کردیتے ہین۔ عراق میں بعض علما آپکو آقا سے حکمی اور بعض اساتذہ آپکے فاضل ہندی کہتے تھے۔ یہ سب واقعات مجھے خود مفتی صاحب کی زبانی معلوم ہوئے۔ آپکا ادبی ذوق تمام علوم و فنون پر غالب ہے اردو فارسی عربی کے

کلام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہے نظم و نثر دونوں اعلےٰ پایہ کی ہے اور ہر ایک سخن مین مہارت ہے علوم مروجہ کے علاوہ بعض علوم غریبہ کی طرف بھی توجہ رہی عراقی کتب خانہ مین مطالعہ اکثر ایسی کتابونکا رہا کرتا تھا۔

۱۳۳۲ھ مین آپنے عراق چھوڑا اور لکھنؤ تشریف لائے۔ بالفعل عربی شیعہ کالج مین پروفیسر ادب ہین۔ آپکے اجازات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

العالم العلام سید العلماء العظام صاحب القریحۃ القویمہ والسلیقہ المستقیمہ جناب المولوی السید محمد علی طال اللہ بقاہ استجازنی فوجدتہ اھلا لذالک فاجزتہ

(اقتباس از اجازہ جناب آقا سید محمد کاظم اعلے اللہ مقامہ)

البارعان الکاملان المجتہدان العادلان العالمان الجلیلان والفاضلان النبیلان المفتی السید محمد علی والمفتی السید احمد علی رقیا بحمد اللہ الی درجۃ الاجتہاد واستجازانی فاجزتہما

(اقتباس از اجازہ جناب آقا شیخ علی مازندرانی ابن ملا فضل اللہ)

العالم الفاضل الکامل المحقق الفقیہ صاحب الاطوار العرشیہ والاخلاق الملکیہ المفتی السید محمد علی المعروف مفتی صاحب دام بقاہ حصل من العلم مبلغا عظیما و بلغ مقام الارشاد وارتقی الی اوج السداد فجاز لہ العمل بما یستنبطہ من احکام الدین علی الطریق المقررۃ عند الفقہاء والمجتہدین وقد اجزت لہ

(اقتباس از اجازہ علامہ تبریزی جناب آقا ابو القاسم صاحب ابن محمد رضا صاحب مد ظلہ العالی)

الفاضل النحریر العالم الخبیر والناقد البصیر مولی المفاخر والمجتہد الماہر العالم العالم العلام قدوۃ الاعلام الافاضل والبحر الذی لیس لہ ساحل المفتی السید محمد علی

وجدتہ بحرا مواجا ولیثا ہجاجا وقد استجازمنی فاجزتہ واذنت لہ فیما یحتاج الی اذن الحکام
کالتصرف فی مال الامام علیہ السلام والتصرف فی مال الغیب والمجانین والاطفال ولہ
العمل علی ما یستنبط من الاحکام الشرعیہ عن ادلتہا السنیۃ العلیہ

(اقتباس از اجازہ جناب آقا شیخ حسین صاحب ابن آقا شیخ زین العابدین صاحب طاب ثراہ)

مولانا مفتی سید احمد علی صاحب

آپ کی ولادت ۲۵ رجب ۱۳۰۲ھ کو روز جمعہ لکھنؤ محلہ توپ دروازہ مین ہوئی جب مفتی صاحب قبلہ کا انتقال ہوا تو آپ کی عمر ۳ سال کی تھی اولاد مین سب سے زیادہ صغیر السن اور "انچہ دیر آید درست آید" کے مصداق ہین بچپنے ہی سے صلاحیت و تقدس متانت و بردباری کے آثار پائے جاتے تھے۔ پانچوین سال تعلیم شروع ہوئی ساتوین برس قرآن شریف اور دیگر کتب ابتدائیہ ختم کئے اسکے بعد قاری مرزا مہدی صاحب سے قرأت سیکھی اور بعض کتب درسیہ پڑھے عبادت کا ذوق علم کا شوق ہمیشہ سے تھا اسلئے باوجود نایابی اسباب تعلیم آپ مرتبہ عالی پر فائز ہوئے عسرت و تنگدستی دستگیر تھی فراخی و اطمینان مفقود مگر اینہمہ بے سروسامانی فطرت اپنے جوہر دکھائے بغیر نہ رہ سکے۔ نوین سال ۱۳۱۲ھ مین مدرسہ شاریع الشرائع مین داخل ہوئے اور ۱۳۱۷ھ تک پڑھتے رہے شرایع قطبی وغیرہ سے فراغت حاصل کرکے مدرسہ حسین آباد مین مولوی جعفر حسین صاحب پڑھتے رہے مولوی سید محمد صاحب مرحوم کے ساتھ حضرت نجم العلماء مدظلہ کی تعلیم و تربیت مین رہے ۱۳۱۶ھ مین جذبہ شوق نے باب مدینہ علم تک پہونچا دیا وہان پہونچکر ادبیات عربی کی تکمیل کرتے رہے اور آقا سید محمد باقر حجۃ الاسلام آل صاحب ریاض کے مدرسہ مین داخل ہوئے اور نہایت محنت و جانفشانی سے پڑھا۔

ممدوح بیان کرتے ہین کہ مختلف علماء حجج اسلام سے مستفید ہوا لیکن زیادہ تر اکتساب فیض آقا سید کاظم بہبہانی اور آقا شیخ غلام حسین مرندی سے کئے چند سال کے بعد نجف جاکر درس سطحی

مین شریک ہوے رسائل و مکاسب و ریاض وغیرہ آقا ضیاء الدین عراقی سے پڑھے اُس کے بعد حجۃ الاسلام حاج مرزا محمد حسین ابن مرزا خلیل (شاگرد صاحب جواہر الکلام) کے درس خارج مین حاضر ہوئے۔ ایک زمانہ تک حجۃ الاسلام اخوند ملا محمد کاظم خراسانی کے درس اصول فقہ اور حجۃ الاسلام آقا سید محمد کاظم طباطبائی کے درج خارج فقہ مین شریک رہے۔ جب حضرت اخوند کا انتقال ہوا تو یہ تمام درس خارج اصول کا دورہ ختم کر چکے تھے۔ اسی طرح جناب سید محمد کاظم کی خدمت سے فیضیاب ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ جناب سید کاظم طباطبائی سے اکثر مباحثات مین اختلاف ہوے ایک دن فرمایا کہ "شما ہم مجتہد و من ہم مجتہد۔ رائے شما این ست و رائے من این لکہ دسنکو دلی دین" اُسوقت آپ کی عمر ۲۳ سال کی تھی ۲۴ برس کے سن مین اجازات ملے اور کربلا سے ہندوستان کی طرف مراجعت کی۔ فی الحال مدرسہ مشارع الشرائع مین درجہ فاضل کے مدرس ہین عراق و ہند مین آپ کے تلامذہ کی کثیر جماعت ہے۔

فقہ و اصول سے آپ کی طبیعت کو خاص مناسبت ہے ادبی ذوق بھی خاندانی خصوصیت کی مناسبت سے نہایت عالی ہے۔ عربی فارسی اُردو سب زبانون مین آپنے کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہے۔ اگر جمع کیا جائے تو ایک معقول ذخیرہ ہو ایک مرتبہ آپنے اپنے چند اشعار ایک عرب شاعر نجفی کو سُنائے۔

فودعتہا والدمع یجری صبابۃً	ورفقتنا مابین باك وساكت
الی ان تولت والخرائد حولہا	ولما رکبن العیس فالعین جادت
والقیت مغری واستقرت مکانہا	وارخت زمام البازلات وسارت
رکنا وتوفا مشرء بین نحوھ	الی ان توارت الناجیات وغابت

سب شعرون کی تعریف کی اور آخر شعر پر بیخود ہوگیا اور بار بار پڑھوایا سید محمد طاہر ایک عالم زادے اور خود بھی عالم تھے کربلا کے محلے مین رہتے تھے انھون نے

ایک کتاب ابواب الجنان تصنیف کی اس کی تاریخ کی آپسے فرمائش کی - ذیل کا قطعہ آپنے نظم کیا -

کتاب بات الفہ صدیقی	وسماہ بابواب الجنان
محمد طاہر من نسل طہ	ذکی طیب طہر الجنان
ولما ان رایناہ فقلنا	بھذ االتباع ابواب الجنان

باب التلامذہ

درحقیقت مرحوم کی ذات ایک قلزم ناپیدا کنا رتھی جس سے ہزارہا چشمے جاری ہوے ایک آفتاب تھے جس سے بشمار کرنین پھوٹین جن طالبان علوم نے اس دریاے علوم کے دامن مین نشوونما پائی اور اُسکے آغوش مین پہلے پھوسے ان مین ہر فرد بجاے خود ایک مستقل یادگار اور نادرہ روزگار رہے - جناب مفتی صاحب جس طرح کثیر التصانیف تھے اُسی طرح کثیر التلامذہ بھی تھے - اُن کی روحانی برکات اور فیوض کا طلبہ مین بہت جلد اثر پیدا ہو جاتا تھا تلامذہ کی فہرست دیکھنے سے آپکو اندازہ ہوگا کہ کیسے کیسے جوہر قابل اور فرد کامل اُن کے حلقہ درس مین شریک تھے یہ فخر بہت کم کسی کو ملا ہے وہ اپنے عہد مین استاذ الاساتذہ اور مرجع علما وفضلا تھے ہندوستان کے بیشتر اکابر اُن سے مستفید ہوے اور علم شہرت بلند کیا - اس باب مین ارادہ تھا کہ اُن کے تلامذہ کا مختصر تذکرہ لکھون مگر اول تو شاگردون کی مکمل فہرست نہ معلوم ہوسکی جن کے اسما معلوم ہوے اُنمین سے بھی بہت سے لوگون کے حالات نہین معلوم ہوسکے جسکی وجہ سے اصل کتاب کی طباعت مین تاخیر ہورہی تھی مجبوراً جنکے حالات ملگئے اسی پر قناعت کی طبع ثانی کی اگر نوبت آئی تو یہ کمی ضرور پوری کیجائے گی -

مولانا المولوی السید مہدی شاہ الکشمیری

ایک نہایت جلیل القدر عالم اور انواع علوم و فنون مین متبحر اور ادب ریاضی و ہیئت مین باکمال اور عبادت و زہادت مین مشہور آفاق اور حل احادیث مشکلہ مین ماہر کامل تھے جناب مفتی صاحب قبلہ کی خدمت مین اختصاص رکھتے ہین اور انھین کے فیض تلمذ سے ادبیت و علوم عربیہ مین نام بر آوردہ ہوے جناب سید العلما طاب ثراہ اور جناب آقا سید علی الرضوی اعلی اللہ مقامہ سے بھی استفادہ علوم فرمایا اور جناب حاج سید اسمعیل طباطبائی اصفہانی سے بھی معقول و منقول کا درس حاصل کیا اور صاحب جواہر الکلام کے درس مین بھی حاضر ہوے حج و زیارت کا شرف حاصل کیا جناب مفتی صاحب باوجودیکہ استاد تھے مگر ان کی تعظیم و تکریم فرماتے تھے اور باہم جو مکاتبت ہوتی تھی اگر وہ ایک جگہ جمع کیجائے تو ایک ضخیم مجلد ہو جائے۔ ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب کی خدمت مین یہ دو شعر لکھکر بھیجدیے تھے۔

انکنت ازمعت علی ہجرنا ۔۔۔ من غیر ما جرم فصبر جمیل

وان تبدلت بنا غیرنا ۔۔۔ فحسبنا اللہ ونعم الوکیل

جناب ممدوح نے جواب مین ایک عجیب و لطیف خط تحریر فرمایا یہ اشعار بھی اسی خط کے ہین۔

اجل الیہ وہو کعبۃ مقصدی ۔۔۔ وکل مختار دون ذلک قدیر

وانت کنفس عزۃ ونفاسۃ ۔۔۔ ایبذل بالنفس النفیسۃ غیر

زعمت علینا اننا نتبدل الـ ۔۔۔ ـذی ہو ادنی بالذی ہو خیر

انما وقع التسویف فی جواب نتایلک الشریف لان [illegible]
من الاطناب یمنع والقلب بالایجاز لا یقنع فتقوالک الوجیز [illegible]
العزیز ان کنت ازمعت الخ فاعجب من ابدع الامور واغرب من [illegible]

ظن الحبیب عدولی عن محبته	کلا وربی لا ابغی بہ بدلا
ما کنت ابدل حرفا من حروف هوی	لکن بالقلب من تصریفہ عللا

۱۴ / رجب ۱۲۳۳ھ مین ولادت ہوئی اور ۲۵ / جمادی الاخری روز سہ شنبہ ۱۳۱۴ھ مین وفات پائی۔ رحمہ اللہ

شمس العلماء امام المتکلمین مرضی العصر مولانا السید حامد حسین النیساپوری اللکھنوی

مفتی صاحب مرحوم کے کمالات کی دلیل روشن اور برہان واضح بلکہ سرمایۂ افتخار ہین شیعی دنیا مین کوئی ایسا نہین جسکے دل پر اس بزرگ کا سکہ نہ بیٹھا ہو ان کی جلالت قدر اور عظمت علمی کے لئے شاہد صدق اُن کی تصانیف ہین۔ انکا طرز زندگی ویسا ہی تھا جیسا قرن ثانی و ثالث کے علما کا تھا۔ فنا فی العلم ہونیوالون کی مثال انسے بہتر نہین ملتی۔

علامہ ممدوح کے حالات زندگی اگر بالاجمال بھی لکھے جائین تو ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے مؤلف نے اِس کتاب کی تالیف سے قبل اُن کے حالات زندگی کے جمع کا ارادہ کیا اور بہت کچھ حالات حضرت صدر المحققین مدظلہ کی اعانت سے جمع کئے لیکن درمیان مین حضرت نجم العلما مدظلہ کے ارشاد سے اِس کتاب کی تدوین مین مصروف ہو گیا اِس لئے اُس کے تمام کرنے کی نوبت نہین آئی۔ اگر زندگی نے وفا کی تو حتمی ارادہ ہے کہ جناب فردوسمآب کی مکمل سوانحعمری عنقریب ہدیۂ ناظرین کردون گا اِسلیے یہان صرف اُنکے تذکرہ پر اکتفا کرتا ہون۔

مولانا السید ابوالحسن بن السید علی بن السید صفدر الرضوی المعروف بجناب ابو صاحب

آپکے محامد وفضائل اور شرائف خصائل اگر بیان کئے جائین تو ایک جداگانہ تصنیف کی ضرورت ہے

آپکا علم وکمال اور آپ کا مرتبہ زہد وتقوی بہت عالی تھا۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے کئی مرتبہ
عتبات عالیات تشریف لیگئے اور ۱۳۱۱ھ میں جو آخری سفر تھا بمقام کربلاے معلّٰی انتقال فرمایا!
اور در زینبیہ کے قریب مقبرہ نواب لاہور مین مدفون ہوے۔ جناب مفتی صاحب قبلہ آپکے ساتھ
بیحد محبت فرماتے تھے اور بہت قدر کرتے تھے۔

۱۲۱۶ھ ہجری میں ولادت ہوئی" علم وعمل مین فرد فرید تھے چہرے سے ایک نور ساطع
رہتا تھا۔ ابتداے سن سے زہد وتقدس مین آپ یکتاے روزگار تھے اور موعظہ نہایت فصاحت
وبلاغت سے بیان کیا کرتے تھے نہایت خوش لحن اور فصیح البیان تھے۔ باوجود اس تبحر کے
نہایت متواضع تھے اہل علم کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے کبھی عجب وکبر جو علم اور اہل علم کے لئے
آفت ہے اُن کی طبیعت مین نہین پایا گیا۔ تمام محاسن اخلاق سے خدا نے آراستہ کیا تھا
مختلف فیوض اُن کے ایسے جاری ہوے جن کا ذکر ابدالاباد تک صفحہ روزگار پر یادگار رہیگا
۱۲۸۹ھ مین مدرسہ ایمانیہ کی بنیاد ڈالی جناب ممتاز العلماء جسکے کفیل ومعین تھے اس مدرسہ
کے فیوض ایک عرصہ تک جاری رہے۔

اُسکے بعد مدرسہ مشارع الشرائع مرزا محمد عباس علیخانصاحب کو ترغیب دلاکر جاری کرایا جسکے
فیوض سے ابتک ہندوستان مالامال ہے جسکے شرف کو کافی ہے کہ جناب نجم العلماء اُسکے
مدرس اعلیٰ ہین۔

اُسکے بعد حسین آباد کے مدرسۂ عربیہ مین خود درس دیتے تھے اور اسوقت تک یہ سلسلہ
اُنکی اولاد امجاد مین باقی ہے اُن کے فرزند اکبر جناب مجتہد العصر مولانا السید محمد باقر صاحب قبلہ
مدظلہ اور جناب مولانا سید محمد ہادی صاحب اُسی مدرسہ مین پڑھاتے ہین۔ ممتاز العلماء جناب
سید تقی صاحب جناب مرحوم سے بیحد مانوس تھے چنانچہ اپنی صاحبزادی صاحبہ کا عقد اُنکے ساتھ کیا

ابتداے کتب درسیہ مرزا محمد علی صاحب قائمۃ الدین اور جناب ممتاز العلما سے پڑھ کر جناب مفتی صاحب کی خدمت مین زانوے تلمذ تہ کیا اور تمام فیوض و برکات اُن سے حاصل کئے۔

جناب مفتی صاحب سے اور اُن سے جو مراسلت ہوئی ہے وہ علاوہ لطف ادبیت کے مراتب اُستادی و شاگردی کی سبق آموز ہے محض خطوط یہان نقل کیے جاتے ہین۔

نقل خط جناب ابو صاحب قبلہ

من تراب نعاله والاکتحال بزبارۃ جماله

بعز عرض خدام عالیمقام حضرت استادی الاعظم و ملاذی المحترم سیدی و مولائی و معتمدی و رجائی غایۃ مُنائی متع اللہ بشرف...

میرساند کہ مطلب اہم و مقصد مقدم استخبار احوال طبع شریف و استفسار اعتدال عنصر لطیف است چہ از مدت دراز این مخلص سراپا نیاز از کوائف حال خیر طراز مطلع نہ شدہ و نیران اشتیاق در کانون دل افروختہ و مشتعل و حال سرگشتہ بوادی حیرانی و ہایم بوادی جہل و نادانی از مفارقت اقدام باحترام اساتذہ کرام این است کہ با دل زار و چشم اشکبار و خاطر بیقرار لگام اضطرار از دست دادہ طرح ماتم نہادہ گاہی آہی جانکاہی و گاہے بسوے فلک نگاہے ؎

عشق بالا دست و جان بیقرارم دادہ اند		کاسۂ لبریز و دست رعشہ دارم دادہ اند

و از اسماع ضیاع فلک مشحون و لا عنی دل اعتقاد منزل این اسیر بلا بہ گرداب غم و الم غریق و مبتلا گردید و از خیال آن غافل نیستم دیگر امید دارم کہ این خوشہ چین را از فیض خود محروم نفرمایند و گاہ گاہ از توقیع رفیع سرفراز بفرمایند کہ ورود آن مردگان وادی ہجران را زندہ خواہد نمود و باب فضل و رحمت بر افتادگان حسرا بہ محنت خواہد کشود و ریاض پژمردہ قلوب آن سبز و شاداب و تشنگان بفیض آن سیراب خواہند شد ؎ در تمنای تو اے قافلہ سالار بہار گل جدا رنگ جدا بوی جدا افتادہ است

زیادہ حد ادب

کمترین عقیدت کیش محمد ابو الحسن عفا اللہ عنہ — من تاریخ شہر ذیقعدہ ۱۲۷ دروز شنبہ

ایک عربی خط جناب مفتی صاحب کے نام

یا سادتی هل یخطرن ببالکم	من لیس یخطر غیرکم فی باله
حاشاکم ان تغفلوا عن حال من	هو غافل فی حبکم عن حاله

الی السیّد الکریم العلیم الحلیم الکاظم العظیم البحر العزیز نور النظیر البدر المنیر الصدر الکبیر نادرة الدهر باقعة العصر مجمع بحری المعقول والمنقول مشرق شمس الفروع والاصول النقّاد النقاب + کاشف النقاب + عن خبیات ام الکتاب + الحفی المقتفی لآثار الائمة الاطیاب + سلام الله علیهم مدی الاحقاب + الجدید السدید + ومن لیس له فی الآفاق ندید وبدید + الذی کلت عن مدائحه الالسنة + وعجزت الاقلام ان تعد محاسنه موقظ الناس بهدایته عن الغفلة والسنة البری عن شائبة کل عائبة وسائبة النابر العروف + المعروف بالمعروف + القادس الیهفوف + المحفوف بالطاف الرب الرؤف + الثقة الثبت الصدوق + الحائز منزلة دونها الثریا والعیوق + الجامع بین العلم والعمل + الفائز باعلی درجة لا یعتریها خلل ولا زلل + دلیل الناس فی اللیلة اللیلاء + والظلمة العمیاء + وسالکهم بالمحجة البیضاء + والشریعة المیثاء + المصون عن کل باس + استادی العلامة السیّد محمد عباس ابده الله رب العالمین وشید بوجوده ارکان الدین بالنبی الامین آمین آمین۔ اما بعد فلا ادری کیف ابوح بما فی صدری افیلسانی هذا الکال اثنی علیک ام کیف اجتری ان اتکلم بین یدیه + والاشواق الکامنة + راسخة علی ممرّ الازمنة الا انی الفت السکوت ولزمت الصموت ابتغاء للسلامة + ولما بی الفهاهة + فیا سیدی انا فی مدیحک ولکن لا اهتدی + وکیف استطیع وان آل فی جهدی وجدی + ان ابین شطرا من ودی ووجدی الا انی قدمت الیک تحیة بهیة حسدها المشتری فی اوجه + والبدر

فی بروجہ وسلاماً یزری بالخزامی عبقاً و بالبیضاء شرقاً و بالنسیم لطافۃ و بالسلافۃ سلاسۃ سیدی یدوم ذکرک فی خلدی مذ سرت من بلدی وقد وقد نار شوقی و کاد ان یحترق بذکرہ ورقی ومضت وانقضت المدد وطال الامد ما اطلع علی حالک تفصیلاً نبت فی جنوح اللیالی ثقیلاً اذ لم ترد رسالۃ تشرح ما حجب العباد حالہ فعلیک یا سیدی برجعۃ کتابی ھذا باسرع مایکون فی احسن مسطور لبثانی السرور والحبور صرف اللہ عنک نکبات الدھور واصلح لک الامور کتب ھذہ الاحرف عبدکم المزورد ابوالحسن محمد بن علی الموسوی شرح اللہ صدرہ ووضع عنہ وزرہ الذی انقض ظھرہ۔

غالب کہ آنجناب تاریخ وفات عالیجناب علیین مآب حجۃ الاسلام الشیخ مرتضیٰ الانصاری النجفی طاب ثراہ فرمودہ باشند درصورت صدق گمان کمترین را مطلع فرمایند۔

جناب مفتی صاحب کا جواب

خیالک فی ذکری وذکراک فی فمی	وشوقک فی قلبی فاین تغیب

ایھا الخلف الصالح الواعظ الناصح الناطق علی حسب المصالح بکلام حلو و مالح الذاکر الطائع الصابر القانع المتصرف فی الالفاظ والمعانی تصرف الصانع الصائغ الصانع فی الحلی والاوانی بلغہ اللہ فی الامن والامان الی الامانی احمد اللہ علی ماحفظ وجائی فیک وسمع دعائی بالصباح والمساء لک واسئلہ ان ینجح فوادک وینجح مسائلک اما بعد فاتحفک برباعی خفیف علی اللسان ثقیل فی المیزان یبدء بہ ویختم علیہ روق من السلسبیل وطرق الی سوی السبیل ووفق ولفق من جانبیہ وثنائی شطرہ الاول ضعف الثانی واطراف الثانی منہ عشرۃ اضعاف المثانی وھی غایۃ فی التعظیم ورابتۃ للتکریم وایم من

الکتاب الکریم سلام قولا من رب رحیم ولنعم ما بعثت به من مرسوم مفتتح بمنظوم ینقص
ابا تمام مشتمل علی منثور یزوی بمنثور لانه تمام نبالها من دوحة محمد وحده عند المتلمس
توتی اکلها کل حین فقرات فقرات منه مزدوجة قرائن فیها علی ارتجالها قرائن وجدتها فی
استنبالها وانساقها حدائق واعنابا وفی ارتباطها واعتنافها کواعب اترابا عرائس الا انها
غالیة الاصداق ونفائس ولکن مالها مصداق الا ان یصار الی التاول او یصب علی التفاول
اما حدیث ودک ووجدک فبحق ابیک وجدک انه حدیث مقطوع الصدر عن الافئدة
والصد ورحاء علی الالسنة فی الورود والصدور واما ما اقترحت علی من یحیی فی رحم القفر
فهیهات هیهات ضعفت الباصرة وایفت الذاکرة وللعلم آفات حل الشیبة وارتحل
التشبیبة وما ابعد ما فات لوکان ما بی فی صخر لانحل فکیف یحمله خلق من الطین ام کیف
یعرب عن لسان العرب من عربت معدته وعزبت قوته وغربت ذکاء ذکائه وعزبت
رؤساء اعضائه وعزبت اجلاءه علی اجلاءه وغربت دیناه بافناءه وعربت عظامه عن
کساءها وغرثت امعائه لنقائها وغربت صحیفة عمله لکسله وفشله وعزبت نسره فی
الخلق الحال لخرف وسوء الخلق من لی بضرس قاطع فی العلم بعد وهن واقع فی العظم
کبرت سنی وانفلعت سنی وبال الدهر منی ؎

نسود اعلاها وتابی اصولها		ولیس الی رد الشباب سبیل	

علی ان هذا زمن ذو شجون لا یسئل فیه عن الصفا والمجون والقلم وما یسطرون ولا یبحث
عن عبد الحمید ولا یکترث لابن العمید ولا یلتفت الی ابن مقلة بطرف من مقلة الا وقد ما
ما عد الانام آثام الایام وسکنت الافئدة فی ابادیها الجسام وسکتت الالسنة عن محاسنها
العظام ونکتت معائبها قد ماء الاعلام وسباق ذوی الاحلام ولو ادرکوا زماننا اوشک

ان یقولوا ھذا عیان وتلك احلام ؎

ربّ یوم بکیت منہ فلما		صرت فی غیرہ بکیت علیہ	

فمو بہائے ملکۃ الفصاحۃ و ملکۃ البلاغۃ یولی مضارّھا ولا یولی مسارّھا معما قیل فی المثل ولی حارّھا من تولی قارّھا ھذا زمان ضیق النفس وتضیق النفس لا تمیق النقش بالنقش علی الطرس + ولکل مقام مقال ولکل دھر رجال، ولا مخبر لعطر بعد عروس فلو کتب ادیب وخطب خطیب وان ھذا الشیٔ عجیب فلا استمعوا ولا انتفعوا بل نما الکتابۃ والخطابۃ ؎

	سحابۃ صیف عن قلیل تقشع	

ولو کان فینا ابن سینا لجعل اشارتہ خصیہ واستبدل بقانونہ قانون العسو بر ولا رشدلہ حتی بقی من بقی ؎

	ان البلاء موکل بالمنطق	

فلیصبح العاقل ای من باقل علی انہ قد مضی وقت الزرع وحان حین الحصاد + وان ربك لبالمرصاد فیا حسرتی علی طول الامل عملت من القصائد والجرائد ما لا یتناھی + ویلغفلتی من صحیفۃ العمل وما لھذا الکتاب لا یغادر صغیرہ ولا کبیرۃ ولا احصاھا

فان قلت ما معنی قولہ تسود اعلاھا الی اخرہ فانہ لا مرجع فی ظاھرہ لضمائرہ قلت ھو من الامثال ذکرہ بلاشرح فی المستطرف واظنہ مسوق واقع فی طرف وقد بدا نالہ ببیتین جعلناہ الاخیر + فتحقق مرجع الضمیر + واستغنی عن التفسیر ؎

اذا انقلعت اسناننا بعد شیبۃ		فمطعومنا الخبز الخفیف ثقیل
وکم نربط الاسنان او نخضب اللحی		وتلك بلا اصل وتیك اصیل

نسود املاها و تابی اصولها	ولیس الی رد الشباب سبیل

تاریخ وفات شیخ رہ گفتہ بودم حالا بپاس التماس گفتہ شدہ

رفت از دنیا جناب شیخ عالم مرتضے	کش مسلم ہمچو سلمان و ابو ذر داشتند
در رواق و مسجد و حاتم عزادارش شدند	کز وجودش رونق محراب و منبر داشتند
سال تاریخ وفاتش ہے چہ می پرسی زمن	آہ گویا آسمانے از زمین بر داشتند

جناب مفتی صاحب کا رقعہ جناب ابو صاحب قبلہ کے نام

یامن اراہ عضدی ویدی بل کالروح من جسدی وارجو منك ان توسدنی فی لحدی وترحمنی فی کبدی وتشفع لی فی غدی جمع اللہ بینی وبینك فی احسن ندی اما بعد فانی اتخمت قبل امس فما اکلت شیئا حتی مطلع الشمس وبلغنی انك قد اصابتك الحمی فزادنی ذلك الما وھما وھا انا قد کتبت رقاعا فیھا ایات تنا ولھا ابتلاعا فی کل یوم رقعہ الی ثلثۃ ایام اولھا الجمعۃ واللہ شافیك وھو الذی یعافینی ویعافیك۔

مولانا السید حمید علی صاحب طاب ثراہ

علمائے لکھنؤ مین انکا پایہ علمی بہت بلند تھا اور علم ادب مین اُن کا کمال مشہور تھا منقولات مین یگانۂ روزگار اور احتیاط و پرہیزگاری میں مشہور آفاق تھے جناب مفتی صاحب سے مکاتبت و مراسلت نظماً و نثراً بہت تھی اور جناب ممدوح انھین بہت عزیز رکھتے تھے۔

مدرسۂ ایمانیہ مین مدرس اعلیٰ تھے جناب مولوی احمد علی صاحب اور جناب مفتی صاحب قبلہ سے تکمیل علوم کی ۱۹ محرم ۱۳۰۲ھ مین انتقال کیا اور حسینیہ سید محمد تقی صاحب مین مدفون ہوے

حسب ذیل کتابین اُن کی تصنیف سے ہین۔

۱۔ حاشیہ بر شرح لمعہ

۲۔ حاشیہ بر صدرا

۳ حاشیہ بر سلم العلوم از ملا احمد اللہ

والدی المرحوم مولانا مرزا محمد علی طاب ثراہ صاحب نجوم السماء

مفتی صاحب کے عقیدت کیش تلامذہ مین تھے بیحد عزت و احترام فرماتے ہین مختصر حال درج تذکرہ کیا جاتا ہے ۱۳ رجب ۱۲۶۲ھ میں بمقام لکھنؤ ولادت ہوئی۔ اساتذہ کرام سے علوم و فنون کی تحصیل کی کتب فقہ و اصول جناب سلطان العلماء سے تفسیر و حدیث جناب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ سے علوم حکمیہ راجہ امداد علی خان صاحب کنتوری سے علوم ادبیہ جناب مفتی صاحب قبلہ سے حاصل کئے جناب آیۃ اللہ فی العلمین مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ ایک عبارت مین تحریر فرماتے ہین۔

الفاضل السعید والولی الرشید الصفی الحمید الالمعی الزکی اللوذعی الذکی المولوی مرزا محمد علی ممن حاز قصب السبق فی العلم والبراعۃ واحکم مرائر التحقیق واتقن الصناعۃ واخذ العلوم من الاعلام الجلۃ و وافق الاکابر الذین ہم رؤساء الملۃ وہو لی بالخصوص قدیما لوداد الثقۃ والمختص بمر انفتنی والمنوہ بالاعتماد والوثوق والنفۃ

ادبی ذوق جناب مفتی صاحب کی صحبت سے غالب رہا عربی و فارسی مین نہایت لطیف عبارت تحریر فرماتے تھے۔ اُنکی تصانیف سے (۱) نجوم السماء فی تراجم العلماء (۲) زعفران زار (۳) روضۃ الازہار (۴) مجمع الفوائد ہین۔

یکم ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ ہجری کو انتقال کیا اور حسینیہ جناب غفرانمآب مین مدفون ہوے

مولوی سید ناصر حسین صاحب قبلہ مرحوم جونپوری

علماء وفضلاء روزگار سے تھے اور ادب کا خاص ذوق رکھتے تھے سنہ ۱۳۱۳ ہجری میں وفات پائی
جناب نجم العلماء نے جو اُن کی تاریخ نظم کی تھی اُس کا مصرع تاریخیہ یہ ہے ع

قد مات حبر علیم صاحب الورع

حسب ذیل کتابیں اُن کی تصنیف سے ہیں :-

النبال علی اصحاب النبال	جواب طعن السنان
عبرات العیون	
رسالہ البرابادیہ	در مسئلہ نجاست کفار
ناصر الادب	در علم ادب
رونق الصلوٰۃ	طہارت
نظر النذر	در بیان عہد

مولوی سید محمد صاحب صامت جونپوری ملقب بہ نجم

ان بزرگ کے حالات معلوم نہیں ہوئے۔ جناب مفتی صاحب قبلہ کے مکاتیب میں ایک خط مولوی صاحب
موصوف کا اور اُسکا جواب جو جناب مفتی صاحب قبلہ نے دیا ہے ملا جو بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔

الحمد لله الذی تکرم بالمجد والفخار وتردی بالعز والوقار والصلوٰۃ علی النبی المختار وآله الاطہار

ثم التسلیمات النامیة بریا المسك والاقحوان والتحیات السامیة علی فوح العبیر وردع الجد[illegible]

تاریخ وفات از جناب مفتی صاحب مرحوم

المرء فی اٰماله — غفلان عن اعماله — اولیس یفرغ ساعۃ — عن ماله لمآله

یبغی النشاط وانہ — یغتم فی استحصاله — قد ساءنی بفراقه — من سرنی بوصاله

آن تابع شرع نبی — وسمیہ فی آله — حبر ذکی متقی — حسنت جمیع خصاله

تاریخ قطع وصل او — بلغ العلٰی بکماله (بتخرجہ یک عدد)

تاج العلماء مولانا السید علی محمد بن حضرت سلطان العلماء طاب ثراهما

لکھنؤ کے مشہور مجتہد اور اپنے رنگ مین یکتا اور معقول و منقول مین متفرد تھے زبان عبرانی مین بھی دستگاہ کامل رکھتے تھے مناظرات مین تحریرا و تقریرا کمال رکھتے تھے۔

۱۳ر شوال روز جمعہ ۱۲۶۰ھ ہجری مین تاج العلماء رونق افروز بزم وجود ہوے۔ جناب مفتی صاحب کے تلامذہ مین پایہ بلند رکھتے تھے۔ مولانا محمد علی الملقب بقائمۃ الدین و جناب سید احمد علی احمد آبادی سے ابتدائی کتابین پڑھکر جناب مفتی صاحب کے حلقۂ درس مین داخل ہوے اور علامۂ روزگار بنکر نکلے۔ عراق میں بھی علماء سے مختبرانہ ملاقات کی اور تقریبًا ۱۷ یا ۱۸۔ اجازات وہان کے جید علماء نے آپکے واسطے تحریر کئے جناب مفتی صاحب نے بھی ایک اجازہ مبسوطہ دیا تقریبًا ایک سو کتابین جناب مرحوم کی تصنیف سے ہین جو تحقیقات انیقہ سے مملو ہین۔ یہ کہنا بیجا نہو گا کہ خاندان اجتہاد مین اسقدر کثیر التصانیف کوئی عالم نہین گذرا۔ کربلائے معلّے سے ہوکر حج بیت اللہ الحرام اور زیارت مدینہ منورہ کو تشریف لیگئے تمام زندگی علمی خدمات مین بسر کی بالآخر ۲۴ ربیع الثانی شب جمعہ ۱۳۱۲ھ ہجری مین انتقال فرمایا اور حسینیہ جناب غفرانمآب میں مدفون ہوے

آہ افتادہ ستون کعبۂ اسلام دین

۱۳۱۲ھ

جناب مفتی صاحب قبلہ سے ایک طولانی اجازہ روایت بھی آپ کو مرحمت ہوا ہے جو
علیحدہ طبع ہوچکا ہے - یہاں جناب تاج العلماء کا ایک خط مع جواب درج کیا جاتا ہے -

بعرض اقدس میرساند شعرے از افاضل رانپور مطرح انظار گردیدہ و بخدمت
جناب نواب علامہ رسیدہ ہرچند کہ ظاہر معنے آن ظاہر لیکن نسبت اہتمام افاضل آنجا مناسب نمودہ
کہ استکشاف آن از ملازمان عالی ہم نمودہ شود چنانچہ شنیدہ بودم کہ ملازمان بکانپور تشریف بردند
خطے آنجا فرستادہ ام والحال کہ خلاف آن معلوم شد این عریضہ ہم نوشتم و شعر این است ؎

عرض را جوہر ذاتی بنوع سافل عالی ۔۔۔ پے تصدیق معقولان ہیولاے سخندانی

زیادہ حد ادب عریضہ سید علی محمد

حرسکم اللہ تعالی وزادکم علماً وفضلاً وکمالاً بعد سلام باکرام واضح آنکہ رقعہ شریف در ذکر
شعر لطیف رسید ظاہراً این شعر مال کسے است کہ بعض مسلمات معقولات را شنیدہ و بحقائق آنہا
نرسیدہ فمعناہ الظاہری ظاہر والباطنی فی بطن الشاعر والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا مولوی سید علی جواد صاحب قبلہ طاب ثراہ

علامۂ روزگار اور نہایت مقدس و محتاط تھے اجازہ اجتہاد بھی حاصل تھا بنارس کا مدرسہ ایمانیہ
اُن کے فیوض و برکات کا نمونہ ہے اُن کے کمالات علم وعمل اور کیفیات ورع و تقدس کے لئے
ایک دفتر درکار ہے اُن کی ہدایت وارشاد سے ایک عالم مستفیض ہوتا تھا -

جناب مولوی سید محمد سجاد صاحب ان کے فرزند رشید اُن کی یادگار اور علامۂ ممدوح کے قدم بقدم
ہیں خدا اُن کو تا دیرگاہ قائم رکھے -

مولانا السید محمد نقی صاحب داعی سونپوری

علامہ روزگار تھے علمی کمالات مین ان کا پایہ بہت عالی تھا مشہور اور [illegible] نہایت عمدہ تھا اُنکے تلامذہ بکثرت ہین لکھنؤ مین کیننگ کالج مین مدرس تھے مفتی صاحب سے اُن کی خصوصیت مستغنی عن البیان ہے معقولات مین اُن کا مرتبہ قابل انکار نہین ہے ادبیت مین بھی درجہ کمال کو پہونچے ہوے تھے۔

المولوی السید صغر حسین صاحب رنگ‌پوری طاب ثراہ

مفتی صاحب کے تلامذہ مین خاص خصوصیت حاصل تھی جناب ممدوح مثل اولاد کے اُن سے محبت رکھتے تھے پٹنہ مین امام جمعہ و جماعت تھے ایک نظم جناب مفتی صاحب کی اُن کے متعلق دستیاب ہوئی ہے جو درج کیجاتی ہے

اے نفس خرم بادِ صبا — از بر یار آمدہٗ مرحبا
باز بگو مونس و غمخوارِ من — صغر من تشنۂ دیدار من
آنکہ دلش منزل و جائے من ست — من بفدا ایش کہ خدائے من است
دردِ دلم ہست و علاجِ من ست — عاشق معشوقہ مزاج من است
نامۂ رنگین کہ ازو آمدہ — آب خضر رفتہ بجو آمدہ
نامہ مگو صفحۂ گلزار بود — از غم او حالت گل زار زار
از رقمش نور تجلا نمود — بین سطورش ید بیضا
بادہ کجا از رقمش می چکد — آب بقا از رقمش می چکد
بلبل گلشن چو شدہ نغمہ زن — صورت نو یافت حدیثِ کہن

یادِ من آورد حدیث قدیم — شد نخدش محیی عظم رمیم

مین رہ لکھنؤ و کانپور — کرد چو ایشان بدل من خطور

ایکہ ز دلتنگی راہ وسیع — سر زدہ این نظم بہ بحر سریع

چون قلم آن وقت بدستم نبود — چند گہر سہو ز دستم ربود

انچہ بجا ماند نوشتم کنون — مختصر این است کہ دل گشتہ خون

اقسم باللہ وا بہائہ — قلبی مشتاق ملاقاتہ

المولوی السید علی حسین الغازیفوری

جلیل القدر فاضل اور وسیع المعلومات تھے اجازہ روایت جناب تاج العلما ا۔ سے حاصل کیا متعدد کتب ورسائل اُن کی تالیف سے ہین منجملہ لسان الصادقین ہے جسمین چالیس حدیثون کی نہایت عمدہ شرح فرمارہے تھے جناب مفتی صاحب قبلہ نے انھین اجازۂ ذیل مرحمت فرمایا تھا۔

سبحانہ وریحانہ۔ احمد الیک اللہ الوہاب الذی انزل الکتاب وعرف الخطاب بہ الصواب واصلی علی نبیہ الذی اوتی فصل الخطاب + ودل الناس حتی الاعراب علی سبیل اکتساب الاجر والثواب + وعلی آلہ الاطیاب + وعترتہ الانجاب + سیما الوصی الذی کشف لہ من کل باب الف باب ثم وبعد فیا ایہا الحبیب اللبیب الاریب الحسیب النسیب کہف الحجیج والمعتمرین + وذخر المجدین الزائرین الحاج الزائر السید علی حسین شکر اللہ سعیک فی الدین واسعدک فی الدارین قد تحقق لدی وتبین من کتابک لسان الصادقین الحاضر من یدی + سعۃ دائرتک فی الاخبار وکشف الاستار وانعام الانظار + فی مآثر الاخیار وکتبہم الکبار کبحار الانوار وغیرہا من الاسفار + وجمیع شتات نکاتہا ولم شعثہا + بحیث

بالوقوف علیها ینفع الفیعہ یوم بعثها فان هذه الکتب الضخمة الاجرام + قلما یہتدی لکثیر

من الاعلام + والهمم عن اتبیاعها قاصره + والالسن عن بیان مطالبها حاصره +

فلا تصل الیها ید + ولا یتنا ولها کل احد + وانت قد تصفحت اوراقها + وخضت اعماقها

فنا خذت زهورها وعیونها واحداقها + فجعلتها نزهة لاولی الافهام ووضعتها

علی طرف الثمام + وبذلت المجهود + وضبطت الاصول والحدود + فراعیتها وما تعدیتها لکنی

وجدت فی کتابک هذا مسامحات + ولینک عرضته علی قبل افراغه فی قالب الطبع

وهیهات + مافات + ومع هذا اراک مترشحا للاجتهاد والله الهادی الی سبیل الرشاد

فاسئله سبحانه لیصدق النیہ + ان یعطیک القوه القدسیه + وها انا اجیزک ان تروی

عنی الکتب البالغه الی مرتبه الوثوق والاعتبار وهی الکتب الاربعة الکبار الکافی

والفقیه والتهذیب والاستبصار واوصیک باستشعار التقوی باللیل والنهار + وفی

الاعلان والاسرار + وان تدعولی وتستغفرلی بالاسحار + رزقنی الله وایاک مرافقه الابرار

فی جنات تجری من تحتها الانهار واخر دعوانا ان الحمد لله الغفار والصلوة علی نبیه المختار

والہ الاطهار وانا اضعف الناس السید محمد عباس

شمس العلماء السید محمد حسین صاحب ابن مولانا السید حسین سلطان العلماء

بحر العلوم جامع معقول و منقول تھے سرکار برطانیہ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب پایا تھا تحصیل علم اپنے والد ماجد کی اور علم ادب جناب مفتی صاحب سے حاصل کیا۔ ان کا ایک خط جناب مفتی صاحب کے نام یہاں درج کیا جاتا ہے۔

من العبد الطریح الذلیل الی حضرة المولی الهمام الجلیل فخر المشائخ الاجلة المجتهدین

اشرف رؤساء الملة والدین راس صنادید الفقہاء الفخام سید سناطیط العلماء العظام عیبۃ علوم الائمۃ الکرام ملجاء حکمہ الجہابذۃ الاعلام موسس اساس الاصول متقن قوانین المعقول والمنقول عالم معالم الدینیۃ الشرعیۃ مدرک مدارک الیقینیۃ الاصلیۃ والفرعیۃ مسلاق منابر الشریعۃ الغراء نا طورۃ ریاض الملۃ الحنفیۃ البیضاء عالی الکعب فی سلوک مسالک الائمۃ الاطہار عین الغائصین لاستخراج الدرر وجواہر الکلام فی بحار الانوار ممہد تمہید القواعد لتہذیب الاحکام باذل الجہد فی کشف اللثام عن خرائد الوسائل ودلائل احکام الحلال والحرام استاد الکل فی الکل ہادی الوری الی خیر السبیل جناب استاذ العالی مد ظلہ بدوام الایام واللیالی۔ اما بعد فقد اہدی الی جنابکم الذی یماثل طولی دار السلام وبابکم الذی ہو قبلۃ المستفیدین الذین یردون علیہ ورود الانعام ویاہون الیہ ولوہ الحمام حکایۃ عن حکایات نفحۃ الیمن مستفسراً عن بعض لغاتہ اللتی خلت منہا کتب اللغۃ الخ

مولوی سید محمد عابد حسین صاحب قبلہ قدس سرہٗ

نہایت کامل الاستعداد فاضل تھے اور سید محمد کاظم صاحب جو مفتی صاحب قبلہ کے بنی اعمام میں تھے اُنکی صاحبزادی سے انکا عقد ہوا تھا۔ اکثر افادات حاصل کیا کرتے تھے چنانچہ ایک خط اُن کا یہاں درج کیا جاتا ہے :۔

جناب ستطاب دام ظلہ۔ بعد عرض میرساند بعد تسلیم معروض آن کہ قطعہ از تعریب بابو کہ در فارسی گفتم و اصلاح بندگان عالی از ضروریات می دانم امیدوار کہ بہمہ طور درست فرمایند زیرا کہ در غیر زبان سخن گفتن خود را در خطر انداختن است و در یخصوص بذل رعایت موجب حقارت میسد اکثر د

بہ ترکیب دیگر نیز معروض است لہذا ہر چہ پسند آید بعد درستی آن بہمدست حاملہ عنایت فرمایند قطعہ

پئے علوم ریاضی ریاض بابو ہست	کہ رمز او بمعانی چو غنچہ بابو ہست
زگل فشانی معجز بیانیش بجہان	چو نکہت دم عیسے بردصبا بو ہست

بطور دیگر

پئے بہار ریاضی ریاض بابو ہست	کہ رمز او بمعانی چو غنچہ بابو ہست
زگل فشانی معجز بیانیش اے قیس	چو نکہت دم عیسے دہد صبا بو ہست

عریضہ عابد حسین قیس عفی عنہ

جواب

حرسکم اللہ تعالیٰ وزادکم علماً وکمالاً بعد ورود نامۂ شریفہ قطعہ را ہمان ساعت باین قسم درست کردم

پئے علوم ریاضی ریاضت بابو است	کہ رمز او بمعانی چو غنچہ بابو است
اگر بگلشن مقصود مائلی اے قیس	بیا ببوسے درش کاین حدیقہ باب او است

ریاض بمعنی ریاضت نیامدہ است

ایک کتاب مولوی صاحب موصوف جناب قبلہ و کعبہ سے عاریت لیگئے تھے جب واپس منگائی تو مولوی صاحب کو برا معلوم ہوا اور ایسا جواب دیا جو مناسب تھا جناب مفتی صاحب نے یہ رقعہ تحریر فرمایا۔

حرسکم اللہ تعالیٰ وزادکم علماً وفضلاً وکمالاً

بعد اداے سلام باکرام ملتمس آنکہ کتاب اساس البلاغۃ را پس از انقضاے مدت مدیدہ و اعتراے حاجت شدیدہ طلبیدم و جواب سخت شنیدم ؟

الا ان الکتاب لدی روح	دیگر	وھل سمعوا بروح تستعار
اعز تکہ لانک مثل قلبی		وان القلب للروح المدار
وقد حنت الیہ النفس شوقا		واصعبہ من الموت انتظار
عاریت رفتہ است وطول کشید		آن کتابیکہ بود روح مرا
تا بکے انتظار آخر نیست		صبر ایوب و عمر نوح مرا

وبنیاد اعتقاد را ہم مدتے گذشت کہ برگشت والسلام

من ضعف الناس السید محمد عباس

مولانا مولوی شیخ تفضل حسین صاحب فتحپوری

نہایت جلیل القدر اور کامل اکمل تھے بالخصوص علم ہیئت میں اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار تھے جناب مفتی صاحب قبلہ کے شاگرد رشید تھے فتحپور ہسوان کے مشہور رئیس تھے اور نہایت خوش لہجہ اور خوش بیان اور با اخلاق حدید الذہن اور جید الطبع تھے سنہ ۱۳۰۵ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا جناب مفتی قبلہ نے خبر وفات سنکر تاریخ نظم فرمائی اور انکے صاحبزادے کے نام ذیل کا خط لکھا مولوی صاحب فضائل مآب کمالات اکتساب زبدۃ الاحباب حرسہ رب الارباب۔ بعد اہدائے سلام باعزاز و احترام واضح باد دقتے کہ خط وحشت انگیز عبرت خیز مشتمل بر حال مرض جدید و ضعف شدید رسید قرآن مجید کشودم این آیہ برآمد فسوف یغنیہم اللہ من فضلہ ان شاء ان اللہ علیم حکیم یکہ خوردم و دندان بجگر افشردم۔ الحال کہ حال ارتحال از مکتوب آن عزیز القلوب معلوم گشت چگویم کہ چہ برمن گذشت مدتے است مدید و امدے بعید از مواصلت آن مرحوم محروم بودم واز غربت در فرقت مغموم شوق بسیارے درسر بود کہ کنون مراجعت وطن پیش نظر یکایک این خبر رسید وہوش از

سر بریدی تاریخی کہ شائستہ و بائستہ باشد از وفور غم وہم بخاطر نرسیدہ و مادہ لطیف صورت نہ بست و نیافتم اما حسب فرمائش در استعجال مصرعے چند بہم یافتم ؎

تارکِ دنیائے دون دانشورے	کو مرا بود است تلمیذ جلیل
فاضلے فہامۂ صاحب کمال	بود در علم ریاضی بے عدیل
ضیق حالے داشت از دورِ فلاک	خرج او بسیار و دخلِ او قلیل
لیک با ناسازکاریِ زمان	کار او بود است با صبرِ جمیل
علم و حلم و زہد و تقوے و ورع	جمع در ذاتش شدہ بے قال و قیل
سال پنجم با ہزار و سہ صدست	کو بہ بستر او فتاد و شد علیل
نیست زین دریائے شور افزا نجات	گشت سیراب از زلالِ سلسبیل
نام پاکش از سر ابیات گیر	نیست اکنون سوے دیدارش سبیل
داشتم غفلت ازین عمر قصیر	شوقِ وصلش بود از عہد طویل
گشت ساقط حرف وصل از سال فوت	الا وا ویلاہ من موت الخلیل
	۱۳۰۵ھ

فاصبر صبراً جمیلاً ورتل القران ترتیلاً وبشر الصابرین الی قولہ اولئک ہم المھتدون۔

اسکے بعد دوسرا خط تحریر فرمایا جسمیں بعد القاب سلام تحریر کیا تھا:۔

واضح باد کہ قطعۂ تاریخ در خط سابق ہنگام فرط غم لاحق نوشتم چونکہ طولانی است گنجائش آن بر سنگ مزار اصلا نیست آنرا پیش خود نگاہدارید و بر مرقد ثبت نہ کنید و این رباعی را بر لوح بکنید

این مرقد فاضلے است عالی ہمت	نازل شدہ برسے رشحاتِ رحمت
کردم رقم از سر الم تاریخش	لے وا ز جہان رفتہ محیطِ حکمت
	۱۳۰۵ھ

وہمین مادہ اگر بے تعمیہ درست کنید این قطعہ بد نیست ؎

تعالی اللہ عجب صاحب زین خاکدان رفتہ	توگوے از جہان قالب بجا ماند است وجان رفتہ
کنند حق از تفضل با حسین بن علی حشرش	کہ او سبط نبی را دوستدار و مدح خوان رفتہ
حکیمی بود با فضل و فضیلت سال تاریخش	رقم کردہ محیط حکمت لے دا از جہان رفتہ

محیط سہ معنی دارد آسمان و دریا و احاطہ کنندہ وہر سہ اینجا درست می آید و اول بحکمت ریاضی الصق است ۔ قطعہ دیگر مشتمل بر تصریح اسم او رحمہ اللہ و متضمن چگونگی مرض وچندم ماہ مع سال این سانحہ جانکاہ ۔

فلک ہست فلکی کہ در بحر دہر	نماند نشانے ز اعلام او
ز انجم بسے انجمن ساختہ	چہ شد آخر انجام انجام او
تفضل حسین آن وحید زمان	کہ فضلش عیان است از نام او
بدرس و بتدریس و علم و عمل	شدہ صرف پیوستہ ایام او
دسے چرخ نیلی بیک رنگ نیست	ہویدا است از صبح و شام او
چہ باشد ثبوت حیات حباب	کہ خیلے است اقسام اسقام او
ز اورام پشت و کتف تا کمر	ہمہ بر طرف گشتہ آرام او
شب چارم از ماہ ذی الحجہ بود	کہ زہر اجل ریخت در کام او
ز آغاز پیدا است مضمون سال	کہ خلد برین است انجام او

ایضا

آفتاب فلک و علم و کمال و حکمت	شدہ غائب ز نظرہا بصروف دوران
سرطان تا بکمر رفتہ ہلاکش کردہ	آسمان زیر زمین رفتہ بدور سرطان

رحمت عام رساندش بریاض رضوان	خاصہ در علم ریاضی چہ ریاضت کہ کشید
شد ز گلزار زمن سرو روانی بجہان ۱۳۰۵	سال تاریخ وے از خامہ بنسیان گل کرد

مولوی حکیم سید جواد صاحب پھلواروی

مفتی صاحب کے شاگرد رشید اور نہایت جید الاستعداد تھے کئی کتابین ان کی تصنیف ہین ایک مثنوی بھی نظم فرمائی جو معارف حقہ کا گنجینہ ہے مفتی صاحب قبلہ انھین بہت دوست رکھتے تھے بہت دنون تک پٹنہ میں علم طب سے بھی اُنھوں نے فیض پہونچایا تھا۔

مولوی سید تفضل حسین صاحب رضوی سنبھلی

ایک جید الاستعداد فاضل اور نہایت متورع و مقدس تھے مولانا سید جعفر علی مرحوم اور جناب مفتی صاحب و رسید العلماء سے پڑھا اور بقیہ عمر اپنی تدریس مین صرف کی علم ہیئت و ریاضی و ادب مین خاص ملکہ رکھتے تھے ۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۱۰ ہجری مین اپنے وطن سنبھل میں بمرض فالج ۶۲ سال کی عمر مین انتقال کیا۔

جناب مولوی سید اولاد حسن صاحب نے متعدد تاریخین اُنکی نظم کی تھیں جنکی تاریخ کے مادے یہ ہین

ستون یقین بہ یقین اوفتاد وا ویلاہ

قل افلت شمس نہار العلی

مولوی سید محمد صاحب مصطفیٰ آبادی ملقب بہ ادیب

ایک جید الاستعداد فاضل در علم و فضل مین مشہور اور بالخصوص علم ادب مین اپنے عہد مین بےنظیر تھے

بعض فضلائے اہلسنت سے پڑھنے کے بعد جناب مفتی صاحب کیخدمت مین حاضر ہوے اور استفادہ علوم ادبیہ کے بعد درجہ کمال کو پہونچے مفتی صاحب اونسے بہت محبت رکھتے تھے۔ ایک خط مین اُن کے یہ القابہ تحریر فرمائے تھے اوثق خل من بطانتی واصدق سھم من کنانتی اپنی آخر عمر میں ایک مجلس موسوم بہ بھجۃ الادب و مھجۃ الارب منعقد کی تھی جسمین علماء و فضلاء اور خود ممدوح کے تلامذہ اور علوم ادبیہ کے دیگر قدرشناس جمع ہوتے تھے اور قصیدہ خوانی ہوا کرتی تھی نہایت با اخلاق تھے ۲۷ صفر ۱۳۱۷ھ کو بمقام مصطفےٰ آباد انتقال فرمایا اُنکے مصنفات میں۔ فریدہ فی شرح القصیدہ اور کواکب دریہ اور دیوان عربی ہے۔ اِس مصرع مین اُن کی تاریخ وفات ہے۔

بود غائب سمی قائم آل

جناب مولوی محمد عین القضاۃ صاحب

علمائے اہلسنت کے مشہور عالم ہین جناب مفتی صاحب قبلہ سے علم ادب مین تلمذ کا اُنھین فخر حاصل ہے۔

جناب مولوی محمد فاروق صاحب چریاکوٹی

جناب مفتی صاحب قبلہ سے علم ادب مین اُنھین شرف تلمذ حاصل تھا اور اپنے عہد مین اُن کی ادبیت مسلم تھی۔ راقم الحروف کو مولوی شبلی صاحب کے ہمراہ اُن سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ مولوی شبلی مرحوم جو اس عہد کے نامور مصنف تھے آپ ہی کے شاگرد تھے۔

مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی

علم ادب جناب مفتی صاحب کیخدمت مین آکر حاصل کیا اور مرتبہ کمال کو پہونچے اُن کے بعض

مراسلات مع جواب درج کیے جاتے ہیں۔

مکتوب شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی بخدمت جناب مفتی صاحب

ما انفحت نوافح المسك والعنبر ولا تعبق ربا الجادی والعبهر باطیب من تسلیم یکتسب النسیم عرفه العرف الازها روثناء اذا کشفت النقاب من محیاہ تودّ الخفاء شمس النهار اهدیهما الی مجلس مولانا الاعظم واوستاذنا الاحتشم التعلامة الزنبر البهرز التفهامة الحصیف الابهر قرم السادات الامجاد الذی دوّخ صیته الانجاد والاغوار العریف الذی سارت فضائله سیر المثل السائر وانعطریف الذی باهت لوجوده القبائل والعشائر ذروة الفضل الباذخ سنا الفخر الشامخ روح هیاکل الفضائل الذی حریم بابه مطاف للفواضل قدوة الناس بدة الاکیاس اعنی بہ استاذنا مولانا السید محمد عباس لا زالت ریاحین الادب بشابیب افادته ضاحکة مستبشرة وبساتین الفضل بسحاب افادته مخضرة وبعد فلا یخفاکم متغنا ببقیاکم انی لم ازل اتذکر العهود التی کنت فیها من حضار ذلك النادی المحمود علی لسان القادی والبادی لا زال محفوفا بالایادی ولم ابرح اجری من عیون العیون سیول الدموع علی تذکار ذلك المجموع فسقیا لایام قد خلت منا فی حضور نادیکم کیت وجوه اعادیکم وسحقا للزمان رمانی الدهر فیه عن ذلك الجناب لا زال مخیم الجباه ارباب الالباب ولطالما یخالج فی روعی ان اشرح نبذة مما یلتهب فی قلبی من لواعج الود والغرام ویضطرم فی احشای من نوائر الحب والهیام ولکن بوائق الزمان لم تفرصنی فرصة من تراکم الهموم وطوارق الحدثان لم تمهلنی مهلة من تصادم الغموم ومع هذا انی لا اظن نفسی ممن یخاطبکم ویباریکم او یکاتبکم ویحاکیکم فانی اعجز من الذباب واحقر من التراب

باعتی فی الادب قصیرة وبضاعتی قلیلة فکرتی کسیرة وقریحتی کلیلة وانتم الذی
احیی معالم الادب بعد ما اندرست وانار سرج العلوم غب ما انطمست تدهشت
عقول الفحول فی نظامکم ونثارکم وتاهت مصاقع الادباء فی ابکار افکارکم فمن
ذا الذی یساویک اویحاذیک ویوازیک ولکن لما اشتدت هموم الهیام علی قلبی
المستهام ونوائر الاشواق اللتی اقاسی منها المشاق کانت تلتهب فی قلبی علی
حد لا تکاد ان تطاق جئت بهذه الاسطر الهزیلہ واجترات باتحاف هاتی
الاحرف القلیلة وارجوان یقع منکم موقع القبول ویحتظی عنکم الرضا وهو
المسئول والمامول عن اخلاقکم الکریمة وعواطفکم العمیمہ ان لا تحرمونی
بردجوابکم وتشرفونی بمعالی خطابکم والتسلیم وارجو منکم ان توصلوا سلامی
علی ولدیکم الاکرمین المحترمین الاعظمین ادیمت معالیهما فی النشأتین و
علی خلص خلانی السید فدا حسین فقط

نمقہ العبد المشتاق الی رحمۃ رب الکونین بجاہ سید الثقلین احقر تلامذکم
محمد حسین الالہ ابادی عاملہ اللہ بالایادی حرر فی ثانی اخر الجمادی ۱۲۹۶ سنہ ہجری

جواب

احمد الیک اللہ الذی خلق الانسان ۔ علمہ البیان ، واصلی علی
من اتاہ فصل الخطاب ۔ وانزل علیہ الکتاب ، فانطق بحمدہ الانس والجان
واخرس بنطقہ فصحاء قحطان وعدنان ۔ وبعد فلا یخفی علی اولی الالباب
اولا ان احسن مایتهادی بہ الاحباب ۔ هوما نهایتہ بداءة المحاب ۔ واولہ
اخر الکتاب کلمۃ تشعبت تراکیبها الصناعیۃ ۔ فهی ثنائیہ وثلاثیہ
ورباعیہ ۔ اومعجون مفرح ترکیبہ من جزئین بهما یتقوم باسرہ ۔ صدغ الحبیب

وثغرہ۔ فامرہ عجیب وشانہ غریب اذ وسطر الذی ھو کسر تہ ناف وبجموع طرفیہ موجب الائتلاف، ومع ذلک فدارہ دار المقامہ، وھو مع کونہ مہملا موضوع السلامہ۔ وثانیا انک ایھا الاریب اللبیب۔ الفائز من الفضل بالمعلّی والرقیب۔ الحلیم السلیم۔ الصّدیق الحمیم۔ الفاضل الجامع کلامہ بین البلاغۃ والفصاحۃ۔ الحاوی کتابہ للحلاوۃ والملاحۃ۔ قد بلغت الینا منک نمیقہ انیقہ۔ ذات عبارات رشیقہ، فکانہا جنۃ عالیہ۔ قطوفہا دانیہ۔ فسرّتنی بسبک مبانیہا وفرحتنی بحسن معانیہا ولولا الشیب والھزال۔ والضعف والاضمحلال وتطائر الکتب والرسائل والمسائل من قریب وبعید، لاحببت فی رجعتہا الطول۔ ولکن اللہ یقول "مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید"

من اضعف الناس السیّد محمد عباس

علم التّقی مولانا السیّد مرتضیٰ الرّضوی القمّی

علامۂ روزگار اور وارث علوم انبیا تھے زہد و ورع میں اُنکی نظیر نہ تھی۔ روز جمعہ ۸ ماہ ربیع الآخر سنہ ۱۲۶۶ ہجری میں بزم آرائے شہود ہوئے اپنے خال مکرم جناب مولانا السید ابو الحسن صاحب قبلہ اور اپنے والد معظم مولوی سید مہدی شاہ سے مرحوم نے تکملہ علوم کیا کتاب نہج البلاغہ اور شرح ہدایہ ملا صدرا وغیرہ جناب مفتی صاحب سے پڑھی جناب مرحوم آپکی ذہانت و ذکاوت وجودت طبع کے بیحد معترف رہتے تھے۔

اسکے بعد عراق تشریف لیگئے اور وہان کے اساتذہ سے حاصل کیا علمائے عراق کے دلو نیز

اُنکے تبحّر اور زہد و ورع کا سکّہ ہے ـ

۱۲ شوال ۱۳۲۳ھ ہجری مین انتقال کیا جناب مجتہد العصر والزمان مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ نے اس مصیبت عظیم مین ایک طولانی مرثیہ نظم کیا ہے جسکا مطلع یہ ہے

البوم فات الهدی فی العلم والعمل — وخر للدین رکن بل هوی جبل

قطعہ تاریخ از مؤلف

این چہ شورست بآفاق عزیز — این چہ ہنگامہ بپا شد امروز
شورش نالہ و فریاد ز خلق — از سمک تا بسما شد امروز
مرتضی زبدہ سادات کرام — آہ از دار فنا شد امروز
شور در ملک شریعت اُفتاد — قبلۂ اہل تقی شد امروز
حجۃ اللہ علی الخلق صد آہ — عازم ملک بقا شد امروز
رخنہ افتاد بقلب اسلام — پشت دین آہ دوتا شد امروز
سیزدہ بود زماہ شوال — ما چہ گوئیم چہا شد امروز
حیف صد حیف نہان زیر زمین — گنج اسرار خدا شد امروز
سالکان را برہ ملک عدم — رہبر و راہنما شد امروز
کربلا نعش شریفش بردند — خاک او خاک شفا شد امروز

زد رقم مصرع تاریخ عزیز
ہمنشین شہدا شد امروز

۱۳۲۳ھ

شمس العلماء صدر المحققین ناصر الملۃ ابو الفضل مولانا السید ناصر حسین الموسوی النیسابوری

صاحب تذکرہ کے سلک تلامذہ مین آپکی ذات مبارک سرمایہ افتخار ملت بیضا ہے تفصیلی حالات لکھنے کے لئے مبسوط تالیف کی ضرورت ہے بالاجمال اس کتاب مین کچھ حالات درج کئے جاتے ہین

روز پنجشنبہ ۱۹ جمادی الاخری ۱۲۸۴ھ کو آپ کی ولادت ہوئی جو حضرت اسحاق پیغمبر کی ولادت کا دن تھا۔ اسلئے آپکے عم محترم نے آپکا نام اسحاق رکھا اور آپکے والد علام نے ناصر حسین آپ کا نسب شریف ۲۷ واسطون سے امام زادہ حضرت حمزہ بن امام موسی الکاظم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے اپنے والد علام اور جناب مفتی صاحب قبلہ کے حضور مین زانوے تلمذ تہ کیا ۱۶ سال کی عمر مین تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی اور اپنے والد ماجد کی حیات مین منصب اجتہاد پر فائز ہوئے تصنیف عبقات الانوار مین برابر معین رہے جسکے صلہ مین صدر المحققین کا خطاب جناب فردوسمآب سے عطا ہوا حجۃ الاسلام میرزاے شیرازی طاب ثراہ آپکو ناصر الملۃ لکھتے ہین جناب مفتی صاحب قبلہ نے آپ کو اجازہ تدریس و روایت و امامت عنایت کیا استاذی مولانا شیخ فدا حسین صاحب نے آپ کے سوانح و فضائل مین ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جسکا نام سبیکۃ اللجین ہے۔

اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ بھی فریضہ جہاد بالقلم کو ادا کر رہے ہیں اور تصنیف عبقات مین مصروف ہین یون تو تمام علوم مین آپ کا کمال مسلم ہے مگر علم الکلام اور تاریخ و ادب مین آج آپکا نظیر صفحہ آفاق پر نہین۔ آپکے قصائد و خطب روح روان علم ادب ہین۔ اور فصاحت و بلاغت مین آپ اپنی مثال ہین۔ علماے عراق آپکی مدحت مین رطب اللسان

ورزبان ہین۔ بشمار مراسلات قابل اندراج ہین مگرآپ کو صرف دو تحریرون پر فخر و مباہات ہے ایک تحریر جناب مفتی صاحب کی ہے جو روض اریض سے نقل کیجاتی ہے آپ کا سن اُس وقت ۱۲ سال کا تھا اِس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے اساتذہ کے خیالات آپکے نسبت کیا تھے۔

یا قرة العین السیّد ناصر حسین وقاك الله عین الکمال وسقاك من عین الکمال نظر عند طلب الدین الی من فوقك من العلماء والمجتهدین وانظر فی کرب الدنیا الی من هو دونك من الفقراء والمساکین فبذاك تستقل المشاق وتزیل لك الاشواق وبهذا تصبر علی الاملاق وتشکر علی قلیل من الارزاق۔

اکثر جید طلبا کو ہدایت فرماتے تھے کہ آپ کے حلقۂ درس مین داخل ہون چنانچہ ایک طالب علم کی سفارش ان الفاظ مین کی ہے۔

فعلیك ان تسلکه فی سلك التلامذة وتلقی الیه المطالب المنطقیة علی دیدن الاساتذة وطریقة الجهابذه

دوسری تحریر وصیت نامہ جناب فردوسمآب امام المتکلمین مولانا السید حامد حسین صاحب طاب ثراہ ہے جسمین آپ کو پند و نصائح فرمائے ہین۔

تصنیف عبقات سے آپ کو اتنی فرصت نہین کہ دوسری تصنیفات کی طرف متوجہ ہون پھر بھی حسب ذیل کتابین آپکی تصنیف سے ہین۔

(۱) نفحات الازهار فی فضائل الائمة الاطهار

(۲) اثبات حدیث ردّ الشمس

(۳) کتاب فی ذکر ماظهر لامیر المؤمنین ؑ من الفضائل یوم خیبر

(۴) مسند فاطمة بنت الحسین علیہما السلام

(۵) نفحات الاثنی فی مسئلہ وجوب السورة

(۶) اسباغ النائل بتحقیق السائل

(۷) دیوان الخطب

(۸) دیوان الشعر

(۹) کتاب المواعظ

(۱۰) کتاب الانشا

شیخ فدا حسین صاحب قریشی

خاندان جلیل الشان شیخ زادگان لکھنؤ سے ہین ۱۲۷۰ھ ہجری مین آپکی ولادت ہوئی تاریخی نام نظیر حسن ہے ۱۶ یا ۱۷ برس کی عمر مین جناب مفتی صاحب کے شرف تلمذ سے مشرف ہوئے کتاب مغنی اللبیب ابن ہشام اور عروض المفتاح سکاکی اور معیار الاشعار محقق طوسی جناب مرحوم سے پڑھی اسکے علاوہ جناب مرحوم کے مصنفات مین شریعة غرا اور روائح القرآن اور مثنوی اجناس الجناس بھی درسا بدرس جناب مرحوم سے پڑھی تھی اور اس مثنوی کی نہایت مبسوط شرح عربی لکھنا شروع کی تھی جو جناب مرحوم کے ملاحظہ سے گذرتی رہی مگر ناتمام رہی البتہ حواشی اس مثنوی کے ساتھ طبع ہوے ہین اسکے علاوہ جناب مرحوم کے قصیدہ دالیہ کی شرح بھی تحریر کی ہے جسکا نام خود مفتی صاحب نے شرح التنویر والتوضیح فی شرح القصیدة المعلقة علی الفرزدق رکھا تھا اور یہ شرح اسقدر پسند فرمائی کہ دو تقریظین اسپر تحریر فرمائین اور کلکتہ میں شاہزادہ مرزا جہانقدر بہادر خویش حضرت سلطان عالم واجد علیشاہ طاب ثراہ نے

یہ شرح جناب مرحوم سے پڑھی جناب مرحوم کی تقریظ حسب ذیل ہے۔

الحمد لله الذی احیانی بعد ما اماتنی واعادنی بعض ما فاتنی هو الذی خلق الانسان وعلمه البیان والصلوة علی من انزل علیه القرآن فافحم به فصحاء عدنان و قحطان فالرسادة الانس والجان الذین حبهم روح الجنان + وبه رواح الی روح الجنان وبعد فیا ایها الفطن الزکی اللقن المتوقد الادیب الاریب الحبیب اللبیب الفاضل المعری عن الشین سراج الدین حسن المعروف بشیخ فدا حسین صانك الله شرالا وغاد من کل رائح اوغاد احسنت احسنت فیما اتقنت وبینت ماضمنت تصید تی لمنبویته من نکتة ومزیه واشارة خفیه الی روایات طویله وقصص جمیله فکشفت نقابها وذللت صعابها واوضحت اشاراتها ونورت استعاراتها عمدت الی نوادرها وعثرت علی ماخذها ومصادرها + ماکان فیها تحت الکمام + وضعته علی طرف الثمام + حللت فیها المغلق والعویص حتی صار الغالی کالرخیص + فعاض فیضها تامًّا ونفعها عامًّا + واضفت الیها زوائد من فوائد وعوائد + شنفت بها الاذان + وشرقت بها الاذهان + فلله درك ولاشل عشرك جزاك الله عنی وعن اهل البیت خیر الجزاء واعطاك بکل حرف شرحته بیتا فی الجنة من یاقوتة حمراء وشرح الله لك صدرك ورفع لك ذکرك وقدرك + وذلك الذی صدرت به الکلام + ولوحت به فی بدء المقام + هو انی مرضت انا وبعض اخوانی ممن ورد و وفد علی خوانی مرضا وبیلا فنادینا الصحة ان ادرکینا انا نراك رکنا رکینا فصاحت به نعم ولی لا + واشرف ذکاء الزکاء علی الافول وفی ذلك اقول ؎

مرضت فطنتی خمدت خمودًا	ولجة فکرتی جمدت جمودًا
وحان الان لی بعض الحمام	کانی عشت من بعد الحمام

فیا نفسی الی ما کنت عودی		وحییئنی بانفاس کعود	
وها انا مستضی باسراجی	وانی	مشغلہ بعد الیاس راج	

نسن اجا خملك انصرت علی ماذکرت مقرظا + وعن الاطناب معرضا + عملا بما قال الله المجید

ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید

آپ ریاضیات میں مولوی کمال الدین صاحب کے شاگرد ہین ور ادبیات وعقلیات مین مولوی سید حبیب حید رصاحب قبلہ کے ۔خصوصیت کے ساتھ یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ نے تقریبًا آٹھ سو برس کے بعد شیعون میں ائمہ ومشائخ حدیث اہلسنت سے اجازات روایات حدیث حاصل کئے حالانکہ یہ سلسلہ اتنی مدت دراز سے قطع ہوچکا تھا ائمہ حدیث اہل سنت مین آپکو مشہور ائمہ حدیث جناب شیخ حسین بن محسن السبعی اور مولوی حسن الزمان ترکمانی اور مولانا ابو البرکات القسطی اور مولوی عبد الحق محدث دہلوی اور مولانا عبد المجید خان صاحب سے اجازات روایت حدیث حاصل ہیں اور شیعون میں آیۃ اللہ فی العلمین مولانا سید ناصر حسین صاحب ومجلسی ثانی جناب ملا حسین النوری سے اجازہ روایت ہے

زبان انگریزی میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل ہے۔ ایک عرصہ تک پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی کے ممبر بھی رہے ہین جس سے آپ کی وقعت علمی وتمدنی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

آپ کے علمی مضامین مصر وبیروت کے نامور ماہواری رسالوں میں اور اخبارون میں شایع ہوے ہیں تصانیف کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) الاستشعار فیما سنح لی من الفلسفہ الالہیۃ من نوادر الافکار (۲) المقدمۃ النوریۃ فی اثبات ان معرفۃ اللہ ضروریۃ (۳) کتاب الغایۃ فی رد القول بلا نہایۃ (۴) کتاب بنان فی دفع المنوع الثلثہ (۵) کتاب الیم العجاج فی اسانید السراج۔

(۶) کتاب الزبیر السلقمی علی اعداء الوزیر ابن العلقمی (۷) کتاب ذیل الضارب العاصر الحیار فی توقات الاخبار والاثار المجبولہ علی اخذ الثار الی اسماق المختار
(۸) کتاب الحق المبین فی اثبات صحابۃ سیدنا مالک ابن الحارث الاشتر (۹) کتاب الکشف عن الغشاوہ الکائنۃ فی مباحث الخلفاء الثلثہ (۱۰) عبرات العین علی مصاب الحسین
(۱۱) کمال المنۃ فی بعض منہاج السنۃ (۱۲) الافتخار بمکاتیب الکبار (۱۳) الاعتذار عما یتقال علیہ من رسوم العزا فی تلک البلاد والامصار (۱۴) تحفہ الدہر علی صیعۃ العلم بالکہر والقہر
(۱۵) الوصواص فی معجزات الخواص (۱۶) عزاء الہنود (۱۷) الانسان الاول
(۱۸) الاوائل العلویہ فی الحکمۃ العربیہ (۱۹) قصیدۃ النفحۃ القدوسیۃ (۲۰) اعلام الورے لفوائد دھائی سرا (۲۱) نقد الاثار باعمال الاخیار (۲۲) طلوع الصبح ببرہان الخیبۃ والنجاح
(۲۳) مذہب عقل اردو (۲۴) رسالہ سعد خوانی (۲۵) قصیدہ لامیۃ الہند (۲۶) مجموعہ اشعار قصائد عربیہ (۲۷) سبیلۃ اللجین فی مناقب مولانا السید ناصر حسین

محی الدین والملۃ مجیی الشریعۃ نجم العلماء مولانا السید نجم الحسن

جناب مفتی صاحب کے تلامذہ میں آپ کا نام ایک خاص امتیاز اور خصوصیت رکھتا ہے علاوہ اسکے کہ آپ اُن کے اہل بیت میں داخل ہیں اُن کے تمام روحانی کمالات کا بھی پرتو ہیں۔ آپ کو حضراً وسفراً بہت زیادہ جناب مرحوم کی خدمت گذاری کا موقع ملا جسپر آپ ہمیشہ افتخار فرماتے ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ آپ نے اُن کے کمالات اور اُن کے نام کو ہر طرح زندہ رکھنے کی کوشش کی آپ کے حالات بجائے خود دفتر حکمت وموعظت ہیں اگر زندگی نے وفا کی تو اس کتاب کی تالیف کے بعد انشاء اللہ جناب ممدوح الصدر کے مفصل حالات زندگی تحریر کرونگا کیونکہ یہ متع غنیمت ہے

کہ خود جناب ممدوح سے اُن حالات کو دریافت کر سکتا ہوں بطور [illegible] کتاب میں بھی [illegible]
درج کرتا ہوں۔

۱۲ ذی الحجہ ۱۲۵۹ ہجری کو امروہہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپکے اجداد کرام نہایت باعزت و احترام تھے۔ آپکا سلسلۂ نسب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ذریعہ سے حضرت امام رضا علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے۔

ابتدائے درس کے مدارج جناب حاجی مولانا سید تفضل حسین صاحب [illegible] میں طے [illegible] جناب مفتی صاحب کے حضور میں زانوئے تلمذ تہ کیا اور جو کچھ حاصل کیا سب انھیں کے فیوض سے [illegible] جناب سید ابو صاحب قبلہ اور مولوی علی نقی صاحب سے بھی بعض کتابیں پڑھیں۔ اسی زمانہ سے تدریس اور ترویج علوم میں انہماک رہا۔ متعدد مقامات پر شوق دلا کر مدارس جاری [illegible] مدرسہ مشارع الشرائع کو جو آجکل ناظمیہ کالج مشہور ہے ایسی ترقی دی کہ ممتاز الافاضل کے سند یافتہ فضلائے کرام ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں علم ہدایت بلند کر رہے ہیں۔ درجۂ خاص کی تعلیم جسمیں فقہ و اصول کی اعلیٰ کتابیں اور تفسیر [illegible] داخل درس ہیں اپنے متعلق رکھی۔ جناب مفتی صاحب کی تصانیف میں معین رہے اور [illegible] سے نجم العلما خطاب پایا۔ آپکو طریقۂ تعلیم میں وہ روحانی تصرف وراثۃً جناب مرحوم سے ملا ہے کہ جس مستفید نے زانوئے ادب آپ کے سامنے تہ کیا وہ آسمان علم و کمال کا درخشندہ ستارہ نکلا۔ یہ بات بدرجہ اتم جناب علامہ مرحوم میں تھا جسکا اندازہ فہرست تلامذہ سے ہو سکتا ہے۔ آپکے تقدس و ورع اور حلم و بردباری کا پایہ بلند ہے انتظامی سلیقہ بھی خداداد ہے لکھنؤ میں بہت سے قومی ادارے آپکے مشورہ پر چل رہے ہیں۔ والی رامپور کے اصرار سے بغرض ہدایت و ارشاد و ترویج امور دینیہ آپنے سال میں چند ماہ رامپور جانا گوارا کیا اور استغنا کیساتھ سلسلۂ ملاقات جاری رکھا۔ آپکی بات کے آثار حسنہ اب تک وہاں نمایاں ہیں نواب صاحب نے آپ کی علمی

انتظامی شہرت کا حال سنکر اپنے ریاست کے مدارس علوم مشرقیہ کا نظم و نسق آپ کے سپرد کیا
آپ نے رفتہ رفتہ اس قدر ترقی دی کہ برٹش سررشتۂ تعلیم نے خاص طور سے اُس انتظام کی مدح
اور ترقی کا اعتراف کیا۔ مگر آپ نے خود ہی وہاں کے قیام سے مدرسۂ ناظمیہ کی تعلیم میں
سستی محسوس کر کے دستکشی اختیار کر لی اور بدستور مدرسۂ ناظمیہ کے انتظام مین مصروف رہے۔

۱۳۳۷ھ مین عالیجناب سر راجہ صاحب محمود آباد کو توجہ دلاکر مدرسۃ الواعظین جاری
کرایا اور اُسکے انتظام کا بار بھی اپنی ہمت عالی پر لیا جس کے فیوض آج پنجاب و بنگال اور
ہندوستان کے دور دراز شہرون مین اور دیگر ممالک تک پہونچ رہے ہیں۔ چنانچہ افریقہ وغیرہ
کے شہرون سے پے در پے لوگ شکریہ ادا کر رہے ہین اور اُس مدرسہ کے واعظین سے مستفید
ہو رہے ہین۔

ہندوستان کے مجلس عمومی (آل انڈیا شیعہ کانفرنس) مین تین سال تک متواتر آپ نے
صدرنشین رہکر اعلای کلمہ حق کی پوری کوشش فرمائی طرز ہدایت ایسا ہے کہ قدیم و جدید طبقہ کے
تعلیم یافتہ آپ سے یکسان مستفید ہوتے ہین۔ شیعہ کانفرنس مین آپکے خطبہ ہاے صدارت سنکر
لوگ متحیر ہوے تھے۔ انھیں بہ مقاصد پر نظر کر کے بعض اہل علم انھین حکیم العلما کہنے لگے۔
ان کے محاسن صفات اور فضائل کے لئے مستقل تحریر درکار ہے۔

آپکا سلسلۂ روایت مولانا السید محمد کاظم الطباطبائی طاب ثراہ کے ذریعہ سے قائم ہے
جنھون نے بسط و تفصیل کے ساتھ اجازہ لکھا ہے وہ اجازہ بھی غیر معمولی اجازہ ہے جو علاوہ
مطالب کے ادبی شان مین اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اُنکے علاوہ دیگر حجج اسلام سے بھی حق
روایت حاصل ہے مثل حجۃ الاسلام آقا سید اسمعیل صدر اور عالم عامل شیخ عباس آل شیخ جعفر نجفی
کاشف الغطا اور مجتہد علام آقا محمد حسین مامقانی اور حجۃ الاسلام مرزا حسین بن مرزا خلیل الطہرانی

النجفی اعلی اللہ مقاماتہم کے سرکار مرزا محمد حسن شیرازی اعلی اللہ مقامہ نے آپ کے بعض رسائل پر جو تقریظ لکھی ہے اُسکے الفاظ کا وزن بہت غیر معمولی ہے قد نظرت فی ھذہ الرسالۃ فوجدتھا رسالۃ موجزۃ کادت ببلاغتھا تکون معجزۃ فللہ در مولفھا قد الف بین الاصول والفروع وجمع بین الدلیلین المعقول والمسموع فجزاہ اللہ عن الشریعۃ خیر ما جزی بہ علماء الشیعۃ وفقنا وایاہ لنصرۃ الدین بمحمد وآلہ الطاہرین

حجۃ الاسلام مرزا حبیب اللہ رشتی نے بھی نہایت پر زور تقریظ تحریر فرمائی جسکے بعض فقرات یہ ہیں

فقد کشف فی مسالک المسائل عن وجہ صوابھا ومیز قشرھا عن لبابھا وسلسھا عن سرابھا واتی البیوت من ابوابھا وحقق المسئلۃ تحقیقا لا مزید علیہ واعتمد فی کل باب علی ماینبغی ان یعتمد ویرکن علیہ واتی فیھا ما یکشف عن دقۃ نظرہ وجودۃ رائہ واستقامۃ سلیقتہ وقوۃ قریحتہ وتتبعہ الکامل وتصفحہ الشامل وحسن تعبیرہ ولطف تحریرہ وتقریرہ فلیحمد اللہ علی ما آتاہ من الالاء ورزقہ من نعمائہ فتلک الخلال التی ذکرنا والخصال التی عددناھا مما یعجز عن وصف مزایاھا البیان فلما یتفق ان یجتمع فی انسان ونسئل اللہ ان یحقق امالہ ویکثر فی علمائنا امثالہ ووقع تحریر ھذا الکلام فی الرابع والعشرین من محرم سنۃ ۱۳۱۰ھ

لکھنؤ میں جو مجلس علما قائم ہے اس کے صدر نشین بھی جناب ممدوح ہی ہین۔

حکام دولت مین بھی آپ کی جلالت قدر مسلم ہے۔ چنانچہ حاضری عدالت سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اور شمس العلما کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ مراسلات مین آپکے مدارج عالیہ کا اعتراف کیا گیا ہے جسکی گنجائش اِس مختصر تذکرہ مین نہین۔

آپکی ادبیت اہل عربیت مین مسلم ہے اکثر ادبا وشعراے کاملین آپ سے مستفید ہوا کرتے
ہین۔
مشاغل تدریس وانتظام مدارس نے آپ کو تصنیف وتالیف کا موقع بہت کم دیا تاہم چند کتابین
مباحث مختلفہ مین تحریر فرمائی ہین۔
افسوس یہ ہے کہ مین اس مختصر تذکرہ مین آپکے زندگی کے کارنامون پر کوئی روشنی نہیں
ڈال سکتا۔ آپ اس پیرانہ سالی مین جسقدر کام شب وروز کیا کرتے ہیں وہ اہل ہمت کیلئے
سبق آموز ہین۔
آپکے تلامذہ آپکے کمالات کا نمونہ ہیں۔ ایزد متعال تاظہور قائم آل عبا۔ آپکے سلسلہ فیوض
کو جاری رکھے۔

اخی المرحوم حکیم مولوی مرزا محمد مہدی صاحب

لکھنؤ کے اُن حاذق اور جید الفن اطبا مین تھے جنکی ذات پر اس فن شریف کو ہمیشہ ناز رہیگا
بیشمار شاگرد اُن کے اطراف وجوانب ہندوستان ہیں موجود ہین۔
۲۹ رمضان ۱۲۸۲ہجری ولادت ہوئی ابتدائی کتب جناب جد مرحوم مولانا مرزا صادق علی صاحب
سے پڑھی بعض کتب ادبیہ جناب مولوی سید محمد مہدی صاحب قبلہ سے پڑھین۔ مفصل زمخشری اور مغنی اللبیب
اور دیگر کتب ادبیہ جناب آیۃ اللہ مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ سے پڑھین اور جناب مولانا
السید ناصر حسین صاحب قبلہ کے ہمدرس رہے۔ قصیدہ محمدیہ اوراق الذہب رطب العرب اور دیگر
کتب ادبیہ جناب مفتی صاحب قبلہ سے پڑھکر شرف تلمذ حاصل کیا۔ فن طب مین حکیم محمد جی صاحب
برادر زادہ جناب حکیم بنا صاحب کے شاگرد تھے۔ کتب معقولات علماے فرنگی محل سے حاصل کئے

سورق میں ایک عرصہ تک قیام کیا اور جناب شیخ زین العابدین ازندرانی سے اجازہ حاصل کیا
۲۱ رمضان سنہ ۱۳۳۰ھ ہجری کو رحلت فرمائی اور امام باڑہ جناب غفرانمآب میں مدفون ہوے

تاریخ وفات از مؤلف

اخی محترم من سبق آموز علوم	آنکہ از عزت ادایہ من بود قوی
آنکہ در سبحہ من بود امام اوّل	آنکہ در رشتۂ من بود بہین درنی
رخت بربست بہ بست و یکم ماہ صیام	زین خرابات جہان رفت بدربار علی
نقش زد بر لحد ش خامۂ خونبار عزیز	قائم دار بقا گشت محمد مہدی
	۱۳۳۰ھ

حکیم مولوی محمد مرزا صاحب مرحوم

۱۰ رجمادی الآخر سنہ ۱۲۶۳ھ ہجری میں پیدا ہوے۔ علم ریاضی جناب مولانا سید تفضل حسین صاحب فتحپوری اور ادب جناب مفتی صاحب سے حاصل کیا روائح القرآن کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۳ھ کو انتقال کیا۔ جناب مفتی صاحب مرحوم نے انسے ایک معما دریافت کیا تھا جسکو مرحوم نے ایک عبارت لطیف میں تحریر کیا ہے۔

ذهبت یومًا بخدمت قدوة المتفقهين زبدة المتوقدين الفاضل الهمام والنحرير القمقام العالم البارع الاديب والعلامة المصقع اللبيب حضرة استاذي و ملاذي افضل الناس مفتي سيد محمد عباس ابقى الله مجده وكان يدرس التلامذة فسلمت عليه وجلست بين يديه فلما استراح عن التدريس توكا على الجدار للتنفيس توجه الى

واذا جرلوامعہ الکرامۃ علی شغلنی عن اشتغال بالی عرضت علیہ من اختلال حالی وکذا یسوق الکلام من کل جانب ومقام ویکلمنی بلسان فصیح وبیان ملیح حتی قال لذت المعاصب الی ان تکتشف الاستار عن وجہ المسمی قلت سمعا وطاعۃ ماھو یا سیدی قال ای قوم من الاشقیاء اذا مات واحد منھم صار واحد من الانبیاء ومن العجب ان اسمھا واحدا ذا علمہ الھنادکۃ فانواثنان فشمرت عن ساق الجد وانتصبت برجل الکد متعینا من اسد الوھابیۃ بھدیی من الخطل الی الصواب فتاملت ما عرفہ وقلت ھل ترحمت ان اطیرہا خصوبات وابتہ قال ھا انہا فعلت ذلک قوم یھود ان مات منھم واحد اسمہ ان حذفت الیاء بقیت لفظہ ھود وھو اسم نبی من انبیاء الکرام علی نبینا وعلیہ السلام وذلک من العجب فما ذاک العجیب لامرغریب لان المراد من راس ذلک القوم المردود حرف الاول من احرف لفظ الیھود جعلھا اللہ للنار وقود وھی الیاء التی کانت قبل محذوف وقعت فی اسفل ای فی اخر لفظۃ الھا وبہ من ترتیب الحروف وان اساوبہ من ترتیب لاسفل لطبقۃ من طبقات الجحیم اعاذنا اللہ عن حرھا ورزقنا الجنۃ بفضلہ العمیم واما بلسان العجم فیقال لھا الجھود خذلھا اللہ وادخلھا بجحیم فی اعلی لفظ الجنۃ ای اولہ والجنۃ من اعلی درجات النعیم واذا عکس اسم الیھود علی لسان الھنادکۃ والھنود فیقال دوھی لما انتھی الکلام الی ذاک فاتنی علی بالبشرۃ الضحاک اللھم ارزقنا علما وعقلا دراک واھدنی علی الضحاک ووفقنی لادراک واحفظنی من الانتھاک والاضحاک فانک قوی قدیر خالق الارضین والافلاک

مولوی سید اولاد حسن صاحب امروھوی

جامع معقول ومنقول وادیب کامل تھے عرصہ تک مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر رہ کر

تحصیل وتکمیل علوم کی نظم ونثر دونون قسم کے ادب مین اُن کے افادات کا ذخیرہ ہی۔ نہایت متورع ومحتاط تھے۔ امروہہ مین امام جمعہ وجماعت تھے۔ متعدد کتابین اُنکی تصنیف ہین

مولوی سید احمد حسین صاحب امروہوی

نہایت جید الاستعداد عالم تھے درسیات اپنے وطن مین پڑھ کر جناب مفتی صاحب کیخدمت مین حاضر ہوکر علوم دینیہ کی تحصیل فرمائی اور دیگر علمائے لکھنؤ سے بھی اکتساب علم کیا اور درجہ اعلائے علم تک پہونچے بڑی بڑی کتابون کا درس دیا کرتے تھے تصنیف وتالیف میں مصروف رہتے تھے ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ کی تلخیص فرمائی اور مناظرات مذہبی مین اور علم کلام میں اُنکے اکثر تصانیف ہیں عراق سے مشرف ہوے اور وہاں سے اجازہ بھی حاصل فرمایا تھا۔

مولوی سید اعجاز حسن صاحب امروہوی

جلیل القدر فاضل تھے مدت تک جناب مفتی صاحب کیخدمت میں رہ کر اکتساب علم کرتے رہے اور درجۂ کمال کو پہونچکر تالیف وتصنیف مین تمام اوقات اپنے صرف کرتے رہے مفتی صاحب قبلہ کی چھوٹی صاحبزادی کا عقد بھی اُنسے ہوگیا تھا۔ سبیل المسترشدین الی معارف الیقین نہج الیقین لاعلاء کلمۃ الدین۔ اعجاز موسوی در ابطال قانون نیچری۔ احکام الطعام من الطیور والانعام مواہب المکاسب مفاتیح المطالب نضارۃ البصارۃ جواہر مضیئہ مرقع کربلا تاریخ اصحاب کشف الخلافۃ تفسیر الآیات الشہابہ معیار الفضائل القراءہ والکتابہ تنقید الاخبار تنقیق الاخبار۔ احسن التقویم۔

اور علاوہ اسکے بہت کتابین انھون نے تصنیف فرمائی ہین جن مین اکثر طبع ہوکر شایع بھی ہو چکی ہین۔

عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی

اس عہد کے مشہور و معروف شخص ہین اور مختلف زبانون مین کمال رکھتے ہین

مولوی سید کرامت حسین صاحب

انکی مفصل سوانحعمری جناب نواب حامد علیخان صاحب بیرسٹر مرحوم نے لکھی ہے جو شایع ہوچکی

مولوی سید علی اکبر صاحب ولد سلطان العلما

جناب مفتی صاحب کے تلامذہ مین تھے اور بہایت باکمال علوم و فنون مین کامل دستگاہ رکھتے تھے گورنمنٹ کیطرف سے معزز عہدہ پر سرفراز رہے اور اشغال علمیہ مین مصروف رہے۔ مادہ تاریخ از مولف

علی اکبر کہ ہمشکل محمد بود مکنون شد

مختلف کتابین آپکی تصنیف سے ہین :- (۱) معارج العرفان (در اصول دین) (۲) اسرار حکمت (در خلقت) (۳) ترجمہ حدیث مفضل (۴) عنوان ریاست (ترجمہ نامہ امیر المومنین علیہ السلام بنام مالک اشتر رضی اللہ تعالی عنہ) (۵) مقالات حکمیہ (در طب) (۶) کنوز قدسیہ (در خضوع و خلاص (۸) صراط مستقیم (جواب سوالات راجہ ناہن) (۹) شرح خطبہ شقشقیہ (۱۰) دلیل متین در ابطال حرکت زمین (۱۱) رسالہ وصل بعد الفصل (۱۲) بشارات غیبیہ (در تحقیق روح) (۱۳) تفسیر سورہ یوسف (در موعظہ) (۱۴) کلام لطیف در تحقیق طعام لطیف:

میر خورشید علی صاحب نفیس فرزند حضرت انیس مرحوم

جناب مفتی صاحب مرحوم سے پڑھا بھی تھا اور منظومات فارسیہ پر اصلاح بھی لیتے تھے چنانچہ باب الاصلاح مین اکثر نظمین انکی درج ہین جناب میر ببر علی صاحب انیس بھی اکثر استفادات حاصل کیا کرتے تھے۔

جناب مولوی سید علی حسن صاحب جائسی

جناب سلطان العلما اور جناب مفتی صاحب سے تحصیل علوم کی زہد و عبادت اور فقہ و اصول یہ مین یکتاے روزگار تھے مین جائس مین اُن کی زیارت سے مشرف ہوا درحقیقت لباس انسانی

مین ایک فرشتہ تھے رحمہ اللہ

منشی ریاض الحسن صاحب مرحوم

نہایت جید الاستعداد فاضل تھے اور مفتی صاحب کے شاگرد تھے کتب ذیل انکے تصانیف سے ہین

(۱) تبکیت الخصام
(۲) آئینۂ برزخ
(۳) نار ذات لہب
(۴) تحفہ منقلبہ
(۵) لب لباب
(۶) نصر المومنین

تلامذہ کی کثیر التعداد فہرست مین یہ اسماء بھی شامل ہین

مولوی سید نظر حسن صاحب بھیکپوری
مولوی حاج سید مقرب علیخانصاحب
مولوی سید مرتضی صاحب فلسفی نونہروی
مولانا سید محمد تقی صاحب
مولوی سید علیصاحب محدث
مولوی سید محمد مہدی صاحب بھیکپوری
مولوی علی میان صاحب کامل
مولوی سید حسین اصغر صاحب پاردی غازیپوری
مولوی شاہ مرزا صاحب
میر وحید صاحب
حکیم شیخ علی محمد صاحب
نواب باقر علی خانصاحب
نواب سید علیخان صاحب
نواب جعفر علیخان صاحب
شیخ امراؤ علی صاحب

باب وفات

اے تیرہ خاک عزّتِ مہمان نگاہدار
این تاج فرق ماست کہ در بر گرفتہ

سنہ ۱۳۰۶ھ کا آغاز تھا کہ کلکتہ سے لکھنؤ تشریف لائے مزاج ناساز تھا حکیم شیخ علی محمد صاحب کا علاج شروع ہوا اطبائے لکھنؤ مین حکیم صاحب کے علاج پر بہت اعتماد تھا اور حکیم صاحب کو بھی بیحد خصوصیت وارادت تھی لیکن علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا مرض روز بروز بڑھتا گیا۔

بحالت مرض وسط ماہ ربیع الاول مین ایک صحبت فضائل اپنے مکان پر منعقد کی اور خود اپنے قصیدۂ احمدیہ کے اشعار پڑھکے شرح کی اور معجزات وفضائل جناب رسالتمآب بیان کئے مخلصین ومعتقدین کا مجمع تھا اور یہ آخری صحبت تھی جسکے بعد بیان کا موقع نہ ملا۔ ماہ رجب تک مرض نے اسقدر متغیر کردیا کہ مایوسی کے آثار ظاہر ہوگئے اُٹھنے بیٹھنے کی قوت جاتی رہی۔

ایکدن جناب حکیم میر حید حسین صاحب[۵۱] بغرض عبادت آئے حالت اسقدر دگرگون ہوگئی تھی کہ حکیم صاحب سے ضبط گریہ نہو سکا یہ کہتے ہوے باہر چلے آے کہ افسوس یہ خزانہ علوم ہم سے مسلوب ہوا جاتا ہے۔ افسوس اس مجمع کمالات کا سایہ ہمارے سرون سے اُٹھا جاتا ہے۔

حکیم شیخ علی محمد صاحب معالج اور مخلص نیازمند بھی روز بروز اِس تغیر سے مایوس

---

۵۱ لکھنؤ کے نامور طبیب تھے جنکا زہد و تقدس زبان زد خاص و عام ہے شفاخانہ شاہی کے مشہور اطبا رمین تھے۔

ہوتے گئے بے اختیار اُن کی صورت دیکھکر آبدیدہ ہوجاتے تھے بعض وقت باہر نکلکر خوب چیخ چیخکر رونے لگتے تھے ۔

زمانۂ مرض میں جس مکان مین قیام تھا وہان سے کبھی کبھی اپنے قدیم مکان مین تشریف لیجاتے تھے اس طرح کہ کرسی پر بیٹھ گئے اور اسی طرح وہ کرسی مکان تک پہونچا دی گئی ۔

وفات سے قبل مختلف اشعار مختلف حالت مین نظم کئے جس سے اُسوقت کے واردات قلبیہ کا پتہ چلتا ہے ۔

الوداع اے دوستان کز دار دنیا میرویم — آمدیم اے مہربان تنہا و تنہا میرویم
سر بسر دیدیم خوب و زشت این دیر کہن — در سرای تازہ از بہر تماشا میرویم
غنچۂ دل از ہوای این گلستان وانشد — خار این صحرا برون تا در دہ از پا میرویم
اشک خونین متصل از دیدہ می آید برون — می رسد سیل بہاران سر بصحرا می رویم

آن روز کہ از محنت دنیاست رہائی — مرگ و سکراتست و فشارست و جدائی
اے قبر! ببخشا کہ غریبم و ضعیفم — اے ارض بکن رحم کہ تو مادر مائی

کاہیدہ تنم ز بے غذائی — رخ گشتہ برنگ کہربائی
ضعفی است بمعدہ ام بشدت — والمعدة بیت کل داء
باشعر درین مرض غرض چیست — ہر چند کہ باشد از شفائی

مفتی صاحب کے بڑے صاحبزادے مولوی سید محمد صاحب عرف وزیر صاحب اور حاجی مولوی

سید حسن صاحب تیمارداری و خدمت گزاری مین مصروف رہتے تھے اِن کے علاوہ تمام خاندان
ادائے خدمت کے لئے حاضر تھا۔

۱۹ رجب کو وصایا لکھوائے اور ایک وصیت نامہ جو سابق مین بحالت صحت لکھا تھا۔ اُسے
بھی اِس وصیت مین شامل کیا چنانچہ اوسکی نقل یہان درج کیجاتی ہے۔

وصیّت نامہ | وصیت نامہ خادم الطلاب مشتمل بر چند باب باب اوّل در اعتقادات

حضرات مومنین و ارباب دین گواہ باشند بانی اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ علیم قدیم حی قیوم مدرک کارہ خلاق رزاق لا رزاق سواہ یری و لا یرے کما قال
لا یدرکہ الابصار وہو یدرک الابصار لیس بجسم و لا جسمانی و اشہد ان کل فرقہ ہما
عدا الامامیہ باطلہ فاسدہ ضالہ مضلہ خصوصًا مذہب صوفیہ کہ لعنت بر ایشان و ارد است بجمیع اقسامہا
علی الخصوص وجودیہ کہ شرک از ان افضل است چرا کہ مشرک چند صنم را پرستش میکنند و اینہا تمام عالم
را شریک خدا قرار دادہ اند بلکہ عین چنانکہ در من و سلوی گفتہ ام ؎

اتحاد خالق و مخلوق چیست — وحدت رزاق با مرزوق چیست
پیش محیی الدین خدا کلی بود — وین تصورہا بر وطاری بود
استر و اسپ و خر و جاموس را — یک وجود است و بود نامش خدا
گفتہ در تسبیح و تقدیس خدا — اظہر الاشیا و ہو عینہا
ہست این تسبیح یا تشبیہ ہست — حق منزہ از چنین تنزیہ است
تف بر این مذہب چہ بیباکی است این — آدم است این یا خر است یا کیست

لیکن چون شیخ بہائی علیہ الرحمہ حسن ظنے بصوفیہ دارد در نان و حلوا ہم چند شعر بطریق ایشان
گفتہ است و حکایتے بطرز عاشقے و معشوقی آوردہ و من مثنوی من و سلوی در حالت سن گفتہ بودم

چون حکایت عشق نکردہ طبع بود چیزے دران نظم نکردم بعضے اشخاص گفتند کہ چون تتبع شیخ
کردہ نباید کہ کتاب تو از عشق خالی باشد ناچار حکایتے نظم کردم کہ ابتدایش این است ؎

عاشقِ زارے حکایت می کند — وز جدائی ہا شکایت می کند

پس مقولہ او را مقولہ من نباید دانست و معلوم است کہ بناے شعر بر تخئیل است از واقعیت
دران چیزے نیست و ہر گاہ مذہب و مشرب متکلم معلوم شد انچہ خلاف مشرب او ست آنرا تاویل
باید کرد و شیخ درین مقام گفتہ است ؎

ناگہان از در درآمد بے حجاب	لب گزان از رخ برافگندہ نقاب
کاکل مشکین بدوش انداختہ	وز نگاہے کار عالم ساختہ

من ہم باین طرز چند شعرے گفتم و نسبت بہمان عاشق زار کردم کہ در نظر ہا رنگین بنماید
و در اصل حقیقتے ندارد

دل بطفلے خرد سالے دادہ ام	وصل در احتمالے دادہ ام
می گرفتم صبحگہ دستِ نماز	یک بیک آن مایہ اعجاز و ناز
کافرِ غارتگرِ ایمانِ من	دلبرِ من جانِ من جانانِ من

این تتبع محض و تخئیل محض است والعیاذ باللہ و استغفر اللہ و معاذ اللہ کہ دل بطفلے
دادہ باشم لیکن بعض دون ہمتان پست فطرت این شعر را چاپ زدہ اند و مقولہ من
ساختہ اند و من بری و بیزارم و بخدا شکایت دارم کہ غرض این بزرگوار توہین من بودہ است
ہمچنین مذاہب دیگر مثل نیچریہ کہ بدتر از ان مذہب نیست و از خصائص صوفیہ و نیچریہ این است
کہ آدم بان فریب میخورند و آن اینکہ خود را داخل اسلام و مروج آن قرار دادہ اند و ازین
بالاتر اینکہ در بعض مقامات خود را ہم مذمت میکنند و مسلمانان را گول می زنند الی اللہ المشتکی

من اہانهم و عفوا عنهم **باب دوم** در تجهیز و تکفین مردم مقدسین و مومنین برا جمع کنند
یک دانه اشرفی قیمتی بیست و دو روپیه در صندوقچه کلان گذاشته ام آنرا بمصرف آرند و در
غسل من مبالغه نمایند و کفن که از مرزا محمد علی کاتب تمام قرآن بر آن نویسانیده ام در آن
کفن کنند و بعد از تکفین جناب سید ابوالحسن معروف به ابو صاحب سید ابوالحسن ثانی و مولوی
ناصر حسین و جناب مولوی علی نقی صاحب نماز بکنند و دفن اگر در امام باڑہ غفرانمآب یا امام باڑہ
سید محمد تقی صاحب میسر شود والا در مکان کلان یا جاے که مناسب باشد دفن کنند و بعض اعمال
مخصوصه در اوقات مخصوصه براے مغفرت من بجا آورده باشند **باب سوم** در صوم و صلوٰة
و حج - نماز پنج و شصت سال وزیر صاحب از طرف من ادا نمایند که ایشان ولد اکبر اند و قضاے
نماز پدر بر پسر اکبر واجب است و چون نماز ها بسیار است وزیر صاحب همگی را نتوانند که ادا نمایند
قدرے ازان حاجی سید حسن بجا آرند و اگر خداوند عالم زر وافر عطا کند کسے را مقرر کنند که از طرف من
اجیر شود و از همین بلد مکه رود و حج تمتع بجا آرد صد روپیه یا دو صد روپیه کفایت میکند و اگر
از بلد بسبب قلت زر ممکن نشود آن زر قلیل را بجناب حاج ابو صاحب بدهند که ایشان در
نواحی مکه یا جاے دیگر کسے را مقرر فرمایند تا حج میقاتی بجا آرد - **باب چهارم** کتب را بسیار
دوست داشته ام حالا شما را بطور نصیحت می گویم که سید حسن و وزیر صاحب و مولوی نجم الحسن
در حفظ آنها مبالغه نمایند و یکدانه را هم نفروشند و نه بعاریت دهند و اگر کسے بسیار شوق چیزے
داشته باشد همین جا بیاید بنویسد با خود نبرد و چند دانه کتاب را که وقف کرده ام هرگز هرگز
نفروشند **باب پنجم** دو انگشتر با در سیده بیگم داده ام کسے از و نگیرد **باب ششم**
مکان کلان را منکوحه اولی در عوض مهرش داده ام و مناسب نیست که آنرا نفروشند که خلاف
شان اوست و کسے دیگر هم ندهد که او خواهد فروخت **باب هفتم** درباره احباب من بکمال

ضراعت والحاح واصرار از جمیع دوستان وغیر الشان امیدوار تحلل ستم کہ اگر قولے یا فعلے درحضور یا غیبت درحق کسے از من سرزدہ باشد آنرا ازبرائے خدا و رسول بنخشند واگر کسے موفق بشود بعض رسائل وکتب مرا چاپ زند تا رواج یابد و او ہم شریک ثواب شود۔

باب ہشتم متعلق باولاد۔ باید کہ بمحبت والفت بگذارند واطفال صغار مثل سید احمد علی وصغیرہ بیگم کہ نہ پدر دارد و نہ مادر اینہارا در سایہ عاطفت خود نگاہ دارند و رحم کنند گریہ یتیم خدارا خوش نمی آید فقط

۱۹ رجب ۱۳۰۶ھ

آخر کلمات چوبیسوین رجب کو دریافت کیا کہ آج کونسا دن اور کونسی تاریخ ہے لوگون نے عرض کیا کہ آج ۲۴ ہے گویا آپ ۲۵ رجب کے منتظر تھے جو آپکے جد بزرگوار امام موسی کاظم علیہ الصلوۃ والسلام کی تاریخ وفات ہے۔ حکیم سید امیر حسین صاحب پاؤن دبا رہے تھے اُن کا بیان ہے کہ مین روتا جاتا تھا اور دعا کرتا تھا مفتی صاحب نے میری آواز سنکر فرمایا ؎

	اسی برس کا سن ہے مرض کا یہ حال ہے۔ عباس ابکی بار تو بچنا محال ہے	

اسکے بعد معلوم نہیں ہوا کہ آپنے اُمور دنیا کے متعلق پھر کوئی کلام کیا ہو۔

خواب جس دن انتقال ہوگا اسکی شب کو بعض مخدرات نے خواب مین دیکھا کہ بہت سی عورتین نورانی شکل خوش وضع آسمان سے اُس مکان مین اُتر رہی ہین سرخ طلائی تحریرین اُن کے ہاتھون مین اور گلے مین طلائی طوق ہین اُن کی کثرت اسقدر تھی کہ تمام گھر بھر گیا جسکی تعبیر بے تکلف یہ ہوسکتی ہے کہ جنت کی حورین اُن کی روح کے استقبال کو آئی ہین۔

خاتمہ ساعت بساعت ضعف بڑھتا گیا ۲۴ رجب سے حالت زیادہ خراب ہوگئی رات بہت سخت گذری پنجشنبہ ۲۵ رجب کی صبح عجب صبح تھی ہر شخص کا چہرہ غم والم سے افسردہ دروازہ پر ارادتمندون کا ہجوم گھر مین سامان قیامت تا اینکہ قریب زوال روح اقدس نے جسم اطہر سے مفارقت کی اور ایک تلاطم ہو گیا -

اس تاریخ مین دل آرام کی بارہ دری مین مجلس ہوا کرتی تھی میر خورشید علی صاحب نفیس منبر پر مرثیہ خوانی مین مصروف تھے - یہ خبر جب وہان پہونچی تو میر صاحب کے جسم مین تھرتھری پڑ گئی مرثیہ تمام کرنے پر قادر نہوے اہل مجلس کو مطلع کیا کہ آج جناب مفتی صاحب قبلہ نے انتقال کیا حضرات کو اُن کی تجہیز و تکفین کی شرکت کا شرف حاصل کرنا چاہیئے مجلس ختم ہوتے ہی تمام مجمع اسی طرف روانہ ہوا قریب شام جنازہ مکان سے اُٹھایا گیا دریا پر غسل کا انتظام تھا - مشایعین کی تعداد حد شمار سے باہر تھی - علما ، فضلا ، رؤسا ، مومنین گروہ در گروہ سر پیٹتے ہمراہ تھے زیادہ تعداد شرکا کی سر برہنہ تھی - اسی طرح یہ مجمع دریا پہونچا اور غسل شروع ہوا -

واقعہ نماز مغرب کا وقت آگیا یہ راے قرار پائی کہ نماز مغرب مین بجماعت ادا کی جائے اس عظیم الشان مجمع مین جناب سید ابو الحسن صاحب عرف جناب ابو صاحب اور جناب سید ابو الحسن صاحب عرف جناب سید بچھن صاحب بھی موجود ہین - ان دونون بزرگوارون مین سے کسکی اقتدا ہوتی - جناب سید ابو صاحب قبلہ نے فرمایا کہ آپ نماز پڑھائین مین بھی شریک ہونگا - جناب سید بچھن صاحب قبلہ نے جواب دیا کہ مین مدت سے اسکا متمنی تھا کہ آپ کی جماعت مین شریک ہون طرفین سے اصرار ہوا آخر جناب سید بچھن صاحب قبلہ کا اصرار غالب اور جناب سید ابو صاحب قبلہ نے نماز جماعت پڑھائی اور اُنھون نے عقب مین

نماز پڑھی۔ شہر مین مدتون تک اس طرز عمل کا چرچا رہا۔ درحقیقت دونون بزرگون کی کمال نیک نفسی اور پاک باطنی اِس واقعہ سے ظاہر ہوئی ہے۔ خدا دونون کے درجات عالی کرے۔

غرضکہ بعد ختم غسل جنازہ دریا سے امام باڑہ غفرانمآب کیطرف روانہ ہوا وہین نماز میت ادا ہوئی اور قریب نصف شب گنجینۂ علم و کمال زیر خاک پنہان کیا گیا۔

پانچوین روز اسی امام باڑہ مین بنا برمجلس ہوئی بہت بڑا مجمع تھا پہلے شعرا کی تاریخین اور مراثی پڑھے گئے اُسکے بعد حاج مولوی سید جواد صاحب نے جناب مرحوم کے مختصر حالات بیان کئے اور تذکرہ مصائب سید الشہدا پر مجلس ختم ہوئی۔

تاریخون کا ایک ذخیرہ ہے یہان چند قطعات بطور یادگار درج کئے جاتے ہین۔

تاریخ عربی از حضرت نجم العلما مدظلہ

قمر وا یلک باخلیلی بالفجر والاصیل
لو قاله مقتدانا المتبحر الجلیل

متفرد فقیه متوحد نبیه
متکلم فصیح متهجد جمیل

حررت مصرعا فی تاریخه بدیها
اٰهًا الفوت هادٍ متکرم جلیل

۱۳۰۶ھ

اقتباس از مرثیہ جناب ممدوح

آہ آہ از گردشِ چرخ ستمکار آہ آہ
می رسد از جور او رنج و الم شام و پگاہ

ہیچکس از جورِ گردون نیست ایمن در جہان
شکوہ دارد از جفایش ہم گدا ہم بادشاہ

نیست دنیا در نگاہِ عارفان جز سجنِ غم
بلکہ سوئے منزلِ مقصود باشد شاہ راہ

اے فلک با ما چرا نبود عداوت باختی
کینۂ دیرینہ رات با ما ضعیفان از چہ راہ

یک نگاہ ہے اے دلم بر ماجرائے تازہ
بعد ازین آسائش و راحت درین عالم مخواہ

فوت شد اے مومنین سلطان اہل اہتدا
آیت حق حجت رب مجتہد ظل الٰہ

مخزن گنجینۂ علم و محیط ہر کمال
داشت فقر ظاہری و در حقیقت بود شاہ

مظہر اسرار ایمان حجت اسلامیان
مفتی دین سید عباس گردون بارگاہ

عالم عامل وحید عصر کہف المومنین
خسرو اقلیم دین و علم را جائے پناہ

بود گریان مثل ابر نوبہار از خوف حق
قلب او مائل نشد ہرگز بسوے مال و جاہ

خانہ اش بود است خلد و ماند مہمان در جہان
با کمال حزن ہشتاد و دو سال و چند ماہ

خاک بر سر بخت از فقدان او ہر ذی حیات
بعد او و احسرتا ہر روز روشن شد سیاہ

عالم فہامہ بارع فقیہ بے عدیل
داشت در ہر نوع فضل و علم کامل دستگاہ

ہر چہ پیش دیگران صعب است چون کوہ بزرگ
سہل بودہ نزد وے آن مسئلہ چون برگ کاہ

داشت لطف و الفت خاصے بحال من مدام
خوش نبودش دوری من از جنابش ہیچگاہ

موسوی بود و موافق شد وفات آنجناب
با وفات موسی کاظم امام دین پناہ

قطعہ تاریخ از جناب مولوی علی میان صاحب کامل تلمیذ جناب مفتی صاحب مرحوم

حضرت علامہ مفتی میر عباس صاحب آنکہ بود
پیروان شیر حق را در جہان پشت و پناہ

مسند آرائے شریعت شمع بزم اجتہاد
آیۃ اللہ مقتدائے شیعیان بے اشتباہ

آنکہ خوان علم او در شرق و غرب روزگار
داشت بر خود زلہ خواران از فقیہان بناہ

آنکہ در پیدائے وصف رتبۂ والائے او
عقل کل را بنگری چون کودکان گم کردہ راہ

آنکہ سر پیچد گر از تسلیم این معنے کسے
چار صد تصنیف او آرم برین دعوی گواہ

آنکہ در چشمم نباشد ہمسرش در علم و فضل
کوہ را سنجد مگر بیہودہ با برگ کاہ

آنکه خاک پای او را کرده جذب از فرطِ شوق
می نشاند آسمان برتارک خورشید و ماه

آنکه چون تصنیف او را نقش کردی دست کلک
از مرکب صفحه را پیدا شدی خطِ نگاه

آنکه در تعلیم علمِ فقه و قرآن و حدیث
هیچکس جزوی درین دوران نبوده بادشاه

آنکه بود از فیض القا خاطر او را روا
بر سپهر غیبت کبستی اگر طرفِ کلاه

بست و پنجم از رجب روزِ خمیس حاریمین
ناگهان شد ساعتِ دو مائلِ قربِ اله

گشته مستمسک بحبلِ رحمتِ پروردگار
جانِ او آمد برون از جسم چون یوسف ز چاه

تا پریدش طائرِ روحِ مطهر از بدن
حال هر نزدیک و دور از شدتِ غم شد تباه

شاهدِ امکان پریشان کرد گیسو آنچنان
روی هم افتاد عالم زیر یک بردِ سیاه

سر نگند داز تاسف پشتِ دست خود گزید
از ثنایای ثوابت آسمانِ کینه خواه

این حکایت را بجای خویش بگذار ای قلم
باز بر خوان ماجرای رحلتِ آن دین پناه

کرد استقبال روحش خازنِ خلدِ برین
برد با خود سوی اصحابِ یمین با عز و جاه

حورِ عین بر هر دو دستش بوسه ها پیهم زدند
همچنان سودند غلمان برکف پایش جباه

تاج بنهادند از تیجانِ رحمت بر سرش
فرش آوردند از سندس برای خوابگاه

کرد راضی کردگارش از رضای خویشتن
بود تا در دار دنیا منقطع از ماسواه

کاملِ غمگین که از فقدان آن بحرِ علوم
گریهٔ روحانیش جوشد ز دل شام و پگاه

گفت دور تربتش را کرده سیراب از سرشک
بر زمین افتاد رکنِ اقدس دین آه آه

سنه ١٣٠٦ھ

شیخ فدا علی صاحب عیش

عالم غطریف عباس آن محیط علم و فضل | بود اوج آسمان شرع را تابنده ماه
سرنگون شد رایت شرع و نشان فوج دین | از وفات حضرت عباس گردون بارگاه
بسکه بوده رکن دین و قبلهٔ اہل یقین | چون نبود شد کعبه اندر ماتمش رخت سیاه
کعبه را بوده بسوے درگہش روے نیاز | زان سبب گردید سنگ آستانش سجده گاه
شد بہار گلشن موسیٰ بن جعفر در جہان | در ریاض خلد آمد نو گلے با عز و جاه
اوّل نامش محمد ہست و عباس آخرش | آنکه در ملک شریعت بود عادل بادشاه
چونکه بد ہمنام عباس ابن حیدر در جہان | می سزد گویم اگر بر نام او روحی فداه
شد روان از چشمهٔ چشم ترم بحر بکا | چون شنیدم این خبر در کربلا وقت پگاه
بر زمین افتاد ہے ہے آسمان اجتہاد | شد نظام عالم شرع از وفات او تباه
گیسوے مشکین کشاد اندر غمش لیلاے لیل | چاک داماں شد سحر در ماتمش بے اشتباه
ہم فقیه و ہم ادیب و ہم ظریف و مجتہد | ہم دبیر و ہم سخنور بود آن غفران پناه
صاحب تصنیف وافر مفخر اہل علوم | ہر کمالش من وسلوی ہم مرجع دو گواه
ہمچو جد امجد خود بود صادق در کلام | ره نبرده در حریم حضرتش بدع و گناه
نہی منکر امر بالمعروف را پابند بود | در ہمه اوقات بوده تابع حکم اله
بشنوی بر سبزه زار تربتش گر بگذری | آه ہذا مرقد العباس میگوید گیاه
منخسف گردیده ماه و منکسف گردید مہر | بر زمین انداخت پیر آسمان از سر کلاه
بست و پنجم از رجب بوده که از دیر خراب | خیمهٔ ہستی بکند و زد بجنت خیمه گاه

عیش کلکم ریخت آب از چشم و تاریخش نوشت	تا خدائی زورق دین پیمبر آہ آہ
	۱۳۰۶ھ

وارث

آن عالم بے بدل محمد عباس	مسند آرائے صدر دین شرع پناہ
رحلت فرمود از جہان فانی	بگرفت بسوے جنت الماوی راہ
بے نور جمال او چشم آفاق	گردیدہ زمانہ چون شب تار سیاہ
در ماتم او فلک شدہ نیلی پوش	خورشید فگند از سر خویش کلاہ
شد چاک بماتمش گریبان سحر	مانند ہلال گشت کاہیدہ ماہ
بہر تاریخ رحلتش وارث گفت	تاج سر دین فتادہ اینک آہ آہ

ایضاً

وارث لکھیے یہ بہر تاریخ	اے وائے بجھا چراغ ہند آج

ایضاً

وارث برائے سال وفاتش نگاشتم	رکن رکین کعبۂ دین او فتادہ حیف

مولانا السید ولاد حسین صاحب سلیم

در لحد خوابید چون مفتی ما	خاک حسرت بر دل فتوی فتاد
از زمین برخاست شور ماتمش	نالہ ہا در گنبد خضرا فتاد
سوخت سوز غم دل ہر اہل دل	آتش اندر عالم جانہا فتاد
چون ببارید اشک خون در تار شب	باصرہ از دیدۂ بینا فتاد

خاکِ پاکش کے جدا گشت از جہان	گوئیا عرش خدا از جا فتاد
نیست للطف ناطقہ کز شاخ دہر	عندلیب گلشن زہرا فتاد
اے سلیم ارکان سالش رانگر	آہ قصرِ اجتہاد از پا فتاد ۱۳۰۶ھ

مرزا محمد زکی علی خان صاحب زکی نے مطلع الشمسین کے نام سے ایک مبسوط نظم تصنیف کی تھی جسمیں جناب مفتی صاحب مرحوم اور مولانا سید حامد حسین صاحب مرحوم کی وفات اور حیات کے حالات مشرح نظم کئے۔ یہ نظم علیحدہ طبع ہوئی ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

قطعۂ تاریخ

نتیجۂ فکر زبدۃ العلماء جناب مولانا مفتی سید محمد علی صاحب قبلہ

آری ہمان سراید توصیف شان عباس — مثل حسین باشد کو قدردان عباس

آن شاعر بلیغے کز کلک گلفشانش — جوشید بہار تازہ در بوستان عباس

آراستہ کتابے رخشان چو آفتابے — مہریکہ یافت اوج بر آسمان عباس

مجموعۂ قشنگی خوشگل چو دستہ گل — اعجوبہ کہ باشد یک ارمغان عباس

تاریخ او سلیم ناقص چنان نوشتہ

کلک عزیز پیدا کرد نشان عباس

۱۳۴۴ھ